قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَاءٌ

الحمد للہ کہ وہ کتاب کہ جو نادر تفاسیر کا لب لباب اور جس میں بعد ترجمۂ با محاورہ و ترکیب نحوی و ربط آیات

و حل لغات و بیان نکات و اظہار خلاصہ مراد و شان نزول کے مخالفوں کا جواب بھی ہے یعنی

تفسیر فتح المنان

مشہور بہ

تفسیر حقانی

کا حصہ دوسرا جو پارۂ اول کی تفسیر ہے اور جس میں یہود و نصاریٰ و مجوس اور حکمائے قدیم اور حکمائے حال

اور دہریوں اور نیچریوں اور آج کل کے انگریزی تعلیم یافتوں کے اعتراضات کا جواب تحقیقی و الزامی

مولوی عبد الاحد کے

مطبع مجتبائی دہلی میں طبع ہوا

ماہ شوال سنہ ۱۳[illegible] ہجری

قیمت بجلد [illegible] ۱۰۵۰ پارہ دوم

فہرست مضامین

الحمد للہ المنان کہ جلد دوم
فتح المنان سنہ ۱۳۰۶ھ
مشہور بہ
تفسیر حقانی
کہ جسمیں مطالب قرآنیہ کی وضاحت کرے

خطبہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی اسبغ النعم علی العباد ۔ فارسل الانبیاء الہداۃ الی سبیل الرشاد ۔ بالحجج البینات و البرہان ۔ و آتاہم الآیات الباہرات
و انزل علیہم الصحف و القرآن ۔ حتی محت دجیۃ الضلال و اشرقت الارض بنور ربہا و نارت الجبال ۔ فیا واجب الوجود و یا غایۃ
کل مقصود صل و سلم علی جمیع انبیائک و علی جملۃ اصفیائک خصوصاً علی سید المرسلین و تاج النبیین الذی ترشح من لسانہ ماء الحیات
و سالت من بیانہ انہار النجات ۔ الذی نور الارض بعد ما ملأت من الظلمات ۔ و افشا التوحید بعد ما عبدت المخلوقات سیدنا
و مولانا محمدؐ خاتم فصل الرسالۃ فص خاتم العدالۃ ۔ الذی افحم مصاقع الخطباء من العرب العرباء باقصر سور القرآن و اعجز
بکلمۃ من الکلم الحکمیۃ حکماء الزمان ۔ صاحب مفاتیح الناسوت و الملکوت ۔ ناظورۃ دیوان الجبروت و اللاہوت
لا یدرک الواصف المطری خصائصہ ۔ و ان یک سابقاً فی کل ما وصف ۔ و علی آلہ الابرار و اصحابہ الاخیار الذی حرکاتہم و
سکناتہم و افعالہم و کلماتہم معیار لتہذیب الاخلاق ۔ و الذین ہدوا العالم و دعوا الناس الی دین الاسلام بالکرامات التی مثل
معجزات انبیاء بنی اسحاق ۔ حتی وضحت الطرق و انکشفت المحجۃ و لم یبق للمنکرین حجۃ ۔ **اما بعد** فقیر حقیر
ابو محمد عبد الحق بن محمد امیر ہیچ کہتا ہے کہ اہل اسلام کی خیرخواہی اور دین و دنیا کی بھلائی ہر زمانہ اور ہر ملک میں جداگانہ
ہے ۔ کبھی زبان تلوار کا کام دیتی ہے اور جبکہ کجرو کج فہم تقریر سے نہیں سمجھتے تو (جسطرح شفقت پدری بچے کو امور مصلحت پر
مجبور و مقہور کرتی ہے اسیطرح) رحمت الٰہی و عنایت غیر متناہی بوسیلہ خاصان درگاہ سیاست سے کام لیتی ہے ۔ جب بنی العباس
کے عہد میں حکمت یونانیہ و فلسفہ روم و رومانیہ نے اسلام پر حملہ کیا تو علماء کلام کے اقلام نے نیزوں کا کام دیا ۔ جب
صحابہ و عرب العرباء کہ جو رموز قرآن سے واقف تھے اٹھہ چلے تو مفسرین نے مطالب قرآنیہ کی حفاظت پر کمر ہمت باندہی ۔ یہانتک کہ

جسطرح مدرسہ اندلس مین صدہا علوم دنیویہ کا اپنے اور بیگانون کو درس دیا گیا اسیطرح قرآن مجید کے متعلق بیشمار علوم کو مدون
کیا گیا کہ جسکا دسوان حصہ بھی عہد آدم سے لیکر ابتک کسی قوم نے اپنی کتاب الہامی کے لیے ایجاد نہین کیا اسی لیئے زمانۂ
نزول سے ابتک جسطرح قرآن مجید محفوظ ہے کوئی کتاب نہین - اور جسطرح اسلام کا شجر طوبے اس زمین پر ابر رحمت کیطرح پہیلتا گیا ہر
ملک و ہر شہر کو اوسنے اپنے حیات بخش پہلون اور پہولون سے بہرہ ور کیا اور اپنے ظل عاطفت سے بہرہ یاب فرمایا تو وہین
خدا تعالے نے اہل سیف و قلم کو اسکا حامی بنایا - جنہون نے بوم منش اور موش طبع لوگون سے اسکو ہر طرح بچایا - چنانچہ
جب ہندوستان کو اس آفتاب جہانتاب نے تاریکی جہالت و بت پرستی سے چھڑایا اور اپنے قدرتی نور سے منور فرمایا تو یہان
بھی اسکے حامی اور مددگار پیدا کر دیئے جسقدر فتنہ گر آتش فتنہ سلگاتے رہے اتنا ہی خادمان خدا اسکو نسیم لطف و ابر رحمت سے
بجہاتے رہے - پس جسطرح آمد بہار سے پہلے درختون پر خزان آتی اور باغ مین ہوا صرصر چل جاتی ہے اسیطرح (بہار آیندہ کے لیئے)

---

۵ چنانچہ علم ریاضی کے متعلق زیج اور اکر اور مرایا و مناظرہ کہ جسکا اثر آجکل فوٹوگراف و نقشہ نویسی ہے اور جبر و مقابلہ وغیرہ علوم کو زندہ
کیا اور رصد بنائی اور ستارون کی چال وغیرہ فنون ہیئت مین صدہا ایجاد کیئے - حساب و ہندسہ کے اصول کو از سر نو قائم کیا - فن عمارت و فلاحت مین یہ لوگ استاد زمانہ
مانے گئے - مساحت کے اصول سب سے پیشتر عرب نے قائم کیئے - جہازرانی اور ستارون کے حساب سے سمندر مین سفر کرنا اول اسلامیون ہی نے رواج دیا پہر
طبیعات مین علم العناصر کہ جس سے ہوا اور پانی اور زمین اور کرہ نار کے عجائب حالات معلوم ہوتے ہین اور پہر علم الجمادات کہ جس سے ہر زمین کے معدنیات کی
کیفیت اور جواہرات زمین سے سونا چاندی نکالنے کی کیفیت اور پہاڑون اور دریاؤن اور چشمون کے پیدا ہونے کے حالات منکشف ہوتے ہین اور
علم النباتات کہ جسمین درختون کے سرخ سبز پہول لانے اور اونکے ثمرات کے مختلف مزہ ہونے اور زمین کی جڑی بوٹیون کے خواص سے بحث ہوتی ہے -
اور علم الحیوان کہ جسمین حیوان کے انواع و اصناف کے عجائب حالات سے گفتگو کیجاتی ہے - اور علم کیمیا کہ جسکو کمسٹری کہتے ہین جسمین استحالات عناصر سے
بحث ہوتی ہے وغیرہ علوم کے اہل اسلام ہی استاد ہین - پہر جسقدر منطق اور فلسفہ کو حکماء اسلام نے ترقی دی وہ بھی ظاہر ہے - قدماء یونان کی کتابون مین ایساغوجی
یعنی کلیات خمس وغیرہ چند سطرے تہے جسمے مسائل مذکور ہین لیکن اسلامیون نے تو اوسکو اس درجہ تک پہونچایا کہ جسکے بعد ترقی کا کوئی مرتبہ ہی باقی نرہا - اسیطرح علم
حکمت نظریہ کو از سر نو زندہ کیا اور حکماء یونان کے اغلاط پر بحث کرکے ایک نیا فلسفہ قائم کر دیا کہ جسکو علم کلام مین بطور مبادی کے ذکر کیا جاتا ہے - اسیطرح حکمت عملیہ
مین تہذیب اخلاق اور سیاست مدن اور تدبیر منزل کے وہ اصول قائم کیئے کہ جنکو اسوقت کے فلاسفر بھی مانتے ہین - پہر جغرافیہ اور تاریخ مین بھی حکماء اسلام استاد
مانے گئے ہین - اور ان عجائب صنعتون کے ذکر کی تو یہان گنجایش ہی نہین کہ جنکو اسلامیون نے اپنے زمانہ مین ایجاد کیا تہا چنانچہ ہارون رشید کے حکم سے بغداد کے
دو عالمون نے کوفہ اور سنجار کے صحرا کا ایک درجہ محیط ناپا کہ زمین کا محیط تخمیناً ساڑہے چوبیس ہزار میل ثابت کیا اقلیدس اور مجسطی کی شرح کی بطلیموس کے زیج کو درست
کیا - منطقۃ البروج کی تعدیل کا حساب لگایا - سمرقند مین رصد بنائی حبیب الدین حنین بغدادی نے نور کی رفتار کا اندازہ نکالا اور اسیطرح توپ و بندوق کا ایجاد
بھی انہین کے زمانہ مین ہوا ہے اور جر ثقیل کا بھی اور فن طب مین بھی جو کچھہ ترقی اونکے عہد مین ہوئی وہ بیان سے باہر ہے + اور فن عروض و قوافی تو خاص
انہین کا حصہ ہے چونکہ اس بیان کی تفصیل کو بڑی ضخیم کتاب درکار ہے لہذا اس بیان کو مین صرف دو باتون پر تمام کرتا ہون (۱) یہہ کہ اسوقت مین جن چیزون
مین ترقی اہل یورپ نے کی ہے جیساکہ تار برقی ریل گاڑی دخانی جہاز تار پیڈو ڈائنامیٹ وغیرہ عمدہ صنعتین اور کپڑا بنانے کے کارخانے اور
دیگر کارخانجات یہہ سب تخمیناً پچاس ساٹہہ برس سے مختلف ملکون مین مختلف لوگون کے ہاتہہ سے مروج ہوئے ہین - روم اور مصر کے اہل اسلام
بھی انمین شریک ہین اور لندن کی کچہہ خصوصیت نہین فرانس جرمن روس وغیرہ کل ممالک مین ہین انکے اصول پہلے ہی اسلام مین تہے اور یون ہمیشہ
ہر زمانہ مین ایسے امور مین ترقی و تنزل ہوتا آیا ہے (۲) یہہ کہ یورپ کے بڑے بڑے محقق بھی اس شاگردی اہل اسلام کے مقر ہین -
چنانچہ مسیو لیبو کہ جو علم تاریخ مین فرانس کے ملک مین بڑا مدرس تہا وہ اپنی ہسٹری آف اسلام مین کہتا ہے کہ قوم عرب بلا شک ہمارے
یعنی یورپ کے استاد ہین جس سے انکار نہین ہو سکتا اور انہون نے وہ سامان مہیا کیئے کہ جن سے ہماری یہہ تاریخین بنین اور
انہون نے حالات سفر کو قلمبند کرنا شروع کیا الخ اور وہی صناعی اور دستکاری ہین

چند عرصہ سے اس شجر اسلام پر بھی خزان کے جھوکے چل رہے ہین جس سے دشمن اور درد مند کف افسوس مل رہے ہین :
جسکا نتیجہ یہہ ہوا کہ اسکے انصار و مددگار شراب غفلت و نفاق پیکر بیہوش اور مست بخواب خرگوش ہوئے تو مخالفون نے میدان
خالی پاکر اپنا کام کیا ۔ اسکی دولت ور اسکی شوکت ور اسکی سلطنت و حکومت ور اسکے علوم و فنون کا کام تمام کیا ۔ تخمیناً
سو برس کے عرصہ سے بڑی دور و دراز سے ایک قوم عیسائی دانشمند آزادی پسند دنیاوی کامون ور صنعتون مین ہوشیار کاریاب
مملکت مین پرفن و بیدار ہندوستان مین آئی اور اپنے ساتھ ہی صدہا جہاز اور آگبوٹ الحاد شراب خواری و زنا وغیرہ کے لائی
اول تو یون ہی مسلمانون کی حالت خراب تھی اوپر اس آزادی اور الحاد کی ٹھنڈی نے تو وہ آفت دکھائی کہ ؎ ازان
افیون کہ ساقی در مے افگند ✦ حریفان را نہ سرماند و نہ دستار ✦ جس سے غفلت ور باہمی نزاع اور بے دینی نے ہر طرف سے
محیط ہو کر دینی و دنیوی ترقیون سے محروم کر دیا ۔ اور مخالفونکا دل خوش کرنے کو ایک قوم نے تو وہ طرز اختیار کیا کہ گویا اہل
یورپ کا پورا جامہ ہی پہن لیا جسطرح وہ لوگ برائے نام عیسائی ہین اور در حقیقت سخت ملحد نہ خدا کے قائل نہ ملائکہ و حشر و
نشر ثواب عقاب و حلال و حرام طاہر و نجس کے مقر نبی کون ایک فارمر (ناصح) الہام اور کلام ملائکہ کیا مجنونونکی خیالی ٹبر اسیطرح یہ لوگ

اس مرتبہ کمال کو پہنچے جسکی انتہا نہین الخ اور جہانتک ہمکو معلوم ہے ۔ گویا وہ ایک شمہ عرب کی اوس اصلی فضیلت کا ہے کہ جو آجتک ہمکو معلوم ہی نہین ہوئی اگر بہر کیف عرب
کی قوم ہمارے جملہ فضل و کمال کا اب بھی سرچشمہ ہے ۔ اور جن کمالات کو ہم یہہ سمجھتے ہتے کہ یہہ اور لوگون کی ایجاد ہونگے وہ اب ہمکو کتابون کے دیکھنے سے معلوم
ہوتا چلا جاتا ہے کہ اصل مین سب کے موجد عرب ہی ہین ❊ پہر یہہ مورخ اپنی تائید مین **سکندر ہمبلٹ** جرمنی کا یہہ قول نقل کرتا ہے کہ عرب کی قومون کو
خدا تعالے نے اسیلیے پیدا کیا تہا کہ وہ علوم و فنون اور اسباب تمدن کو ان مختلف قومون تک پہنچا دین جو فرات کے کنارہ سے اسپانیہ کے وادی کبیر
تک پہیل رہے ہین ۔ چنانچہ ان تمام قومون نے جملہ کمالات اسی قوم عرب سے حاصل کیے تہے الخ ۔ اور دنیا کی قوم نے باب تمدن مین جو کچہہ حاصل کیا
یا جو کچہہ اوسکو آیا وہ عرب ہی کی فتوحات کے زمانہ طویل کے بعد آیا ۔ اور عرب ہی اوسنے سیکہا ۔ عرب جہان جاتے تھے اپنے طریق تمدن کو گویا ساتھہ لیجاتے تہے جرمن ۱۲
اور جہان وہ قیام کرتے تہے وہان اونکا طریق تمدن پہیل جاتا تہا چنانچہ اونکی عادت تھی کہ جس ملک مین وہ گئے وہان انہون نے اپنی زبان اور اپنے علوم اور اپنا
دین اور اپنے اخلاق مہذب کو شائع کرنا شروع کیا الخ انتہیٰ ملخصاً اور تاریخ ڈروی مین جسکا مصنف فرانس کا وزیر اعظم ہے یہہ لکہا ہے کہ ایک زمانہ مین اہل یورپ
تاریکی جہالت مین ٹکرین مارتے پہرتے تہے کہ دفعۃً اُن پر اُمت اسلامیہ کی جانب سے ایک نور علوم ادبیہ اور فلسفیہ اور فنون صناعی اور دستکاریون وغیرہ کا پرتو
افگن ہوا کیونکہ اوس زمانہ مین شہر بغداد اور بصرہ اور سمرقند اور دمشق اور قیروان اور مصر اور فاس اور غرناطہ اور قرطبہ وغیرہ علوم و فنون اور صناعی کے مرکز تہے
اور جہان کہین کمالات علمی اور عملی پہیلے انہین شہرون مین سے پہیلے اور قرون متوسطہ مین اہالیان یورپ انہین شہرون مین سے علوم و فنون کو اڑا لیگئے
انتہے ۔ اور **گاڈفری ہیگنس** کہتے ہین (۱۱۰) مین بخوبی جانتا ہون کہ عیسائی لوگ مسلمانون اور اونکے مذہب ور انکی ہر ایک شئے پر نظر حقارت ڈالتے
ہین مگر وہ تحقیق کرین تو معلوم ہو جائے کہ اہل اسلام اپنے مذہب پر قائم ہونے کے تہوڑے ہی عرصہ کے بعد تمام روئے زمین پر سب سے زیادہ فیاض اور سب سے
زیادہ با علم قوم ہو گئی ۔ اور متقدمین کے علوم مفیدہ بہی ہمکو بیشتر اونہین کے ذریعہ سے پہونچے ۔ مسلمانون کے مذہب مین فیاضی اور تہذیب اخلاق کے اکثر مسائل
ہین ۔ اور جاہل متعصبون سے آنکے مذہب پر الزام لگانا جیسا کہ وہ اس زمانہ مین رسوا ہے محض بیجا ہے جیسا کہ دین عیسوی کو اونکے پادریون اور اوسکے محققون
سے ہے (۱۱۱) فرنگی اوس فوقیت پر (کہ جو اونکو مسلمانون پر علوم اور فنون اور فوج مین ہے) بڑے نازان ہین اور جو کوئی اونکی گفتگو سنے تو یہی جانے
کہ زمانہ سابق مین کوئی قوم اوس سے عمدہ اور مفید تحصیل مین کبہی فائق نہین ہوئی حالانکہ یہہ دہوکا ہے کیونکہ بجز چند فروعات اوس حکمت عملی کے کہ جو تجربہ
سے متعلق ہے اور سوائے کارخانون کے اور کوئی بات ایسی نہین کہ جو **خلفا** کی رعایا مین نہ تھی اور اب **گریٹ برٹن** مین حاصل ہے انتہے ملخصاً
اور **جان فیون پورٹ** اپنی کتاب مین موسومہ مورخ کا یہہ قول نقل کرتے ہین یہ بات یقینی ہے کہ اس زمانہ مین اہل عرب نے تمام اسپانیہ و اٹلی

نبی اور ملائکہ اور الہام اور جبرئیل اور خرق عادت انبیاء علیہم السلام کے معجزات لغایت جنت اور جہنم کے وہ عقوبات کہ جو نصوص قرآن سے ثابت ہین ان سب باتون کے منکر اور حلال و حرام و طہارت و نجاست وغیرہ جملہ احکام اسلامی نافرمان ہین اسپر نام کے مسلمان + پھر ان کفریات اور پادریون و ملحدان یورپ کے معتقدات کا نام تحقیق اور ترقی اسلام رکھکر صدہا دولت مندون آزادی پسندون کو تفسیر کے پیرایہ مین ملحد و گمراہ بلکہ حقیقی اسلام کا بدخواہ بنادیا حیف صدہا کو روحانی زہر کا پیالہ پلادیا لہذا اس فقیر کو بھی حمیت ایمانی اور اہل اسلام کو نفع رسانی نے مجبور اور الہام الٰہی نے مجھہ سے بے لیاقت کو اردو مین ایسی تفسیر لکھنے پر مامور کیا۔ اے الہ العٰلمین تو قادر مطلق اور تیرا کلام مقدس اور تیرے سب انبیاء برحق ہین تیرے وعدہ مین کوئی شک و شبہ نہین مجھکو وہ بات اس کتاب مین تلقین فرما کہ جو تیرے نزدیک حق اور بجا ہو اور لغزش و خطا سے بچا۔ انک علی کل شئی قدیر و بالاجابۃ جدیر انت حسبی نعم الوکیل

بہت سے مدرسہ جاری کئے تھے اور ان مدرسون مین ہزارون طلبا عربی فلسفہ اور حکمت کی تعلیم پاتے تھے اور پھر ان علوم کو انکر عیسائی مدرسون مین جاری کرتے تھے ہمین بھات کا یقین کرنا چاہئے کہ تمام قسم کے علم طب و طبیعیات و فلسفہ اور ریاضی جو دسوین صدی سے یورپ مین جاری ہوئے یہ سب اصل مین عرب کے مدارس فلسفہ سے سیکھے گئے تھے بالخصوص اندلس کے اہل اسلام تو فلسفۂ یورپ کے بانی خیال کئے جاتے ہین الخ اہل روما اور گوتھہ لوگون نے ہسپانیہ کو دو سو برس مین فتح کیا تھا مگر اہل عرب نے صرف بیس برس مین اس ملک کو فتح کیا اور کوہ پری مینز سے اوترکر اوسطرف فرانس مین پہنچ گئے اونکو علمی ترقی بھی ایسی جلد حاصل ہوئی جیسی انہین فتحین حاصل ہوتی تہین ملخصًا۔ اور ہینری لوئیس کی تاریخ فلسفہ مین یہ لکھا ہے مسلمانون ہی کی وجہ سے یورپ مین علم و فلسفہ پہونچا اس امر خاص مین یورپ اونکا ممنون احسان ہے اور اس سے بڑا احسان عرب کا یورپ پر یہ ہے کہ انہون نے علم مندسہ اور طب اور کیمیا مین بڑی کوشش کی اور انہین کی بدولت اسپین سے فرانس ہوکر فرنگستان مین علم پہیلا تھے اور ڈاکٹر ٹیلر سکندر فریزر اپنی کتاب کے دوسرے حصہ مین کہتا ہے کہ فرنگستان مین جو علوم کا چرچا ہوا سو وہ عربون سے ماخوذ ہوا ہے الخ عربون نے خاص اون کتابون پر التفات کیا جن مین علم ریاضی اور طبعی اور الٰہی مندرج تھے۔ اور فرنگستان کے ممالک مغربی بھی عرب کے ترجمون کے وسیلہ سے ان علمون سے آگاہ ہوئے شارلیمین۔ شاہ فرانس نے ان علمون کو زبان عربی سے لاطینی مین ترجمہ کروایا۔ دستکاری کے صنائع بدائع ممالک فرنگستان مین بہت کم تھے مسلمانون نے اوسکو ترقی بخشی اور علم معماری بھی اہل فرنگ نے عربون سے حاصل کیا جسمین بڑی شان و انداز و پاکیزگی نمایان ہوتی ہے انتہی ملخصًا۔ اسکے سوا اور بہت سے مورخین اہل یورپ کے اقوال ہین جنکے ذکر کا یہان مقام نہین۔ مگر سبکی تصدیق کے لئے لارڈ ڈفرن صاحب بہادر وایسرائے ہند کی وہ اسپیچ کہ جو انہون نے چندروز ہوئے جہاز سے اترتے ہی بمبئی مین اسلامیون کی بابت بیان کی ہے۔ اور جسکو جنوری ۸۸ء مین انگریزی اور دیسی اخبارات نے چھاپا ہے) کافی و وافی ہے۔ اس بیان سے میری غرض یہہ نہین کہ اہل اسلام کے سوا اور کسیکو دنیاوی امور مین ترقی نصیب نہین ہوئی نہ اب ہے بلکہ یہہ مقصود کہ جن لوگون کا یہ خیال ہے کہ (پابندی ملت اسلامیہ دنیاوی ترقیون سے مانع ہے) محض غلط ہے اور اوسپر کوٹ پتلون پہنکر اسلام کو نظر حقارت دیکہنا اور دنیاوی ترقی کی طمع دیکر سادہ لوح مسلمانون کو ملحد بنانا اور کچھہ ٹوٹی پھوٹی انگریزی زبان سیکہکر بہ تکلف یورپین بنا سخت بیوقوفی اور بڑی حماقت ہے۔ اگر پابندی اسلام مانع ترقی ہوتی تو اہل اسلام ترقی مین سب پر سبقت نہ لیجاتے۔

۵ حاشیہ متعلق صفحہ ۴۔ وہ علوم کہ جو قرآن مجید سے متعلق ہین اور جنکو خاص علماء اہل اسلام نے ایجاد کیا ہے بہت سے ہین مگر یہان بطور نمونہ کے چند علوم ذکر کرتا ہون (۱) صرف کہ جسمین مصدر سے ماضی مضارع بنانا وغیرہ باتین مذکور ہوتی ہین (۲) علم نحو جسمین لفظ عربی سے باعتبار اعراب و بناء کے بحث ہوتی ہے اور ان دونون علمون بغیر زبان عرب پر واقفیت مشکل ہے۔ (۳) علم معانی کہ جس مین کلام عرب کے اون حالات سے بحث ہوتی ہے کہ جنکی وجہ سے کلام مقتضے حال اور مقام کے مطابق ہوتا ہے کہ جسمین اسناد خبری اور مسند الیہ اور مسند اور متعلقات فعل اور قصر اور انشاء اور فصل و وصل ایجاز اطناب مساوات کے احوال بیان ہوتے ہین (۴) علم بیان کہ جس سے ایک مطلب کو باعتبار وضاحت و خفاء کے چند طور سے ادا کرنا معلوم ہوجاتا ہے اور اسمین تشبیہ اور مجاز اور کنایہ و استعارہ و غیرہ ان امور سے بحث ہوتی ہے کہ جن سے انسان کلام مین تعقید معنوی سے محفوظ رہتا ہے۔ یہہ دونو علم فصاحت و بلاغت کلام سے متعلق ہین جو اہل زبان ہین وہ تو اپنے ذوق سلیم سے جانتے ہین ورنہ اس علم کی

سورۂ فاتحہ

یہہ سورۃ مکیہ ہے یعنی آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام پر مکہ مین سورہ اقرأ اور نون و مزمل و مدثر کے بعد نازل ہوئی تہی نزول مین گو موخر ہے مگر قرآن مجید مین سب سے اول یہہ سورۃ ہے اور اسی سے قرآن شروع ہوتا ہے اور اسی لیئے اسکو فاتحہ کہتے ہین ۔ اسکا یہی نام آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کے روبرو قرار پاکر صحابہ مین مشہور و معروف تہا ۔ گو اسکے اور بہی نام ہین جیسا کہ سورۃ شفا کہ اسکی تاثیر سے روحانی اور جسمانی شفا حاصل ہوتی ہے ۔ اور ام القرآن کہ یہہ تمام قرآن کی اصل ہے ۔ اور سب علوم قرآن اسمین جمع ہین ۔ اور تعلیم المسئلہ کہ اسمین خدا تعالے نے بندونکو سوال کرنا سکہایا اور آداب دعا کو بتلایا ہے ۔ اور سبع المثانی کہ اسکی سات آیت ہین اور ہر نماز مین دو بار پڑہی جاتی ہے ۔ لیکن الحمد تو اسکا (اسلیے کہ اسمین خدا کی حمد ہے) مشہور نام بین العوام ہے ۔ اور اسیطرح کافیہ اور کنز اور اساس وغیرہ بلحاظ صفات اور بہی نام ہین کہ جن سے اس سورۃ کی فضیلت اور عظمت ثابت ہوتی ہے ۔

وجہ سے قرآن کے اسرار فصاحت و بلاغت ظاہر ہوتے ہین ۔ اور اعجاز ثابت ہوتا ہے (۵) علم بدیع کہ جس سے کلام کے معنوی اور لفظی خوبیان معلوم ہوجاتی ہین اسمین استخدام اور ترصیع و تجنیس وغیرہ آمور سے بحث ہوتی ہے (۶) علم مفردات کہ جسمین باعتبار معنی اصلی کے الفاظ سے بحث ہوتی ہے ۔ (۷) علم رسم الخط کہ جسمین قرآن کی طرز کتابت سے بحث ہوتی ہے کہ فلان لفظ کو یون اور فلان کو یون لکہنا چاہیئے (۸) علم تجوید کہ جسمین طرز تلفظ قرآن سے بحث ہوتی ہے اس علم مین آنحضرت کے لب و لہجہ کو جو ادا قرآن سے متعلق ہے محصوص کرلیا ہے صفات حروف وغیرہا عمدہ عمدہ باتین اس فن مین مذکور ہوتے ہین (۹) علم عروض و قوافی اس علم کو خلیل وغیرہ نے ایجاد کیا ہے گرچہ زیادہ تر فائدہ اس فن کا نظم سے ہے مگر فواصل آیات کی پوری کیفیت اسی علم سے معلوم ہوتی ہے ۔ (۱۰) علم کلام کہ جسمین ادلہ عقلیہ و نقلیہ سے مبدء و معاد کے بابت جو کچہہ قرآن یا پیغمبر علیہ السلام سے ثابت ہے درج ہے اس فن مین باری تعالے کی ذات و صفات و نبوت و ملائکہ و عالم آخرت وغیرہا کے متعلق جو کچہہ اہل اسلام کے عقائد ہین انسے بحث ہوتی ہے (۱۱) علم فقہ کہ جسمین قرآن و احادیث و اجماع و قیاس سے جو مسائل کہ قوت عملیہ کے متعلق ثابت ہین مذکور ہوتے ہین اس فن مین نماز و روزہ و حج و زکوۃ بیع و شراء کے متعلق جو کچہہ قرآن مین آیا ہے اونکا خلاصہ مذکور ہوتا ہے جسطرح کہ کلام مین خلاصہ عقائد (۱۲) علم فرائض بہی اسیکی ایک شاخ ہے (۱۳) اصول فقہ کہ جس سے ادلہ اربعہ قرآن و حدیث اجماع و قیاس سے مسائل فقہ استنباط کرنے کا سلیقہ حاصل ہوتا ہے اس فن مین عام خاص مشترک ماؤل عبارۃ النص اشارۃ النص دلالۃ النص اقتضاء النص ۔ محکم و متشابہ خفی و مشکل ماؤل ظاہر وغیرہ آمور سے بحث ہوتی ہے ۔ منطق اور علم کلام اور لغت کے مسائل بہی اس فن مین بطور مبادی ذکر کیئے جاتے ہین حسن و قبح عقلی کی بحث بہی اس فن مین ہوا کرتی ہے ۔ یہہ علم دریائے بیکنار ہے اسکی شاخ (۱۴) علم الجدل والخلاف بہی ہے کہ جسکو باب قیاس سے ازحد ارتباط ہے اور (۱۵) علم مناظرہ کہ جسمین بحث کے قواعد مذکور ہین اسی فن کی ایک شاخ ہے (۱۶) علم اصول حدیث کہ جسکی وجہ سے نقل در روایت مین جو کچہہ غلطیان در چہوٹے لوگونکی ملونیان ہین اسطرح جدا ہوجاتی ہین کہ جسطرح دودہ سے پانی اس فن مین متواتر اور مشہور اور عزیز و غریب وغیرہ اقسام روایت مذکور ہوتے ہین اور (۱۷) علم اسماء الرجال بہی اسیکی ایک شاخ ہے جسمین راویون کی تاریخ اور راویکی راست گوئی اور دیانت داری اور حافظہ وغیرہ وہ حالات کہ جو روایت سے متعلق ہین مذکور ہوتے ہین (۱۸) علم حدیث کہ جسمین نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے اقوال و افعال و سکوت اور اسیطرح صحابہ و تابعین کے اقوال و افعال و سکوت کو نقل کیا جاتا ہے یہ وہ فنون ہین کہ جن پر اہل اسلام تمام بنی آدم پر فخر کرسکتے ہین ۔ انہین فنون کے وسیلہ سے مسلمانون نے اپنے نبی علیہ السلام کی ہر بات کو نہایت صحت اور تحقیق کے ساتہہ اپنی کتابون مین جمع کررکہا ہے ۔ امام بخاری و مسلم و ترمذی وغیرہم محدثین کو خدا تعالے نے وہ قوت حافظہ عطا کی تہی کہ جنکو بلا تفاوت حرف مع اسناد ہزار ہا احادیث یاد تہین اور کہرے کہوٹے کے پرکہنے ہین انکی زبان معیار تہی اسلیے جو منصف مزاج اہل اسلام کے اصول روایت و کتب حدیث کو جانتا ہے وہ کہہ سکتا ہے کہ اہل کتاب کی بیبل کو صحیح بخاری سے صحت روایت مین کچہہ بہی نسبت نہین ۔ حضرت مسیح کی تاریخ کو گرچہ برنباس وغیرہ بہت عیسائیون نے بڑی احتیاط سے لکہا ہے کہ جنکو عیسائی الہامی اور حضرت مسیح کی اصل انجیل سمجہتے ہین مگر خود ان چہہ جزو کی کتابون مین مصنفون نے بہت غلطیان کی ہین اور

شان نزول

کتاب دلائل مین بیہقی نے اور واحدی نے (بطریق یونس بن بکیر عن یونس عن عمرو عن ابی میسرۃ عمرو بن شرحبیل یہ روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے خدیجہ رض سے فرمایا کہ جب مین تخلیہ مین ہوتا ہون تو آواز غیب سنتا ہون جس سے مجکو ایک دہشت معلوم ہوتی ہے خدیجہ رض نے سنکر عرض کیا کہ آپ ابوبکر رض کو ساتھ لیکر ورقہ بن نوفل کے پاس جائیے اور اس واقعہ کو بیان کیجیے۔ چنانچہ حضرت اونکے پاس تشریف لیگئے انہون نے عرض کیا کہ یا حضرت جب وہ ہاتف غیب آپکو پہر اسی طرح سے یا محمد یا محمد کہہ کے پکارے تو آپ ٹہر کر اوسکی بات سنئے وہ کیا کہتے ہین

پس آپنے ایسا ہی کیا کہ جب آواز آئی تو آپنے کہا لبیک اوسنے کہا کہہ بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ رب العالمین الخ (اتقان - اور اسیکے قریب قریب مولانا یعقوب چرخی نے حضرت علی رض و ابن عباس رض سے روایت کیا ہے ✤

اگرچہ یہہ روایات خبر احاد ہین مگر بہ تقدیر ثبوت یہان ایک بات قابل غور ہے وہ یہ کہ جب یکبار اقرأ اور مزمل اور مدثر نازل ہوچکی تہی تو پہر آپکو آواز جبرئیل سے دہشت کیون معلوم ہوئی اور آپ اس واقعہ کو ورقہ کے پاس کیون لیگئے کیا خود نہ جان سکے ✤ اسکا جواب یہ ہے کہ گو آپ نبی تہے اور تزکیہ نفس مین تمام نفوس قدسیہ کے سرتاج مگر انسانیت کے جامہ مین تہے کہ جسکا ایک جزو بہیمیت ہے اور جب بہیمیت پر ملکیت کا اثر قوی ہوتا ہے تو اوس اس فعل و انفعال سے ایک تشویش پیدا ہوتی ہے کہ جسکو گہبراہٹ یا خوف جو چاہو سو کہو اور اسیلئے اکبار یا دوبار یہہ بات آپکو ابتدا نزول وحی مین پیش آئی پہر نہین ✤ اور ایسی حالت مین انسان کا مقتضائے طبعی یہ ہوتا ہے کہ کسی دانشمند ہم جنس سے ملکر انس پیدا کرے سو ورقہ چونکہ اہل کتاب اور ذی علم وصاحب شعور تہے اسلئے اونکے پاس جانیکا اتفاق ہوا ✤ کچہہ تعلیم و تعلم کے طور پر نہ گئے تہے اور نہ مرید ہوکر تلقین پانے اور فیض اوٹہانے کے لئے جیسا کہ حضرت عیسے علیہ السلام حضرت یوحنا کے پاس مرید ہونے اور اصطباغ پانے گئے تہے جیسا کہ انجیل متی کے ۳ باب مین ہے اور اس بیہودہ وسواس کا جواب (کہ جبرئیل کوئی چیز نہین اور یہ آواز خیالی مجنون کے تخیلات کے مشابہ تہے) ہم مقدمہ کتاب مین دے چکے ہین

ایک نے دوسرے کے برخلاف بیان کیا ہے اور ان مین سے متی اور مرقس اور لوقا اور یوحنا کی انجیلین (تاریخین) صحیح بخاری و مسند احمد بن حنبل کا بیسوان حصہ بہی نہین تاہم اونمین بہی بہت سے اغلاط ہین ورہ اہتمار عیسائیون نے جو کچہہ اپنے خیالات کی تائید مین الحاق کیا ہے وہ علاوہ ہے اور نہ کسیکے پاس کوئی سند متصل مولف کتاب تک ہے - پہر کس اعتماد پر عیسائی مسلمانون کے روبرو تاریخ دانی کا دعوے کرتے ہین (۱۹) علم قصص کہ جسمین قرآن مجید کے تمام قصون کو علما نے اپنی کتابون مین نصیحت و عبرت کے لئے ترتیب وار جدا لکہا ہے (۲۰) علم تصوف کہ جسکو قرآن کی اون آیات سے (کہ جو انسان کی کیفیات قلب حب و توکل و خوف و رجا، وغیرہ ملکات فاضلہ کو جلا دیتے ہین) اخذ کرکے مدون کیا ہے اس فن مین بہی صدہا کتابین ہین (۲۱) علم التفسیر کہ جسکا بیان مقدمہ کتاب مین ہوا ✤ یہ علم بہی ایک بحر ذخار ہے جسکی تفصیل کی یہان گنجایش نہین - علاوہ انکے اور بہی علوم ہین ۱۲ منہ

تفسیر

بسم اللہ الرحمن الرحیم شروع اللہ کے نام سے کہ جو نہایت مہربان اور رحمت کرنیوالا ہے ۔ یہہ تو سب علماء کے نزدیک متفق علیہ ہے کہ اس سورہ فاتحہ کے سات آیتین (جملہ) ہین مگر اسمین اختلاف ہے کہ آیا بسم اللہ بھی ان مین داخل ہے کہ مجموعہ کا نام سورہ فاتحہ رکہا جاوے یا بسم اللہ کو (کہ جو قرآن مجید کا جزء اور بلا شبہ کلام الہی ہے) اس سورۃ کے اول بلکہ سب سورتون کے اول مین اسلیئے لکہہ دیا گیا کہ ایک سے دوسری سورۃ مین فرق ہو جاوے ۔ اور اس سے سورہ کا ابتداء کرنا باعث تبرک سمجہا جاوے پس مدینہ اور بصرہ اور شام کے قاریون اور فقہاء کا یہی قول ہے اور امام ابو حنیفہ کا بہی یہی مذہب ہے کہ یہہ جزء سورۃ نہین محض فصل اور تبرک کے لیئے لکہی گئی ہے ۔ اور یہی بات قوی ہے کیونکہ بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکرؓ و عمرؓ نماز کو الحمد للہ رب العالمین سے شروع کرتے تہے اور اسیطرح طبرانی اور ابن خزیمہ اور ابو داؤد وغیرہم محدثین کی روایات سے ثابت ہے کہ آنحضرتؐ نماز مین بسم اللہ کو آہستہ پڑہتے تہے اور الحمد للہ رب العالمین کو پکار کر پڑہتے تہے پس جب یہہ ہے تو بسم اللہ الحمد کا جزء نہین کیونکہ سورۃ مین سے ایک جزء کا خفیہ پڑہنا کوئی وجہ نہین رکہتا اگر یہہ جزء ہوتی تو اسکو بہی پکار کر پڑہتے ۔ اور مکہ اور کوفہ کے قاری اور فقہاء اسکو جزء الحمد سمجہتے ہین اور امام شافعی اور عبد اللہ بن مبارک کا بہی یہی مذہب ہے اور ایسا ہی یہہ لوگ اسکو نماز مین پکار کر پڑہتے ہین ۔ اور انکے پاس بہی دلائل ہین مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء اربعہ نے اس بارہ مین کسی بات کی صراحت نہین کی دونون فریق اپنی اپنی رائے سے اپنے مذہب کو احادیث سے ثابت کرتے ہین پہر جو اسکو جزء الحمد کہتے ہین اونکے دو قول ہین بعض کی یہہ رائے ہے کہ یہہ آیت پوری ہے اور بعض کہتے ہین آیت کا ٹکڑا ہے ۔ بلکہ اگلا جملہ ملکر ایک آیت ہوتی ہے ۔ پس جنکے نزدیک بسم اللہ ہی ایک آیت پوری ہے تو اونکے نزدیک صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین ایک آیت ہے ۔ اور جنکے نزدیک نہین تو وہ صراط الذین انعمت علیہم کو ایک آیت اور غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کو دوسری آیت کہتے ہین واللہ اعلم ۔

ترکیب

لفظ باء جار اور اسم مجرور مضاف اللہ مضاف الیہ موصوف اور لفظ الرحمن الرحیم دونون یکے بعد دیگرے اسکی صفت موصوف وصفت جو مضاف الیہ ہے اپنے مضاف سے ملکر جار کا مجرور ہوا ۔ اور یہہ جار متعلق ہے ایک فعل محذوف کے کہ جو یہان اقرأ ہے کیونکہ جس چیز پر بسم اللہ پڑہی جایا کرتی ہے وہان اسی قسم کا فعل محذوف مانا کرتے ہین جو کہانے وقت پڑہین گے تو وہان اٰکل اور پینے وقت اشرب علی ہذا القیاس پس سب اپنے فعل محذوف کے ساتہ ملکر

جملہ فعلیہ ہوا ۔ خدا تعالے اپنے بندون کو اس سورت مین یہہ تبلاتا ہے کہ یون کہا کرو نہ یہہ کہ وہ خود اپنی طرف سے یہہ کہتا ہے مین خدا رحمن ورحیم کے نام سے شروع کرتا ہون تاکہ آگے چلکر یہہ کہنا پڑے کہ وہ کسی مخاطب سے یہہ کہتا ہے کہ مین تیری ہی عبادت کرتا اور تجہہ ہی سے مدد مانگتا ہون الخ ۔ پس حاصل مطلب یہہ ہوا کہ خدا تعالے اپنے بندون کو تعلیم کرتا ہے کہ یون کہو کہ ہم خدا کے نام سے شروع کرتے ہین کہ جو بڑا مہربان اور رحیم ہے الخ ۔ ان مسائل کا ذکر اس تفسیر مین مفید عام نہین اسلیئے اُن سے قلم کو روکتا ہون کہ بسم اللہ مین جو اسم ہے وہ سمو سے مشتق ہے کہ جسکے معنی بلندی کے ہین جیسا کہ اہل بصرہ کہتے ہین یا سمۃ کہ جسکے معنی علامت ہین جیسا کہ اہل کوفہ کہتے ہین ۔ اور یہہ کہ لفظ اللہ کون سے لفظ سے مشتق ہے اور رحمن منصرف ہے یا غیر منصرف لیکن یہہ نکتہ یاد رکہنے کے قابل ہے کہ بسم اللہ مین اصل باسم اللہ تہا الف کو کثرت استعمال سے حذف کرکے اسکی جگہہ کتابت مین ب کو طویل کردیا اسلیئے عربی مین بِسْمِ اللّٰهِ لکہتے ہین نہ بِاسْمِ اللّٰهِ

نکات متعلقہ بسم

دفعہ ۱ | چونکہ دنیا مین انبیاء علیہم السلام اس لئے آتے ہین کہ لوگون کو خدا کا رستہ دکہاوین اور اوس معبود حقیقی تک پہونچاوین کہ جو عالم حس مین دکہائی نہین دیتا نہ کسی قوت سامعہ ولامسہ وذائقہ وشامہ سے معلوم ہوسکتا ہے اور جسکے وجود مین وہ لوگ شک کرتے ہین کہ جنکو ان حواس خمسہ کے سوا اور کوئی کامل قوت ادراک عطا نہین اور جو عطا ہے تو اسپر شکوک وشبہات کی ہزارون من خاک پڑی ہوئی ہے اور وہ تمام کاروبار کو صرف عالم محسوس پر منحصر جانتے ہین ۔ اور جو وجود کے قائل ہین تو ہر امر مین اسباب ظاہریہ اور اپنی تصرفات ہی کو موثر حقیقی جانتے ہین اور اسی لئے جو چیز اسباب ظاہرہ پہ مبنی نہین (جیسا کہ معجزات وکرامات) اون کا وجود نہین مانتے ہین اور اسی لئے توکل کو لغو جانکر حصول دنیا مین سرگردانی اور نہ کامیابی پر سخت پشیمانی اٹھاتے ہین الغرض ہر کاروبار مین اوس حقیقی فاعل کی طرف کہ جو اس پردہ مین آپ سب کچہہ کر رہا ہے) توجہ نہین کرتے پس اون کے لئے خداوند تعالے نے اپنے بڑے نبی کی معرفت اول یہی سبق دیا کہ ہر کاروبار مین میرا نام لیا کرین اور ہر چیز کا فاعل حقیقی اور موثر تمام جانکر برکت اور استعانت کے لئے مجہی کو یاد کیا کرین سو اس لئے نبی صلعم نے کہانے پینے ہر کار خیر مین بسم اللہ پڑہنے کا حکم دیا اور یہہ سنا دیا کہ کہ جو کام اس سے خالی ہوگا وہ گو عادت اللہ کے موافق اپنے اسباب پر مرتب ہو جائیگا مگر اوس مین وہ روحانی برکت جو منعم حقیقی اور فاعل اصلی کی یاد اور اوسکی استعانت سے ہوتی ہے نہوگی (اجذم اور ابتر جو احادیث مین وارد ہے اوسکے یہی معنی ہین اور اسی لئے اپنے کلام مقدس مین سب سے اول بسم اللہ کو سرنامہ بناکر لکہوا دیا جو شخص بن دیکہے خدا تعالی پر ایمان رکہتا اور تعلیم عبادت کے لئے سلسلہ ہوتا ہے برحق مانتا

اور آسمانی دستور العمل کو بھی تسلیم کرتا ہے تو اوسکے نزدیک مکتب نبوت مین بسم اللہ الرحمن الرحیم سے بہتر کوئی سبق عقل سلیم نہین آسکتا - یہہ بات تعلیم کتاب آسمانی کے لئے ضرور ہے اور جس الہامی کتاب مین ول یہہ نہین تو اوس کتاب مین قصور ہے

۴ ہر کار بار مین موثر حقیقی اور خالق اسباب بلکہ جملہ کائنات سمجھکر اوسکا نام لینا اور اوس سے برکت و استعانت چاہنا اگرچہ ایسا بدیہی حکم ہے کہ جسکو فطرت سلیمہ بہت جلد تسلیم کرتی ہے اور جسمین کسی خدا پرست کو انکار نہین مگر قرآن نے جو خدا کا نام لینا بتلایا ہے تو اون خوبیون کے ساتہ بتلایا ہے کہ جنکا کچھہ بیان ہی نہین - ازانجملہ یہہ کہ باللہ الرحمن نہ فرمایا بلکہ بسم اللہ الخ فرمایا تاکہ یہہ معلوم ہوجاے کہ جسطرح خدا تعالی کی ذات پاک سے برکت اور استعانت طلب کیجاتی ہے اسیطرح اوسکے نام مین بھی وہی اثر ہے دوم یہہ کہ بندہ کی رسائی اور اوسکا ارتباط بحالت ابتدائی اوسکے نام ہی تک ہے کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎ دامن تلک تو تیرے کہان دسترس مجھے ٭ تیری گلی کی خاک ہون تو بھی ہے بس مجھے ٭ سوم چونکہ مشرکین باسم اللات والعزے کہتے تھے اونکے مقابلہ مین رد شرک کے لئے بسم اللہ کہنا مناسب ہو ازانجملہ یہہ کہ تین نام ذکر کئے اللہ رحمن رحیم اور انسان کیا بلکہ ہر ممکن کے تین حال ہین اول عدم کہ جب اسکی ہستی کا نام و نشان بھی نہ تہا جیسا کہ خود بھی فرماتا ہے هَلْ اَتٰی عَلَی الْاِنْسَانِ حِیْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ یَکُنْ شَیْـًٔا مَّذْکُوْرًا کہ بلاشک انسان پر ایک ایسا زمانہ بھی گزرا ہے کہ جسمین اسکا نام و نشان نہ تہا دوم یہہ ہستی دنیا جسکو عرف عام مین زندگانی کہتے ہین سوم اس عالم سے کوچ کر جانا کہ جسکو موت کہتے ہین یا یون کہو اول وہ زمانہ کہ جسمین اسکی روح اس قید جسمانی سے آزاد اور عالم قدس مین شاد تہی یعنی دنیا مین پیدا ہونے سے پیشتر دوم یہہ زندگانی مجازی کہ جسمین ہزارہا حاجات و بیشمار بلیات ہر طرف سے گہیرے ہوئی ہین تیسرے یہان سے آزادی حاصل کرکے اپنے اصلی وطن مین جانے اور وہان عالم قدس مین اپنے اعمال کی جزا پانے کا زمانہ ہے پس اسلئے ابتداء کلام مین (کہ جو ہر کام کے ابتدا مین پڑہنا بندہ کو مناسب ہے) اپنے وہ تین نام ذکر فرماے کہ جو تینون حالتون سے مناسب ہین تا بندہ کو اپنے تینون حال یاد آجاوین اور تینون حالون مین خدا تعالے کے ساتہ تعلق خاص اور احتیاج بالاختصاص کا تصور آکر جمیع امور دنیا و آخرت مین نیک چلنی اور ہر طرح کی بہلائی پر دل آمادہ ہوجا اور روحانی معلمونکی سب تعلیم کو برحق جانکر بصدق دل اونکو قبول کرے سوا اسلئے سب سے پیشتر اللہ کا نام ذکر کیا کہ جو اوسکی اوس ذات مقدسہ پر دلالت کرتا ہے کہ جسمین ہر طرحکی صفات کمال وجلال پائے جاتے ہین کہ جسمین سے قدرت کاملہ بھی ہے کہ وہ معدوم سے موجود اور موجود سے معدوم کرسکتا ہے یہہ نام پہلی حالت کو یاد دلاتا ہے اور خالق سے رابطہ بڑہاتا ہے جب اس نام کا تصور دلمین جگہہ پکڑتا ہے تو پھر دنیا مین کسی چیز کی ہستی آنکھون مین نہین جنچتی چہ جائیکہ پھر اور کسیکی پرستش کیجاے اور اس سے حاجت برآری کرکے خیال کو بھی دلمین جگہہ دیجاے ؎ چو سلطان عزت علم برکشد ٭ جہان سر

بحیب عدم درکشد + جبکہ اس اسم کی تجلیات عارف کے دل پر پرتو افگن ہوتی ہین تو یہانتک محویت ہوجاتی ہے کہ اپنے
آپ کو بھی بھول جاتا ہے ع بسا بیری نظرون مین تو اسقدر ہے + جدہر دیکھتا ہون اودہر تو ہی تو ہے +. اس مرتبہ کو لقا حبیب
سجت کہتے ہین تثلیث و تربیع کا بیان کیا ذکر ہے معلم روحانی تیری تعلیم کے قربان پہلے ہی سبق مین تکمیل کرکے سعادت
کو پہنچادیا مبدء اصلی جل جلالہ تک ملا دیا - اسم سے ابتدا سلوک تہی اوسکے مسمی اللہ پر انتہا ہوگئی +. اسکے بعد لفظ
رحمٰن کو ذکر کیا (کہ جو بروزن فعلان ہے) جسکے معنے زیادہ رحمت کرنیوالا ہے کیونکہ رحیم سے اسمین حروف زیادہ ہین اور
کلام عرب مین زیادتی حروف زیادتی معنی کے لئے آتی ہے اور اسیلئے رحیم آدمی کو کہہ سکتے ہین رحمٰن نہین کہہ سکتے کیونکہ
حد سے زیادہ رحمت اسی کا کام ہے اور جو کوئی رحمت کرتا ہے کسی نہ کسی غرض سے کرتا ہے خواہ دنیا و دین کی بھلائی ہو یا
زوال حب مال یا بہیمیت کے عار و ننگ سے رہائی ہو - اس سے قطع نظر اور جو کوئی رحمت کرتا ہے تو اوسکے دلمین
یہ جوش اوسی رحمت کا پرتوا ہے اور پھر یہ رحمت کرکے جو کسیکو کچھ بھلائی پہونچائیگا وہ سب چیزین خدا ہی کی مخلوق
ہین الغرض یہہ لفظ اللہ ہی پر بولا جاتا ہے یہہ اسم اوسی حالت دوسی کے لئے آئینہ جہان نما ہے یا تریاق جان فزا
ہے سو لفظ اللہ کے بعد اوسکے ذکر کرنے مین دو نکتہ ہین اول یہ کہ عالم ہستی دنیا مین اگر انسان جسمانی اور روحانی
ہزارون بلاؤن مین گرفتار رہتا ہے اور اسکو سیکڑون چیزونکی حاجت پڑتی ہے - پس اس عالم کے مناسب کہ جسمین مومن
کافر پڑے ہین سب مین لفظ رحمٰن ہی کہ جو غیر متناہی رحمت پر دلالت کرتا ہے کیونکہ جسقدر مرض اوسیقدر دوا دنیا
عین حکمت ہے پس دنیا کے حوائج چونکہ غیر متناہی ہین اونکے مقابلہ مین ویسا ہی لفظ بولنا معلم روحانی کا کمال ہے -
دوم یہہ کہ لفظ اللہ اسم ذات ہے اور رحمٰن و رحیم اسماء صفات اور قانون بلاغت یہ چاہتا ہے کہ اسم ذات کے بعد وہ
اسم صفت بولا جاوے کہ جو بمنزلہ علم کے خاص ہو یہان اس لفظ رحمان مین ایک اور نکتہ بھی ہے کہ تم امور معاشرت
مین اپنے بیگانے مومن و کافر بلکہ ہر چیز سے مہربانی اور رحمت سے پیش آؤ - اور سب باہم رحم دلی کا برتاؤ کرو
چنانچہ اسکی شرح مین وہ خود ہی فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ کہ اللہ تعالے کو احسان کرنیوالون سے
محبت ہے اور فرمایا اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ کہ خدا تمکو انصاف اور بھلائی کرنے کا حکم دیتا ہے -
اور اسکی شرح مین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیشمار احادیث صحیحہ وارد ہین کہ جنکے ذکر کی یہان گنجایش نہین - تمام قوانین
تمدن اور رفاہ عام کے لئے یہ جملہ اصل الاصول ہے ع آسایش دو گیتی تفسیر این دو حرف است +. با دوستان
تلطف با دشمنان مدارا +. اسکے بعد لفظ رحیم کو انسان کے تیسرے حال یاد دلانے کے لئے ذکر کیا کیونکہ جسطرح
لفظ رحمٰن مین زیادتی باعتبار کمیت کے مراد رکھکر اوسکی رحمت کو عامہ و تامہ برے بہلون سبکے لئے قرار دیا گیا تہا

اب مزید علیہ لفظ رحیم کو خاص ایک جنس یعنی خدا تعالی کے فرمان برداروں کے لئے خاص کیا گیا پس اخیر مین لفظ رحیم کو لانا
اسباب کو بتلاتا ہے کہ اس جہان سے سفر کرکے جب ارواح وہان جاوین گی تو اون کے ایمان و اعمال کے لحاظ سے
اُن پر اوسکی رحمت خاص ظہور کرے گی کہ جسکی تفسیر نبی علیہ السلام نے اور خود قرآن نے مواضع متعددہ مین کی ہے
کہ وہان بمقتضاے رحمت اعمال حسنہ و عقائد صحیحہ ہر طرح کی نعمت مین متشکل ہو کر نظر آوین گی - اس لفظ مین اجمالاً
آخرت کے متعلق سب باتون کی طرف اور اون کاموں اور عقائد کی طرف کہ جو وہان کار آمد اور نافع ہون گے اشارہ
ہے جس طرح کہ لفظ رحمٰن مین دنیاوی معاشرت کے اصول کی طرف اور لفظ اللہ مین اوسکی ذات و صفات کے متعلق
باتون کی طرف اشارہ تہا - یہہ بسم اللہ الخ گویا انسان کے لئے اُن تمام الہامی باتون کا (کہ جو انبیاء علیہم السلام کے وسیلہ
سے یا بطور الہام عقل کتب مقدسہ و کتب حکماء مین لکہی گئی ہین) خلاصہ یا فہرست ہے گویا سب کو جمع کرکے اور سب کا عطر
نکال کر اس جملہ مین بہر دیا گیا ہے کہ پہر اسکی شرح باقی الحمد اور اُسکی شرح تمام قرآن اور اوسکی شرح تمام
کتب نافعہ ہین یا یون کہو تعلیم روحانی اور الہام قرآنی ایک شجر طوبی اثر ہے کہ جسکا مبدء اولی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
ہے جس طرح کہ درخت کا مبدا تخم ہوتا ہے اور پہر اجمالی طور پر تمام پہل پہول شاخ و برگ اُسمین لپٹے ہوتے ہین اور
پہر وہ درجہ بدرجہ حالت تفصیلی مین آتے جاتے ہین ✢

دفعہ ۳ اس بسم اللہ کا ابتداے قرآن مین ان تین مخصوص اسموں کے ساتہہ آنا اور ہر کار کی ابتدا مین اس سے خدا تعالی
کو یاد کرنا ایک اور لطف بات کی طرف بہی اشارہ ہے اور وہ یہہ کہ انسان جواہرات کو پیدا نہین کرتا ہے بلکہ صرف خدا تعالے
کی پیدا کی ہوئی چیزون مین تصرف کرتا ہے پس اللہ مین اس طرف اشارہ ہے کہ یہ چیزین کہ جنپر مدار انتفاع ہے
اوس جامع صفات کمال و جلال کے مخلوق ہین ہمکو شکر کرنا چاہئے اور لفظ رحمٰن مین اسطرف اشارہ ہے کہ جس طرح ان
اشیاء کا وجود اُسکی طرف سے ہے اسیطرح ان کی بقا بہی محض اُسکی رحمت کاملہ کا نتیجہ ہے اور لفظ رحیم مین اسطرف اشارہ
ہے کہ ان چیزون سے انتفاع کہ جو ان کے پیدا کرنے کا نتیجہ اور علت غائیہ ہین (جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے ہو الذی
خلق لکم ما فی الارض جمیعًا اوسی نے زمین کی سب چیزین تمہارے لئے پیدا کی ہین) محض اُسکی صفت رحیمیت کا اثر ہے -
قطعہ ابر و باد و مہ و خورشید و فلک در کارند ✢ تا تو نانے بکف آری و بغفلت نخوری ✢ ہمہ از بہر تو سرگشتہ و فرمان بردار ✢
شرط انصاف نباشد کہ تو فرمان نبری ✢ اگرچہ اور بہی بہت سے اسرار اس تہوڑے سے کلام مین ودیعت
رکہے گئے ہین کہ جنکے بیان کو ایک دفتر جداگانہ چاہئے - مگر آپ کو یہہ تو بخوبی معلوم ہو گیا کہ اسقدر
تہوڑے سے کلام مین اسقدر تعلیم روحانی اور مقاصد الہامی بہر کر ہوے ہین کہ عہد آدم سے لیکر ابتک

اور کسی کتاب الہامی یا غیر الہامی مین نہین پائی جاتی اب اس سے بڑہکر اور کون سی ضرورت قرآن اور الہام کے لیئے
ہوگی **سوال** ہمنے ایک انجیل عربی کا پُرانا نسخہ بچشم خود دیکہا ہے کہ اوسمین ہر انجیل کے ابتدا مین بسم اللہ سے
اچہی بسم اللہ لکہہ رکہی ہے۔ اور اسیطرح پارسیون کی دساتیر مین ہر نامہ کے اول ایک اسی قسم کی بسم اللہ لکہہ رکہی ہے
غالبًا نبی علیہ السلام نے یہہ وہا سنے لیکر اپنے قرآن مین داخل کردی ہوگی اور اسیطرح بہت مضامین قرآن مجید کے کتب
عہد عتیق و عہد جدید و دساتیر وغیرہ سے ملتی ہین چنانچہ ایک پادری نے ایک کتاب **عدم ضرورت قرآن**
لکہکر یہہ بات خوب ثابت کردی ہے کہ نبی علیہ السلام نے یہ مضامین اور الہامی کتابون سے لیکر اپنی کتاب بنائی ہے
پس جب یہہ ہے تو پہر قرآن نازل ہونے کی کیا ضرورت ہتی **جواب** اس سوال سے تو اور بہی جناب رسالت مآب علیہ
الصلوٰۃ والسلام کی پوری تصدیق ہوتی ہے کیونکہ جسقدر انجیل کے نسخہ صحیح کرکے پادریون نے لندن اور فرانس و دیگر
بلاد مین چہپوا ئے ہین اونمین اوس بسم اللہ کا کہین نام و نشان بہی نہین البتہ اوس عربی انجیل مین کہ جسکا آپ حوالہ
دیتے ہین ہمنے بہی وہ بسم اللہ دیکہی ہے کہ جسکی یہ عبارت ہے۔ باسم الاب والابن والروح القدس پس اسمین کسیکو
شبہہ نہین کہ اس انجیلی نے چونکہ عربی دان تہا قرآن خوان تہا تقلیدًا یہہ بسم اللہ بنا کر لکہی جس سے یہ یقین ہوگیا کہ
غیر لوگون کے دلون مین بہی اس کلام الٰہی کی خوبی بس گئی اور انہون نے چاہا کہ ہماری کتابون مین یہہ ہو تو بہت
خوب ہو چنانچہ بخوف ثبوت سرقہ بجنسہ اصل کلام الٰہی کو تو نہ لکہا اور اوسی طرز پر کچہہ الٹ پلٹ کر لکہدیا۔ اور یہہ
تو ظاہر ہے کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام عمر بہر کبہی ایران مین تشریف نہین لیگئے نہ کسی مجوسیون کے مدرسہ مین تعلیم
پائی نہ کوئی مجوسی کتب خانہ یا مدرسہ عرب مین تہا بلکہ یہودی اور عیسائی مذہب کا تو کچہہ پتا بہی تہا پارسیون کے مذہب
سے تو وہ لوگ محض ناآشنا تہے پہر آنحضرت علیہ السلام اونکی کتاب مین سے سیکہنے کیونکر گئے اور اوس زمانہ مین اونکی
یہ کتابین خود انہین لوگون مین بہی پوری مشائع نہ تہین جسطرح کہ عیسائیون اور یہودیون کے ہان کتاب کی قلت ہتی آجکے
ہان بہی اور جو کوئی کتاب ہتی تو اوسکو بڑے متبرک لوگون کے پاس مقدس جگہہ مین رکہتے تہے غیر قومونمین از جانب چہاپے چہاپہ نہ تہا
کہ جسکے بدولت ہر کتاب گلی کوچون مین عام لوگون تک دست گردان پہرتی ہے۔ اور یہہ گمان کرنا کہ عجمی غلام سلمان فارسی
وغیرہ آپکے پاس رہتے تہے اونسے سیکہہ کر لکہی ہوگی محض خیال خام ہے کیونکہ اول تو یہہ غلام کچہہ اپنے مذہب کے عالم نہ تہے
کہ انہون نے تعلیم کردیا ہوگا۔ دوم اگر یہہ تہا تو پہر اون غلامون پر کیا مصیبت پڑی ہتی کہ ایسے شخص کے ہاتہہ پر اس صدق
دل سے ایمان لائے کہ ہر چند اونکے مالکون نے اس بات پر اون پہ کوڑے برسائے دہوپ مین جہنجہا کیا بہوک پیاس کی
تکلیف دیکر سخت مشقت مین گرفتار کیا مگر وہ پہر بہی حضرت کے دین سے نہ پہرے سوا اسکے بہی کوئی شبہہ نہین کہ اگر انہون نے

مسلمانون سے سنکر اس کلام کو اوڑا لیا اور بدلکر اپنی کتاب مین لکھہ لیا ہے اور دلیل اسکی یہ ہے کہ اسلام سے پیشتر کے کسی نسخہ مین یہ نہین ولو فرضا ہوا بہی تو اوسمین یہ خوبی کہان ہے کیونکہ بنام ایزد بخشایندہ بخشایشگر مہربان دادگر مین لفظ مکرر ہے اور یہہ بہی ظاہر کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین جسقدر محرف کتابین اور اوہام آمیز مذاہب یا لوگونکی رسم و عادات بہی سب غلط اور ناحق نہ تہے کیونکہ جہوٹی باتون مین بعض سچی باتین اور بُری عادتون مین بعض بہلی عادتین بہی ہوتی ہین پس اوس نبی کا کہ جو تمام جہان کی اصلاح اور فلاح کا بیڑا اوٹہاوے یہ کام نہین کہ وہ حق و ناحق سبکو مٹاکر اپنی ڈیڑہ اینٹ کی جدی مسجد بناوے جیساکہ خودپسند کیا کرتے ہین بلکہ ہر مذہب و ہر کتاب مین اور ہر رسم و رواج مین جو کچہہ حق اور فطرت کے موافق ہو اوسکو قایم رکہے اور غلط کو مٹاوے نہ یہہ کہ سبکا انکار کرے اور نہ یہہ کہ سب کو تسلیم کرے پس جب یہ بات ہر دانشمند کے نزدیک حق گو پر فرض ہے تو اب ضرور ہے کہ اوس مجموعہ تعلیم حقانی کے بعض اجزا کسی مذہب و ملت کے مطابق ہون اور بعض اجزا بعض دیگر کے مطابق ہون اور اسیطرح بعض عادات و رسوم کا حال ہے ۔ پادری صاحب آپکے عہد جدید مین کونسی نئی بات ہے کہ جو اور تاریخون اور کتب اخلاق یا عہد عتیق مین نہین پہر اس فرضی انجیل کو کتاب الہی بنانے کی کیا ضرورت ہے؟ براہ مہربانی اوسکو بہی بیان کر دیجیے ۔ یہہ آپکی کتاب کا اجمالی جواب ہے اور تفصیلی بشرط فرصت پہر گوش گزار کرونگا ۔

دفعہ ۴ جو شخص کسیکی اطاعت کرتا ہے اور اوسکے حقوق و عہد کو قایم رکہتا ہے تو یا اوس سے خوف اور مضرت کا ڈر ہوتا ہے یا کسی انعام و اکرام بہلائی کی امید ہوتی ہے ۔ سو یہہ دونون چیز تو وہ ہین کہ جنپر عموماً طاعت کا مدار ہے (دیکہیے عام لوگ بادشاہ سے ڈرکر اور ملازمین انعام و اکرام کی طمع دلمین دہرکر اوسکی طاعت کرتے ہین اور جہان یہ دونون باتین ہوتی ہین تو وہان طاعت کے ساتہہ محبت بہی ہوتی ہے اور جو طاعت کہ محبت سے مرکب ہوتی ہے وہ طاعت صرف سے بہتر ہوتی ہے اور اسی لئے ایمان کو امید و بیم دونون کے اندر رکہا ہے کیونکہ محض خوف سے نفرت اور محض امید سے جرأت ہو جاتی ہے) اور بعض مخلص لوگ کہ جنکا عشق محویت کے درجہ تک پہونچ جاتا ہے وہ بلا لحاظ امید و بیم اوس سے محبت فی اللہ رکہتے اور طاعت کرتے ہین وَقَلِيلٌ مَّا هُمْ اور نبی کو (کہ خدا اور بندون مین واسطہ ہے) ضرور ہے کہ بندونکو اوسکے جلال سے ڈراوے اور اوسکی محبت دلمین پیدا کرے طاعت پر آمادہ کرے کیونکہ تمام دنیا و آخرت کی مصلحتین اسی پر موقوف ہین پس اسلئے اپنے ابتداء کلام مین وہ رعایت کہی کہ جس سے یہہ مطلب نہایت خوبی و خوش اسلوبی سے ادا ہو گیا کیونکہ لفظ اللہ زبان عرب مین اوس شاہنشاہ حقیقی اور پروردگار عالم کا نام ہے کہ جسکی ہیبت سے پہاڑ لرزتے ہین ۔ اس نام کے ذکر کرنے سے اوسکی ہیبت ظاہر کرنا اور خوف دلانا مقصود ہے اور رحمن اور رحیم سے

عدم ضرورت قرآن کا اجمالی جواب

اُمید دلانا اور محبت پیدا کرنا مطلوب ہے تاکہ لوگ اوس سے ڈرین اور رحمت کے اُمیدوار ہوکر طاعت کرین اور خالص لوگونکو تو لفظ اللہ ہی سے بلالحاظ رحمت و غضب محبت ذاتی پر تنبیہ ہو جاتا ہے جسطرح بسم اللہ مین سیر الی اللہ ہے اسیطرح الرحمن الرحیم مین سیر من اللہ ہے یعنی اسم چونکہ علامات و آثار مین سے ہے پس عارف اس نشان سے معبود حقیقی تک جا پہنچتا ہے اور پہر وہان سے لمعان و آثار کیطرف توجہ کرکے مخلوق کی جانب آجاتا ہے۔ اور چونکہ اُمید سے خوف زیادہ تر اس امر مین مؤثر ہے اسلئے لفظ اللہ کو مقدم کیا۔ اور یون بہی قلم اور بالخصوص مقام تبرک کا مقتضٰے یہی ہے کہ لفظ اللہ جسطرح ذات مین مقدم ہے ذکر مین بہی مقدم رہے اور بعد لفظ رحمن کے رحیم اسلئے ذکر ہوا کہ عالم پر جو رحمت ہوتی ہے اوسکی دو شاخ ہین اول یہہ کہ ہر چیز کے لئے اوسکی تمام حاجات اور ضروریات کو پورا کیا جاوے دوم اوسکو مخالف اور منافی چیزون سے بچایا جاوے اول شاخ چونکہ نہایت بڑی اور اہم ہے اوسکے لئے لفظ رحمن کہ جسمین رحمت زیادہ ہے مناسب ہوا اور دوسری چہوٹی شاخ کے لئے لفظ رحیم بولا گیا۔ اور اسمین یہہ بہی اشارہ ہے کہ دنیا کے بادشاہون سے بڑی چیزون کا سوال کیا جاتا ہے اگر اونسے کوئی کمتر درجہ کی چیز مانگتا ہے تو خفا ہوتے ہین بخلاف خدا تعالےٰ کے کہ اوس سے چہوٹی بڑی ہر چیز کا سوال کیا جاتا ہے پس اس رمز کے لئے رحمن اور رحیم دو لفظ بولے تاکہ دونون باتون پر دلالت کرین۔ رحمن بڑی باتون پر رحیم چہوٹی باتون پر۔ اور ایک پلہ مین لفظ اللہ ہے کہ جس سے ہیبت دل پر طاری ہوتی ہے تو دوسرے پلہ مین دو لفظ تسلی بخش کے بعد دیگرے سُناکر مطمئن بنایا تاکہ جسقدر اوسکا خوف دل پر پیدا ہوا اوتنی ہی محبت بہی جلوہ گر ہو کیونکہ افراط و تفریط مصلحت نبوت و منصب رسالت سے بعید ہے عیسائیون نے الوہیت مسیح و کفارہ ثابت کرنے کے لئے اول تو وہ خوف زائد از حد دلایا کہ خدا گناہ کو توبہ سے معاف ہی نہین کرسکتا اور وہ جو آدم علیہ السلام نے گناہ کیا تہا تمام بنی آدم پر پشت بہ پشت چلا آتا تہا (حالانکہ کسیکا گناہ خدا کی عدالت تو کیا بندون کی عدالت مین بہی دوسرے شخص پر لازم نہین ہوتا) اوسکی سزا دینی خدا کو از حد ضرور تہی اسلئے خود دنیا مین بشکل حضرت مسیح نو مہینے رحم مین خون کہاکر مقام مخصوص سے پیدا ہوا اور تمام دنیا کے گناہون کی (دہوبی کی لادی کیطرح) گٹہری باندہکر اپنی پشت پر لاد کر لے گیا اور تین روز جہنم مین رہا اور ملعون ہوا حالانکہ یہہ عقیدہ چند وجوہ سے رد ہے (۱) تو خدا قادر اور رحیم و غفور ہے توبہ سے گناہ معاف کرنا اوسکا قدیم دستور ہے۔ (۲) عیسائیون کا یہہ عقیدہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام سے پیشتر جسقدر انبیاء اور اونکے فرمان بردار ہین سب مسیح کے پیدا ہونے سے پہلے ہی نجات یافتہ ہین بلکہ مسیح اور حواریون کے کلام سے ثابت ہوتا ہے پہر اگر کفارہ ضرور تہا تو اونکی نجات کیون ہوئی اور اونکے گناہ موروثی کیون معاف ہوے (۳) خود حضرت مسیح اور یوحنا (یحیٰے)

علیہ السلام لوگونکو توبہ اور استغفار کرنے کا حکم دیتے[1] تھے بلکہ خود مسیح نے ایک شخص کے گناہ[2] معاف کر دئے پس اگر کفارہ مسیح پر نجات کل بنی آدم موقوف تھی تو استغفار اور توبہ اور یہہ گناہ معاف کرنا کیونکر ہوا ؟ - اور پھر امید اور رجاء کا یہان تک امن فراخ کیا کہ تثلیث اور کفارہ اور الوہیت مسیح پر ایمان لانیوالے کی حق مین پولوس نے ہر حرام اور ناپاک چیز[3] کو پاک کر دیا اور شریعت پر چلنے والے کو لعنتی[4] قرار دیکر مطلق العنان اور سانڈ بنا دیا حالانکہ حضرت مسیح فرما چکے ہین کہ توراۃ[5] کا ایک شوشہ نہین مٹیگا اور خود توراۃ مین شریعت کے تارک پر سخت تہدید ہے - توراۃ تو کیا اوسکے احکام عشرہ کو بھی مٹا دیا - اس افراط وتفریط کا کیا ٹھکانا ہے منجملہ او ضرورات نزول قرآن کی ایک یہ بھی ضرورت تھی کہ اس سخت گمراہی کو اوٹھاوے - فرمائیے پادری صاحب اس سخت ضرورت کو سوا ئے قرآن کے اور کس کتاب آسمانی نے پورا کیا - منجملہ بیشمار معجزات کے آنحضرت علیہ السلام کا ایک معجزہ یہ کلام حکمت التیام بھی ہے کہ جسمین ہزارون خوبیان ہین اور جسکا مثل بنانا تو رہے اوس ان پڑھ سے ممکن نہین ہ

فضائل

جن کلمات کا عالم برزخ یا عالم مثالی مین کوئی نہ کوئی ایسا اثر خاص ہوتا ہے کہ جسطرح عالم عنصری مین دواؤن کا اثر محسوس ہوتا ہے منجملہ اونکے یہہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بھی ہے جس سے برکت کا نازل ہونا اور شیطان وخبیث کا اثر نہونا وغیرہ فوائد علاوہ اوس روحانی فائدہ کے ہین کہ جسکی ہم ابھی شرح کر آئے ہین اور ان فوائد کا سر تو ہم کسی موقع پر بیان کرینگے مگر اب بعض وہ فوائد کہ جو مشاہدہ ثقات مین آئی ہین ذکر کرتا ہون **ازانجملہ** یہہ ہے جو ابوداؤد نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو ایک شخص نے بغیر بسم اللہ پڑہے کہانا کہایا پس جب ایک لقمہ باقی رہگیا تو بسم اللہ اولہ وآخرہ کہکر اوسکو منہ مین رکھہ لیا اس بات پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنسی آئی پھر فرمایا کہ اسکے ساتھہ شیطان کہاتا تھا جب اسنے بسم اللہ پڑہی تو شیطان نے جو کچھہ کہایا تھا کہڑا ہوکر قے کر دیا - اور مسلم نے بھی روایت کیا ہے کہ جس کہانے پر بسم اللہ نہین پڑہی جاتی اومین شیطان کا حصہ ہو جاتا ہے **ازانجملہ** وہ ہے کہ جو ترمذی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا ہے کہ جب بیت الخلاء مین جاکر کوئی شخص بسم اللہ پڑہتا ہے تو اوسکے ستر اور جنون کی آنکھون کے بیچ مین یہہ کلام پردہ ہو جاتا ہے -

---

[1] انجیل متی باب سوم ۱۲ [2] انجیل لوقا باب ۵ آیت (۲۰) اور (۲۴) [3] پولوس کا وہ نامہ جو طیطس کو لکھا ہے اوسکے اول باب ۱۵ درس مین ہے - ۱۲ [4] پولوس کے نامہ گلیتون کا ۳ باب اور اسمین مسیح علیہ السلام کو ملعون بھی لکھا ہے ۱۲ منہ [5] یہ خیال مت کرو کہ مین توراۃ یا نبیون کی کتاب منسوخ کرنے آیا ہون مین منسوخ کرنے نہین بلکہ پورا کرنے آیا ہون کیونکہ مین تم سے سچ کہتا ہون کہ جب تک آسمان و زمین ٹل نجاسے توراۃ کا ایک نقطہ یا شوشہ ہرگز نہ مٹیگا جب تک سب کچھہ پورا نہو پس جو کوئی ان حکمون مین سے سب سے چھوٹے کو ٹال دیوے اور ویسا ہی آدمیونکو سکھاوے آسمان کی بادشاہت مین سب سے چھوٹا کہلاویگا انجیل متی باب ۵ درس ۱۷ تا ۲۱) ۱۲ منہ

گو یہہ احادیث خبر احاد ہین اور بالخصوص اس اخیر حدیث کے سلسلہ مین ترمذی نے کلام بہی کیا ہے اور بعض علماء
نے ان کو معنی مجازی پر محمول کیا ہے مگر مین یہہ کہتا ہون کہ دراصل شیطان یا جن یا ہمزاد جو کہو ایک ایسی چیز مخلوق
الہی مین سے ہے کہ جو محسوس نہین اور انسان کے اکثر امور مین شریک ہوتی اور اوسکی نقل کرتی ہے جسکا صدہا
لوگون کو مشاہدہ ہوا ہے چنانچہ حجۃ اللہ البالغہ مین حضرت شاہ ولی اللہ رح لکھتے ہین کہ ایکبار میری ملاقات کو
ایک دوست آیا مین نے اوسکو کہانا دیا وہ کہانے لگا کہ اوسکے ہاتہہ سے روٹی کا ایک ٹکڑا چہوٹ کر خلاف عادت
از خود دور تک اسطرح لڑکتا ہوا چلا گیا کہ جس سے سب حاضرین جلسہ کو تعجب ہوا پہر اگلے روز محلہ میں ایک شخص کے سر
پر آکر وہ جنیث یون بولا کہ فلان جگہہ سے فلان شخص سے کل ایک روٹی کا ٹکڑا چہینا تہا مگر اوسنے ہمسے لے ہی لیا ہمکو
نہ دیا اور اسیطرح کی بیشمار حکایات صادقہ ہین پس اب یہہ کیا تعجب ہے کہ اس قوم جن کو ذکر الہی سے ایک جبلی نفرت ہو اور
اسکی تاثیر ملکیت اوسکو سخت ایذا پہونچاتی ہو کہ جس سے وہ لوگ ہٹ جاتے ہون۔ شیخ حضرت سلامت یہ تو پورانے
خیالات اور فاسد توہمات ہین کہ جنکو آج کل اہل یورپ بالخصوص نئی روشنی والے اور اونکے مقلد محض لغو سمجہتے ہین اور
او نپر ہنستے ہین اور اسیطرح عیسائی بہی ان باتون کو نہین مانتے الغرض روشن دماغ اور تربیت یافتہ لوگ قائل نہین
ہوا سبب مہربان اس انکار بلادلیل کا تو کوئی علاج ہی نہین - اہل یورپ کا کیا کہنا ہے وہ تو کل غیر محسوس چیزون کے منکر
ہین حتی کہ خدا تعالی کا وجود بہی صدہا نہین مانتے جرمن اور فرانس کے ملحدون پولیجر وغیرہ کی کتابین دیکہیے وہ حضرت
عیسے و موسے و تورات و انجیل سب الہام کے قصہ ہی کو لغو سمجہتے ہین - اور پہر ہزارہا اہل یورپ روحانیات کے بلانے
اور اونسے باتین کرا دینے اور بلا دینے کے بہی قائل ہین - چنانچہ لنڈن مین ایک کمیٹی بڑے زور سے یہ دعوے
کرتی ہے جسکے ممبر ہندوستان مین بہی موجود ہین - اور عیسائیون کی اناجیل مین جب شیطان او ر د یو اور ناپاک روحون
کا نکالنا حضرت عیسے سے لکہا ہے تو پہر اس قوم کا انکار جن بلا دلیل چہ معنے دارد؟ اور جب دلائل عقلیہ و نقلیہ
سے یہہ قوم ثابت ہو چکی ہے تو پہر اسکے افعال ناشایستہ اور کلام الہی کے اثر کا انکار اور بہی طرفہ ہے - اگر اسیکا
نام روشن دماغی ہے تو اس روشنی ظلمت مآب کے کیا کہنے ہین ازانجملہ وہ قصہ ہے کہ جسکو امام فخرالدین
رازی نے اپنی تفسیر مین لکہا ہے کہ حضرت خالد بن ولید سے مقابل لوگون نے یہہ کہا کہ تم جو اسلام
کے مدعی ہو کوئی کرامت تو دکہاؤ تاکہ تمہارے دین کی صداقت معلوم ہو اور اس زہر قاتل کے شیشہ کو پیجاؤ اگر
کچہہ اثر نکیا تو یہہ دین حق ہے چنانچہ خالد نے اونکے ہاتہہ سے وہ زہر لیکر اونہین کے روبرو بسم اللہ کہکر پیلیا
اور پہر وہین کہڑے رہے مگر کچہہ بہی اثر نہوا - اور اسی قسم کے صدہا شواہد ہین سوال لباوقات ہم بسم اللہ رحیم

ف چنانچہ بچہو کے زہر دفع کرنے کے لئے امن اقلام الحروف نے اہل اسلام کے متعلق ایک عمل یہہ کہ جسمین فوراً زہر دور ہوجاتا ہے بارہا تجربہ کیا ہے اور جو چاہے آکر تجربہ کرلے ۱۲ منہ

ہین مگر ہمکو اس قسم کی کوئی بات معلوم نہین ہوتی جواب خواہ دوا ہو خواہ کوئی کلام ہو اوسکی تاثیر کے لئے دو باتٓ
ضرور ہین اجتماع شروط ارتفاع موانع - دیکھیئے تریاق کے اثر مین کسی دانشمند کو شک نہین مگر جب اُسکی ایک ہی شرط
فوت ہو جاتی یا کوئی مانع حائل ہو جاتا ہے پہر تاثیر نہین کرتا - اسیطرح خلوص نیت وصدق اعتقاد و رابطہ الٰہی
وغیرہ ان باتون کے لئے شرط ہین اور ریاکاری اور خیالات فاسدہ و توہمات شیطانی ان چیزون کے لئے موانع
ہین - اب کلام کو یہین تمام کرکے باقی الحمد للہ کی تفسیر لکہتا ہون ٭

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ○

سب طرحکی خوبیان اللہ کے لئے ہین جو کل مخلوقات کا پرورش کرنے والا ہے جو نہایت مہربان بڑا رحم والا جزا کے دنکا مالک ہے

ترکیب

الحمد مبتدا اور للہ ثابت کے متعلق ہو کر اوسکی خبر ہوئی - رب العالمین اوسکی صفت اول (گو یہہ نکرہ ہے مگر معنی کے
لحاظ سے معرفہ ہے کیونکر رب العالمین سوا ئے خدا کے اَور کسی پر صادق نہین آتا) الرحمٰن الرحیم صفت موصوف
اوسکی صفت دوم مالک یوم الدین مضاف و مضاف الیہ ملکر اوسکی صفت سوم - یہہ موصوف اپنی تینون صفات
سے ملکر ثابت کے متعلق ہو کر مبتدا کی خبر ہوئی اور خبر و مبتدا ملکر جملہ اسمیہ ہوا - گو مقام انشا حمد جملہ فعلیہ چاہتا ہے
مگر حسب حمد بہی انشا حمد ہے دوام و ثبات کے لئے جملہ اسمیہ لایا گیا ٭

تفسیر

ان تین آیتون مین خدا تعالیٰ بہت سی حکمتونکی رعایت رکہکر اوس تقرب کو بتلاتا ہے کہ جسکی طرف بسم اللہ مین
اشارہ تہا - بسم اللہ مین لفظ اللہ سے ہیبت اور رحمٰن و رحیم سے رغبت دلا کر اپنی ذات پاک کی طرف توجہ کرنا مجملاً
بتلایا تہا لیکن اوس وصول اور تقرب کا کوئی طریق صراحتہً مذکور نہوا تہا کہ وہ کیونکر اوسکی طرف متوجہ ہو اور کون سی
روحانی سڑک پر چلکر شہر مقصود تک پہونچے آیا کسی درخت مین اولٹا لٹکے یا دنیا کے تمام طیبات چہوڑ کر لنگوٹا باندہ کر
کسی مندر یا تالاب یا دریا کے کنارے بیٹھا کرے یا کسی گرجا مین باجا بجا کر کوئی راگ یا بہجن گایا کرے یا پیالہ
لیکر گہر گہر بہیک مانگتا پہرے یا کوئی اَور جتن کرے کہ جس سے اوس محبوب عالم معبود حقیقی کا وصال اور جمال باکمال
نصیب ہو تا کہ کمال حقیقی اور سعادت عظمیٰ ملے سو اس وادی پر خار اور اس بحر ذخار مین سیکڑون بہٹک کر
مر گئے اور بڑے بڑے حکیمون اور فلسفیون کی کشتیان غرق ہو گئین ~~ درین ورطہ کشتی فرو شد
ہزار ٭ کہ پیدا نشد تختۂ بر کنار ٭ اسلئے رحمٰن و رحیم نے اپنی رحمت سے الہام کے

ذریعہ سے اس مشکل کو حل کر دیا اور اپنی طرف آنیکا رستہ سہل کر دیا کہ اے طالبان راہ نجات اور اے جویندگان آب حیات تم زبان سے یون کہو اور ان الفاظ کے رنگ معانی سے اپنی روح کو رنگین بناؤ کیونکہ جب تم ان الفاظ کے معنی کو خوب دلمین جماؤ اور خیال مین لاؤ گے تو تمہاری روح کی تمام کثافت اور ظلمت بہیمیت دور ہو جائیگی پس جب آئینہ کا زنگ دور ہوا تو اوسی وقت آفتاب جہان تاب کا عکس پڑکر پر نور ہوا ۔

تفصیل

اس اجمال کی یہہ ہے کہ انسان دراصل روح ہے کہ جسکو نفس ناطقہ بہی کہتے ہین اور جو اس جسم سے پیشتر بہی اور اسکے مفارقت کے بعد بہی رہیگی ۔ اور یہہ جسم خاکی کمالات حاصل کرنے کے لئے اوسکا آلہ یا مرکب ہے جسطرح آئینہ مین ذاتی جوہر ظاہر کرنے کے لئے راکہہ یا کہریا لگا دیتے ہین تاکہ اسکے بعد رگڑنے سے اوسکا جوہر اصلی شکل آئے اور یہہ خوب صاف و شفاف ہو کر چمکنے دمکنے لگے اسیطرح حضرت روح کو اس جسم کے ساتھہ اسی غرض سے پابستہ کیا ہے پس اصل و بالذات روح کی صفائی مقصود ہے تاکہ یہہ اوس مبدا نور سے[1] تشبہ حاصل کرکے اوس سے جاملے اور اسی کو سعادت عظمے اور اسیکو کمال اصلی اور اسیکو اتمام سلوک کہتے ہین لیکن اس سلوک کو جو لوگ اپنی عقل سے تمام کرتے ہین تو اونکو وہم اور تخیلات فاسدہ کے راہزن (جو کہ اس جسم اور اسکی بہیمیت سے پیدا ہوتے ہین) مقصود تک نہین پہونچنے دیتے بلکہ وہ ان توہمات و تخیلات کی وجہ سے مخلوق پرستی یا بنیاد جسم کے گرانے اور اس وسیلہ سے روح کو چمکانے کے درپے ہوتے ہین جیساکہ درخت ہین ولنا لتکنا الخ اور جو انبیاء علیہم السلام اور الہام کی روشنی مین اوس سیدہی سڑک پر چلتے ہین کہ جسکو خدا تعالی نے قایم کیا وہ مقصود تک پہونچ جاتے ہین کما قال تعالی ۔ وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ وَمِنْهَا جَآئِرٌ کہ بعض رستے سیدہے خدا تک پہنچتے ہین اور بعض ٹیڑہے ہین ۔ اور خود اسی سورہ مین آگے چلکر یہہ تعلیم کرتا ہے کہ یون کہو اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ الخ کہ ہمکو وہ سیدہی راہ دکہا کہ جو انبیاء کی راہ ہے الغرض یہہ متفق علیہ ہے کہ جب تک روح کو صفائی نہین اوس تک رسائی نہین

[1] اسلئے کہ جب تک طرفین مین کوئی مناسبت نہین ہوتی اسوقت تک تقرب نہین ہوتا پس وہ نور محض اور لطیف یہہ ظلمانی اور کثیف باہم کیونکر ربط ہو پس جب انسان اپنی روح کو منور کرتا ہے اور ملکیت غالب ہو جاتی ہے تو ظلمانیت اور تاریکی ہیولانیت دور ہو جاتی ہے ۔ اور انوار عالم قدس اسپر اسطرح پڑنے لگتے ہین کہ جسطرح آئینہ مین آفتاب ۔ پہر یہہ شخص بارگاہ قدس اور انجمن انس مین باریاب اور جمال باکمال سے فیض یاب ہوتا ہے ۔ پس اسی طریق کو خدا نے اس سورہ مین نہایت لطف کے ساتھہ بیان فرمایا ۱۲ منہ

اور یہ ظاہر ہے کہ روح مین کئی طور سے تاریکی پیدا ہوتی ہے (۱) یہہ کہ یا تو سرے سے خدا تعالے کے وجود اور اوسکے جمیع صفات قدرت و عظمت کا قائل نہو اور تمام مخلوقات یا بعض چیزون کی ہستی کو از خود جانے جیسا کہ دھریہ اور نیچریہ[1] یہ عقیدہ رکھتے ہین کہ یہہ چیزین از خود طبیعت عناصر سے پیدا ہو جاتی ہین اور جب تک طبیعت اپنے تصرفات پر قادر رہتی ہے یہہ زندہ رہتی ہین اور جب حرارت عزیزیہ تحلیل ہو جاتی ہے تو فنا ہو جاتی ہین۔ اور یہ سب کاروبار گردش فلک اور طبایع اجسام سے ہو رہے ہین نہ زمانہ کی ابتدا ہے نہ انتہا یہہ رہٹ ہمیشہ سے یونہین پہرتا ہے اور یونہین پہرتا رہیگا چنانچہ اس مذہب عقیدہ کے لوگ پہلے بہی بہت تہے اور اب بہی بالخصوص یورپ مین ہزارون ہین۔ (۲) یہہ کہ خدا تعالے کو خالق تو جانے مگر بعد پیدا ہونے کے خلق کو اوسکے اسباب و شروط کی وجہ سے خالق سے مستغنی جانے جیسا کہ بعض آریہ سماج کا عقیدہ ہے کہ بعد مخلوق ہونے کے پہر اوسکی طرف کچہہ حاجت باقی نہین رہتی (۳) یہہ کہ اس مجموعہ عالم مین سے کسی چیز کو اوسکے کمالات ذات و وجود مین مستقل جانے اور پہر اوسکو بہی اختیارات الوہیت مین شریک سمجہکر اوس سے بہی واسطہ عبودیت رکہے جیسا کہ قدماء یونان و فارس اور زمانہ جاہلیت کے عرب اور ہندو لوگ آگ اور پانی اور ہوا اور آفتاب و ماہتاب اور تارون اور بعض مرے ارواحون کی نسبت یہہ عقیدہ رکہتے تہے بلکہ اب رکہتے ہین (اس تاریکی روحانی کو زبان الہام مین شرک کہتے ہین) (۴) یہہ ہے کہ آدمی بعض حاجات اور کاروبار کے پورا ہونے کی وجہ (کہ جنکو حسب الٰہی مصلحت ملک یا شہر یا اوس شخص سے خلاف جانتی ہے) اوسکو سراسر غضب و تخیل اور بلا کو جانکر اوس سے محبت نکیجاوے اور دلمین نفرت پیدا ہوجاوے جس سے اوسکے ابرار اور اوسکے ہادی لوگون سے دشمنی کا برتاوا کیا جاوے جیسا کہ بعض یہود نے انبیاء علیہم السلام کو قتل کیا اور خدا کی دشمنی پر کمر باندہی (۵) یہہ کہ خدا اور انبیاء کا اقرار ہو مگر قیامت اور وہانکی جزا و سزا کا انکار ہو جیسا کہ یہود مین فرقہ صدوقیہ کا عقیدہ تہا اور اب بہی صد ہا بے دینون اور دیگر بعض مذاہب کے لوگونکا عقیدہ فاسد ہے بلکہ وہ دار مدار جزا و سزا کا اسی عالم پر تناسخ کے وسیلہ سے (جیسا کہ ہنود اور مجوس کا عقیدہ ہے) یا مال و اولاد و تندرستی و بیماری مین محرومی و بہرہ وری کے وسیلہ سے جانتے ہین جیسا کہ بعض جہلا کا عقیدہ ہے (۶) یہہ کہ قیامت اور جزا و سزا کا تو اعتقاد ہو مگر اپنے اوہام باطلہ اور خیالات فاسدہ سے بعض شخصون کی نسبت یہہ عقیدہ ہو کہ وہ بہی وہان جسطرح چاہین گے اپنے معتقدون اور پرستش کرنے والون کو فائز المرام کرین گے اور خدا تعالے کے عذاب و عتاب سے مانع آوین گے اسلئے خدا کے ساتہہ نذر و نیاز استمداد و پرستش مین اونکو شریک کرتے ہین اونکو بہی خدا ہے یا خدا کا جزو یا شریک و سہیم جانتے ہین جیسا کہ نصاریٰ حضرت مسیح (عیسیٰ) علیہ السلام کو

[1] اسکو انگریزی مین نیچر کہتے ہین پس وہ آجکل اہل اسلام مین سے ایک فرقہ نیچریہ کہلاتا ہے وہ گو برائے نام مسلمان ہین ورنہ درحقیقت طبعیہ ہین چنانچہ اس فرقہ کے سرگروہ نے جو ایک تفسیر لکہی ہے اوسمین اور تہذیب الاخلاق اخبار مین انکے عقائد ہمارے اس قول کے شاہد عدل ہین ۱۲ منہ

کفارہ سمجھکر بالکل مطمئن ہوگئے ہین اور اونکو خدا اور کبھی جزو خدا سمجھتے ہین اور اسیطرح اور بہی صدہا جہلا ہین کہ وہ اپنے بزرگون کو مالک و مختار جانتے ہین۔ سوال اہل اسلام بہی تو اپنے نبی علیہ السلام کو شفیع روز محشر جانتے ہین جواب شفاعت تو یہہ ہے کہ خدا تعالے رحیم ہے اپنے نبی علیہ السلام کی معرفت رحمت ظاہر کریگا اور اپنے وعدہ کو پورا فرمائیگا۔ نہ یہہ کہ آنحضرت علیہ السلام خدا کے شریک و سہیم ہوکر اوسکے عذاب کو دفع کرینگے اور خواہ وہ چاہے یا نہ چاہے اوسکے معتوب و مغضوب کو جنت مین لیجائین گے یہہ کسی اہل اسلام کا عقیدہ نہین بلکہ جو کچہہ آپ سے سرزد ہوگا برضی الٰہی ہوگا پس یہہ چہہ طور آن روحانی تاریکیون کے اصول ہین کہ جو قرب خدا سے مانع ہین — اور یہہ قرب سے محروم رہنا آخرت مین دوزخ اور طوق و زنجیر وغیرہ چیزون کی صورت مین ظاہر ہوکر جہنم ہوجاویگا بلکہ ہوچکا اور طرح طرح کی سختیان دکہاویگا۔ کیونکہ روح کی راحت (کہ جو بشکل جنت ظہور کریگی بلکہ کرچکی) یہ ہے کہ اوسکے مرکز اصلی کیطرف پہنچنے مین کوئی چیز حائل نہو جاسے۔ دیکہیے دنیا مین جب کوئی چیز کسی چیز کی حیز طبعی یا مرکز اصلی سے کہیچ مین مانع اور حائل ہو جاتی ہے تو وہ چیز اپنے حیز اور مرکز اصلی کیطرف جانے مین کیسی پھڑ پھڑاتی ہے اور یہہ پھڑ پھڑانا اور کشاکشی کے صدمات اوٹہانا اوسکے لئے جہنم ہے (علے قدر مراتبہ) باقی ان تاریکیون کے فروعات سو وہ بیشمار اور ہزار در ہزار ہین اونکے ذکر کی یہان گنجایش نہین ان پانچون طریقون کی ظلمانیت کو عرف شرع مین کفر اور الحاد کہتے ہین اور ساتوان طور تاریکی روحانی کا ایک اور ہے کہ جو اس جسم کے اعمال سے متعلق ہے یعنے جسطرح وہ چہہ طور قوت نظریہ اعنی اعتقاد سے متعلق ہین یہہ قوت عملیہ سے علاقہ رکہتا ہے وہ یہہ کہ انسان اپنی زبان سے وہ باتین بولے اور ہاتہہ پاؤن سے وہ کام کرے کہ جو نور فطرت کے خلاف ہون جنکو عرف شرع مین حرام اور مکروہ کہتے ہین جیسا کہ کلمات کفر بکنا گالی دینا غیبت کرنا جھوٹہہ بولنا فحش کی باتین موتہہ سے نکالنا قتل کرنا چوری کرنا زنا کرنا شراب پینا لوٹ مار کرنا وغیرہ وغیرہ وہ افعال و اقوال کہ جنکی تاریکی روح پر اثر کرتی اور نورانیت کو زدہ روہنی ہے چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی تشریح فرمادی ہے کہ جب بندہ گناہ کرتا ہے تو اوسکے دل پر ایک سیاہ نقطہ ہو جاتا ہے پہر وہ پہیل کر تمام دل کو گہیر لیتا ہے رواہ البغوی یہہ سات چیزین تمام گمراہی کی باتون کے اصول ہین کہ جنکے مٹانے کے لئے سلسلہ انبیاء علیہم السلام دنیا مین آیا کئے اور تمام کتب آسمانی بلکہ جمیع کتب حکمت و اخلاق انہین سات چیزون کی شرح ہین۔ خود قرآن مجید مین بہی مختلف عنوان سے اسکو بیان کیا ہے چنانچہ ایک جگہہ ایک ہی جملہ مین اسکو ختم کردیا قَدْ أَفْلَحَ مَن زَكَّاهَا وَقَدْ خَابَ مَن دَسَّاهَا کہ جسنے اپنی روح کو پاک و منور کیا اوسنے مراد پائی اور جسنے آلودہ کیا

توخسارت اوٹہائی اور ایک جگہہ اس نجات اور ابدی حیات کو اور لطف سے بیان فرمایا فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ مَاٰبًا کہ جو چاہے اپنے رب کے پاس آنے کا ٹہکانا بنالے - اور ایک جگہہ اور بہی خوبی سے اسکو ادا کرد یا یٰٓاَیُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِیْهِ ط کہ اے انسان تو اپنے رب کی طرف کہٹ کہٹ کرکے چلا آتا ہے آخر اوسکے پاس پہونچے گا - وغیرہا من الآیات - پس انسان جب ان ساتون کو چہوڑ اُنکے برخلاف مین جو سات عمدہ اصول ہین اونکی طرف موہنہ موڑتا ہے تو مقصود اصلی کو پہنچ جاتا اور سعادت عظمٰی پاتا ہے - پس ان آیات مین خدا تعالےٰ نے اپنے پاس آنے کا رستہ اسطرح سے بتا یا کہ خدا تعالےٰ کی حمد و ثنا ان صفات کے ساتہہ کرو تا کہ روح منور ہوجائے اور جناب قدس تک گزر ہوجائے - اب ہم یہہ بات بتلاتے ہین کہ کونسے جملہ سے کس بات کی طرف اشارہ ہے الحمد للہ (کہ تمام خوبیان اللہ کے لئے ہین) ہین اول بات کی طرف اشارہ ہے کیونکہ حمد اوس ثنا وصفت کو کہتے ہین کہ جو کسی شخص کے کمالات ذاتیہ واختیاریہ کی وجہ سے زبان پر آوے جسطرح کہ علاج کمالات غیر اختیاریہ پر ہوتی ہے حمد اختیاریہ پر - موتی کی صفائی اور کسی مکان وغیرہ غیر ذی عقل کی صفائی و زیبائی کو جو بیان کرینگے تو اسکو مدح کہین گے نہ حمد اور شکر کسی انعام واکرام کی وجہ سے ہوتا ہے خواہ زبان سے ثنا وصفت کردیجاے یا کوئی تعظیم کا کام کردیا جاوے یا دل ہی مین خوشنودی پیدا کیجاے - شکر اور حمد مین عموم وخصوص من وجہ ہے جو حمد کہ کسی انعام واکرام کی وجہ سے ہو وہان اوسکو شکر بہی کہہ سکتے ہین - پس جب بندہ نے دل سے یہہ کہا اور صحیح اعتقاد کیا کہ تمام خوبیان خدا کے لئے ہین تو خدا تعالےٰ کی ذات وصفات کمالیہ کا اقرار پایا گیا دہریاپن جاتا رہا - اور جب کہا رب العالمین کہ وہ تمام عالم کا پرورش کرنے والا ہے - اس سے دوسری اور تیسری بات جاتی رہی کیلئے کہ عالم بروزن فاعل بالفتح اوس چیز کو کہتے ہین کہ جس سے دوسری چیز کا علم حاصل ہوجاوے اور وہ خدا تعالےٰ کی ذات اور صفات کے سوا ہر موجود ومخلوق کو شامل ہے کیونکہ ان سے انکی پیدا کرنے والے خدا تعالےٰ کا علم حاصل ہوتا ہے دیکہئے جب ہم کسی تخت یا مکان کو دیکہتے ہین تو ہمکو یقین کامل ہوجاتا ہے کہ ضرور اسکا بنانے والا کوئی بڑہئی اور معمار تہا کہ جسکے ہاتہہ سے یہہ بنے ہین اسیطرح مخلوقات کو غور کرنے سے صاف معلوم ہوجاتا ہے کہ ضرور کوئی قادر بیچون وبے چگون اسکو عدم سے ہستی مین لانے والا ہے - پہر اس عالم کے بیشمار انواع واقسام ہین عالم مجردات

یعنی وہ چیزین کہ جو جسم عنصری و جرم سماوی سے بری ہین اور ہمکو بسبب لطافت کے دکھائی نہین دیتی ہین ۔ (جسطرح کہ عالم عنصری مین ہوا لطافت سے دکھائی نہین دیتی) جیسا کہ ملائکہ اور ارواح عالم جسمانیات پھر اسکی دو قسم ہین عالم علویات جیسا کہ آسمان اور آفتاب و ماہتاب و ستارے اور عالم سفلیات پھر اسکی بھی دو قسم ہین ایک عالم لطیفات یعنی وہ چیزین کہ جو بسبب لطافت کے دکھائی نہین دیتین جیسا کہ ہوا اور کرہ آتش اور دیگر بسایط کہ جو علوم جدیدہ سے ثابت ہوئے ہین اور وہ چیزین کہ جنکا مادہ صرف یہہ لطیف عناصر ہین یا یہہ غالب ہین جیسا کہ جن اور شیطان اور دیگر مخلوقات الٰہی کہ جسکو ہم نہین جانتے وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ دوسرا عالم کثیفات پھر اسکی بھی دو قسم ہین عالم مفردات جیسا کہ پانی اور خاک عالم مرکبات پھر اسکی چار قسم ہین عالم کائنات جو یعنے وہ چیزین کہ جو زمین سے اوپر ہین جیسا کہ ابر اور اولے اور قوس قزح وغیرہ چیزین دوم عالم جمادات یعنے پہاڑ اور دیگر معدنیات چاندی سونا ہیرا بلور وغیرہ سوم عالم نباتات یعنی درخت اور گھانس اور جڑی بوٹیان ۔ چہارم عالم حیوانات یعنی انسان گدہا گھوڑا درند پرند جاندار چیز خواہ بری ہو خواہ بحری ان تینون اجناس کو موالید ثلاثہ کہتے ہین ان سب مین عالم انسان مشرف ہے بلکہ اپنے روحانی علاقہ سے تو ملائکہ سے بھی دو چار قدم آگے ہے پس جب ان سبکو جمع کرکے خدا نے رب العالمین کہا تو کوئی چیز اوسکی تربیت و پرورش سے خالی نرہی اور تربیت یہہ ہے کہ درجہ بدرجہ کسی چیز کو پورا کیا جاوے اور اوسکے کمال تک کہ جو مقدار ہے پہنچایا جاوے ۔ اور عالم محسوسات مین تو آپ کو بھی صدہا بلکہ ہزارہا چیزون کا درجہ بدرجہ پورا ہونا اور تربیت پانا مشاہدہ سے معلوم ہوتا ہے ۔ سب سے اول اشرف المخلوقات حضرت انسان کو ہی دیکھیے کہ اول غذاؤن سے نطفہ بنتا ہے پھر عورت کے پیٹ مین علقہ اور مضغہ بنکر پورا بچہ بنتا اور باہر آتا ہے ۔ اور پھر ایک ہی بار جوان و قوی نہین ہو جاتا بلکہ رفتہ رفتہ اسطرح سے کہ پہلے بیٹھنے لگتا ہے پھر گھٹنون چلتا ہے پھر دیوار پکڑ کر پھر بڑھتے بڑھتے ڈاڑھی موچھہ اگر قوی جوان ہو جاتا ہے ۔ اور پھر اسطرح منزل بمنزل بے اختیار گھٹتا جاتا ہے ۔ اور یہی حال سب چیزون کا ہے ۔ خواہ ہمکو معلوم ہون یا نہ ہون ——

اب مین آپکے روبرو ایک ایسی دلیل بیان کرتا ہون کہ جس سے آپکو تمام عالم کے مجموعہ کا حادث ہونا بخوبی معلوم ہو جائے۔
عالم یعنی خدا تعالی کی ذات وصفات کے سوا جو کچھہ ہے یا جوہر ہے یعنی بذات خود قائم جیسا کہ درخت و پتھر
یا عرض کہ جو کسی اور مین ہوکر پایا جاتا ہے جیسا کہ رنگ سیاہی سفیدی کہ جو بغیر کسی جسم کے پائی نہین جاتی اور ان
مین سے ہر ایک حادث ہے اعنی پہلے معدوم تہا پہر موجود ہوا ہے اور جب عالم کے دونون جز حادث ہوئے
تو مجموعہ عالم بہی حادث ہے اور ہر حادث کے لئے ایک محدث یعنے پیدا کرنیوالا ضرور ہے کیسلئے کہ جب تمام عالم
حادث ہوا تو قطعاً ضروری الوجود نہین ورنہ عدم کو قبول کرنے کے کیا معنے بلکہ وجود و عدم اوسکی ترازو کے دونو پلہ مساوی
ہین پس کوئی مرجح یعنے اس وجودی پلہ کا جہکانیوالا ضرور ہے اور وہ عالم سے الگ ہے اور عالم کے جمیع اوصاف وخصائص
سے بہی اسیطرح مبائن ہے کہ جسطرح اپنی ذات مین مبائن ہے۔ اب رہا یہہ ثبوت کہ کل اعراض حادث ہین سو وہ
یون ہے کہ بعض کا حادث ہونا تو مشاہدہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تاریکی چلی گئی روشنی ہوگئی اور سبز تہا سفید ہوگیا
اور بعض کا یون کہ ہر عرض قابل عدم ہے اور جو قابل عدم ہے وہ قدیم نہین سو یہہ بہی قدیم نہین اور جو قدیم نہین وہ
حادث ہے ۔ اور کل جواہر کا حادث ہونا بہی ظاہر ہے کیونکہ کوئی جوہر ایسا نہین کہ جسپر کوئی نہ کوئی عرض سوا نہو
اور نہین تو حرکت وسکون سے تو کوئی بہی خالی نہین کیونکہ اگر دو آن تک ایک جگہہ مین ہے تو ساکن ورنہ متحرک پس
جو حوادث کا محل ہے وہ خود بہی حادث ہے ورنہ قدم حوادث لازم آویگا۔ اسکے سوا اور صدہا دلائل اور براہین اس
امر پر ہین کہ جنکے ذکر کی یہان گنجائش نہین ۔ پس جب آپکو یہہ معلوم ہوگیا کہ یہہ تمام عالم حادث ہے تو اسمین بہی
کوئی شک نہ ہوگا کہ یہ ممکن ہے اور ممکن تو اپنی ذات وصفات مین ہر وقت واجب تعالے کا دست نگر رہتا ہے
یعنی ہر ساعت و ہر لحہ ہر بات مین فقیر کی طرح اوسکی طرف جہولی پہیلائے رہتا ہے اور وہ رحمن و رحیم اوسمین خزانہ
غیب سے وجودات اور صفات اور کل حاجات کے ٹکڑے ڈالتا رہتا ہے تاکہ ہر وقت اسکو اوس سے ارتباط و احتیاج رہے
اور ایکبارگی حاصل کرکے دعوی استقلال نکرنے لگے اور خدائی کا دم نہ بہرنے لگے ۔ اور اس احتیاج ہمہ وقت کے روا
کرنے کو تربیت اور اوس روا کرنے والے کو رب کہتے ہین اس عمدہ مطلب کو (کہ جسپر حکما و عقلا دلائل و براہین
لانے مین بڑی سخت مشقت اوٹہاتے ہین) کس سہل طور سے ایک لفظ رب العالمین مین بیان کردیا کہ جسکو عالم و جاہل
حکیم و فلاسفر برابر سمجہتے ہین اور جسکو اونٹ بکری چرانے والے عرب کے بدو بہی سمجہکر حظ اوٹہاتے ہین کیونکہ تمام عالم
مین سے اکثر چیزون کا مربی ہونا تو مشاہدہ سے معلوم ہے اور باقی چیزون کی نسبت عقل یہ فیصلہ کرسکتی ہے کہ جب وہ
بہی ممکن ہین تو پہر جسطرح انکو ہر وقت احتیاج ہے اونکو بہی کوئی ترجیح کی وجہ معلوم نہین ۔ پس اس لفظ رب العالمین سے

چند امور ثابت ہوے (۱) خداتعالی کی ذات مقدسہ کا اور اوسکے تمام صفات کمالیہ کا ثبوت کسلیئے کہ اس عالم
گونان کے تربیت بغیر حیات - قدرت - علم - ارادہ - سمع - بصر - کلام - تکوین اور پہر رازقیت -
رحمت - حلم وغیرہ کے نہین ہوسکتے اور تمام حدوث ونقصان کی باتون سے بری ہونا کیونکہ ممکن اور وجب
اور رب اور مربوب مین تغایر ذاتی ہے پس جہالت عجز حدوث کہانے پینے سونے چلنے پہرنے سے
وہ پاک ہے اسیطرح جورو بنانی بچا جنانے اور مجسم ومتشکل ہونے اور کسی مکان خاص مین اور زمانہ مین پای جانے
سب سے پاک ہے کیونکہ یہہ باتین مربوب کا حصہ ہین نہ رب کا (۲) یہہ کہ اوسکا نہ کوئی شریک ہے نہ سہیم نہ ہم جنس
نہ ہم کفو نہ باپ نہ بیٹا کسلیئے کہ اب جو کوئی دوسرا ہوگا تو عالم مین داخل ہوگا اور جب وہ ایک عالم بلکہ کل عالمون
کا رب ہے تو پہر اوس کا کوئی شریک وسہیم کب ہے - یہان سے توحید کا کامل ثبوت ہوگیا (۳) یہہ کہ مخلوقات کو
جسطرح اپنے خالق کیطرف ابتدا وجود مین احتیاج ہے اسیطرح بعد وجود کے بہی ہر وقت ہر بات مین اسکی دست نگر اور محتاج ہے
جیسا کہ لفظ تربیت بآواز بلند کہہ رہا ہے پس جو مستقل ماننے اور اسباب وشروط کو مستقل بالتاثیر جانتے ہین محض تاریکی جہالت اور
وادی ضلالت مین ہین (۴) عالم بلکہ اور جسقدر عالم مقدرۃ الوجود مانے جائین اون مین سے کوئی فرد اور کوئی جزء ایسا نہین
کہ اپنے کسی کمال یا کسی صفت جلال سے اس مرتبہ مین پہونچ جاے کہ وہ اوسکی ہر وقت کے دست نگری سے آزاد ہو جاے
پس جب خود ہر وقت محتاج ہے تو پہر اوکسیکی کیا حاجت بروائی اور کاربراری کرسکتا ہے پہر اوسکی پرستش وعبادت اور
اوس سے سوال واستعانت خام خیال اور روح کیلیئے وبال ہے - سبحان اللہ ایک لفظ رب العالمین مین اول اور دوسری اور
تیسری اور چوتہی صورت ظلمت روح کو کسطرح سے مٹا کر کیسا منور بنایا ہے بلکہ اسی لفظ مین پانچوین بات کیطرف
بہی اشارہ ہے کیونکہ جو رب العالمین ہے تو اوسکو مہربان اور نہایت رحیم ہونا لازم ہے ورنہ تربیت ممکن نہین اور جب وہ
مہربان اور ہر وقت تربیت کرنیوالا ہے تو یہہ بات خیال کرکے دل از حد اوس سے محبت کریگا اور جاننے زیادہ پیارا سمجہیگا
لیکن اس بات کیطرف لفظ الرحمن الرحیم مین اور بہی صراحت کردی پس جو اوسکو رب العالمین سمجہیگا اور پہر اوسکے ساتہہ
ہی رحمن ورحیم کے معنی بہی دل پر نقش ہونگی تو ایک دریا محبت جوش مین آئیگا اور شعلہ عشق بندہ کے دل مین بہڑکنے
لگا اور جہان عقل کے ذریعہ سے برسون مین پہونچتا ہے وہان عشق کے بدولت ایک لمحہ مین وصال ہوتا ہے دیکہیے
جب بچہ اپنی مان سے عاقلانہ طور پر سوال کرتا ہے تو وہ اوس سے اوسی دانشمندی سے پیش آتی ہے اور جب وہ چلا کر ہای مان ہای مری
امان کہہ کے گلے سے چمٹ جاتا ہے تو پہر اوسکے دلمین بہی محبت کا بیحد جوش ہوتا ہے پس یہی حال بندہ کا خدا سے ہے
جب یہہ ایکبار جوش محبت مین یاربی کہتا ہے تو وہان سے پے درپے عبدی عبدی کی آوازین آتی ہین چنانچہ خود فرماتا ہے انا عند ... وسعت

كُلَّ شَيْءٍ کہ میری رحمت نے ہر چیز کو گہیر لیا ہے ٭ اور فرماتا ہے مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ إِنْ شَكَرْتُمْ وَآمَنْتُمْ کہ اگر تم ایمان لاؤ اور شکر ادا کرو تو اللہ تعالے تمہین عذاب کرکے کیا کریگا۔ اور جبکہ رحمت پر زیادہ نازان ہونا باعث جرأت تہا تو اس ترازو کو برابر رکہنے کے لئے مالک یوم الدین بہی فرمادیا اور اسمین پانچوین اور چہٹی اور ساتوین بات کیطرف اشارہ ہے کیلئے کہ جب انسان مالک یوم الدین کی تصویر پر نظر رکہیگا تو نہ انکار قیامت کریگا اور نہ عدم سزا و جزا کا قائل ہوگا نہ تناسخ کو دہیان مین لائیگا۔ اور جب اوس دن کا اوسکو مالک و مختار سمجہیگا تو مخلوق مین سے کسی چیز کو بہی اس امر مین حصہ دار نہ جانیگا نہ حضرت مسیح کو نہ کسی پیر و غوث ولی و نبی کو نہ فرشتہ کو کیونکہ یہہ وہ روز ہے کہ لَا يَتَكَلَّمُونَ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ جسمین خدا کی اجازت بغیر کوئی بات بہی نہ کرسکیگا ٭ اور جب خدا کے روبرو جانے اور اوس روز کی حکومت مین حاضر ہونے کو دلمین جاویگا تو ادنی گناہ سے بہی اوسکے دلمین لرزہ آویگا۔ بہرشتر بے مہار ہوکر لذائذ دنیا مین مستغرق ہونا اور فسق و فجور مین عمر کہونا تو کجا ایسی باتین تو وہی کرتے ہین جو قیامت سے نہین ڈرتے ہین۔ اس تہوڑے سے کلام مین تمام مضامین ہدایت کو ختم کردیا اور تین آیتون مین بیشمار الہامی اور روح کو زندہ کرنے والی باتونکو بہردیا۔ اب جو کوئی اسکلام سے واقف ہوکر ان الفاظ سے خدا کی ثنا و صفت کرکے اوسکو یاد کریگا بالخصوص نماز مین کہ جہان طہارت جسمانی بہی ہے اور پہر ہر عضو سے مضمون محبت بہی ادا کیا جاتا ہے کبہی دست بستہ کہڑا ہوکر یہہ کلام مونہہ سے بولتا ہے کبہی شوق مین اگر پاؤن پڑتا ہے تو اسقدر دل پر انوار الہی اور فیوض نامتناہی فائض ہونگے کہ بیان سے باہر ہین اس مطلب کے علاوہ اس کلام مین اور جو کچہہ اسرار ہین بیشمار ہین ہین دو ایک بطور نمونہ کے بیان کرتا ہون۔

۱ یہہ کہ ہر ایک جملہ دوسرے سے زنجیر کے حلقون کی طرح مربوط ہے گویا کہ ایک دوسرے کی دلیل ہے چنانچہ الحمد للہ (کہ تمام تعریفین اور خوبیان خدا ہی کے لئے ہین) ایک بڑا بہاری دعوے ہے کہ جسکا منکر انکار کرسکتا ہے کہ بعض خوبیان فلان کے لئے بہی ہین یا سرے سے ہم اللہ کو نہین مانتے یا ان خوبیون کا اللہ کے لئے ثبوت نہین مانتے پس جب اسکے بعد رب العالمین کہا تو ان تمام شکوک کو بڑی دلیل قوی سے دفع کردیا (جیسا کہ آپ جان چکے ہین) پہر جب الرحمن الرحیم کہا تو گویا تمام عالم کے رب ہونے کے لئے کامل شہادت ادا کردی کیلئے کہ تمام عالم کی پرورش اسیکا کام ہے کہ جو رحمن و رحیم ہے اور اسمین اسطرف بہی اشارہ ہے کہ وہ یہہ تربیت باختیار خود کرتا ہے نہ بمجبوری جیسا کہ حکماء یونان سمجہتے رہے ہے۔ اور مالک یوم الدین گویا الرحمن الرحیم کے لئے تتمہ اور تکملہ ہے کیلئے کہ گو دنیا کی لاکہون نعمتین اور بیشمار خوبیان کسیکو اوسکی رحمت سے حاصل ہوجائین مگر تا بکے آخر

عزیزیا نہ اس ملک سے جانا اور ہر چیز کو چھوڑ جانا ہے - کیونکہ یہہ ترکیب[1] اجسام ایک روز منہدم ہونے والی ہے یہہ خاک کا گھر مٹی مین ملنے والا ہے ۔ ہمارے بدن کے وہ حالات کہ جو تیس برس یا چالیس برس بعد پیش آتے ہین زبان حال سے یہہ خبر سناتے ہین ادہر بال سفید ہونے لگے اُدہر چہرہ کی تازگی مین فرق آنے لگا - آنکہہ کان بہی جواب دینے لگے سب کیل و پرزے ڈہیلے ہونے لگے طبیعت اپنے کاروبار سے معطل ہونے لگی ایک دن بلبلہ سا بیٹہہ گیا سب عیش و آرام خواب و خیال ہو گئے سب نعمتین جاتی رہین پس جب تک اوس عالم مین سب نعمار اور ہر طرح کی فرحت نصیب نہوئی تو کچہہ بہی نہوا پس مالک یوم الدین ہونا اس رحمت کو کمال تک پہنچا دیتا ہے - کیونکہ مالک روز جزا وہان یہان سے بڑہ کر دیگا - اور اوس غیر متناہی زمانہ مین بہت کچہہ سلوک اور احسان کرے گا یہہ کمال رحمت ہے

۲ آپ یہہ تو جان ہی چکے ہین کہ نبی بندون اور خدا مین ایک واسطہ ہے کہ جو بندون کو خدا سے ملاتا اور باہم میل وجول پیدا کرتا ہے - پس وس کلام مین کہ جو خدا کی طرف سے نازل ہوتا ہے اس رابطہ اور میل جول کے متعلق تمام باتین اجمالاً یا تفصیلاً ہونی ضرور ہین اور اس باہمی ارتباط اور رشتہ کا مدار چند چیز پر ہے ۔ (اول) یہہ کہ خدا تعالے کی ذات اور جمیع صفات کا بندون کو یقین کرا دے اور مشاہدہ سا کر کے دکہا دے نہ یہہ کہ صرف بیان غیر کافی اور دعوی غیر شافی پر بس کرے -

[1] ترکیب اجسام کے لحاظ سے سبکے بے بنیاد یہہ نرم جسم حیوانات اور نباتات ہیں پہر جمادات اسلئے دنیا مین جسقدر جمادات کی عمر ہے وہ حیوانات نباتات کی نہین - یہہ جمادات وہ ہین کہ جو قدرتی ترکیب سے مرکب ہین - جیسا کہ چاندی سونا ہیرا وغیرہ ورنہ ترکیب صناعی کو وہ استحکام کہان - شاہجہانی عمارتین بہی کئی سو سال بعد ہلنے لگئے ہین - ایک دوست کا مکان دیکہنے کا بعد مدت کے اتفاق ہوا گیا دیکہتا ہون کہ ہر جگہہ کا چونہ جہڑ گیا دیوارون مین دہرا و دہتر دراڑین پڑ گئین نہ کمرہ پر وہ رونق ہے نہ کڑی تختہ کا وہ حال ہے یہہ دیکہکر ترکیب انسانی کی طرف دہیان آیا کہ اسیطرح یہہ گل بہی مرجہا تا ہے - اور اس خانہ تن کا نقشہ چند روز مین کیسا بگڑ جاتا ہے - شعر حیف آن گلرخان کفن پوش شدند * وز خاطر یک دگر فراموش شدند * آنانکہ بصد زبان سخن می گفتند * آیا چہ شنیدند کہ خاموش شدند * پہر چند احباب و اقارب کی وہ شکلین کہ جو ہمارے روبرو خاک مین مل گئین تہین آنکہون کے سامنے کہڑی ہو گئین - اور بے اختیار دل آنکہون سے آنسو ہو کر بہنے لگا سفلہ مقدر رہو تو خاک سے پوچہون کہ اے لئیم * تو نے وہ گنجہاے گرانمایہ کیا کئے * ۹ اس بے بنیاد ہستی مین یہ کچہہ غفلت و خر مستی اور مصائب پر بیقراری اور دکہہ پر آہ و زاری ہے ۵ اے شمع صبح ہوتی ہے روتی ہے کسلئے * تہوڑی سی رہ گئی ہے اسے بہی گزار دے * اس مضمون کو قرآن مجید نے اکثر مقام پر بڑی خوبی کے ساتہہ بیان کیا ہے - ایک جگہہ گہانس کے ساتہہ تشبیہ دیکر یہ مثال بیان کی ہے - جیسا کہ فرماتا ہے - كَمَثَلِ غَيْثٍ أَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهُ ثُمَّ يَهِيجُ فَتَرَاهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُونُ حُطَامًا - الآیۃ ۱۲ منہ

اور یہہ بات عالم جاہل حکیم و فلاسفر سب کے حصہ مین علی قدر استعداد ابہم باران رحمت کیطرح آوے سوائے عنادی اور ازلی کور باطنون
کے ہر شخص اس سے پورا فیض پاوے سو یہہ بات اسوقت مین کہ جب سلسلہ نبوت کو تمام کرنا منظور ہو ازحد ضرور ہے اور یہہ بڑی بہاری بات ہے
بلکہ جو شخص رہنمائی کا بیڑا اٹہاوے اور سلسلہ نبوت کا خاتم ہو اوسکے لیئے کرامت اور معجزہ ہے - اور یہہ اول امر اسلیئے ضروری ہے کہ انسانکے
جبلی عادت ہے کہ وہ غیر محسوس چیز کا مشکل سے قائل ہوتا ہے اور ذات باری بہی محسوس نہین اسلیئے سیکڑون ملحد اسی وادی شکوک مین سر ٹکرا کر
مر گئے - اور سیکڑون کی چشم حق بین پر ظلمات کے پردہ پڑ گئے - اور یہہ مقتضی جسمانی اور اثر شیطانی ہے (دوم) وہ نبی اپنے نور نبوت سے
اس عالم کی ابتدا اور انتہا اسطرح سے دکہا دیوے کہ عقل کے نزدیک جسطرح اوس چیز کی ابتدا و انتہا مین کہ جسکو اپنے روبرو بنتے دیکہا
پہر بگڑتے دیکہا کوئی شک نہین رہتا ایسا ہی اس مجموعہ کائنات کی ابتدا و انتہا مین کوئی شک باقی نرہے تاکہ سوائے خدا کی نہ کسیکو قابل
عبادت سمجہے نہ کسی سے مدد مانگے نہ کسیکو الوہیت کا حصہ دار جانے اور یہاں کی چیزونکو فانی اور نعما دنیا اور مصائب دہر کو آنی جانی جانکر ہر عالم مین
اوسیکا خیال رکہی اور اپنے آپکو مسافر تیز رو جانی کیونکہ تمام اصول سعادت اسی پر موقوف ہین (سوم) یہہ کہ خدا تعالی سے وہ محبت پیدا کرا دے کہ جو عقل
سلیم کے نزدیک اوسیکی ساتہہ جائز ہو یعنی ہزار جان و دل سے قربان ہونیکو آمادہ ہے جسکو عشق یا حقیقی محبت کہتے ہین یہہ کہ صرف بانسے یہہ کہکر
بس کرے کہ خدا سے محبت کرو اور ایسی ویسی محبت کرو کیونکہ سب سے اخیر روحانی حکیم کا یہی کام نہین کہ وہ یہہ کہکر چلا جاوے کہ تندرستی حاصل کرو بیماری دفع کرو
بلکہ اپنی تدبیر مجربہ سے علاج کرکے مرض زائل کر دے سابق کہ تمام انبیا کی تعلیم کی یہی علت غائی اور مقصود اصلی ہے (چہارم) یہہ کہ نیک چلنی اور تمام دینی
اور دنیاوی کاروبار مین راہ راست کو اختیار کرنے پر پہلے لوگونکے اچہے برے حالات اور انکے نیک و بد نتیجہ کو یاد دلا کر خوب آمادہ کیا جاوے کہ اونکے
دلین بہی بد باتونکا خوف اور نیک باتونکا شوق پیدا ہو جاوے اور جسطرح دنیاوی کاروبار کو کسی نتیجہ پر یقین کرنے سے از خود اختیار کرتے اور اونکے بجا لانے
مین جو کچہہ مشقت اوٹہاتے ہین اس نتیجہ کے شوق مین اسکو خاطر مین نہین لاتے ہین اسیطرح ہر عمل کا نتیجہ نیک و بد لوگونکے روبرو ہر وقت تصویر بنکر
کہڑا رہے جس سے وہ از خود نیک عمل بجا لاوین اور بُرے کاموں سے بچنے مین سعی کرین - نہ یہہ کہ فقط اسی بات پر بس کی کہ فلان کام کرو اور
فلان نکرو اور نہ پہلے لوگونکی کہانیان کہکر قصہ خوانونکی طرح اپنی محفل کا رنگ جماوے اور وہ نبی بلا سود اپنے کتاب کو روزنامچہ یا تاریخ
بناوے - یہہ وہ چار اصل الاصول ہین کہ جنپر عقلمند لوگ نظر غور سے صاد کرتے ہین اور جنکی خوبی کا ہر اہل مذہب قائل ہے ہم ہین اب دیکہیئے کہ

ان چارون کو

خدا تعالی نے کس خوبی کے ساتہہ اپنی ایک تہوڑی سی کلام مین بیان کر دیا کہ جسکو ذرا بہی سمجہہ ہو تو وہ بہی اس کلام مقدس پر سو جان سے
ایمان لاوے (اول) امر کو الحمد للہ رب العالمین مین مشاہدہ کرا دیا کیونکہ جب تمام عالم درجہ بدرجہ کمال کو پہونچتا اور اوسکا ہر جزو وقتاً فوقتاً
پرورش پاتا ہے جیسا کہ ہم بیان کر آئے ہین اور مشاہدہ بہی اسکی تائید کر رہا ہے تو اب اس تمام عالم او مجموعہ کائنات سے علیحدہ ایک شخص
سب کے موجود ہونیکی ہین کہ جو مربی اور قادر اور حلیم و حکیم مرید و سمیع و بصیر رحمن و رحیم ہے البتہ اوس عقل کے اندہے کو شک ہوگا کہ جو کسی شخص

دکرسی کو دیکھکر اوسکے بنانیوالے کے وجود اور صفات صنعت و قدرت مین شک کرتا ہے ورنہ عقلمند کو تو مشاہدہ سے بڑھکر اسبات
کا یقین ہوگا - دیکھیے جب کوئی کسی پردہ کے پیچھے سے کوئی دیوار بنائے اور رفتہ رفتہ چنکر اوسکو تیار کرے پس اس دیوار کی
حالت دیکھنے والیکو اوس شخص کے وجود کا ایسا ہی یقین ہوگا کہ جسطرح اوسکو عیانا دیکھنے سے ہوتا اور اسکی صفات ور اس دیوار کے
حدوث مین بہی کوئی شک باقی نرہیگا اسیطرح جو شخص ہر چیز کو خدا ہی کے ید قدرت سے پرورش پاتے اور گہٹتے بڑہتے دیکہتا ہے
وہ بہی اوسکی ذات اور صفات پر اعلی درجہ کا یقین کہتا ہے اگرچہ یہان بہی اوسکی صفات معلوم ہوتے ہیئے مگر الرحمن الرحیم
مالک یوم الدین مین اور بہی کہولدیا اور مشاہدہ کرکے دکہادیا - اب غور کیجیے یہہ برہان مفید ہے یا یہ کہنا کہ ابتدا مین خدا نے
آسمان کو اور زمین کو پیدا کیا الخ جیساکہ سب سے اول توراۃ مین کہا گیا ہے نہین ہرگز نہین کسلیئے کہ اسکو تو وہی مانیگا کہ جو خدا
کا قائل اور الہام کا بالخصوص اس کلام کا مقر ہوگا ورنہ وہ کہہ سکتا ہو کہ جائز ہے کہ آسمان زمین قدیم ہون اور خدا موجود نہو بخلاف اسکے
عبارت قرآنیہ کے کہ اسنے منکر و ملحد کے تمام شکوک و شبہات کی جڑ اکہاڑ دی اور اسبات کو اس قوی برہان سے ثابت کردیا گویا مشاہدہ
کرادیا لہذا اسلیئے بہی قرآن کا نازل ہونا ضروری تہا اور دیگر کتب انجیل وغیرہ مین تو اتنا بہی نہین جیساکہ ہم ہر کتاب کا سرنامہ کہہ آئے
بہی کہاتے ہین - امر دوم کو بہی اسی جملہ الحمد للہ رب العالمین سے مشاہدہ کرادیا کسلیئے کہ جب عقل نے اپنی آنکہون سے عالم کو ہر وقت ایک غیر شخص کا
محتاج دیکہہ لیا کہ جو غیب سے اوسکو ہستی کا حصہ عطا کرتا ہے اور پہر ان اسکی تربیت سے فیض اوٹہاتا ہے تو ابا سکے حادث ہونے اور اسکی ابتدا اور انتہا
مین کیا شک باقی رہگیا یہ بات بہی ایسی فطری الیقین ہے کہ جیسی پہلی بات اس برہان سے پس جو شخص ذرا بہی غور کریگا تو اپنی عقل کی دونو
آنکہون سے جسطرح خدا تعالی کو جمیع صفات مشاہدہ کریگا اسیطرح اسکے مربوب مصنوع عالم کے احتیاج اور حدوث اور فنا پذیر ہونے کو بہی دیکہہ لیگا
ایک بڑا حکیم اور فلسفی جو فن الہیات مین بیشمار دلائل سے ان دونو باتون کو ثابت کرکے لطف اوٹہاوے یا کوئی صاحب قوت روحانی اپنے مکاشفہ
اور نور نبوت سے یہانتک پہونچ جاوے تو اوسکا علم اور یقین اس امر مین اس سے زیادہ نہوگا کہ جو اس کلام اور اس برہان سے فیض
پانیوالیکو حاصل ہے - توراۃ کا جملہ مذکورہ تو اس امر مین اسی نقصان پر ہے جو پہلے امر مین تہا - اور کتابون مین تو اتنا بہی نہین
بہی نزول قرآن کے لئے ایک بڑی ضرورت تہی (امر سوم) کو الحمد للہ رب العالمین - الرحمن الرحیم - مالک یوم الدین سے
ثابت کیا بلکہ دلنشین جاوبا کسلیئے کہ محبت کی دو قسم ہین ایک ذاتی کہ بغیر طمع کسی نفع کے اوسکی ذات سے ایک جذب مقناطیسی کیسی
کیفیت پیدا ہو جائے دوسری صفاتی کہ کسی سے پہلے حقوق اور حال کی نعمتون اور آیندہ کی امیدون سے محبت کیجاتی ہے - پہر
صفاتی کی تین قسم ہین ایک پہلے حقوق کے لحاظ سے دوسرے حال کی بخششون اور نعمتون سے تیسرے آیندہ کے لئے بہتری اور قسم
کی بہلائی کی امید سے - اور تمام دنیا کی محبتون کو بہی جو آپ غور کرینگے تو وہ انہین مین سے ایک محبت ہوگی - پس کیسے محبت
پیدا کرنیکی یہی صورت ہے کہ یا اوسکو جلوہ ذات دکہایا جاوے یا ان تینون صورتون مین سے ایک کو یاد دلایا جاوے بلکہ خود دل پر

لکہدیا جاوے - اور جہان کہ جلوہ ذات اور یہ تینون حالات بہی سامنے کہڑے کردیے جاوین تو وہان محبت کا
کچہہ ٹہکانا ہی نہین اسکے مقابلہ مین زبانی محبت کرنیکا حکم دینا وہ نسبت رکہتا ہے کہ جو کسی پیاسے کو برف کے شربت پلانے
سے زبانی پانی پانی ہو کہنا نسبت کہتا ہے پس اس اہم امر کو خدا تعالی نے ان تینون جلوون سے دلون پر نقش کردیا اور ہر قسم کی
محبت سے دلکو بہر دیا - الحمد للہ مین اپنی ذات مجمع الصفات کا جلوہ دکہا کر ذاتی محبت کا پیالہ پلا دیا اور رب العالمین مین حقوق سابقہ
و لاحقہ تربیت اور حاجت روائی کو یاد دلا کر شیدا بنا دیا اور الرحمن الرحیم سے اپنی ہمہ وقت رحمت و عنایت کا امیدوار رہنا کے مفتون
کردیا اور مالک یوم الدین سے تو آخرت کی نعما باقیہ اور عنایات غیر متناہیہ کا نقشہ دلپر جما کر اپنا دیوانہ کردیا اور مجنون بنا دیا - اور
اسی لیے ایک جگہہ قرآن مجید مین اسلام پر ایمان لانیوالیکی نسبت یہ فرمایا ہے وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ کہ اہل ایمان اللہ سے
سب چیزون سے زیادہ محبت رکہتے ہین - اور بہی کئی جگہہ اسیطرح پر ارشاد فرمایا ہے - اسوقت دنیا مین جو لوگون نے الہامی کتابین فرض کر رکہی ہین
انمین اس اہم مسئلہ کا پتا ہی نہین چنانچہ انکے سرنامون سے آپکو معلوم ہوگا اور جو کہین کچہہ ذکر بہی ہے تو صرف محبت کرنا فرمایا ہے نہ محبت کا
طریق بتلایا ہے نہ اوسکو دلون مین جمایا ہے - اسیلیے جسقدر اس امت محمدیہ مین محبان خدا گذرے ہین اور اب بہی ہین اور آیندہ ہونگے کسی مین
سوان حصہ بہی نہین کیونکہ محبت کا نتیجہ اول تو پوری پوری اطاعت ہے جیسا کہ فرماتا ہے قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِي
کہ اگر تم خدا سے محبت رکہتے ہو تو میرا کہا مانو کیونکہ اطاعت رسول عین اطاعت الہی ہے سو یہ فرمانبرداری اور جان نثاری جسقدر اس امت
مین اپنے رسول کے لیے پائی جاتی ہے اسکا بیسون حصہ بہی کسی مین نہین موسی علیہ السلام کی امت کی سرکشی تو ضرب المثل ہے حضرت عیسی
علیہ السلام کے بارہ حواری گو مطیع تہے مگر آنحضرت علیہ السلام کے صحابہ سے کیا نسبت جنہون نے حضرت پر اپنی جان کو تہلکہ مین ڈالکر
خدا کے دشمنون سے بڑے استقلال سے مقابلہ کیا اور مسیح علیہ السلام کے ایک حواری نے تو چند روپے لیکر انکو دشمنون کے پنجہ مین پہنسا دیا
اور حضرت شمعون پطرس اور دیگر حواری کافور ہو گئے (جسپر عیسی علیہ السلام نے سب کو بے ایمان اور سخت دلی کا لقب عطا کیا (انجیل
مرقس باب ۱۶) اور اخیر مرتبہ محبت کا یہہ ہے کہ اوسکے شوق مین اپنی جان اور جسم کو اوسپر فدا کرکے وصال کا طالب ہو ع
خرم آنروز کزین منزل ویران برویم :: راحت جان طلبیم و پی جانان برویم :: در ہوای رخ تو ذرہ صفت رقص کنان :: تا لب چشمہ
خورشید درخشان برویم :: اس مرتبہ کو زبان شریعت مین شہادت اور عرف طریقت مین فنا فی اللہ کہتے ہین اس محبت الہی نے
اسلام مین یہانتک ترقی کی کہ مرنے جینے کہانے پینے ہر کاروبار مین اوسیکا واسطہ اور اوسیکا ذکر مقدم سمجہا جاتا ہے ع
کار ما عشق و بار ما عشق است :: حاصل روزگار ما عشق است :: اور شہدا اور اولیاء اللہ اس امت مین انبیاء بنی اسرائیل کے ہم پلہ
گذرے ہین جنکے خرق عادات و کرامات کا ایک عالم مقر ہے یہ فیض حواریون مین ہیکر منقطع ہوگیا اس امت مین قیامت تک رہیگا دوسری
صدی عیسوی سے لیکر ابتک عیسائی بہی کسی سچے عیسائی کا پتا نہین بتلاتے کہ جسپر زہر اثر نکرے سانپونکو اٹہالے اسکا ہاتہہ

لگتے ہین بیمار تندرست ہوجاوین (انجیل مرقس ۲) یہہ بھی نزول قرآن کے لئے ایک بڑی ضرورت تہی (۳) واضح ہو کہ جب انسان کے دل پر تینون باتین
خوب جلوہ گر ہوجاتی ہین تو پہر اُسکی آنکھون مین کسیکی ہستی مستقل نہین معلوم ہوتی چہ جائیکہ اوس سے طلب حاجات و اوا عبادات بلکہ وہ ہر کام مین خدا ہی
سے استعانت چاہتا اور اُسیکی عبادت کرتا ہے اسلئے ان تینون آیتون کے بعد ایاک نعبد و ایاک نستعین بندہ کے موُنہہ سے کہلوادیا (امر چہارم) کو اہدنا الصراط
المستقیم صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین مین واضح کردیا کیونکہ جب بندہ کو ہر امر مین راہ راست چلنے کی ترغیب دی اور سیدہی راہ چلنے والونکو جو
نیک نتیجہ ملا وہ بتلادیا اور اسکے برخلاف افراط و تفریط کرنیوالون اور راہ راست کو چہوڑنیوالون کا ثمر غضب الٰہی و گمراہی ہے انکا حال بیان کرکے جتلادیا تو گویا
ہر کام کا نیک و بد نتیجہ دنیاوی و اُخروی آنکہون سے دکہادیا۔ پس جسطرح ان تینون مضامین کی شرح قرآن مجید مین جا بجا ہے اسیطرح اس امر چہارم کی شرح کیلئے
بہی موسیٰ اور فرعون اور دیگر انبیاء اور اُنکے اعداء کا حال بیان کرکے متنبہ کردیا اور پہر عالم آخرت کے نیک و بد نتائج مختلف طور سے بیان کرکے
تو دل کو عالم آخرت کے شوق اور اپنے خوف سے بہر دیا۔ چونکہ توراۃ اناجیل مین یہ بات نہین بلکہ صرف مورخانہ طور پر ابتدا سے آخر تک روزنامچہ
نویسی کی ہے اسلئے اسکی اصلاح کے لئے بہی قرآن کا نازل ہونا ضرور تہا (۳) ان تینون آیات مین رحمت و غضب کی جیسی رعایت
منصب الہام کو ضرور تہی ویسی ہی رکہی چنانچہ اس اُمت مرحومہ کے لئے یہہ مناسب تہا کہ آثار غضب کی بہ نسبت اطوار رحمت کو زیادہ
ظاہر کیا جاوے اسلئے رب العالمین اور الرحمن الرحیم دو جملہ تو وہ بیان کئے کہ جنسے رحمت ٹپکتی ہے اور پہر خوف دلانیکو جیسا آتے ہین تک
مالک یوم الدین کو بہی ذکر فرماکر چوگنا کردیا تاکہ رحمت پر مغرور ہوکر جرأت نہ پیدا ہوجاوے الغرض افراط و تفریط کا کامل اجتناب کیا نہ سراسر
رحمت نہ بالکل غضب بلکہ مناسب مناسب۔ یہ کمال حکمت ہے (۴) مبدء و معاد کو بہی برابر یاد دلایا جسطرح الحمد للہ رب العالمین الرحمن الرحیم
مین آفرینش اور پرورش دنیا کا ذکر تہا تو اسیطرح مالک یوم الدین مین آخرت کو یاد دلادیا (۵) ہر ایک موقع پر وہ مناسب لفظ بولا گیا
کہ اگر اور لفظ بولا جاتا تو مطلب فوت ہوجاتا چنانچہ الحمد کی جگہ المدح و الشکر مین یہ بات حاصل نہوتی کیونکہ مدح غیر اختیاری کمالات پر
ہوتی ہے اور یہان خدا تعالےٰ کے کمالات کا اختیاری اور عدم اضطراری ہونا ثابت کرنا مقصود تہا تاکہ فلسفۂ یونان کا یہ غلط خیال رد
ہوجاوے کہ یہ عالم اوس سے بایجاب (بالاضطرار) سرزد ہوا ہے اور وہ بے اختیار ہر چیز کی پرورش کرتا ہے اور اسیطرح شکر کسی نعمت عطا
کرنے پر ہوتا ہے نہ کمالات ذاتیہ پر بخلاف الحمد کے کہ وہ سب پر ہوتی ہے پس اسلئے لفظ حمد کو اختیار کیا اور اسکے ساتہہ الف لام بہی
بڑہا دیا تاکہ فائدہ استغراق دیوے اور ہر حمد اسیکے لیے ثابت ہوجاوے۔ کلام عرب مین الف لام اکثر اسم نکرہ پر آتا ہے جیسا کہ انگریزی مین
نون (نکرہ) پر لفظ دی آتا ہے اور یہ لام چار قسم ہے کیونکہ اگر اس سے کوئی شخص خاص مراد ہے جیسا کہ الرجل یعنے وہ آدمی تو اسکو
لام عہد خارجی کہتے ہین اور اگر ماہیت مراد ہے تو پہر یا صرف ماہیت بلا لحاظ تحقق افراد ہے تو اوسکو لام جنس کہتے ہین جیسا کہ
الرجل خیر من المرأۃ مین جنس رجل (مرد) مراد ہے اور اگر وہ ماہیت افراد مین متحقق ہونے کے لحاظ سے ہے تو یا کل افراد مراد ہونگے تو
اوسکو لام استغراق کہتے ہین جیسا کہ الحمد مین کل افراد حمد مراد ہین خواہ کوئی حمد کسی کی کرے سب انجام کار خدا ہی کی حمد ہین کیونکہ

جسکی کوئی حمد کریگا تو کسی کمال پر کرے گا سو وہ اسیکے سامنے آیا ہے - نوکرون کے جود وسخا کی تعریف درحقیقت
آقا کے جود وسخا کی تعریف ہے کہ جسکے مال کو اوسکی اجازت سے دیتے ہین - اور اگر کل افراد مراد نہین بلکہ بعض غیر معین
تو اوسکو لام عہد ذہنی کہتے ہین جیساکہ کوئی شخص اپنے نوکر کو کہے اعط الرجل کہ کسی شخص کو یہہ صدقہ دے آ
یعنی جو ملے کسیکی خصوصیت نہین اس تقسیم کے بیان کرنے مین علماء اصول اور بیان کے مختلف عنوان ہین -
تلویح اور مطول مین علامہ سعدالدین علیہ الرحمۃ نے اسکی خوب تحقیق کی ہے اور اسیطرح للہ کی جگہہ للغفور یا
کوئی اور نام آتا تو یہہ مطلب حاصل نہوتا کسلئے کہ دعوے یہ ہے کہ کل خوبیان خدا کو ہین سو اسکے لئے
وہ اسم لانا چاہئے کہ جسمین کل خوبیان مجتمع ہون تاکہ اوسی دعوے مین دلیل پیدا ہوکر ایک عجیب لطف
حاصل ہو سو اسکے لئے سوائے لفظ اللہ کے کہ جو اوس ذات واجب الوجود کے لئے مقرر کیا گیا ہے کہ جس مین
تمام صفات کمالیہ ہون اور کوئی اسم صلاحیت نہین رکہتا کیونکہ اور اسماء صفاتیہ ہین اون مین خاص ایک
صفت کا لحاظ ہے - اور اسیطرح رب العالمین مین رب کی جگہہ اگر صانع اور خالق کہتے تو مقصود حاصل نہوتا
کسلئے کہ مقصود یہہ تہا کہ دہریہ اور منکر کے رو برو ذات باری تعالے کو ثابت کیا جاوے
سو یہہ بات لفظ رب مین حاصل ہے کہ جس سے ہر چیز کا ہر وقت حادث اور محتاج ہونا
دیکہکر جلد یقین ہوجاوے کہ آخر اس سلسلۂ ممکنات کا ہر وقت پرورش کرنے والا ضرور کوئی
واجب الوجود جامع الصفات ہے ورنہ اگر یہہ چیزین خود بخود ہوئین تو پہر انکے وجود کی باگ
کون روکنے والا ہے کہ جو ٹہہر ٹہر کر ہر چیز عطا کرتا اور بتدریج میدان ہستی مین آنے دیتا ہے -
کیون یکبارگی نہوگئین بخلاف لفظ خالق وصانع کے کہ اون مین یہہ بات حاصل نہین ۰ اور اسیلئے
خدا تعالے کے ثبوت وجود کے لئے اس برہان تربیت سے کوئی دلیل بڑہکر کیا برابر بہی نہین -
اور اسیطرح اگر العالمین مین جمع کی جگہہ لفظ مفرد عالم لاتے اور رب العالم کہتے تو وہ مدعا کہ جو ہمنے بیان
کیا حاصل نہوتا - کیونکہ گو حکماء یونان اور زرتشتیون اور کہوم ہیٹون اور قدماء ہنود اور بہت
سے لوگون کا یہہ عقیدہ غلط ہے (کہ ہر نوع کے لئے ایک رب ہے کہ جسکا بت بناکر اب تک ہندوستان
مین ہنود پوجتے ہین - اور جہلاے عرب نے بہی ہر کام کا ایک حاجت روا بناکر سیکڑون بت کعبہ مین اور
دیگر مقامات مین رکہہ چہوڑے تہے) مگر اونکے مقابلہ مین خدا کو رب العالم کہنا نفی شرک اور بت پرستی مٹانے
کیلئے چندان موثر نہوتا اور جب رب العالمین کہا تو سبکو خدا کی بے نہایت قدرت وعظمت جتلاکر

اور رب معبودون پر فوقیت مشاہدہ کرا کر خواب غفلت سے جگادیا کہ اے نادانو ذرا یہہ تو جانو کہ اول تو جسکو تم جس چیز کے لیے رب
قرار دیتے ہو وہ بہی رب حقیقی نہیں ہے باپ بیٹے کے لیے نہ ماں اولاد کے لیے نہ بادشاہ رعیت کے لیے نہ ارواح و ملائکہ نہ ستارے نہ چاند
و سورج نہ جوالاکہی آگ کا مالک ہے نہ بھیرون کا کچہہ پانی پر اختیار ہے علی ہذا القیاس اگر یہہ بہی فرض کیا جاوے
تو پہر سب کا رب کون ہے اور تمام عناصر و اجسام اور علویات و سفلیات آسمان و زمین کسکے قبضہ مین ہین سو وہ حقیقی رب ہے عبادت
اور استعانت اوسیکا حصہ ہے ۔ درحقیقت انسان جب تربیت کے مضمون کو خیال کرے اور جو جو چیزین ایک ادنے چیز کی
تربیت مین درکار ہین اونکو سوچیگا تو یقینًا یہہ کہہ اوٹہیگا کہ ایک نوع کا رب رب نہین کسلیے کہ تربیت اور پرورش ایک نوع
کی بغیر اسکے کہ اوسکو جمیع انواع پر اختیار کلی ہو ممکن نہین فرا انسان کی پرورش مین صرف روٹی ہی کو خیال کر لیجیے کہ
اسکے لیے آفتاب کی حرارت اور ماہتاب کی برودت اور بارش اور ہوا اور زمین کی صلاحیت وغیرہ وغیرہ کتنی چیزین درکار ہین
سو وہ کل ایک رب النوع کے بس کی نہین پس وہ رب النوع ایک روٹی حاصل کرنے پر تو قادر ہی نہین اور جمیع امور مین تو کیا خاک
تربیت اور پرورش کریگا ۔ اب یہانسے ہنود وغیرہ اون مذاہب کی حقیقت اور اونکے پیشواؤنکی عقل کی تیزی اور صفائی تو
آپکو بخوبی معلوم ہو گئی ہوگی کہ جنہون نے عناصر اور کواکب پرستی کو طریق نجات ٹہیرا دیا اور دسا نیر اور وید ون اور
پرانونکو انہین لغویات سے بہر دیا ۔ جو اللہ کو رب العالمین جانیگا وہ تو ان کو اور پہر ان طریقون کے پابند ہو کر ریاضت کرنے
اور ترک گوشت کرنے اور بعض قومون کے پانی کہانے سے بچنے کو مدار نجات یا مکتی کا باعث جاننے والیکو تو کس درجہ کی جہل
مرکب مین گرفتار جانکر اوسپر تاسف کریگا ۔ یاد رہی صاحب دیکہیے قرآن کے ایک لفظ نے کسقدر جنمی اندہونکو بینا اور مرض مہلک کے
بیمارونکو تندرست کر دیا اور کسقدر مردہ روحونکو زندہ کر دیا تمہارے تمام اناجیل و توارات اور قرآن کا یہہ ایک لفظ ذرا دونونکو
دو پلون مین رکہکر تو تولو اور پہر انصاف سے بولو ۔ حضرت مسیح علیہ السلام نے تو دو چار بیمارون اور دو ایک مردون اور دو ایک
اندہونکو معجزہ دکہا کر تندرست اور زندہ کیا اور وہ تندرستی اور زندگی بخشی کہ جو جسم فانی سے متعلق تہی اور اخیر نبی سید المرسلین علیہ السلام
کے تو ایک لفظ نے حیات ابدی اور صحت روحانی بخشی ۔ اب دیکہیے کونسا معجزہ بڑہکر ہے ۹ سے کیا ایک لفظ سے عالم کو زندہ
یہہ اک ادنے ہے فیضان محمد + بیون مین آپکے کیا ہی اثر ہے مسیحا بہی ہین قربان محمد + اور اسیطرح الرحمٰن الرحیم کی
جگہہ اگر کوئی اور لفظ بولا جاتا تو وہ لطف کہ جو ہمنے ان دونون لفظون کی تفسیر مین بیان کیا ہے حاصل نہوتا اور اسیطرح
اگر رحیم کو پہلے اور رحمٰن کو پیچہے لاتے تو وہ بات فوت ہو جاتی ۔ اور اسیطرح مالک یوم الدین مین اگر لفظ مالک کی جگہہ
حاکم کہتے تو یہہ بات حاصل نہوتی کسلیے کہ کسی چیز کا مالک ہونا اوسپر کلیۃً اختیارات کو ہاتہہ مین لانا ہے بخلاف حاکم کے
کہ اوسکو اپنے محکوم پر ایک اختیار خاص کے سوا اور کوئی اختیار نہین ہوتا بلکہ خاص و حاکم عام ہے اور خاص مین عام بہی

آجاتا ہے۔ اوراسیلیے جو مالک کو ملک پڑہتے ہین اونکے قول کو مرجوح ٹہیرایا جاتا ہے - اوراگر مالک کے بعد لفظ یوم نہ لاتے بلکہ مالک الدین کہتے تو یہہ مقصود اعظم کہ جو قیامت کا ثابت کرنا ہے حاصل نہوتا کسلیئے کہ دین (دان یدین سے) جزا کو کہتے ہین عرب بولتے ہین کما تدین تدان کہ جیسا کریگا ویسا بہریگا + پس یہہ جزا ہر وقت نہین ہوتی بلکہ خواہ جزا ر دنیاوی ہو خواہ اُخروی اوسکا ایک وقت ہوتا ہے اور یوم سے مراد بہی یہان مطلق وقت ہے اگر لفظ یوم ذکر نکرتے تو جزا رکا موقت ہونا سمجہا نجاتا تو ہر وقت جزا رنپانے سے خواہ مخواہ بہت سے کجرو لوگونکے دلون مین عدالت مین شبہ آتا اور اپنے افعال نیک پر اوسی وقت نیک نتیجہ مرتب ہونے سے نیکی کرنے والا مایوس اور بدکام کا برا نتیجہ اوسی وقت نہ پانے سے شہرا ور دلیر ہوجاتا پس جب یوم کہا تو دونون کو آگاہ کردیا اور جزا رکامل کے وقت (قیامت) کو مبہم کرکے دلکو خوف و اُمید سے بہردیا اور یہہ بات قانون نبوت کیلیے اصل الاصول ہے [٦] یہہ کہ اسکلام مین جو خدا نے اپنے بندے کو حمد کرنے سے تقرب کا رستہ سکہلایا تو اوسکلام کے ساتہ حمد کرنی بتلائی کہ جس سے ہر طرح کی تاریکی روحانی (خواہ اعتقاد سے متعلق ہو خواہ عمل سے) زائل ہوتی ہے اور پہر اس حمد کو تین اوصاف پر قایم کیا اول یہہ کہ حمد اوس ذات کے لیئے ہے کہ جو تمام جہان کا پرورش کرنیوالا ہے دوم یہہ کہ وہ نہایت مہربان ور رحیم ہے سوم یہہ کہ وہ یوم جزا کا مالک ہے - اسمین یہہ اشارہ ہے کہ جسمین یہ تین وصف نہ پائے جاوین وہ ہر قسم کی حمد کا مستحق نہین اور جب حمد کا مستحق نہین تو پہر عبادت اور استعانت کا تو کیا استحقاق ہے پس اسلیئے اس کلام کے بعد وہ کلام ذکر کیا کہ جو اسکا نتیجہ ہے یعنی

---

۵۱ اور چونکہ دین سے جزا ملتی ہے اسلیئے اوسکو **دین** کہتے ہین اور اوسکو اس لحاظ سے کہ وہ ایک راہ خدا کی ہے اوسپر خلق کو چلنا چاہیئے **مذہب** اور **شریعت** کہتے ہین اور چونکہ وہ لکہنے کے قابل ہوتا ہے اس لحاظ سے اوسکو **ملّت** کہتے ہین - بات ایک ہے مگر ہر اعتبار سے ایک جدا نام ہے ۱۲ منہ

۵۲ اس نبی اخیر کی تعلیم خدا سے ملانے مین اپنا نظیر نہین رکہتی جو بات پہلی امتون کو ساری عمر مین نصیب ہوتی تہی اس امت مین اول بار حاصل ہوتی ہے سہ اول ما آخر ہر منتہی است + آخر ما جیب تمنا تہی ست + اور اسی لیئے پہلی کتابون کی طرف حاجت نرہی چنانچہ نبی علیہ السلام نے حضرت عمرؓ کو فرمایا تہا کہ تمکو موسیٰ کی کتاب کی کیا ضرورت ہے ؟ واللہ اگر موسیٰ بہی زندہ ہوتے تو میرا ہی اتباع کرتے (بخاری) انہین روح افزا باتون سے تخمیناً بتیس ۳۲ برس مین شرقاً غرباً روے زمین پر دین محمدی ابر رحمت کی طرح پہیل گیا - بہلا یہہ بات تلوار کے زور سے کہین نصیب ہوتی ہے ؟ جو لوگ یہہ کہتے ہین کہ دین محمدی تلوار کے زور سے دنیا مین پہیلا وہ اپنے تعصب بیجا سے اسلام کے نورانی چہرہ پہ دہبہ لگانا چاہتے ہین ۱۲ منہ

اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہین - اور تجہہ ہی سے (ہر کام مین) مدد مانگتے ہین +

ترکیب نعبد فعل اور ضمیر نحن فاعل ایاک مفعول ہے کہ تخصیص کے لئے مقدم کر دیا گیا ہے فعل اپنے فاعل و مفعول سے ملکر جملہ فعلیہ ہوا
وا و حرف عطف نستعین فعل با فاعل ایاک مفعول مقدم برائے تخصیص فعل اپنے فاعل و مفعول سے ملکر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف جملہ سابقہ پر

تفسیر بندہ جبکہ اسکی حمد اون اوصاف کے ساتھہ کر چکا کہ جنکی تجلی سے خدا تعالی کی ہستی اور صفات کمالیہ کا وہ نقشہ اسکے دلپر جا یا کہ اوسکے
سوا پہر اور کوئی نظرون مین نہ سمایا تو اس شوق غائبانہ نے اوسکو بارگاہ حضور تک پہونچا یا پس جیسا کہ وہ ابتدا مین خدا تعالی کو
بن دیکہے اوسکے صفات مخصوصہ سے یاد کر کے دلشاد کرتا تہا اسیطرح اب اوسکے روبرو ہو کر یہ کہنے لگا کہ ای میرے معبود مین تجہہ قربان
تیرے سوا کون ہے مین تیری ہی عبادت کرتا ہون اور تجہہ ہی سے ہر کام مین مدد مانگتا ہون - پس اس آیت کا پہلی آیتون سے ربط معلوم ہو گیا کہ یہ اون دلائل
کا نتیجہ اور اوس تعلیم کا ثمرہ ہے اور غائبانہ سے حاضر ہو کر کلام کرنیکا سر بہی منکشف ہو گیا مگر اسکلام کے اسرار و معانی بیان کرنے باقی ہین پیشتر ہم معانی بیان کرتے ہین
معانی - عبادت نہایت درجہ کی عاجزی اور انکساری ہے کہ جو کسیکی تعظیم کے لئے عمل مین آوے اور یہہ عرب کے اس قول سے
ماخوذ ہے طریق معبد اے مذلل اوس رستہ کو عرب معبد کہتے تہے کہ جسپر کثرت سے لوگ چلتے ہون اور وہ پاؤن مین روندا جا
پس اسی سے عبادت ہے کہ عابد اپنے معبود کے آگے بچہا جاتا ہے - عبادت دو قسم ہے اول وہ کہ جو ظاہر اعضاء بدن سے متعلق
ہے - دوم وہ کہ جو قوائے باطنیہ سے علاقہ رکہتی ہے - پہر اول کی دو قسم ہین - بدنی اور مالی پہر بدنی کے دو قسم ہین -
ایک یہہ کہ کوئی فعل تعظیماً عمل مین آوے - جیسا کہ سجدہ کرنا رکوع کرنا جسکو نماز کہتے ہین اور اوسکا نام زبان سے
تبرکاً لینا اوسکی تسبیح و تقدیس کرنی اوسکی کلام کو تبرکاً پڑہنا اوسکے اون مقدس مقامات مین تبرکاً جانا کہ جہان اسکے اسرار
کے نشان ظہور برکات ہون جیسا کہ حج و طواف و سعی وغیرہ مصائب و رحاجات مین اوسکو پکارنا اوسکے نام کی دہائی دینا
دعا مانگنا دوم اوسکے خوف اور ادب سے کسی کام کو عمل مین نہ لانا جیسا کہ جماع و اکل و شرب کو کہ جو نفس کے نزدیک نہایت
مرغوب ہین اوسکے لئے ترک کرنا جسکو شرع مین صوم یعنی روزہ کہتے ہین اور جیسا کہ مقامات متبرکہ مین شکار نہ کہیلنا و ہانکے
درخت نہ کاٹنا جیسا کہ حرم اور احرام مین نہین کرتے اور مالی عبادت اوسکے نام پر کچہہ دینا جیسا کہ زکوۃ اور
صدقہ ۔ اور جو قوائے باطنیہ سے متعلق ہین وہ بہی چند قسم ہین - اوسکے آیات اور عجائبات قدرت مین غور و فکر
کرنا اوس سے دلی اور حقیقی محبت رکہنا - اوسکی دل سے نہایت تعظیم اور عظمت کرنا اذکار روح
اور نفس اور قلب اور خفے اور سر بہی اسی قسم مین داخل ہین کہ جنکو ارباب طریقت
عمل مین لاکر قدسی ہو جاتے ہین - یہہ اصول ہین باقی اونکے فروع اور اسباب شروط بے شمار ہین
پس جب اوسکے روبرو حاضر ہو کر بندے نے یہہ کہا کہ ایاک نعبد کہ ہم خاص تیری ہی عبادت کرتے اور آیندہ

کرینگے تو اقرار کرلیا کہ یہ آمور خاص تیرے ہی لیے عمل مین لاوینگے اور کسیکو شریک نکرینگے - اب غور کرو کہ ایک تو بندیکو یہ حکم دینا کہ تو بت کو سجدہ نکیجیو کسی تصویر کو نہ پوجیو جیسا کہ توراۃ مین مذکور ہے اور ایک یہ کہ اُن دلائل کا پرتوا ڈالکر کہ جو پہلے تین آیتون مین مذکور ہوئین بندہ کے موہنہ سے یہ اقرار کرادینا دونون مین کون زیادہ اثر رکہتا ہے - چونکہ پہلی کتابین اس امر مین قاصر تہین اسلیے نزول قرآن کی ضرورت ہوئی - اور جسطرح رد شرک مین یہ کلام بےنظیر ہے اسیطرح ہر قسم کی بندگی اور عبادت الہی کی ترغیب مین اپنا مثل نہین رکہتا کیونکہ ایک یہہ کہنا کہ تو اپنے سارے دل اور سارے جی سے اوسکی بندگی کر (توراۃ سفر استثنا،) اور ایک اون دلائل سے کہ جو پہلے مذکور ہوے بندہ کی آنکہون مین اور کسیکو قابل عبادت نہ رکہکر اور اپنی پرورش و رحمت یاد دلاکر خود اوسکے موہنہ سے یہہ اقرار کروانا - ان مین زمین آسمان کا فرق ہے اور اسیطرح یہہ آیت محبت الہی کے پیدا کرنے مین بہی بےمثل ہے - توراۃ مین تو صرف اتنا ہی ہے کہ تو اپنے سارے زور سے اپنے خداوند کو دوست رکہہ (استثنا،) وہان نہ محبت کا طریق بتلایا ہے نہ وجوہات محبت ذکر کیے ہین اور اسجگہہ دونون باتین ہین کسلیے کہ وجوہات محبت تو (پرورش کرنا ہر طرحکی حاجات کا روا کرنا بعد مرنے کے آرام و راحت پہنچانا) اول کی تینون آیتون مین ذکر ہو چکے اور یہان طریق محبت بتلا دیا کہ اسکی عبادت کرو ورنہ اِسکے سوا محبت کا اور کیا طور ہے ؟ کیا کسی لکڑی یا بت کو گلے سے لگا کر پیار کیا کرے

واضح ہو

کہ دنیا مین جو لوگ وہم اور خیالات فاسدہ کی پابندی سے جن خیالی معبودونکی پرستش کرتے ہین - اونکی چند قسم ہین کیونکہ بعض تو جسمانی چیزونکو شریک عبادت کرتے ہین - اور بعض غیر جسمانی چیزون کو اول اعنی جسمانی معبودون کی دو قسم ہین - ایک جسم سفلی دوسرا جسم علوی پہر وہ معبود کہ جو جسم سفلی ہین اونکی بہی دو قسم ہین **بسیط** اور **مرکب** بسایط جیسا کہ آگ اور پانی اور ہوا چنانچہ ان چیزون کی ابتک **ہنود** اور **مجوس** پرستش کرتے ہین اور دسا تیر اور وید اور پرانون مین مذکور ہے اور پہر وہ معبود کہ جو اجسام مرکبہ ہین اونکی بہی چند اقسام ہین **معدنیات** پتہر اور چاندی اور سونا اور تانبا اور پیتل چنانچہ ان چیزون کی بہی ابتک اہل ہند پرستش کرتے ہین ۔ اور **درخت** وغیرہ نباتات چنانچہ پیپل کو ابتک ہندو لوگ پوجتے ہین اور اوسکے کاٹنے کو بڑا گناہ جانتے ہین اور **حیوانات** چنانچہ گاے اور بیل اور سانپ وغیرہ جانورونکو ابتک ہندو پوجتے ہین اور اونکے ذبح کرنے کو بڑا گناہ عظیم جانتے ہین - اور **انسان** چنانچہ راجہ رام چندر اور کرشن اور مہادیو اور **بشن** وغیرہم بہت سے انسانون کو ابتک خدا جانتے اور اونکے نام کی

خیالی صورتین پتہرون کی بناکے مندرون مین رکہتے ہین اور انکے آگے گا بجاکر اور بہوگ لگا پوجا کرتے سجدہ کرتے ہین اونسے
حاجات طلب کرتے ہین۔ اور اسیطرح عیسائی حضرت عیسی علیہ السلام کو خدا جانتے ہین اور بعض یہود حضرت عزیر علیہ السلام
کو بہی خدا کا بیٹا کہتے ہین اور وہ معبود باطل کہ جو اجسام علویہ ہین اونکی بہی کئی قسم ہین آفتاب اور ماہتاب اور
ستارے چنانچہ انکو بہی ہنود اور مجوس ابتک پوجتے ہین وساتہہ مین ہر ایک ستارہ اور آفتاب و ماہتاب کی تسبیح اور پرستش
کا طریق مندرج ہے اور وید اور پرانون مین بہی سورج دیوتا کی پوجا کے طریق مندرج ہین اور گایتری منتر بہی ہنود
اوسکی پوجا کرتے مین بڑے اعتقاد سے پڑہتے ہین جسمین آفتاب کی بڑی مدح ہے اور بعض تو ایسے دہرماتما ہین
کہ جب تک سورج دیوتا کے درشن نہین کرتے ان جل کے پاس نہین جاتے اور آسمان چنانچہ بہت سے جہلاء عرب اور مجوس
آسمان کو ہر بات کا خالق سمجہتے تہے۔ اور جب ایران مین اکثر اہل اسلام آباد ہوے تو اونکی اولاد مین بعض پر مجوس
کا خیال قدرے موثر ہوا اور اپنے اشعار مین آسمان کو مخاطب کرنے لگے اور پہر جب اردو شعر نے جنم لیا تو اونہین ایرانیون
کی تقلید سے یہان کے شعراء بہی بیچارے آسمان کے پیچہے پڑگئے اور سارے گلہ شکوہ ناکامیابی کے اسیکے سر لگاکر دل
پانچ گالیان دینا ضرور سمجہنے لگے اور جو اجسام نہین تو اونکی چند قسم ہین۔ ایک قسم نور و ظلمت یعنی چاندنا
اور اندہیرا چنانچہ فرقہ مانویہ اور ثنویہ کہ جو مجوس ہین اندہیرے اور چاندنے کو مدبر عالم جانکر پوجتے اور خدا سمجہتے
ہین دوسری قسم ارواح چنانچہ ایک قوم کا عرب مین یہی عقیدہ تہا کہ ملائکہ ارواح فلکیہ ہین اور ہر ملک کے لئے ارواح
فلکیہ مین سے ایک روح مدبر اور کارکن ہے اور اسیطرح اس عالم مین سے ہر نوع کے لئے ایک روح مدبر اور رب ہے سو یہ
لوگ ہر روح کی ایک خیالی صورت پتہر یا پیتل کی بناکر پوجتے تہے۔ چنانچہ ہنود بہی ابتک یہی کرتے ہین۔ اور ایک قسم
خیر و شر چنانچہ مجوس مین سے ایک گروہ کا یہہ عقیدہ ہے کہ اس عالم کے دو خدا ہین اور وہ دونون بہائی
ہین ایک یزدان جو خیر ہے اور تمام اچہی باتین وہی کرتا ہے اور ایک اہرمن کہ جو شر ہے اور تمام بری باتین
وہی کرتا ہے۔ اگرچہ پادری موحد ہونے کا دعوے کرتے ہین مگر باہمی مناظرات سے بہی اور اونکی بعض کتابون سے
بہی یہ بات معلوم ہوئی کہ شر کا خالق خدا تعالے نہین گو اہرمن کے قائل نہون مگر اوسکی جگہہ دوسرا مستقل خدا انسان کو
مانتے ہین حالانکہ ہمنے اونکو سمجہایا بہی کہ خالق ہونا اور چیز ہے اور کاسب ہونا اور چیز خدا خالق ہے اور بندہ کاسب اور
اوس فعل کے ساتہہ کاسب متصف ہوتا ہے نہ خالق دیکہو سیاہی بنانے والیکو سیاہ نہین کہتے بلکہ اوسکو کہ جسکے
بدن پر لگی ہو لیکن اونکی سمجہہ مین یہ باریک بات نہین آئی۔ اور اسیلئے اہل اسلام مین سے بہی بعض لوگ کہ جنکو قدریہ
یا معتزلہ کہتے ہین بہک کر شر کا خالق بندے کو قرار دیتے ہین جس سے عالم کے لئے دو مستقل خالق ماننے

پڑتے ہین وفساد ہ مالا یخفے پس یہہ تمام گروہ ان چیزون کو نفع کی اُمید اور بُرائی کے ڈرسے پوجتے تہے اور اب بہی پوجتے ہین اور جو کسیکی عبادت باطاعت کرتا ہے تو انہین دونون باتون سے کرتا ہے ۔ اور جو ذاتی عبادت کرتے ہین تو وہ بہت ہی کم ہین ۔ اور محکمہ نبوت کے لئے یہ ضرور ہے کہ وہ اس خراب بات کو مٹاوے بالخصوص اوس نبی کے لئے کہ جو تمام عالم کا نبی ہوا اور اسوقت تمام عالم ہین انہین خیالات فاسدہ کی اندہیریان ہر طرف سے محیط ہون اور اس گمراہی نے تمام عالم کو تاریک کر رکہا ہو ۔ اور اس خیال فاسد کے مٹانے کے لئے تنہا معجزات کافی نہین کیا عجب ہے کہ کچہہ عجب نہین کہ اس نبی کو بہی ان معجزات وکرامات سے منجملہ اور معبودون کے ایک معبود سمجہہ بیٹہین مطلب برعکس ہو جاوے جیساکہ عیسائیون نے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو خدا سمجہہ لیا اور اوسکا بیٹا بنا دیا بلکہ کسی برہان قوی سے ان تمام چیزونکا بلکہ مجموعہ عالم کا اور جسقدر عالم فرض کئے جاوین اون سب کا محتاج اور حادث ہونا اور اونکے سب کمالات بلکہ انکی حیات کا مستعار ہونا دکہا دیا جاوے اور کسی مالک مختار قادر علیم ورحیم کا ہر وقت دستگیر ہونا مشاہدہ کرا دیا جاوے تاکہ پہر اور کسی چیز کو استحقاق عبادت عقل سلیم کے نزدیک نرہے اور نہ کسی سے مدد مانگنے کی حاجت پڑے اسلئے خدا تعالےٰ نے اپنے کلام ہین ایسا ہی کر دیا کہ اول تینون آیتون مین تمام عالم کا محتاج ہونا اور اپنا ہر طرح کا قادر رحیم وکریم ہونا ثابت کرکے بندہ کے دل پر وہ تجلی ذاتی کی کہ ہر چیز اوسکی نظر و نمین گر گئی اور خدا ہی کی عبادت واستعانت کا اقرار کرنا پڑا ۔ پس ان تینون آیتون کے بعد ایاک نعبد نے تمام جہان کے جہوٹے معبودون کی خدائی چہین کر کلمۂ لا الہ الا اللہ کو برہان قطعی سے ثابت کر دیا ۔

استعانت معونت (مدد) کا طلب کرنا ہے ۔ استعانت کے اصول چار ہین (۱) دلمین کسی کام کا ارادہ پیدا کرنا اور اوسکی خوبی اور نتیجہ کا حسن جو پیش نظر کر دینا کہ جسکی وجہ سے انسان اوسکی طلب ہین سرگرم ہوتا ہے (۲) اوس کام کے آلات واسباب اور سب ساز وسامان بہم پہنچا دینا ۔ پہر اس ساز وسامان کی دو قسم ہین ایک ضروری کہ جس بغیر کام تمام نہو مگر آسانی ملحوظ نہو دوسرے زائد از ضروری کہ جس سے بآسانی وہ کام تمام ہو جاوے مثلاً ایک تو صرف پیٹ بہر دینا خواہ عمدہ غذا ہو یا بُری دوسرے یہہ کہ عمدہ غذا سے پیٹ بہرنا پس قسم اول کے ساز وسامان کو قدرت ممکنہ اور دوسری کو قدرت میسرہ کہتے ہین ۔ اور استطاعت بہی اسیکو کہتے ہین ۔ پہر یہہ ساز وسامان بے شمار ہین ۔ سلامت حواس ظاہرہ وباطنہ اور خارجی اسباب کا بہم پہونچانا وغیر ذلک (۳) ارتفاع موانع یعنی اوس کار ہین جو چیزین خلل انداز ہین (خواہ اوس کام ہین یا اوسکی حسن و خوبی ہین) اونکو دفع کرنا کیونکہ گو کسی کام کا ارادہ دل ہین مصمم ہوا اور اوسکے سب سامان بہی بہم پہنچین مگر تاوقتیکہ اوسکے خارج اور خلل انداز اور مانع آنے والی چیزون کو دور نکیا جاوے وہ کام کبہی انجام کو نہ پہنچیگا

(۴) اوس کام پر غرض کا مترتب ہونا کیونکہ ایک گروہ کی یہ راے ہے (کہ جب دونون چیزین ہونگی یعنی ساز وسامان اور ارتفاع موانع ہوگا تو خواہ مخواہ اوس فعل کا نتیجہ یا غرض پیدا ہوگی) مگر ہم خدا تعالی کو قادر مطلق مان چکے ہین ہرچند اوسکی عادت یون ہی جاری ہے کہ وہ ان دونون باتون کے بعد اثر کو فعل پر مرتب کرتا ہے۔ لیکن وہ قادر ہے چاہے تو نہونے دے۔ چنانچہ جسطرح کبھی کبھی اپنا ید قدرت دکھانے کو بغیر سامان و اسباب کے اثر مرتب کر دیتا ہے اسیطرح گاہے اسباب پائے جانے اور موانع نہونے پر بہی اثر کو مترتب نہین ہونے دیتا۔ کبھی آگ نہین جلاتی پانی سے سیرابی نہین حاصل ہوتی بے لشکر کے فوجونکو ہزیمت دیدیتا ہے۔ بے ساز وسامان غیب سے کام کر دیتا ہے اسکو ہم خرق عادات کہتے ہین جو اپنے خدا کو عاجز کہے وہ اوسکا انکار کیا کرے ہمین اوس سے کیا مگر ہمارا خدا تعالی قادر ہے۔ اس چوتہی قسم کو برکت بہی کہتے ہین پس جن کامون پر اثر مرتب نہین ہوتا یا حسب دلخواہ نہین ہوتا تو وہان کہتے ہین کہ اسمین برکت نہوئی اور اسی لئے ہر کار و بار مین خدا کا نام لینا اس برکت کے لئے طریقہ اسلام قرار پاگیا۔ پس جو لوگ کہ یہہ سمجہتے ہین کہ سامان کا بہم پہنچنا کافی ہے وہ اپنے زعم فاسد مین اپنی احتیاج کا سلسلہ خدا سے منقطع جانتے ہین اسلئے نہ وہ برکت کے قائل ہین نہ ہر کام مین اوسکا نام لینا سودمند سمجہتے ہین جیسا کہ اکثر اہل یورپ اور اونکے مقلد نیچری لوگ خدا تعالی اونکو اس گمراہی سے نجات دے پس یہہ جسقدر معونتین ہین سب خدا ہی کے خزانہ غیب سے عطا ہوتے ہین۔ کیونکہ اوسکے سوا جو کچھہ ہے وہ اوسکے دامن تربیت تلے محتاجانہ پرورش پاتا ہے وہ خود محتاج ہین اونکی ہستی بہی گہر کی نہین چہ جائیکہ اور کمالات۔ اوسنے اور کوئی کیا خاک مدد مانگے جو خود محتاج ہووے دوسریکا۔ بہلا اوس سے مدد کا مانگنا کیا۔ وہ لوگ کہ جو مخلوق پرستی کرتے ہین جیسا کہ معنی عبادت مین بیان ہوا وہ اون معبودون سے حاجات بہی طلب کرتے ہین۔ پس خدا تعالی نے لفظ ایاک مقدم کر کے جب بندہ کے مونہہ سے حالت مشاہدہ مین یہہ اقرار کرایا کہ ہم تجہہ ہی سے مدد مانگتے ہین تو ان تمام غلط مذاہب کو مٹا دیا اور سچہ توحید دکہا دیا۔ اس مسئلہ کو بہی حضرت خاتم الانبیا علیہ السلام نے لوگون کے دلون پر ایسا مدلل کر کے بٹہا دیا کہ جس سے زیادہ ممکن نہین۔ اسلئے اس نبی علیہ السلام کا پیرو ہر جگہہ موحد کے لقب سے ممتاز ہے۔

سوال۔ بلاشک جو قومین کہ مخلوق پرستی کرتی ہین خواہ اوس مخلوق کو اوسکا مظہر بنا کر پوجین یا جہت قبلہ کی توجیہ کرین جو کچھہ ہو بہر حال صریح گمراہی مین ہین مگر ہندوستان کے بعض مسلمان بہی تو اس سے بری نہین دیکہیے کوئی تعزیہ کو پوجتا ہے کوئی کسی قبر کو سجدہ کرتا ہے۔ کوئی طاق بہرتا ہے الغرض جسطرح ہندو کرتے ہین اسیطرح یہہ بہی کرتے ہین صرف یہہ فرق ہے کہ وہ اپنے بزرگونکو پوجتے ہین یہہ اپنے بزرگون کو جواب اس سے اسلام پر کوئی عیب نہین لگتا کیونکہ اسلام نے ان باتونکی

ممانعت کردی ہے جو کریگا وہ عدالت اسلام کا مجرم ہوگا۔ پس خالص مسلمان تو ان باتون کے پاس بہی نہین جاتے ہان صحبت ہنود سے
اگر بعض جہلا ایسا کرتے ہون تو برا کرتے ہین ۔ دیکہو زنا کو شرع نے حرام کردیا اب جو کوئی مسلمان اسکا مرتکب ہو
تو اس سے اسلام پر کچہہ عیب نہین لگتا یہہ اوس شخص کی برائی ہے +

اسرار

[۱] یہہ کہ لفظ ایاک کو کہ جو ضمیر منصوب منفصل ہے لفظ نعبد سے مقدم کیا چند حکمتون کے لئے (اول) یہہ کہ عبادت
بندہ کی طرف سے اوس شاہنشاہ حقیقی کے لئے ایک ہدیہ یا نذرانہ ہے پس اسکا مقتضی یہہ ہے کہ اس نذرانہ سے پیشتر جسکے لئے نذرانہ ہے
اوسکا وجود اور اوسکا جلال آنکہون مین سما جاوے کیونکہ جب تک بادشاہ قایم اور اوسکا وجود مسلم نہین ہوتا تو نذرانہ اور ہدیہ
بہی قائم نہین ہوسکتا (دوم) یہہ کہ خدا تعالےٰ کی ذات قدیم اور بندہ اور اسکی بندگی حادث ہے تو جو چیز مقدم الوجود ہے
جب تک کوئی اور وجہ عارض نہین تو اوسکو ذکر مین بہی مقدم کرتے ہین (سوم) یہہ کہ عبادت ہر چند غذاء روحانی ہے مگر یہہ
جسم اور اسکے مقتضیات جو چارون طرف سے گہیرے ہوئے ہین اونپر عبادت شاق گذرتی ہے اور لہو ولعب مین آرام آتا ہے +
دیکہیے ناچ مین ساری رات بہر نیند نہین آتی مسجد مین تہوڑی سی دیر مین اونگہنے لگتے ہین + اور درحقیقت یہ عبادت خدا تعالیٰ کی وہ امانت
ہے کہ جسکا انا عرضنا الامانۃ الآیۃ مین اشارہ ہے سو یہہ بوجہ بہاری بغیر کسی سہارے کے نہین اوٹہہ سکتا پس اس تکان اور
ماندگی دفع کرنے کے لئے پیشتر شربت حضوری کا پیالہ پلا دیا کہ اوسکے نشہ اور سرور مین چور ہوکر دنیا و مافیہا سے غافل ہوکر
ہمہ تن عبادت مین مستغرق ہوجاے اور اسپر تکان و ماندگی نہ آئے ؎ ہر چند پیر خستہ دل و ناتوان شدم + ہر گہہ کہ یاد روے
تو کردم جوان شدم + دیکہیے جب کوئی کسی پر عاشق زار ہوتا ہے تو جب اوسکے محبوب کا نام لیکر کوئی اوس سے کیسے
ہی بہاری کام کو کہتا ہے تو اوسکے نشہ مین آکر کس خوشی سے کرتا ہے اور ہے ہے جب وہ اوسکے سامنے کہڑا ہوکر یون
کہے کہ تیرے قربان (کیونکہ عبادت دراصل قربان ہوتا ہے) محبوب کا تو نام سننے سے دل بیقرار ہوجاتا ہے چہ جائیکہ
وصال اور مشاہدہ جمال ہو ؎ جو میرے سامنے تیرا کسینے نام لیا + دل ستمزدہ کو مینے تہام تہام لیا + پس اسلئے ایاک کو مقدم کیا
(چہارم) اسمین اسطرف اشارہ ہے کہ عابد کو لازم ہے کہ اولاً و بالذات معبود کی طرف دہیان رہے اور عبادت کو صرف
اپنے اور اوسکے بیچمین ایک عمدہ واسطہ اور رابطہ جانے نہ یہہ کہ عبادت یا اوسکے ثواب وجزا پر نظر کرے کیونکہ کامل عبادت
یہہ ہے کہ اور تو کیا اپنی ہستی کو بہی بہول جاے اور سواے معبود کے اور کچہہ نظر نہ آئے + اور یہانسے یہہ بہی معلوم ہوا کہ عبادت
عالم غرور سے عالم سرور کیطرف اور اشغال خلق سے حضرت حق کی طرف جانا ہے ۔ اور یہہ محویت کچہہ تعجب کی بات
نہین عشق مجازی مین محبوب کو دیکہکر سب کچہہ بہول جاتا ہے ۔ دیکہیے حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکہکر مصر کی عورتون نے

بیخود ہوکر ترنج کی جگہہ اپنے ہاتہہ کاٹ ڈالے پس جب اس مجازی محبت اور جمال کا یہہ حال ہے تو اوس حقیقی محبوب اور حقیقی جمال مین کیا مقال ہے ۔ اور یہہ بات بہی معلوم ہوئی کہ عبادت کے تین مرتبہ ہین پہلا مرتبہ یہہ کہ ثواب کی امید اور عذاب کے خوف سے عبادت کیجائے دوسرا مرتبہ یہہ کہ اپنی عبادت کے قبول ہونے سے بزرگی اور کمال پیدا کرنے کے لئے عبادت کرے ۔ تیسرا درجہ یہہ کہ خدا کی خاص خدا ہی کے لئے عبادت کرے (یعنی وہی مقصود ہو) اور تینون مین اخیر مرتبہ بلند ہے + پس اسلئے ایاک کو جو ذات الہی پر دلالت کرتا ہے مقدم کیا (پنجم) اگر لفظ ایاک کو مقدم نکرتے تو حصر اور خصوصیت نہ سمجھی جاتی پس اون مذاہب باطلہ کا اس لطف وخوبی کے ساتہہ رد نہوتا ۔ کیونکہ یہان اور معبودون کی عبادت کنایۃً مٹادی گئی ہے اور کنایہ صراحت سے ابلغ ہوتا ہے کیا خوب کہا کسینے ؎ خوشتر آن باشد کہ سر دلبران گفتہ آید در حدیث دیگران +

۲ یہہ کہ لفظ نعبد جمع متکلم کا صیغہ بولا اعبد نہ کہا اسمین بہی کئی حکمت ہین (اول) یہہ کہ عبادت ایک نہایت عمدہ فعل ہے اسکے لئے خلوص نیت اور حضور قلب شرط ہے اور یہہ ہر شخص کو میسر آنا مشکل ہے اسلئے اپنی عبادت کو اور اچہے لوگون کی عبادت مین شامل کر دیا تاکہ وہ کریم اونکے طفیل مین اسکو بہی قبول کر لے مثل مشہور ہے لکڑی کے ساتہہ لوہا بہی تیرتا ہے (دوسرے) یہہ کہ عبادت کا استحقاق تربیت اور رحمت اور بندونکی حاجت روائی کی وجہ سے ہے (کہتے ہین جسکا کہائیے اوسکا گائیے) اور اوسکی پرورش ایک دو کے لئے نہین بلکہ تمام جہان کے لئے ہے جیسا کہ پہلے گزرا پس اسکی عبادت بہی تمام جہان پر فرض ہوئی پس اسبات کی طرف اشارہ کرنے کے لئے (کہ نہ تنہا مین بلکہ اے خداوند عالم ہم سب تیری عبادت کرتے ہین) جمع کا صیغہ بولا (تیسرے) یہہ کہ یہ سورۃ نماز مین پڑہی جاتی ہے اور نماز مین جماعت مقصود ہے (تاکہ شوکت اسلام معلوم ہو اور ایک کا دوسرے کو حال دریافت ہوا کرے ۔ اور باہم محبت پیدا ہو اور ایک کی دوسرے پر انوار منعکس ہون اور بہتون مین ایک نہ ایک خالص بندہ بہی ہوتا ہے اوسکے ساتہہ عبادت کرنا قبولیت کا باعث ہے) پس اس مقصود کیطرف اشارہ کرنے کو لفظ جمع لایا گیا (چوتہے) یہہ کہ اگر اعبد کہتے تو اسمین عابد کو یہہ خیال آتا کہ مین عبادت کرتا ہون اور کوئی نہین سو اس وسوسہ کے مٹانے کے لئے جمع متکلم کا صیغہ نعبد کہدیا تاکہ معلوم ہو کہ اور ہزارون ہین مین کیا ہون ۳ یہہ کہ نعبد مضارع کا صیغہ بولا کہ جو حال استقبال دونون کو شامل ہے ماضی عبدنا نہ کہا کسلئے کہ حضوری کا مقام یہہ چاہتا ہے کہ اوسوقت بہی عبادت کیجاے اور آیندہ کے لئے اسکا عہد کرے سو یہہ بات مضارع مین حاصل ہے نہ ماضی مین ۔ اور اسقدر اسرار ایاک نستعین مین ہین ان سکو وہان خیال کر لیجئے طول کلام سے ڈر کر بس کرتا ہون +

۴ عبادت کو مقدم کیا اور استعانت کو موخر اسمین چند اسرار ہین (اول) یہہ کہ اول بادشاہون کے حضور مین پیشتر

کوئی تعظیم و کورنش بجا لاکر اور کچھہ ہدیہ یا نذرانہ پیش کر کے پھر عرض حال و سوال کیا کرتا ہے - گو خدا تعالی کو دنیاوی بادشاہون سے کچھہ بھی مناسبت نہین مگر فطرت سلیمہ کا بھی یہی مقتضی ہے اسلئے اول عبادت کو اُسکے حضور اعلی مین پیشکش کر کے اپنی عبودیت کا اظہار کر دیا - اور اوسکی خوشنودی کو حاصل کر لیا - اُسکے بعد ایاک نستعین کہکر سوال کیا - خلاصہ یہہ کہ عبادت وسیلہ ہے اور استعانت اور سوال مطلب و ہمیشہ وسیلہ مقدم ہوتا ہے (دوم) یہہ کہ ایاک نعبد یہہ چاہتا ہے کہ نفس کو عبادۃ الہی سے ایک بڑا رتبہ حاصل ہو - اور اسمین ایک قسم کی خود پسندی پیدا ہونیکا احتمال تہا تو اسی لئے اسکے بعد ایاک نستعین کہدیا کہ یہہ عبادت بھی تیری ہی مدد اور اعانت سے ہوتی ہے تاکہ اوس مرض کا علاج ہو جاوے (سوم) اسمین اشارہ ہے اِسطرف کہ استعانت اُسی سے چاہتے ہین کہ جسکی عبادت کرتے ہین کیونکہ عبادت کا وہی مستحق ہے کہ جو خالق اور مربی اور ہر طرحکی قدرت و اختیار رکہتا ہو اور وہی مستحق طلب اعانت ہے گویا کہ یہہ دونون باتین لازم و ملزوم ہین - پھر ان دونون لفظونکی جمع کرنے مین بھی حکمت ہے - (۱) یہہ کہ مرتبۂ عبودیت دو باتون سے کامل ہوتا ہے - اوّل یہہ کہ عبادۃ کرے - دوّم یہہ اپنے آپکو محتاج محض سمجھکر ہر کام مین اُسی سے مدد مانگے - کسلئے کہ جو نوکر ہمیشہ خدمت گزاری کرتے ہین اور اپنی حاجات کا اظہار مولی سے نہین کرتے اور نہ اوس طالب امداد ہوتے ہین تو اونسے کسیقدر بوئی نخوت آیا کرتی ہے اور اونکا فدوی محض ہونا ثابت نہین ہوتا بالخصوص اوس آقا کے کہ جو دیکر خوش ہوتا ہے اور جو مانگنے کا حکم دیتا ہے - پس اسلئے ایاک نعبد کے بعد ایاک نستعین کہدیا - (۲) یہہ کہ یہہ تکملہ عبادت کا ہے - یعنی پوری اور اصل عبادت جب ہی پائی جاتی ہے کہ جب ہمہ تن عجز و انکسار ہو کر اسکے آگے ہاتہہ پہیلایا جاتا ہے - کس لئے کہ اسوقت مین ایک روحانی نیاز اور ارتباط پیدا ہوتا ہے کہ جو بہت سی عبادت سے نہین ہوتا ہے - اور اسی سلئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دعا عبادت کا مغز ہے (مشکوۃ) اور اسی لئے ہر عبادت کے ساتہہ دعا کا مانگنا اسلام مین لازم قرار دیا گیا - نماز پنجگانہ کے بعد ہمیشہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام دعا مانگا کرتے تہے اور سب انبیا اکثر اوقات دعا کرتے تہے - اور اسی لئے حکیمون کا قول ہے کہ جب بندہ دعا کرتا ہے تو عرش الہی حرکت کرتا ہے یعنی بندہ اور خدا مین جو ایک واسطہ یا رابطہ ہے وہ زندہ ہوتا ہے اور اسلئے اسکے بعد اکثر بندہ کا مقصود خدا تعالی عطا فرماتا ہے (۳) یہہ کہ دنیا کے جسقدر فرق مشرک ہین وہ اپنے خیالی معبودونکی عبادت بھی کرتے تہے - اور پھر اونسے ہر حاجات کا سوال بھی کرتے تہے جیسا کہ اب بھی ہنود ہتونسے ہاتہہ جوڑ جوڑ کر مانگتے ہین و بعض آدمیونسے بھی اولاد و مال و تندرستی و عزت مانگا کرتے ہین - پس شرک کی یہہ دو شاخ ہین ایک **عبادت** دوسرے **استعانت** اسلئے خدا تعالی نے پہلے تین آیات مین وہ دلائل قایم کر کے (کہ جنسے اُسکے ماسوا ہر چیز کا محتاج اور حادث ہونا ثابت ہوتا ہے) ان دونون شاخون کو جڑ سے کاٹ دیا کہ بندہ کے مُنہ سے دربار خاص مین بہت سی جماعت کے روبرو اپنا جلوہ دکہا کر یہہ اقرار کرا دیا

کہ ایاک نعبد و ایاک نستعین ہم خاص تیری ہی عبادۃ کرتے ہیں نہ اور کسیکی اور تجہی سے مدد مانگتے ہین نہ اور کسی سے -
(۴) یہہ کہ دنیا مین تین قسم کے آدمی ہین اول جبری جو کہتے ہین کہ ہمکو کچہہ اختیار نہین جو کچہہ کرتا ہے وہی کرتا ہے ہم تو لکڑی اور پتہر کی طرح بے اختیار ہین - دوم قدری کہ جو ہر چیز مین اپنے آپکو فاعل مختار اور موجد اور قادر سمجہتے ہین - سوم - اہل حق کہ جو نہ بندہ کو مختار محض کہتے ہین نہ بے اختیار محض چونکہ وہ دونون فریق غلطی پر ہین کیسلئے کہ اول گروہ تو شریعت بلکہ کل معاملات دنیاوی کا ابطال کرتا اور خدا کی ذات مقدس مین عبث ثابت کرتا ہے پس انکے رد مین تو ایاک نعبد فرمایا کہ جس سے بندہ کو عبادت کا اختیار ثابت ہوتا ہے اور دوسرا فریق کارخانہ خالقیت مین حصہ پیدا کرتا ہے - انکی اصلاح کے لئے لفظ ایاک نستعین فرمایا کہ جس سے بندہ کا محتاج ہونا ثابت ہوتا ہے -

مسائل فقہیہ

اس آیت سے یہہ بات ثابت ہوئی کہ خدائے تعالی کے سوا اور کسیکی پرستش حرام ہے خواہ وہ اور کوئی ہو - نہ اور کسیکو سجدہ درست ہے نہ رکوع - صحابہ نے عرض کیا کہ یا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہم چاہتے ہین کہ آپکو سجدہ کیا کرین آپنے منع فرمایا (مشکوۃ) اور نہ کسی کے نام کا روزہ رکہنا جائز ہے اور نہ غیر اللہ کے نام سے صدقہ وخیرات دینا درست ہے - نہ اور کسی گہر کا خانہ کعبہ کیطرح طواف درست ہے نہ احرام باندہ کر جانا یہانتک کہ ذبیحہ پر بہی غیر اللہ کا نام لیکر ذبح درست نہین -
اور اسیطرح غیر اللہ سے مدد مانگنا بہی درست نہین - نہ کسیکو قاضی الحاجات دافع البلیات خیال کرنا روا ہے -
سوال جب یہہ بات ہے تو پہر مسلمان ایک دوسرے سے کیون مدد مانگتے ہین کوئی کسی سے پانی مانگتا ہے - طبیب کے پاس علاج کیلئے جاتے بادشاہون اور امراء سے سوال کرتے ہین - علی ہذا القیاس حالانکہ ان باتونکو کوئی بہی منع نہین کرتا نہ انکے مرتکب کو کوئی مشرک کہتا ہے -
جواب استمداد کی دو قسم ہین - ایک یہہ کہ جس سے مدد چاہتا ہے اوسکو عالم اسباب مین ایک وسیلہ و مدد الہی کا مظہر جانتا ہے اور دراصل مدد کرنیوالا خدا ہی کو سمجہتا ہے چونکہ وہ اوسکے دلمین القا کرتا ہے تو وہ کام کر دیتا ہے - ایک یہہ کہ اوس غیر کو مستقل جانتا ہے قسم اول کی استمداد و حقیقت خدا تعالی سے استمداد ہے نہ اوس غیر سے - اور دوسری قسم غیر سے ہے - اسلئے قسم اول مباح اور دوسری حرام ہے اور سوال مذکور مین جو استمداد ہے وہ قسم اول سے ہے اسی لئے علماء اسلام نے یہہ فرمایا ہے کہ جو طبیب کو صحت بخشنے والا جانیگا اور دوا کو مستقل موثر سمجہیگا مشرک ہوگا - ہان دوا کو اور حکیم کو ایک سبب جانے اور فاعل اوسی کو سمجہے تو کچہہ مضائقہ نہین - اور اسی طرح انبیاء اور اولیاء اور صلحاء سے محبت کہنا اونکی تعظیم کرنا عبادت غیر اللہ نہین - کیسلئے کہ یہہ بہی صرف خدا تعالے کے واسطے سے کیا جاتا ہے - نہ ایسے افعال مین عبادت پائی جاتی ہے - مگر افراط و تفریط بیجا ہے

فروعات

(۱) اس حکم کو قرآن مجید میں ہر جگہہ بہی بکثرت بیان فرمایا۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ کہ ہم نے جن و انس کو اپنی عبادت ہی کے لیے پیدا کیا ہے۔ وَقَضٰی رَبُّکَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاہُ کہ تیرے رب نے یہی حکم دیا ہے کہ اوسکو پوجو۔ اِسْتَعِیْنُوْا بِاللّٰہِ کہ خدا سے مدد مانگو۔ اور بہت سی آیات میں۔ اس حکم کا اسلامیون پر وہ اثر ہوا کہ کبہی کسی نبی کی امت پر نہین ہوا۔ پنجگانہ نماز (کہ جسمین روحانی اور جسمانی عبادت اور استعانت اور استغفار اور اپنی عاجزی اور خدا کی شکر گزاری اور ادا اوسکی ثنا و صفت اور دعا ہے) پہر اوسکے ساتہہ سنن و نوافل اور پہر شب بیداری کہ جسکی نسبت فرمایا ہے یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّہِمْ سُجَّدًا وَّقِیَامًا کہ خدا کے خالص بندے اوسکے لیے سجدہ اور قیام مین شب گزاری کرتے ہین اور پہر صبح اور شام اور زوال وغیرہ اوقات سفر و حضر سونے جاگنے کہانے پینے کے اذکار تسبیح اسلام کی شرف کی دلیل واضح ہے یہ بات کسی مذہب و ملت مین نہین۔ پہر مالی عبادت و ریاضت صوم و حج بہی اس ملت مین فرض ہے یہ نہین کہ جو چاہے کرے جو چاہے نکرے + پہر اس عبادت اور توحید کا نور اور سرور جو کچہہ اہل اسلام کے دلون پر جلوہ گر ہوا اور ابتک ہے اوسکا نظیر بہی کہین اور کسی امت مین پایا نہین جاتا محبت و خوف الہی سے شب بہر رونا اور اس مزہ مین مست بیخود ہونا کہ تن کی خبر نہ بدن کی سرور کائنات علیہ السلام و الصلوٰۃ اور صحابہؓ اور تابعین و تبع تابعین کے بلکہ اولیاء متاخرین حضرت محبوب سبحانی عبد القادر جیلانی قدس سرہ اور حضرت بایزید بسطامیؒ اور حضرت جنید بغدادی و حضرت معین الدین چشتیؒ وغیرہم کے احوال بیان کرنے کی یہان گنجایش نہین۔ خود آنحضرت کے سینہ فیض گنجینہ سے ایک ہانڈی کے جوش کیسی شوق الہی مین آواز آیا کرتی تہی حضرت ابو حنیفہؒ کو شام سے صبح ہو جاتی تہی مگر اوس ذوق مین اونکو خبر بہی نہوتی تہی۔ اسیلیے ان لوگون کی روحانی قوت اس درجہ پر غالب آگئی تہی کہ جو انبیاء بنی اسرائیل سے معجزات صادر ہوے ہین وہ انسے کرامات صادر ہوئی ہین کہ جنکو لوگون اور مرقس سے زیادہ ثقہ لوگون نے مشاہدہ کیا اور اپنی کتابون مین لکہا ہے۔ ہان یہ اور بات ہے کہ حواریون کے حالات و انکی تاریخ و ملفوظات کو عیسائی انجیل اور کتاب الہی کہتے ہین ہم ان بزرگوارون کے حالات کی کتابون کو قرآن اور کلام الہی نہین کہتے مگر دونون برابر ہین کوئی کچہہ کہا کرے چونکہ انکے ہان کتاب الہی نہ تہی اگر یہ لوگ ان تاریخون کو انجیل کہکر دل خوش نکرتے تو کیا کرتے۔ ہمارے ہان چونکہ قرآن مجید کلام الہی موجود ہے ہمکو اس تکلف کی کیا ضرورت اس بات سے انکی تاریخین (کہ جنکو انجیل کہتے ہین) معتبر اور ہماری تاریخین غیر معتبر نہین ہوسکتین نہ وہ ہمسے یہ کہہ سکتے ہین کہ ان باتون کو قرآن مین دکہلاؤ۔

(۲) چونکہ اس مذہب مین یہ نور عبادت و توحید ہمیشہ ہے اسلیے انکے ہان وہ لوگ کہ جنپر فیض روح القدس نازل ہوتا ہے ہمیشہ چلے آئے ہین اور عیسائیون کے ہان چونکہ یہ بات حواریون مین تہی تو انپر روح نازل ہوتی تہی جس سے وہ صدہا کرامات دکہلاتے تہے زہر انپر اثر نکرتا تہا بیمار انکے ہاتہہ لگانے سے تندرست ہو جاتے تہے۔ سانپون کو اوٹہا لیتے تہے (مرقس) مگر اونکے بعد چونکہ دین مسیح مین تحریف و تبدیل ہوکر فرق آگیا وہ بات جاتی رہی پہر کوئی ایسا نہین ہوا نہ کوئی عیسائی ایسا ہونیکا دعوی کرتا ہے

جس سے معلوم ہوا کہ اب کیا حواریوں کے بعد سے کوئی سچا عیسائی نہ رہا اور نہ اس فیض روحانی کے بند ہونے کی کیا وجہ ؟

(۴) آپ جان چکے ہیں کہ بندہ سے کرامات جب صادر ہوتے ہیں کہ وہ قرب خدا حاصل کرتا ہے کیونکہ دراصل ہر چیز پر وہی قادر ہے لیکن جب بندہ اسکی صحبت میں رہتا ہے تو جسطرح آگ کا لوہے پر اثر اگر وہ اسکو بھی جلانیوالا بنا دیتی ہے یا جسطرح پھول اپنی صحبت میں مٹی کو معطر بنا دیتا ہے یہی حال عابد و عارف کو خدا تعالی کی قربت سے نصیب ہوتا ہے پھر تو اوسکی زبان وسکا بیان ہو جاتی ہے ۔ جمال ہمنشین در من اثر کرد ＊ وگرنہ من ہمان خاکم کہ ہستم ＊ کیسلئے کہ جب ممکنات میں اثر و تاثیر کا یہہ حال ہے پھر وہ تو فاذو الجلال ہے ۔ اور یہاں سے آپکو یہہ بھی معلوم ہوا کہ عبادت کا فائدہ بندہ کے لئے ہے خدا کو کچھہ ضرورت نہیں وہ بندہ کے نفع کے لئے حکم دیتا ہے

	اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۙ	
	ہمکو سیدہے رستہ پر چلا ＊ ＊ ＊	
	ترکیب	

اِهْدِ امر حاضر معروف اَنْتَ اسکا فاعل اور نا مفعول اول اور الصِّرَاطَ موصوف المستقیم صفت دونو ملکر مفعول ثانی ۔ فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے ملکر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا ۔ اور معنی یہہ نستعین میں جو اعانت مطلوب تھی اوسکا بیان ہے کہ ہم آپسے یہہ استعانت چاہتے ہیں کہ آپ ہمکو ہر امر میں خواہ دینی ہو یا دنیوی سیدہے رستہ پر چلائیں ۔ افراط و تفریط یعنے کمی زیادتی سے بچائیں ۔ پس پہلے جملہ سے ربط اسطور سے ہوا

معانی الفاظ

(ہدایت) زبان عرب میں مقصود کا رستہ دکھانا یا رہنمائی یا مطلوب تک پہنچانا ہے ۔ اور ہدیہ (تحفہ) چونکہ تحفہ دینے والونکی محبت معلوم ہوتی ہے اسلئے اسکو ہدیہ کہتے ہیں ۔ اور ہوادی الوحش اون وحشی اور صحرائی جانورونکو کہتے ہیں کہ جو سب کے آگے چلا کرتے ہیں کیونکہ وہ ان سب کی رہنمائی کرتے ہیں ۔ لیکن عرف میں اسکا استعمال نیک چیزونکی رہنمائی میں ہوتا ہے اور وہان کہ جہاں فائدہ اور بھلائی حاصل ہو پس اسلئے چوری وغیرہ بدکاری کا رستہ بتانے کو ہدایت نہیں کہینگے نہ قیدخانہ کی راہ بتانے کو ہدایت بولا جاویگا ۔ اور قرآن میں جو فَاهْدُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطِ الْجَحِيْمِ کہ ان دوزخیونکو جہنم کا رستہ بتلاؤ) آیا ہے تو علی سبیل الاستہزا آیا ہے ۔ چونکہ علماء میں سے بعض کہتے تھے کہ ہدایت کے معنی راہ دکہانا اور بعض کہتے تھے مطلوب تک پہنچانا تو اسکا فیصلہ بعض محققین نے یوں کیا ہے کہ جہان اسکا استعمال مفعول ثانی کیطرف لام اور الی کے ذریعہ سے ہوگا تو وہان ارادۃ الطریق یعنے راہ دکہانا مراد لیا جاویگا ۔ جیسا کہ اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ ۔ هَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ اور جہانکہ بغیر ان دونوں کے ہوگا تو وہان ایصال الی المطلوب ہوگا یعنے مقصود تک پہنچانا جیسا کہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ میں فقیر کہتا ہے کہ یہہ قاعدہ کلیہ نہیں بعض مواقع پر اسکا خلاف بھی ہے

پس اس امر مین قرآن اور تفسیر مواعظ سے بہتر کوئی چیز نہین

خدا تعالی کی ہدایت کے بیشمار اقسام ہین کہ جنکا شمار کرنا مشکل ہے لیکن اونکے اجناس عالیہ یہہ ہین -

اول مرتبہ ہدایت الہامی ہے کہ خدا تعالی کی طرف سے مطلب کا القا ہوتا ہے جیسا کہ بچہ کو پیدا ہوتے ہی دودہ پینا اور رو کر اپنی حالت درد کو بیان کرنا الہام ہوتا ہے - درختونکو زمین سے پانی چوسکر بڑہنا پہل پہول لانا شاخونکا فضا کیطرف پہیلنا علی ہذا القیاس عالم مین سے کوئی چیز بہی اس فیض سے محروم نہین - اور خدا تعالی کے وجود کا جو علم ہے اور اوسپر یہہ ایمان لائے ہوئے ہے وہ بہی اسی قسم کی ہدایت کا ثمرہ ہے اُسکی طرف اس آیت مین اشارہ ہے اَعْطٰی کُلَّ شَیْءٍ خَلْقَہٗ ثُمَّ ھَدٰی ہر شے کو اُسکو مناسب طور پر پیدا کرکے رہنمائی کی -

دوسرا مرتبہ ہدایت احساسی کا ہے کہ حواس ظاہری کان آنکہہ ناک چکہنا چہونا (۲) حواس باطنی حس مشترک - خیال - وہم - حافظہ - قوت متصرفہ - عطا فرماکر گرم و سرد نافع و مضر چیزونکا تمیز کرنا بتلایا - اگر یہہ چیزین نہوتین انسان کیا بلکہ ہر حیوان کی زندگی نہوتی یہہ فیض تمام حیوانات پر ہے اسکی طرف بہی آیت مذکورہ مین اشارہ ہے -

تیسرا مرتبہ ہدایت بداہت عقلی ہے کہ جو چیز حواس سے غائب ہے اور جہان کہ حواس کی رسائی نہین وہان انسانکی عقل مدرکات حواس ظاہری اور باطنی سے کلیات انتزاع کرکے فی الفور کام لیتی ہے دیکہیے جب کا نمین بہت سے لوگونسے کسی واقعہ کی خبر پہونچتی ہے تو عقل اُسی وقت اُس خبر کی صداقت کا حکم لگا دیتی ہے - وہان استدلال و ترتیب مقدمات کی ضرورت نہین پڑتی - اس فیض الہی سے حکما جہلا تمام انسان بلکہ جن اور فرشتے بہی فیضیاب ہین اُسکی طرف بہی آیت سابقہ مین اشارہ ہے -

چوتہا مرتبہ ہدایت استدلال عقلی ہے یعنی جہان بداہت عقلی کی رسائی نہین وہان مقدمات ترتیب دیکر نتیجہ نکالنا اور اس ذریعہ سے کسی نامعلوم چیز کو حاصل کرنا اور یقین پیدا کرنا خدا تعالی نے عطا کیا - اس امر مین عقلا و حکما مخصوص ہین اسلیئے اونکے اقوال کی عام لوگ پیروی کرتے ہین - مگر عقل سے بسا اوقات قوت وہمیہ مقابلہ کر بیٹہتی ہے اور اوسکو راہ راست یعنی صراط مستقیم سے پہرا کر ادہر ادہر وادی اغلاط مین لیجاتی ہے - اسلیئے حکماء کے اقوال و رائین باہم متعارض و مخالف ہوتی ہین ایک حکیم کچھہ کہتا ہے دوسرا اوسکے برخلاف فرماتا ہے اور کبہی خود ایک ہی شخص ایکوقت ایک بات دریافت کرکے اوسپر دلکو جماتا ہے - پہر دوسرے وقت آپ ہی اُسکو غلط بتلاتا ہے - ہر چند اس غلطی سے بچانے کیلئے حکماء نے فن منطق بنایا مگر اُسنے تو اور بہی پریشانی مین ڈالدیا - پس اسلیئے خدا تعالی نے اوسکے واسطے

پانچوان مرتبہ ہدایت کا الہام - انبیاء علیہم السلام قایم کیا کہ جہان عقول عاجز آجاوین وہان خدا تعالی الہام انبیاء کے ذریعہ سے رہنمائی کرتا ہے پس اسلیئے جسطرح عامیونکو عقلا و حکماء کے اقوال پر اعتماد تہا اسیطرح حکما و عقلاء کو انبیاء علیہم السلام کا اتباع ضرور رہا - کیونکہ اونکی رہنمائی کا یہی لوگ سبب ہین - یہانسے آپکو ضرورت نبوت بہی بخوبی معلوم ہوگی -

پس جو لوگ کہ منصب نبوت کے منکر ہین جیسا کہ آریہ سماج والے وہم کی دلدل مین دہنسے ہوئے ہین - چوتھے مرتبہ کی طرف اس آیت مین اشارہ ہے هَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ کہ انسان کو ہمنے نیک و بد دونون رستے بتلائے اور اس پانچوین مرتبہ کی طرف اس آیت مین اشارہ ہے وَجَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا کہ ہمنے انبیار کو پیشوا بنایا کہ وہ ہمارے حکم کی رہنمائی کرتے ہین -

(چھٹا مرتبہ) ہدایت انکشافی ہے کہ خدا تعالیٰ بندہ کے دل سے حجاب ظلمانی اوٹھا کر اوسکو عالم غیب کا مشاہدہ کرادے اور ہر چیز کی اصل حقیقت دکھادے یہہ ہدایت کا انتہائے مرتبہ ہے یہہ انبیار علیہم السلام کا حصہ ہے کہ جنکی اطاعت تمام خلق پہ فرض ہے - اور اونکے مریدون اور پیروون مین سے بہی اُن لوگونکو (کہ جنکے قلوب مین آئینہ کی طرح اونکے انوار قبول کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے) اس ہدایت مین سے کچھہ حصہ ملجاتا ہے - اور ان پیروون کو حواری یا اولیار اور کبہی محدث کہتے ہین اس ہدایت کی طرف اس آیت مین اشارہ ہے وَ الَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا - کہ جنہون نے ہمارے لئے کوشش کی ہم اُنکو اپنا رستہ بتلاوینگے آپ کو یہان سے نبی اور ولی کے معنی بہی بخوبی معلوم ہوگئے - اور جو لوگ کہ نبوت کو ٹہہی لوہار کے کام کا ملکہ قرار دیتے ہین اونکی غلط فہمی بہی معلوم ہو گئی - اور یہہ بہی معلوم ہو گیا کہ دنیا کے تمام کاروبار اور عمدہ صنعتین اور تدابیر ملک و آخرت کے احکام اور قواعد شریعت سب خدا کی ہدایت کا نتیجہ ہے -

مگر آپ کو یہہ بہی یاد رہے کہ یہہ جتنے امور ہین سب مین سیدہا رستہ ضرور ہے اور جہان افراط و تفریط ہوئی سیدہے رستہ سے الگ ہوا - مقصد مین خرابی آئی پس اسی لئے خدا تعالےٰ نے اہدنا کے بعد الصراط المستقیم ذکر فرمایا یعنے یہہ تعلیم کی کہ یون دعا مانگو کہ ای خدا ہمکو ہر امر مین سیدہا رستہ دکہا -

واضح ہو

کہ جبتک ہر امر مین افراط (زیادتی) و تفریط (کمی) معلوم ہو گی صراط مستقیم یعنے درمیانہ پن معلوم نہوگا - پس سب سے پیشتر ہم عبادت اور استعانت مین جو افراط و تفریط ہے اوسکو بیان کرتے ہین - پس عبادت مین افراط یہہ ہے کہ جہان خدا کی کسی صفت کا ظہور دیکہے اوسی کو پوجنے لگے - جیسا کہ مجوس اور ہنود کرتے ہین کہ اونہون نے کوئی چیز بہی نہ چہوڑی - یہانتک کہ جب ہندوستان مین ریل جاری ہوئی اور انجن کو جو بغیر بیل اور گہوڑون کے خود بخود دوڑتا دیکہا تو بہت سے ہندوون نے ہر ہر کرکے اوسکے آگے ڈنڈوت کی اور ریلیشر مہاراج بنایا - اور تفریط یہہ کہ معاش دنیا اور کاروبار مین ایسا مشغول ہو کہ ذرا بہی خدا کی

طرف توجہ نرہے عبادت توکجا جیساکہ اہل یورپ کا دستور ہے شاید پیرس اور لندن اور برلن وغیرہ شہرون مین کبھی کوئی[1] خدا کا نام لیتا ہوگا۔ اور اسیطرح استعانت مین افراط یہہ ہے کہ ہر چیز کو سبب سمجھکر اور وسیلہ حاجات جانکر اوس سے سوال کرے اور ستارونکی تاثیر سے اپنی سعادت ونحوست سمجھے اور نباتات اور جمادات اور حیوانات کے خواص مخصوصہ کی رعایت کرے اور گہر اور بیوی اور ہتیارون اور دیگر اسباب معیشت مین نحوست و سعادت کا خیال کرکے سوء الٰہی بجا۔ لائے اور عناصر اور آفتاب و ماہتاب اور ارواح انسانیت و دیگر غیر مرئی چیزونکو خدا تعالیٰ کے خزانہ غیب کا داروغہ یا مالک یا مختار جانکر اونسے مدد مانگے اور اونکے نام سے نذر و نیاز بہوم دہاگ کرے جیساکہ ہنود کرتے ہین اور ویدون مین ابتک یہی مضامین بہرے پڑے ہین کہ جس سبب یہہ لوگ ہر چیز سے ڈرتے اور ہر چیز سے امید نفع رسانی رکہتے ہین اور تفریط یہہ کہ دوا و غذا وغیرہ اسباب معتبرہ کو بے اعتبار جانے اور خدا سے دعا کرنا اور نیکی اور خدا کی راہ مین دینے کو خیر و برکت کا سبب نہ سمجھکر اوسنے اعراض کرے اور جو چیزین کہ عالم اسباب مین موثر ہین اون کو فضول اور بے اعتبار جانے۔

اگرچہ صراط مستقیم کی تفصیل علم اخلاق کی کتابون مین خوب کی ہے مگر کسیقدر مختصر طور پر یہان بہی بیان کرنا ضروری سمجھتا ہون لان ما لا یدرک کلہ لا یترک کلہ

واضح ہو

کہ خدا تعالےٰ نے انسان کو تین قوتین عطا فرمائی ہین (اول) **قوت ادراکیہ** کہ جس سے ہر چیز کو جانتا ہے کہ جسکو قوت عقلیہ و نطقیہ بہی کہتے ہین پس اس سے جس چیز کو جانتا ہے وہ یا خدا تعالےٰ کی **ذات و صفات** اور اوسکے افعال کی دنیا و آخرت مین آثار ہین اور اونکے علم کو علم الٰہی کہتے ہین اور اسمین **افراط** یہہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی کنہ حقیقت دریافت کرنے لگے اور اوسکی صفات مین گہوڑے دوڑانے لگے۔ جیساکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ لوگ باہم قیل وقال اور سوال کرینگے کہ یہہ چیزین تو خدا نے بنائی ہین خدا کو کسنے بنایا۔ پس جب یہہ نوبت پہونچے تو یون کہو اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَ رُسُلِہٖ۔ کہ مین اللہ اور اوسکے رسولؐ پر ایمان لایا (متفق علیہ) اور تفریط یہ ہے کہ خدا کیلئے جسم اور مکان و حدوث و شکل و صورت وغیرہ وہ صفات ثابت کرے کہ جو اوسکی تقدس کے منافی ہین۔

---

[1] بخلاف اسکے اہل اسلام کا کوئی ایسا شہر نہین کہ جسمین پانچ وقت باواز بلند خدا کی توحید و تقدیس پکاری جاتی ہو اور سیکڑون خدا کے بندے بکار اوسکی ثنا و صفت اور اوسکی شکر گزاری اور اپنے گناہون سے استغفار اور اوس سے دعا نکرتے ہون اور اوسکے آگے اپنے جسم و روح سے نہایت پاکیزہ حالت بناکر نہ جہکتے ہون یہ سچے دین کی علامت ہے۔ بالخصوص مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ مین تو ہمہ وقت یہی حالت رہتی ہے۔
فقیر نے مکہ معظمہ مین جبل صفا کے قریب ایک مسجد مین تمام شب تکبیر و تہلیل کی آواز کانون مین آتی تہی (ابو محمد عبدالحق)

چنانچہ یہود و نصارے بلکہ ہنود نے ایسا ہی کیا ہے کہ خدا کو مجسم اور حضرت آدم کا ہمشکل مانا اور حضرت مسیح علیہ السلام کی صورت میں اور
کچھ مچھ سور شیر وغیرہ حیوانات کی شکل مین ہوکر دنیا پر آنا اور کھانا پینا وغیرہ وہ باتین ثابت کی ہین کہ جس سے وہ بری ہے اور خالق
کو مخلوق کے ساتھ مشابہ بنا دیا ہے تعالی اللہ عن ذلک علوا کبیرا یا بندہ کو عاجز محض جانکر تمام قبائح زنا و چوری کو اسی کیطرف
نسبت کرے جیساکہ جبریہ کرتے ہین ٭ یا یہہ اعتقاد کرے کہ ایمان لانے کے بعد پھر بندہ کو کسی گناہ پر عذاب دینا اوسکا دستور نہین
بندہ جو چاہے سو کرے جیساکہ پولوس اور اوسکے مریدون نصارے کا عقیدہ ہے انکے مقلد اہل اسلام مین سے بھی بعض
لوگ ہین جنکو مرجیہ کہتے ہین اور تفریط یہ کہ اوسکی صفات کا انکار کیا جاوے اور اوسکو اپنے خیال مین جزئیات کے
علم سے بے بہرہ جانے اور ایسا عاجز جانے کہ سوائے عقل اول کے اور کوئی چیز اوسنے پیدا ہی نہین کی جیساکہ حکماء یونان
اور مجوس کا عقیدہ ہے اور یہہ کہ اسکی صفات سمع و بصر وغیرہ جو نصوص قرآنیہ سے ثابت ہین اونسے بلا کسی وجہ وجیہ کے
انکار کیا جائے اور یہہ کہ اوسکو گناہ بخشنے سے عاجز قرار دیا جاوے کہ بغیر اسباب کے کہ وہ سب کی عوض مین آدمی کی شکل مین
اگر خود کفارہ ہو یہود کے ہاتھ سے صلیب پر کھینچا جاوے گناہ معاف نہین کرسکتا جیساکہ پادریان حال کا عقیدہ ہے اور یہہ کہ
جمیع افراد عالم مین اسباب ہی کو موثر تام جانکر خدا تعالے کو نکما اور بیکار جانے جیساکہ آریہ سماج[۱] کا عقیدہ ہے اور یہہ کہ بندہ کو خالق
مستقل جانکر افعال عباد کو اسکے قبضہ قدرت سے علحدہ سمجھے جیساکہ حال کے عیسائیون کا عقیدہ ہے اور اہل اسلام مین سے معتزلہ اور انکے مقلد ہین
اسکے علاوہ اور بہت سی افراط و تفریطین ہین ٭ اور یا وہ چیزین کہ جنکو بندہ جانتا ہے ارواح و ملائکہ و انبیاء و اولیاء و ائمہ دین ہین اور انکے
علم کو علم نبوات کہتے ہین اسمین افراط یہ ہے کہ ان لوگون کو ایسا بڑہائے کہ درجہ خدائی تک پہنچائے جیساکہ عیسائی حضرت مسیح
علیہ السلام کو خدا اور اوسکا بیٹا کہتے ہین یا بعض جہلا ان چیزون کو یہہ سمجھتے ہین کہ یہہ غیب دان ہین ان کو بندون کی حاجت برآری اور فریاد
رسی کی مستقل قدرت ہے یہہ خیال کرکے انکی تصویرون کو اور انکی قبرون کو اور تعزیہ کو پوجتے ہین اور انسے اولاد اور مال اور تندرستی اور عزت
و آبرو مانگتے ہین جیساکہ ہنود عناصر اور دیوتاؤن کو بہت سے انسانون کو اسلئے پوجتے ہین چنانچہ رگوید اور یجروید مین اونکی پرستش کے
طریقے اور اونکی بابت منتر اور سنسکرت ان ویدون کی سنہتا مین مندرج ہین اور اسی طرح پارسیون کے دساتیر انہین باتون سے
بھری پڑی ہین جو چاہے دیکھ لے ۔ یا انکو یون سمجھے کہ خدا چاہے یہ ہماری حاجات کو پورا کرینگے اور حشر مین خواہ مخواہ اپنے پرستش کرنے
والون کو رنج و غم سے رہائی دینگے جیساکہ یہود اپنے انبیاء کی نسبت اور مسیح علیہ السلام کی نسبت عیسائی ابتک یہی اعتقاد رکھتے ہین
اور بعض جاہل مسلمان اپنی جہالت و سفاہت سے حضرات انبیاء اور اولیاء اور اونکے مزارات مقدسہ سے ایسی لغو باتین عمل مین
لاتے ہین یا کسی ولی کو نبی کے رتبہ مین خیال کیا جاوے اور نبی کو شریک خدائی کردیا جاوے جیساکہ عیسائی کرتے ہین اور
تفریط یہہ کہ سرے سے غیر محسوس چیزون کا منکر ہو جاوے پس نہ وجود ملائکہ کا قائل ہو ۔ نہ جن شیطان کے وجود کا اور

[۱] ہندوؤن کا ایک فرقہ ہے کہ جسکے اس زمانہ مین پیشوا دیانند سرسوتی تھے ۱۲ منہ

انبیا علیہم السلام کو صرف فارم یعنی ناصح اور واعظ جاننے نہ اونکے انکشاف کا معتقد ہونہ اونکے خرق عادات معجزات وکرامات کا قائل ہو جیسا کہ آجکل یورپ کے ملحدون کا عقیدہ ہے اور ہندوستان مین اونکے مرید نیچریون کا اعتقاد ہے یا انبیا علیہم السلام کو معصوم ومحفوظ نہ جانے نہ ملائکہ کی عصمت کا قائل ہو بلکہ اپنے نفس خبیث پر قیاس کرکے انکو بھی ہر طرح کے گناہ مین ملوث سمجھے جیسا کہ اہل کتاب کا عقیدہ ہے کہ وہ حضرت لوط علیہم السلام کو اپنے دونون بیٹیون[۵۱] سے زنا کرنیوالا اور حضرت ہارون[۵۲] علیہم السلام کو بچھڑا پوجنے والا اور حضرت داود علیہم السلام کو اوریا کی بیوی بنت سبع سے حرام کرنیوالا[۵۳] اور حضرت سلیمان[۵۴] علیہم السلام کو بت پرستی کرنیوالا سمجھتے ہین اور یہ باتین انکی توریت ودیگر کتب الہامیہ مین مذکور ہین اور جیسا کہ ہنود دیوتاؤن کو کہ جنکو وہ فرشتہ کہتے ہین زناکار اور سخت مکار جانتے ہین چنانچہ اندر کا گوتم کی جورو سے زنا کرنا کتب مسلمہ ہنود مین مندرج ہے اور یہود مین بھی ہاروت ماروت کا قصہ مشہور تہا کہ انہون نے شراب پیکر زہرہ سے زنا کیا کہ جنکی تقلید سے بعض ناسمجھ مفسرون نے اس بے اصل قصہ کو قرآن مجید کی تفاسیر مین لکھدیا یا انبیا علیہم السلام کے رتبہ کا لحاظ نکرکے اونکو بڑے بھائی کے برابر قرار دیا جاوے وغیر ذلک من العقائد الفاسدۃ یا وہ چیزین کہ جنکو جاننا ہی قبر اور دوزخ اور جنت وحساب ومیزان وغیرہ امور آخرت کے معاملات ہین اور انکے علم کو علم معاد اور علم سمعیات بھی کہتے ہین ہمین افراط یہ ہے کہ ایمان کو ایسا مؤثر جانے کہ پھر اوسکے لیے کوئی گناہ مضر نہ سمجھے اور جزاء اعمال مین خدا تعالیٰ کو محض مجبور جانکر گناہ بخشنے پر یا کسی عمل کے قبول نکرنے پر قادر نہ جانے جیسا کہ نصاری کا عقیدہ ہے اور تفریط یہ ہے کہ یا تو سرے سے بعد مرنے کے جزاو سزا عذاب وثواب قبر وحشر کا قائل نہو جیسا کہ دہریون کا عقیدہ ہے اور جو قائل ہو تو پھر ادنے سے گناہ کو بھی ایمان کا زائل کرنے والا جانے جیسا کہ خوارج کا عقیدہ ہے یا وہان کے عذاب وثواب کو خیالی عذاب وثواب جانے جیسا کہ حکماء یونان اور انکے مقلدین نیچریون کا عقیدہ ہے یا وہان کے ملذذات اور عقوبات کو فانی جانے اور دنیا کے انقلابات پر محمول کرے وغیر ذلک۔ یا وہ چیزین کہ جنکو انسان جانتا ہے علاوہ اونکے اور جواہر واعراض ہین کہ جنکے علوم کو علے حسب اختلاف الموضوع علم طبعی اور ریاضی کہتے ہین پھر ہندسہ اور ہیئت ونجوم اور زیج اور اکرا اور علم الحیوان وغیرہ بہت سے علوم انہین علوم کے موضوعات کی شاخین ہین پس ان مین افراط یہ ہے کہ ان مین ایسا مشغول ہو کہ دنیا وما فیہا سے خبر نرہے یا نجوم اور طلسم اور نیرنجات اور کیمیا وغیرہ ان فنون مین مشغول ہو کہ جو کارآمد نہین یا انکی تاثیرات سعادت ونحوست ہی کا قائل ہو اور تفریط یہ ہے کہ بالکل ان علوم سے بے بہرہ رہے یا ان چیزونکی تاثیرات جسمانیہ کا بھی مطلق قائل نہو المختصر اس قوت ادراکیہ یا عقلیہ مین افراط وتفریط بری ہے اور درمیانی حالت عمدہ ہے اور اوسکو حکمت کہتے ہین کہ جو انسان کا بڑا کمال ہے اور

---

۵۱ کتاب پیدایش ۱۹ باب ۵۲ کتاب خروج ۳۲ باب ۵۳ کتاب دوم سموئیل ۱۱ باب ۵۴ کتاب اول سلاطین ۱۱ باب

۵۵ چنانچہ پادری فانڈر کی کتاب میزان الحق اور سید احمد خان صاحب نیچری کی تفسیر القرآن مین مذکور ہے جیسا کہ مقدمہ کتاب مین اسکی خوب تشریح ہو چکی ہے ۱۲ منہ

صراط مستقیم کا مصداق اور اسکی افراط کو جربزہ کہتے ہین یعنی عیاری وطراری اور تفریط کو غباوت بلادت (دوسری
قوت شہویہ) ہے کہ جسپر منافع حاصل کرنے کا مدار ہے اور اسکی وجہ مرغوب چیزون کی خواہش ہوتی ہے پس اسکی افراط یہ
ہے کہ کہانے اور پینے اور جماع کرنے وغیرہ لذائذ مین ہمہ تن مصروف اور سراسر گرفتار ہوجاوے اور اس مرتبہ کو فجور اور
خلاعت بہی کہتے ہین جسکا ثمرہ فحش اور بیحیائی ہے اور اسکی تفریط یہہ ہے کہ جسقدر لذائذ اسکے لئے حلال اور مباح ہین
اور جنپر معیشت دنیا کی بنیاد قائم ہے اونکو بہی ترک کر بیٹھے جیسا کہ رہبان اور ہندوون کے فقیر جوگی اور گشائین وغیرہ کرتے ہین۔
قرآن و نبی علیہ السلام نے جسطرح افراط سے منع کیا ہے اسی طرح اس تفریط سے بہی کہ جسکو خمود کہتے ہین بڑی تاکید سے روکا
قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ کہ کہہ کسنے خدا کی اون ستہری اور زینت کی چیزون کو حرام کیا
ہے کہ جو اسنے اپنے بندون کے لئے بنائی ہین اور نبی صلعم نے بہی لا رہبانیۃ فی الاسلام فرمایا ہے (مشکوۃ) کہ اسلام مین
رہبانیت کا کچہہ کام نہین اور ان دونون حالتون کی درمیانی حالت کہ جسپر صراط مستقیم صادق آتا ہے عفت ہے یعنی اپنی
خواہش نفسانی کو عقل اور شرع کے تابع بنانا اور اس عفت سے بہت اخلاق حمیدہ پیدا ہوتے ہین جیسا کہ صبر اور قناعت
اور جود اور سخاوت اور پہر سخاوت سے کرم اور ایثار کہ اور لوگون کو بہلائی مین اپنے نفس پر مقدم رکہنا اور معاملات مین
مساہلت یعنی فروگزاشت کرنا ۔ اور تیسری (قوت غضبیہ) ہے کہ جسکے طفیل سے انسان خطرناک کامون مین گر پڑتا اور
اپنے نفس اور اپنے متعلقون سے مضرت کو دفع کرتا ہے اسکی افراط کو تہور کہتے ہین کہ بغیر مصلحت جرات اور دلیری کر بیٹہنا
کہ جسطرح شیر وغیرہ درندے کرتے ہین اس سے ظلم اور بے رحمی وغیرہ قبائح پیدا ہوتے ہین اس تہور کو خدا تعالی نے قرآن
مین منع کیا ہے وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ - کہ اپنی جانون کو ہلاکی مین نہ ڈالو۔ اور اس صفت کی تفریط کو جبن
یعنے نامردی کہتے ہین بے غیرتی اور بزدلی کہ جو انسان کو اوسکے ہمچشمون مین ذلیل و خوار اور غیر لوگون کا غلام اور رعیت اور
تابعدار بنا دیتی ہے اسی کا ثمرہ ہے۔ اسکی برائی ہی قرآن اور احادیث مین بکثرت آئی ہے اور صراط مستقیم یعنے درمیانی حالت
کو شجاعت کہتے ہین کہ جس سے بہت اخلاق حمیدہ پیدا ہوتے ہین جیسا کہ علو ہمتی اور استقلال اور حلم اور تحمل اور حمیت وغیرہ لک
قرآن مجید اور احادیث صحیحہ مین ہر ایک جانب کا اور توسط کا اور پہر جو اسنے اخلاق حمیدہ پیدا ہوتے ہین ان کا بیان بکثرت ہے
بخوف تطویل ہر مقام پر آیت لانا مناسب نہ جانا جو چاہے کتاب اخلاق محمدیہ دیکہہ لے ۔ پس جب یہ تینون قوتین کامل ہوجاتی
ہین یعنی توسط کے مرتبہ مین آتی ہین کہ جسکو صراط مستقیم کہتے ہین تو اس حالت کو عدالت کہتے ہین کہ جسکی نسبت خدا تعالی قرآن
مین اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى فرماتا ہے ۔ پہر اس عدالت سے بیشمار اخلاق حمیدہ پیدا ہوتے ہین جیسا کہ محبت
اور وفا اور شفقت کہ جسکو خدا ترسی کہتے ہین اور کسیکے احسان کا بدلا دینا اور حسن صحبت اور توکل اور ہر حقدار کا حق ادا کرنا کہ جسکا

ثمرۂ توحید وایمان وطاعت خدا ورسول اور رعیت اور ملک وشہر کی خیرخواہی اور مان باپ بیوی اولاد یار عزیزون کے ساتھہ نیک سلوک کرنا عمدہ تربیت کرنا غلامون اور نوکرون اور بے زبان چارپایون پر رحم کرنا اونکی وسعت سے زیادہ کام نہ لینا انکی خوراک وغیرہ ضروریات کو بخوبی روا کرنا وغیرہ وغیرہ اخلاق حمیدہ کہ جنکو فطرت انسانیہ اچھا جانتی ہے ان سب باتون کو خدا تعالے نے ایک آیت مین کس خوبی کے ساتھہ ادا کردیا ہے کہ جسکا مثل نہین إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ پس جب کہ لفظ ہدایت اور صراط مستقیم کے معنی بخوبی معلوم ہوگئے تو اب اس آیت کا یہ مطلب ہوا کہ بندہ کو خدا تعالی یہ ارشاد کرتا ہے کہ تو مجھہ سے یہہ دعا کر کہ اے خدا تعالی تو مجھکو صراط مستقیم (کہ جو ہر امر کی درمیانی حالت ہے) نصیب کر کیونکہ جب انسان کو صراط مستقیم پر چلنا نصیب ہوا تو سعادت مانگی کہ جسکے لئے انبیاء علیہم السلام دنیا مین آتے ہین۔ اب اس دعا کو دیکھئے کہ جسکو پادری گرجا مین عبادت کے وقت پڑھتے ہین وہ یہہ کہ اے ہمارے باپ جو آسمان پر ہے تیرے نام کی تقدیس ہو تیری بادشاہت آوے تیری مرضی جسطرح آسمان پر ہے ویسی زمین پر بھی ہووے ہماری روز کی روٹی[1] آج ہمین دے الخ بلاشک ان دونون مین زمین وآسمان کا تفاوت ہے پس جسکی معرفت یہہ دعا الہام ہوا اوسکو نبی نہ کہا جاوے اور دعائے نان کے معلم کو نبی کہا جاوے اگر یہ نا انصافی اور تعصب نہین تو اور کیا ہے ؟ *

نکات

(۱) یہہ کہ خدا تعالے نے ان بیشمار علم اخلاق کی باتون کو کہ جنکی تصریح آگے چلکر قرآن مین کی ہے اور پھر اپنے نبی صلعم کی زبان سے احادیث مین بیان کرادیا ہے سب کی گٹھری باندہ کر یا سب کو سمیٹ کر ایک مختصر سے لفظ مین رکھدیا کہ جو ہر وقت بندہ کو ہر طرح کی نیک چلنی کی طرف بلاتا ہے اور حالت ابتدائی مین تفصیل کرنا قانون تعلیم کے منافی ہے ۔

(۲) یہہ کہ لفظ صراط آیا تا کہ عارف کی نظر مین پل صراط کا خیال پیدا ہو اور یہ جان لے کہ یہ تمام شریعت اوس روز پل صراط کی صورت مین ظہور کریگی جو یہان اس پر بآسانی چلتے ہین وہان بہی وہ بآسانی چلینگے اگر لفظ طریق بولا جاتا تو یہ مطلب حاصل نہوتا

(۳) یہہ کہ صراط کے بعد لفظ مستقیم آیا اسکی جگہہ سوی وغیرہ دیگر الفاظ جو سیدہا ہونے کے معنی پر دلالت کرتے ہین نہین آئے اس نکتہ کے لئے کہ مستقیم مین استقامت پائی جاتی ہے کہ جس سے یہہ اشارہ ہوا کہ صرف یکبار ان اخلاق حمیدہ سے موصوف ہونا کافی نہین بلکہ ان پر مداومت ہونی چاہئے اور ایک ملکہ پیدا ہونا چاہیے کہ جسکو استقامت کہتے ہین چنانچہ ایک جگہہ خود فرماتا ہے إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا کہ جن لوگون نے یہہ کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے اور پھر وہ اس پر قائم بہی رہے تو انکو نہ کچھہ خوف ہے اور نہ وہ غم کہاوینگے ۔ اور اسی لئے جس بات مین استقامت نہین ہوتی اوس کا کچھہ اعتبار نہین ہوتا چنانچہ یہ قول مشہور ہے

[1] کیا اسی دعا کی تعلیم کو الہام اور نبوت درکار ہے ای حضرت پیٹ بھرنے کی دعا تو گداہی ہر روز مانگتا ہے چونکہ اس دین مین جنت و دوزخ بہی دنیا کی عیش و ناکامی ہے اسلئے عیسائی نماز مین بہی یہی دعا مانگتے ہین کیا خوب کہا ہے کسی نے ع ۔ فکر ہر کس بقدر ہمت اوست ۱۲ منہ

کہ الاستقامۃ فوق الکرامۃ پس لفظ مستقیم مین ہمیشہ ان باتون پر قایم رہنے کی طرف اشارہ ہے ۔
(۴) یہ کہ اہدنا ذکر کیا اہدنی بصیغہ واحد نہ آیا اسمین چند مصلحتین ہین (۱) یہہ کہ یہہ دعا ہے اور دعا جب سب لوگ مجتمع ہو کر کرتے ہین وہ زیادہ قبول ہوتی ہے کیونکہ جب بہت سے قلوب عالم بالا کی طرف ہمت کرتے ہین تو اونکی اثر ہمت کو عالم بالا سے مقصود کے وجود مین بڑا علاقہ ہے پس وہ دعا مصائب کے دفع کرنے مین صرف ہوتی ہے اور کبہی عالم حس مین متشکل ہو کر مقصود اور مطلوب بنجاتی ہے اور یہ ایک سر الہی ہے کہ جسکو ہر شخص نہین جانتا (۲) یہ کہ جب تک سب کو ہدایت نہو تو اس دعا کرنیوالیکا بہی پورا مقصد نہ پایا جاوے کیلئے کہ تمام کاروبار عالم کے ایک دوسرے سے متعلق ہین پس جب ایک راہ راست پر ہوا اور نہون تو اسکو بہی وقت پیش آوے اور دینی و دنیاوی معاملات مین بڑی مصیبتین اوٹہانی پڑین اور جبکہ گہر یا شہر کے سب یا اکثر لوگ راہ راست پر ہوتے ہین تو کامل فائدہ ہوتا ہے (۳) یہہ کہ اسمین اسطرف اشارہ ہے کہ تم خلق کی خیر خواہی اور دوسرون کی بہلائی کے بہی درپے رہو نفسا نفسی نہ کرو پس دعا مین جسطرح اونکو شریک کرتے ہو تو اوسیطرح عمل بہی کرو کہ اور کاروبار مین بہی انکی شرکت کرو رفاہ عام کا لحاظ رکہو (۴) یہ کہ دعا عاجزی اور احتیاج کا ثبوت ہے پس جسطرح وہ رب العالمین ہے اسیطرح اس سے سب کو اظہار احتیاج اور عاجزی کرنی چاہیے ۔ واضح ہو کہ صراط مستقیم کو عقل سلیم پہچان سکتی ہے مگر اکثر اوقات وہم و خیال ہو کر غلطی مین ڈالدیتا ہے اسلئے آپ دنیا مین سیکڑون اختلافات اور ہزارون تناقضات دیکہتے ہین ۔ دیکہیے جن چیزون کو اہل عقل سلیم برا کہتے ہین اونکو کج فہم بہلا بتلاتے ہین تمام بنی آدم گوشت کہانے کو مباح مانتے ہین مگر ہنود اسے برا جانتے ہین علی ہذا القیاس بحکم ع کس نگوید کہ دوغ من ترش است ۔ ہر شخص اپنے مذہب و ملت اخلاق و عادات معاشرت و معاملات کو راہ راست بتلاتا اور صراط مستقیم کا مصداق بناتا ہے حلال خورون سے پوچہیے تو وہ لال گرو کی اطاعت ہی کو باعث نجات بتلاتے ہین ۔ ہنود بت اور عناصر پرستی ہی کو مکتی کہتے ہین ۔ عیسائی تثلیث و کفارہ و الوہیت مسیح کو ماننا ہی ابدی کہتے ہین ۔ پارسی آتش پرستی ہی مین سرگرم ہین ۔ الغرض سبکے کچہہ افعال و اقوال ہین کسی کے کچہہ اور کسی کے اور کچہہ ہین مگر یہ تو سب کے نزدیک مسلم ہے کہ نہ سب حق ہین نہ سب باطل کیونکہ نہ اجتماع النقیضین ممکن ہے نہ ارتفاع النقیضین پس اسلئے ان مین سے ایک فریق صراط مستقیم پر ہے اور سب ضلال مبین مین گرفتار اور خوار ہین کسلئے کہ بری چیز کو بہلا جانکر اسپر نقد عمر عزیز کو صرف کرنا بڑے خسارہ کی بات ہے اور اسی لئے اس جہل مرکب کو حکما نے مرض لا دوا مانا ہے اور خدا تعالی نے بہی اپنے کلام مین اسکو سب سے بڑا مرض گردانا ہے قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا تو کہہ کہ آؤ ہم تمکو بتلادیں کہ سب سے زیادہ کون خسارہ مین پڑے ہوئے ہین ۔ وہ کہ جنکی دنیا مین کمائی اکارت گئی اور وہ یہہ سمجہہ رہے ہین کہ ہم اچہا کر رہے ہین ع بروز حشر شود ہمچو روز معلومت ۔ کہ با کہ باختہ عشق در شب دیجور ۔ کیا خوب کہا ہے کسی نے

۱؎ قول ۲ ۲؎ قول ۱۲

۵ خواجہ پندارد کہ دارد حاصلے ؛ خواجہ را حاصل بجز پندار نیست ؛

لیکن جہاں عقل غلطیوں کی سخت دلدل میں پھنس جاتی ہے تو رحمت الٰہی اسکو الہام انبیاء علیہم السلام کے ہاتھ سے نجات دیتی ہے یعنی ایسے اختلاف میں انبیاء علیہم السلام اور اونکے متبعین کسوٹی ہیں کہ جو انکے مطابق ہیں تو ٹھیک ورنہ صراط مستقیم سے الگ ہیں پس اسلئے اسکے بعد یہہ فرمایا کہ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ ○ اون لوگوں کے رستہ پر چلا کہ جن پر تو نے بخشش کی (انبیاء) - نہ ان لوگوں کی راہ پر کہ جن پر تو خفا ہوا اور نہ اونکی راہ پر کہ جو گمراہ ہیں (کفار و مشرکین)

ترکیب

صراط مضاف الذین مضاف الیہ موصول انعمت علیہم فعل با فاعل و ضمیر عائد اسکا صلہ - موصول و صلہ ملکر مضاف الیہ ہوا مضاف کا وہ مضاف اپنے مضاف الیہ سے ملکر بدل کل ہوا الصراط المستقیم سے یعنے صراط مستقیم سے مراد وہ رستہ ہے کہ جو انبیاء علیہم السلام اور اونکے متبعین کا ہے - غیر المغضوب علیہم معطوف علیہ لا الضالین معطوف - معطوف اور معطوف علیہ دونوں ملکر الذین سے بدل ہوا یعنی جن پر تو نے انعام کیا ہے اونسے مراد وہ لوگ ہیں کہ جن پر تیری خفگی نہیں ہوئی اور نہ گمراہ ہیں تا کہ کوئی انعام دنیاوی سمجھکر گمراہ دولتمندوں اور بادشاہوں کا طریقہ نہ سمجھ لے - یہاں یہ سورۃ تمام ہوگئی -

تفسیر

نعمت[1] لغت میں نرمی کو کہتے ہیں - ثوب ناعم اور جلد ناعم بولتے ہیں یعنے نرم کپڑا یا نرم جلد - پھر اوسی حالت سرور و لذت پر اس مناسبت سے لفظ نعمت[2] بولنے لگے لیکن مراد اس سے وہ چیزیں لینے لگے کہ جنسے انسان کو راحت اور سرور پیدا ہوتا ہے اور انعام نعمت کسیکو اسطرح دینا کہ اوس سے صرف احسان مقصود ہو اپنی کوئی غرض نہو اور اسی لئے خدا تعالےٰ کے سوا کسیکو منعم حقیقی نہیں کہتے ہاں مجازاً اطلاق کر سکتے ہیں -

ہر چند خدا تعالیٰ کی نعمتیں بیشمار ہیں جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے وَإِن تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا کہ اگر تم خدا کی نعمتیں گنو تو شمار نکر سکو گے لیکن اونکی دو قسم ہیں ایک دنیوی دوسری اخروی پھر دنیوی دو قسم ہیں ایک وہبی کہ جسمیں بندہ کو کچھہ دخل نہیں دوسری کسبی کہ جو بندہ کے کسب و کام سے علاقہ رکھتے ہیں پھر وہبی کی دو قسم ہیں ایک روحانی جیسا کہ اسکی روح کو پیدا کرنا اور پھر اسکے بدن سے متعلق کرنا کہ جسکو زندگی دنیاوی کہتے ہیں اور پھر اوسکو عقل سے منور کرنا اور اوسکے متعلق قویٰ فہم و فکر و نطق وغیرہ عطا کرنا - دوسرے جسمانی جیسا کہ اسکا بدن پیدا کرنا اور اوسمیں قویٰ غاذیہ و نامیہ وغیرہا کہ جنسے اسکا قوام بدن ہے عطا کرنا اور اسکے اعضاء ہاتھہ پاوں آنکھہ ناک کو کامل بنانا اور پھر اسکے متعلق کھانا اور کپڑا و دیگر حوائج

۱؎ بالفتح ۲؎ بالکسر

وزینت روپیہ پیسا زن و فرزند مکان و سواری وغیرہ وغیرہ بیشمار چیزین ہین - یہ نعمتین خدا تعالی کی کافر و مومن نیک و بد سبکو عطا ہین چونکہ بندہ کو مفت ملی ہین اسلیئے قدر نہین کرتا - اگر انمین سے ایک تندرستی اور فراغ دستی ہی کو دیکہا جاوے تو کیسی نعمت ہے ؟ پہر ایک آنکہہ یا ناک وغیرہ اعضا کے لیئے اگر لاکہون روپیہ صرف کرے تو کہین دستیاب ہون وہ سی بات جوانی مین بالون کا سیاہ ہونا ہے پہر اسکے لیئے بڑہاپے مین لوگ خضاب لگاکر جو کچہہ مشقت اُٹہاتے ہین بیان سے باہر ہے - پہر پانی اور ہوا اور طرح طرح کی خوشبوئین اور میوے اور قسم قسم کے اناج اور نفیس کپڑے سب خدا کی مخلوق ہین جو بندہ کے کام مین آتے ہین بندہ کا اس مین خانہ زاد کچہہ بہی نہین - اور کسبی بہی بہت سی نعمتین ہین جیسا کہ اخلاق حمیدہ سے نفس کو مزین بنانا اور علم و فضل صنعت اور طرح طرح کی آرائشین ظاہری و باطنی پیدا کرنا ہے یہ بہی سب اُسکے دئیے ہین لیکن قدرے بندہ کے کام کو دخل ہے مگر مراد کو وہی پہنچاتا ہے ورنہ اپنی سعی و کوشش کو سلطنت اور دیگر کمالات حاصل کرنے مین کون کم کرتا ہے - اُخروی نعمتون کی بہی بیشمار اقسام ہین جیسا کہ بندہ کو اپنی معرفت اور ہدایت اور تقرب وغیرہ آخرت کے وسائل عطا کرنا اور اوسکے گناہ معاف کرنا اور مرنے کے بعد اسکو عالم برزخ (قبر) مین اور عالم حشر مین جنت دینا اور اوسمین صدہا وہ نعمتین کہ جنکو نہ کسی آنکہہ نے دیکہا ہے نہ کان نے سُنا ہے نہ کسیکے دل پر اونکا خیال گزرا ہے اور سب سے بڑہکر وہاں انکا دوام اور اوسکا دیدار ہے اللہم ارزقنا رویتک فی جنۃ الفردوس آمین * پس آپکو جب نعمائے الٰہی کا کسیقدر حال معلوم ہوا تو اب یہ جان لیجئے کہ اس آیت مین (کہ جنپر اے خدا تو نے نعمت کی ہے انکی راہ پر چلا) نعمت آخرویہ مراد ہے کیونکہ در اصل جسقدر دنیا کی نعمتین ہین سب فانی ہین اور باقی نعمتین آخرویہ ہین سو انکے مقابلہ مین وہ کالعدم ہین - دوم دنیاوی نعمتون مین تو گمراہ لوگ بہی شریک ہین پہر انکی راہ کیونکر مطلوب ہوسکتی ہے اونکی راہ تو سیدہی غمکدہ جہنم مین جاتی ہے اعاذنا اللہ منہا - اور یہہ بہی واضح ہو کہ جنکو خدا تعالی نے اخروی نعمتین عطا فرمائی ہین وہ چار گروہ ہین جیسا کہ خود ایک جگہہ فرماتا ہے وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّہَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیْقًا کہ جو خدا اور رسول کی اطاعت کریگا تو وہ اون لوگون کے ساتہہ رہیگا کہ جنپر خدا نے انعام کیا اور وہ انبیا اور صدیقین اور شہدا اور صالحین ہین اور یہہ اچہے رفیق ہین - آپ کو یہ تو معلوم ہوگا کہ عالم غیب سے یہ صراط مستقیم اول انبیا علیہم السلام کو عطا ہوتا ہے اور پہر اونکا پرتو صدیقین پر پڑتا ہے اور اونکا شہیدون پر اور اونکا صالحین پر کس لیئے کہ خدا تعالی نے انسان کو دو قوتین عطا فرمائی ہین ایک قوت نظریہ کہ جسکی

ف یہ دنیا کے تمام عیش و عشرت اور جوانی حسن خوبی اقبال و شہرت سب خواب و خیال ہین جسطرح کوئی رات کو خواب مین شادی کرے اور نہایت خرمی اُٹہاوے یا تخت سلطنت پاوے پس صبح کو جب آنکہہ کہلے تو کچہہ نہین دیکہتا یہی حال اس چندروزہ زندگی اور اوسکی بہار کا ہے - اگر کسیکو اسبات کا معائنہ کرنا ہو تو پرانے کہنڈرات بالخصوص پرانی دہلی مین بادشاہون کی شکستہ عمارات اور کوشک ہزار ستون کی بنیاد کو دیکہے اور تزک سلاطین تیموریہ کا آئینہ عبرت لال قلعہ ہے - کسی بادشاہ نے اخیر عمر مین کہ جب بسر سفر تہے کیا حسرت سے یہ اشعار کہے ہین سے بسیار درین جہان جمیدیم * بسیار نعیم و ناز دیدیم * اسپان بلند برنشستیم * ترکان گران بہا خریدیم * کردیم بسے نشاط آخر * چون قامت ماہ نو خمیدیم ۱۲ منہ

وجہ سے اشیا کا علم حاصل ہوتا ہے اور اس قوت کی تکمیل کی دو صورتیں ہیں ایک انکشاف کہ روح کو نور قدس سے وہ صفائی حاصل ہو کہ پھر حجابات اور ظلمات اور اک حقائق الاشیار سے مانع نہ آویں اسکا قلب عالم غیب کا خزانہ ہو جاوے اگر بغیر اکتساب و تعلیم یہ بات اوسکو حاصل ہے تو وہ نبی ہے پھر انبیا کے بھی مراتب متفاوت ہیں اعلیٰ درجہ میں رسول اُلوالعزم ہیں اور ان سب کا سلسلہ ایک ایسے شخص کی طرف منتہی ہے کہ جو عالم روحانی میں خداوند تعالیٰ کے ظہور کا اول پرتوا ہے کہ پھر جو اور مخلوقات ہے سب اسی کی تفصیلات[۱] ہیں اور عالم حسّی میں وہ سب سے اخیر ہے جسکو حقیقت محمدیہ کہتے ہیں علیہ الصلوٰۃ والسلام کیا خوب کہا ہے کسی نے ؎ تو اصل وجود آمدی از نخست ۔ دگر ہرچہ موجود شد فرع تست ۔ پس چونکہ کل کائنات اسی کے وجود کے انبساطات ہیں اسلئے جسطرح اپنے وجود کا علم ضروری ہے انکا بھی ضروری ہے اسلئے تمام علوم کا سرچشمہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں چنانچہ خود ہی ارشاد فرماتے ہیں کہ مجھکو تمام اولین و آخرین کے علوم دئے گئے ہیں اور چونکہ نبی آدم از علم یابد کمال ۔ کمال کا اعلیٰ مرتبہ قوت علمیہ کی تکمیل ہے اور آپ اسمیں سب سے بڑھکر تو اسلئے آنحضرت سید المرسلین قرار پائے الحاصل نبی وہ ہے جسکی قوت علمیہ انکشاف الٰہی سے نہایت کمال کو پہنچ جاتی ہے کہ پھر اوسمیں غلطی کا احتمال نہیں رہتا اور اسکی قوت عملیہ بھی تکمیل ہو جاتی ہے کہ جس سے ہر قسم کے گناہوں سے محفوظ و معصوم رہتا ہے اور اوسکی روحانی قوت سے خرق عادات و معجزات[۲] اوسکی تصدیق کے لئے ظاہر ہوتے ہیں اور جو لوگ انکے فیض صحبت سے اور اثر تربیت سے اس درجہ علیا کو پہنچتے ہیں اونکو صدیق کہتے ہیں جیسا کہ صحابہ میں ابوبکر تھے اور پھر تابعین و تبع تابعین اور انکے بعد اور ہزارہا صدیقین گزرے ہیں کہ جنکے فیوض و انوار نے ایک عالم کو منور کر رکھا ہے اگرچہ حکمار اشراقیہ

---

[۱] اسکی ایک چھوٹی سی مثال دیتا ہوں کہ جس سے ایک چیز کا سب سے اول ہونا اور آخر ہونا سمجھ میں آجاوے ۔ کسی درخت کے تخم کو دیکھئے کہ وہ اُس درخت کی اصل ہے پھر اوس سے دو پتے نکلتے ہیں یہ ایک مرتبہ تفصیل کا ہوا پھر کسیقدر شاخیں نکالتا ہے یہ دوسرا مرتبہ اوس تخم کی تفصیل کا ہوا پھر تمام شاخیں اور پتے پھل پھول نمودار ہوتے ہیں یہ تیسرا مرتبہ تفصیل کا ہوا کہ اوس تخم میں جسقدر یہ چیزیں مجملاً ودیعت تھیں سب باہر آگئیں اور تفصیل ہوگئی پھر وہ تخم سب سے اخیر پھل میں آگیا ۔ یہ تخم جو پھل میں نمودار ہوا ہے اگر کسیقدر تعینات کا لحاظ نکیا جاوے تو وہی پھل ہے کہ جس سے یہ تمام درخت پیدا ہوا ۔ اب دیکھئے یہ تخم سارے درخت سے مقدم ہے مگر موخر بھی ہے ۔ یہی حال حقیقت محمدیہ اور تمام سلسلہ انبیار کا ہے فتامل ۱۲ منہ

[۲] معجزات کبھی اقوال ہوتے ہیں جیسا کہ غیب کی خبر دینا اور بے مثل کلام کہ جسمیں ہر طرح کی ہدایت مع غایت فصاحت ہو بنانا جیسا کہ قرآن مجید یا افعال ہیں جیسا کہ اونگلیوں سے پانی جاری کرنا اور چاند کے دو ٹکڑے کر دینا اور درختوں کو حاضر کرنا ایک مشت خاک سے لشکر کو اندھا کر دینا وغیرہ وغیرہ ۔ اور جسطرح انبیار کو تصدیق کے لئے معجزات دئے جاتے ہیں اسی طرح اون کو آیات عقلیہ بھی ملتی ہیں پھر ان آیات عقلیہ کی بھی چند قسم ہیں از انجملہ اخلاق حمیدہ ہیں از انجملہ بیان شافی ہے از انجملہ حجت واضحہ ہے از انجملہ انوار صحبت ہیں از انجملہ تکمیل نفس ہے کہ اُس نبی صلعم کی صحبت سے نفس کو کمال حاصل ہو جاوے از انجملہ خیر و برکات و نیک وقتی ہے کہ اوسکے یمن و برکت سے انسان کو ہر قسم کی نیک چلنی و خیر و برکت حاصل ہو جاوے ۔ پس جسطرح کم فہموں کو معجزات سے نبی کی تصدیق ہوتی ہے کاملوں کو اس سے بڑھکر آیات عقلیہ سے تصدیق ہو جایا کرتی ہے گو ہمارے نبی صلعم کو بقدر معجزات عطا ہوئے تھے کہ آجتک کسی نبی کو نہیں ملے مگر اونسے وہ چند حضرت کو آیات عقلیہ عنایت ہوئی تھیں جس سے اُمت محمدیہ علی صاحبہا السلام کا کمال معلوم ہوتا ہے یعنے جناب محمد علیہ السلام کی اُمت ایسی کوڑ مغزی نہیں کہ اونکو سوائے موٹی موٹی باتوں کے اور لطیف باتوں سے نبوت دریافت کرنے کا حصہ ہی نہیں ملا ۔ دیکھئے اہل نسبت اور حکما اشراقیہ آیات عقلیہ سے دوسرے شخص کے کمالات کیسے جلد دریافت کرلیتے ہیں اور دیکھئے ویسرائے کا حاکم ہندوستان ہونا عامیوں کو ظاہری تجمل و شوکت سے معلوم ہوتا ہے اور جو پارلیمنٹ کے ممبر ہیں اُنکو اسکی کچھ حاجت نہیں وہ بغیر اس ظاہری تجمل کے یقین کامل کرتے ہیں ۔ پس زیادہ ظاہری تجمل ساتھ رہنا ویسرائے کی خوبی اور کمال نہیں بلکہ عامیوں کے نقصان عقل کی دلیل ہے ۔

و دیگر اہل ریاضت جیسا کہ ہنود کے جوگی وغیرہم بہی اس انکشاف سے کسیقدر بہرہ یاب ہوتے ہین مگر بسبب اختلاف قوت وہمیہ کے
غلطیون سے محفوظ نہین اور نہ یہہ قوت انکے حد کمال تک پہنچتی ہے بلکہ وہ ایسے ہین کہ جسطرح کسی طائر کے تہوڑے سے پر ہون اور وہ
اچہی طرح نہین اُڑسکتا کسیقدر پہڑ پہڑاتا ہے مگر گرپڑتا ہے اور وہ لوگ باز وعقاب کی طرح اُڑتے ہین اسلیئے انکا اعتبار نہین انکا اعتبار ہے
اور وہی قابل اقتدا ہین - یہ نہین عام لوگ انکی ان ادنی باتون پر حیران ہوکر ایمان لے آتے اور اونکو خدا بنا لیتے ہین چنانچہ مدینہ
منورہ مین آنحضرت علیہ السلام کے عہد مین ایک شخص ابن صیاد تہا کہ حضرت نے اوس سے دخان دل مین کہکر پوچہا تو دُخ کہکے رہگیا
اور اب بہی ایسے ہزارون شعبدہ باز ہین ۔ دوسری صورت استدلال اور تجربہ وغیرہ امور ہین گو ان چیزون سے عقل کو ترقی ہوتی
مگر حد کمال کو نہین پہنچتی کسلیئے کہ استدلال مین جو کچہہ خرابیان پیش آتی ہین اوسکے تو حکما مشائین بہی قائل ہین کہ جنکی صلاح
کے لئے فن منطق تدوین کیا تہا اور اوسکے بعد بہی ارسطاطالیس وغیرہ بہت سے حکیم غلطیون سے نجات نہ پاسکے جیسا کہ انکے فلسفہ سے
ظاہر ہے کیا خوب کہا ہے کسی نے ؎ پائے استدلالیان چوبین بود ٭ پائے چوبین سخت بے تمکین بود ٭ اور تجربہ کا یہ حال ہے کہ انسان
کی جون جون عمر زیادہ ہوتی جاتی ہے تجربہ اور مشاہدہ سے عقل بڑہتی جاتی ہے مگر اسکے ساتہہ ہی یوماً فیوماً حواس مین بہی فرق آنے
لگتا ہے پس جسطرح بوڑہے لوگ دانائی کے سبب سے ممتاز ہین اسی طرح کم عقلی کا بہی اونکو خطاب ملتا ہے اسکے سوا تجربہ کو امور آخرت وغیرہ
یعنی فن نبوات سے کیا علاقہ ہے ٭ اسلیئے یہ فریق بہی معتبر نرہا اور انکو خود حضرات انبیاء علیہم السلام کا تبع ہونا پڑا - دوسری قوت عملیہ
ہے کہ جس سے کسی قول کے نتیجہ پر یقین کرکے اوسکو عمل مین لاتے ہین پس جن لوگون پر انبیاء علیہم السلام اور اونکے صدیقون کا اثر پڑتا ہے
اور اونکو ثواب اور وعدہ الٰہی کی پوری تصدیق ہوجاتی ہے (کہ گویا یہ اوسکے پاس پہنچ گئے ہین اور اسوجہ سے اوسپر یہانتک عمل کرنے
کو آمادہ ہین کہ اپنی جان کو بہی دریغ نہین کرتے) اونکو شہید[1] کہتے ہین گو وہ زندہ ہون مگر جب اس مرتبہ پر پہنچ جاتے ہین تو شہید ہی
کہلاتے ہین اور چونکہ اُنہون نے اپنی حیات مستعار کو دریغ نکیا تو اسکے بدلہ مین خدا اُنکو حیات ابدی نصیب کرتا ہے کہ جسکی نسبت
فرماتا ہے وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَاۗءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ کہ جو خدا کی راہ مین مارے گئے ہین اُنکو
مردہ نکہو بلکہ وہ زندہ ہین مگر تمکو خبر نہین - کیا خوب کہا ہے کسی نے ؎ کشتگان خنجر تسلیم را ٭ ہر زمان از غیب جانے دیگر است ٭
اور اسی لیئے بعد مردن بہی انکی روح سے امور عجیبہ اسرار غریبہ سرزد ہوتے ہین - اور چونکہ انکی یہ کارروائی ملاء اعلی کے موافق
اور حسب خواہش ہوتی ہے تو انکی یہ خواہش باغ اور خوشبو اور طرح طرح کی راحتون مین ظہور کرتی ہے اسلیئے نبی صلعم نے فرمایا ہے کہ

[1] پس جسطرح نبی کو اسلیئے نبی کہتے ہین کہ لفظ نبوت کے معنی علم وخبر کے ہین اور وہ لوگون کو اپنے علم سے خبر دیتا ہے اسی طرح صدیق چونکہ صداقت والا ہوتا ہے اور
نبی کی تصدیق کرتا ہے اوسکو صدیق کہتے ہین اور شہادت کے معنے حاضر ہونے کے ہین اور چونکہ گواہ موقع پر حاضر تہا ہوتا ہے اسلیئے اوسکو شاہد کہتے
ہین اور شہید چونکہ اپنے دل سے ایسی تعمیل کرتا ہے کہ گویا اُسکے نتیجہ پاس پہنچگیا اور حاضر ہوگیا اسلیئے اُسکو شہید کہتے ہین اور صالح چونکہ نیک ہوتا ہے اُسکو
صالح کہتے ہین یہ لغوی معنے ہین ورنہ حقیقت ہر ایک کی ہم بیان کر آئے ہین ٭

دنیا مین پھر آنے کی کوئی آرزو نکریگا مگر شہید کہ وہ اس ذائقہ کے لئے پھر آنے کی آرزو کریگا اور اسی لئے اس شہادت کی آرزو مین آنحضرتؐ فرماتے ہین کہ واللہ میری یہ آرزو ہے کہ مین خدا کی راہ مین مارا جاؤن اور پھر زندہ ہون اور پھر مارا جاؤن (مشکوۃ) یہ بات کہ اول قطرۂ خون سے شہید کے تمام گناہ معاف ہوجاتے ہین منجملہ اور فضائل کے ایک ادنے بات ہے اسی لئے حضرت عمرؓ یہ کہا کرتے تھے کہ اللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ شَھَادَۃً فِیْ سَبِیْلِكَ وَاجْعَلْ مَوْتِیْ بِبَلَدِ رَسُوْلِكَ کہ اے الہی مجھکو اپنی راہ مین شہادت نصیب کر اور اپنے رسول کے شہر مین موت دیجیو۔ چنانچہ خدا نے اونکی دعا قبول کی۔ الہی مین بھی یہی دعا کرتا ہون ۝ آرزو یہ ہے کہ تیری راہ مین + ٹھوکرین کھاتا ہمارا سر چلے + جسطرح حضرت مسیح علیہ السلام کے مریدون مین ستیفان حمہ اللہ یروشلم مین شہید ہوے ہین آنحضرتؐ کے صحابہ مین ہر جگہہ صدہا شہید ہوے ہین۔ اور اگرچہ یہ دونون تینون کمال پر نہین پہنچین بشرطیکہ اسکو حضرات انبیاء کمال درجہ کا اتباع ہے تو اوسکو صالح کہتے ہین پس یہہ وہ لوگ ہین کہ جنپر خدا تعالی نے رحمت کی اور نعمت دی حضرت کی اُمت مین قیامت تک صدیق اور شہید اور صالح پیدا ہوتے رہین گے۔

متعلقات

غضب انسان کی ایک کیفیت ہے کہ جس مین خون دل جوش مارتا اور روح حیوانی نکروہ کے دفع کرنے کو اور دشمن کو مقہور کرنے کو باہر کی طرف متوجہ ہوتی ہے پس یہ بات ذات باری تعالی کی نسبت محال ہے کیونکہ خون دل جوش مارنا جسمانی چیزون اور ممکنات کا خاصہ ہے۔ پس اس صفت سے مراد اُسکی غایت اور اثر ہے یعنی دشمن اور مخالف کا مقہور کرنا اور تمام صفات رحمت اور استہزاء اور خداع اور مکر جو قرآن مجید مین خدا تعالی کی نسبت وارد ہین سب کے مجازی معنی اثر اور غایت مراد ہین کس لئے کہ خدا تعالی کو ممکنات سے کسی بات مین اشتراک نہین مگر جبکہ اوسکی صفات تعبیر کرنے کی ضرورت پڑی تو لامحالہ وہی الفاظ استعمال کرنے پڑے کہ جو بندون کی صفات کے لئے وضع کئے گئے تھے۔ خدا تعالی کا غصہ اُسکی برخلافی اور سرکشی پر ہوتا ہے کہ جس کا نتیجہ دین و دنیا کی خرابی اور بربادی ہے۔ خدا اپنے غضب سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

ضلال ہدایت کا ضد ہے یعنے اوس رستہ پر چلنا کہ جس سے مقصود کو نہ پہنچے پس جسطرح ہدایت کے مراتب مرتبہ ہین اسی طرح ضلالت کے مراتب مرتبہ ہین اور جسطرح ہدایت کے مراتب غیر متناہی ہین اسیطرح ضلالت کے مراتب بھی لاانتہا ہین الغرض ہر ہدایت کے مقابلہ مین ایک ضلالت ہے پس جسکو وہ مرتبہ ہدایت کے حاصل ہوا اوس سے اوپر گیا ہو مین مرتبہ مین ہنوز ضلالت ہے۔ ایک بڑے سے بڑے کامل کو کہ ہنوز اخیر مرتبہ کمال کی اُسکو ہدایت نہین ہوئی اوس مرتبہ کے لحاظ سے ضال کہہ سکتے ہین اور اسی وجہ سے

ف اور اسی لئے باوجودیکہ بندہ اوسکے، وہ رہ پہونچ گیا پھر اہدنا الصراط المستقیم کے سوال کرنے کا حکم ہوا کیونکہ قرب الہی کی نہایت نہین ۝ اے برادر بے نہایت درگہیست + ہرچہ بروی میرسی بروی مایست ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالے

قرآن مجید مین آنحضرت صلعم کو یہ فرمایا ہے وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ کہ آپ جبتک مرتبۂ نبوت و روحی علی کی ہدایت تک نہ پہنچے تھے اس مرتبہ مین ضالّ تھے پھر اسکی آپ کو ہدایت کردی۔ بعض بے علم عیسائیون نے اس لفظ کو عرفی ضلالت پر محمول کرکے آنحضرت علیہ السلام کی نسبت قبل نبوت گمراہی کا الزام لگایا ہے۔ اور پولوس مقدس پر قیاس کیا ہے کہ ابتدا مین سخت بے دین تھا چنانچہ حضرت استیفان کو شہید کرنیوالون مین شامل تھا اور پھر ہر روز دینداروںکو قتل کرتا اور ستاتا تھا اور دمشق کو کاہنون کا خط لیکر ایمانداروںکو قتل کرنے چلا تھا کہ حضرت مسیح علیہم السلام نے روحانی تصرف سے اُسکو اندھا کردیا اور پھر یہ شخص عیسائیون کا وہ پیشوا ہوا کہ جسنے حضرت مسیح کو بھی ملعون کہا اور تمام شریعت موسیٰ علیہ السلام اور توریت کو منسوخ کردیا چنانچہ یہ سب باتین کتاب اعمال و رسائل سے ظاہر ہوتی ہین یہ ضلالت یعنی گمراہی کبھی اختیاری ہوتی ہے کہ اسباب گمراہی کو از خود اختیار کرلیا جاوے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَأَمَّا ثَمُودُ فَهَدَيْنَاهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمَىٰ عَلَى الْهُدَىٰ کہ ہمنے ثمود کو اسباب ہدایت میسر کردیے تھے مگر اُنہون نے اسباب گمراہی کو اختیار کیا وَأَضَلَّهُ اللَّهُ عَلَىٰ عِلْمٍ بھی اسی قبیل سے ہے اور یہ بات کبھی لذات جسمانیہ کو لذات روحانیہ پر مقدم کرنے سے حاصل ہوتی ہے اور کبھی حب جاہ و مال سے پیدا ہوتی ہے اور کبھی پابندی رسم و عادات سے حاصل ہوتی ہے اور کبھی صحبت بد اور کبھی نفس کو لذات اور خواہشون مین شتر بے مہار کرنے سے اور جب نفس موٹا ہوجاتا ہے تو اوسکو نیکی سے نفرت پیدا ہوتی ہے جیسا کہ آجکل ہم اوباشونکو دیکھتے ہین کہ رات دن چانڈو اور بھنگ و افیون و شراب و ناچ و رنگ گنجفہ و شطرنج مین غرق رہتے ہین اور رنڈی بھڑوے انکو ہر وقت اپنی صحبت مین رکھنا اور ہاہا ہوہو اور فحش بکنے مین شب کے دو بجے تک جاگنا اور صبح کو دس بجے اوٹھنا اور پھر کنگھی چوٹی مین باقی وقت ضایع کردینا اور پھر بٹیر بازی اور کبوتر بازی پتنگ بازی مین مصروف ہونا اونکے خمیر مین داخل ہوگیا۔ الغرض ان دنون مین نہ خدا کا نام کبھی اونکے منہ سے نکلتا ہے نہ موت کا دھیان آتا ہے اور نہ دنیا کے کاروبار کا دل و دماغ نہ سلطنت و ملک کی کچھ خبر عدل و انتظام مالی و ملکی تو کجا اور بیداری مغزی سے کیا علاقہ۔ ان لوگونکا جسطرح حصہ دینی برباد گیا دنیاوی حصہ بھی برباد ہوتا جاتا ہے اگر باور نہ آئے تو ہندوستان کے رئیسون و امیرونکو دیکھ لیجیے اور اونکے ملک کی اندرونی اور بیرونی حالت کو غور کرلیجیے۔ انہین خرافات کی بدولت سلطنت تیموریہ برباد ہوئی انہین کی وجہ سے لکھنؤ اور مرشدآباد وغیرہ بڑی بڑی ریاستون پر جھاڑو پھر گئی اور جو باقی ہین اُنکو عبرت نہین۔ لشکر کی یہ حالت کہ پرانی توپون پر زنگ لگا ہوا ہے۔ توڑے دار بندوقون اور بے ڈول و نکمے ہتھیارون کے بوجھ نے سپاہیون کی پشت کو توڑ دیا ہے ایک پاؤن مین جوتی تو دوسرا ننگا وردی ندارد اور جو پھٹی پرانی کہین سے سرکار انگریزی کے نیلام مین خرید لی ہے تو اوسکی درستی کی نوبت نہین پہنچتی نہ قواعد نہ پریڈ نہ افسر قواعد جنگ سے واقف نہ افسر کون وہی امیرون کی نالایق اولاد کہ جنکو اپنے تن کا بھی ہوش نہین۔ رئیس کے دیوان و وزیر کون ہی عیاش یا اونکی اولاد کہ جنہون نے رئیس کو لغویات مین بالکل بیہوش کر رکھا ہے۔ خزانہ کی حالت تباہ دروازہ پر ہزارون داد خواہ نہ رعایا مین دینی مدارس فنون کی تعلیم نہ علوم جدیدہ کے لیے کوئی جماعت

مستثنٰے - حتی کہ تمام ملک میں کوئی کارخانہ عمدہ ہی کسی چیز کا نہیں اور جو ہے تو غیر لوگوں کے اہتمام سے - نہ یہ توفیق کہ اپنی رعایا میں سے
دس بیس کو غیر ممالک میں تعلیم پانے کو بھیجکر اپنی رعایا میں وہ ہنر عموماً شائع کیے جاویں - نہ کوئی جنگی فوج کا حصہ کہ جس سے مخالف کے دل پر
کوئی اثر ہو نہ رعایا کو عام قواعد سکھانے کی خواہش - نہ والینٹری لشکر رکھنے کی لیاقت - قلم کہاں سے کہاں چل نکلا - الغرض اس
مرتبہ میں دل پر ایک زنگ لگ جاتا ہے کہ جسکو رین کہتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے كَلَّا بَلْ رَانَ عَلَىٰ قُلُوبِهِم مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ
پھر جب اس حالت کو توبہ اور تنبیہ کے صابون سے نہیں دہو یا جاتا تو غشاوہ کی نوبت آتی ہے یعنی دلوں پر پردے پڑ جاتے ہیں
پھر اس پر جب کچھ مدت گزرتی ہے تو ختم کی نوبت آتی ہے یعنی دلوں پر مہر لگ جاتی ہے اسکے بعد نوبت قفل کی آتی ہے اسکے
بعد دل مر جاتا ہے اسکے بعد نہ کوئی نصیحت اثر کرتی ہے نہ کوئی معجزہ کارگر ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید و فرقان حمید
میں فرماتا ہے سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ ءَأَنذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ اور کبھی ضلالت بے اختیاری ہوتی ہے کہ مبدء غیب سے اس بدنصیب کو
اسکی بد استعدادی کی وجہ سے سامان ہدایت عطا نہوئے ایسے شخص کو گمراہ ازلی اور شقی بطنی کہتے ہیں کہ ماں کے پیٹ ہی
میں بدبخت تھا ایسے ہی لوگوں کی نسبت خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان لوگوں کو ہم نے جہنم کے لیے پیدا کیا ہے اور کچھ پروا نہیں ہے
پس ان لوگوں سے بے خوف و خطر برائیاں اسطرح ظاہر ہوتی ہیں کہ جسطرح مقتضیات طبع سونا کھانا وغیرہ باتیں بلا تکلف سرزد ہوتی ہیں
جب آپ کو نعمت اور غضب اور ضلالت کے معنی بخوبی معلوم ہو گئے تو اب ہم آپ سے ان دونوں آیتوں کی تفسیر بیان کرتے
ہیں آپ جان چکے ہیں کہ صراط مستقیم کی وضاحت کے لیے یہ دونوں آیتیں وارد ہیں اور صراط مستقیم درمیانی رستہ کو کہتے ہیں اور مخاطب
کو وہ نشان دیا کرتے ہیں کہ جسکو وہ جانتا ہو اور جسکو مانتا ہو تو اسلیے خدا تعالیٰ نے اپنے کلام مقدس میں تینوں چیزوں کا ایک ایک
ایسا مسلم وصف بیان کیا اور معلوم و مشہور نشان دیا کہ جسکو ہر شخص تسلیم کرتا ہے اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ ہر درمیانی راہ کی دو طرف
مخالف ہوتی ہیں ایک افراط دوسری تفریط پس یہ دو ہوئے اور ایک وہ درمیانی حالت یہ تین رستہ نکل آئے سو اسلیے سب سے مقدم
درمیانی رستہ کو تو صراط الذین انعمت سے واضح کیا کہ صراط مستقیم وہ ہے کہ جسپر چلنے سے نیک نتیجہ پیدا ہوا اور وہ خدا کی نعمت ہے پس جس رستہ
پر نیک نتیجہ مرتب نہیں وہ صراط مستقیم نہیں کیونکہ مستقیم ہوتا تو مطلوب (جو رحمت ہے) حاصل ہوتا - یہ نشان صراط مستقیم کا وہ ہے کہ جسکو ہر شخص تسلیم کرتا ہے
اور جو لوگ کہ طبع سلیم رکھتے ہیں وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ درحقیقت خدا کا کامل انعام انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین پر ہے پس اسلیے انکی
پیروی اور تقلید واجب ہوئی اور عہد آدم سے اسوقت تک آپ جسقدر بھی آدم کو دیکھیں گے اکثر کو ان چاروں فریق کا مقلد و متبع پاوینگے
پس مناظرہ میں ثابت کرنے کے لیے اس جملہ صراط الذین انعمت علیہم الخ سے بڑھکر اور کوئی دلیل نہیں (وللہ الحجۃ البالغۃ) اور اس صراط
مستقیم کے ایک جانب مخالف یعنی افراط کو غیر المغضوب علیہم سے واضح کر دیا اور دوسری جانب تفریط کو ولا الضالین سے کھولدیا
اور یہ بتلا دیا کہ جن پر خدا کا غصہ بھڑکا اور جو گمراہ ہیں صراط مستقیم سے برطرف ہیں خواہ وہ یہودی ہوں خواہ نصاریٰ خواہ بت پرست خواہ منافق و گنہگار

نکات

۱ انسان کی پوری سعادت یہ ہے کہ دونو قوتین کامل ہوجاوین اور وہ دونو یہ ہین قوت نظریہ کہ جس سے علم و معرفت الٰہی حاصل ہوتی ہے اور مبدء و معاد کے متعلق عقائد کی درستی میسر آتی ہے دوسری قوت عملیہ کہ جس سے عمدہ اعمال ظہور مین آتے ہین پس جسکی یہ دونو قوتین کمل ہوگئین اوسکو بڑی نعمت نصیب ہوئی اسلیئے اس گروہ کو خدا نے نعمت علیہم سے یاد فرمایا اور اس لفظ سے ان دونو قوتون کے تکمل کرنے کی رغبت دلائی ۔ اور جسکی اول قوت مین نقصان ہے یعنی خدا تعالیٰ کی ذات و صفات قیامت اور رسولون اور فرشتون کی بابت برا عقیدہ ہے بلکہ خیالات فاسدہ اور توہمات کاسدہ ہی کو علم و معرفت تصور کرکے مست و مغرور ہے تو اوپر غضب الٰہی ضرور ہے کسلیئے کہ سزا بقدر گناہ ہوتی ہے اور قوت نظریہ انسان کی سعادت کا اعلیٰ بازو ہے کہ جو بعد مردن بھی باقی رہتی ہے اور عمل کا اسی پر مدار ہے کیونکہ جب علم ہوتا ہے تب اسکی موافق عمل کرتا ہے پس جسنے اس عمدہ قوت کو کہ جسکی وجہ سے ملائکہ مین مل سکتا تہا خراب کیا تو اسپر غضب الٰہی نازل ہوتا ہے اور اس گروہ مین کافر مشرک و منافق اور دہریہ وغیرہ ہم لوگ داخل ہین پس ان لوگون کو مغضوب علیہم سے یاد کیا تاکہ سزا اور نتیجہ بر خیال مین آوے اور ہر شخص اس شریف قوت کے خراب کرنے سے ڈرجاوے پس وہ جو بعض صحابہ سے منقول ہے کہ مغضوب علیہم یہود ہین ہمارے قول کو موید ہے ۔ اور جسکی قوت عملیہ مین خرابی ہوتی ہے تو وہ چوری زنا حسد و بغض قتل وغیرہ بدکام کرتا ہے اور نیک کامون مین کوتاہی کرتا ہے نماز روزہ عبادت سخاوت محبت انصاف وغیرہ چیزون سے بے بہرہ ہوتا ہے سو وہ گو اس مرتبہ کا گناہ گار نہین کہ اوسپر غضب الٰہی بھڑکے اور ہمیشہ جہنم مین رہے مگر راہ راست اور طریق صواب سے ضرور دور ہے اور اسیلیئے کافر کو فاسق سے زیادہ قابل عقوبت شرع نے بیان کیا ہے ۔ اس فریق کو خدا نے ضالین سے تعبیر کیا تاکہ انکی ناراستی معلوم ہوجاوے ۔

۲ یا یون کہو کہ بندون کی تین قسم ہین (اول) وہ لوگ کہ جو خدا کے ظاہراً و باطناً فرمانبردار ہین اور انکو مومن کہتے ہین (دوم) وہ کہ جو ظاہر و باطن نافرمان ہین اور انکو کافر کہتے ہین (سوم) وہ کہ جو ظاہر مین کسی خوف یا لالچ دنیاوی سے فرمانبردار شریعت ہین اور در پردہ مخالف اور انکو منافق کہتے ہین پس اول فریق کو بلفظ انعمت علیہم تعبیر کیا اور فرمانبرداری کا نتیجہ بتلا دیا ۔ اور دوسرے فریق و تیسرے فریق کو بلفظ مغضوب علیہم و ضالین تعبیر کیا تاکہ انکو اسکام کا بدنتیجہ معلوم ہوجاوے لیکن چونکہ منافق گو کفر مین کافر کے برابر ہے مگر اسکی فریب بازی سے عام اہل اسلام کو مضرت پہنچی ہے اور اسی لئے جسقدر فتنہ اور فساد اول دن سے ابتک اسلام مین واقع ہوئے انہین بدبختون کی وجہ سے ہوئے ہین آنحضرت علیہ السلام کے عہد مین جو کچھہ ہوا سو معلوم ہے مگر اب بہی جو فتنہ ان لوگون نے برپا کر رکھے ہین (کہ بظاہر مسلمان کہلاتے ہین اور در پردہ اسلام کے سخت دشمن جیسا کہ (نیچریہ) فتنہ مسیح الدجال سے کم نہین اسی لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ کہ منافق جہنم کے سب سے نیچے کے درجہ مین ہونگے ۔ پس اسی لیئے بیشتر انکو بلفظ المغضوب علیہم تعبیر کیا اور کفار کو بلفظ الضالین تعبیر کیا خواہ یہود ہون خواہ نصاریٰ +

۴ صراط مستقیم کے بیان کرنے مین ضرور تہا کہ تین فریق کا ذکر ہوتا ایک وہ کہ جو صراط مستقیم پر ہے دوسرے وہ کہ جو افراط و تفریط مین پڑکر اسکو چھوڑ گئے لیکن کسی شخص خاص یا قوم خاص کا نام لینا منصب نصیحت و پایۂ ہدایت کو مناسب نہ تہا دو وجہ سے اول یہ کہ جسکو صراط مستقیم پر قایم کہا جاتا اور جسکو برخلاف کہا جاتا تو وہ غرا خود پسندی اور یہ نارا ضگی ظاہر کرتے اور یہ سمجھتے کہ اب تو ہم صراط مستقیم پر ہین کچھہ پروا نہین اور ہم گمراہ ازلی ہین جستجو بیفایدہ ہے دوم یہ کہ کسی فریق کے نام لینے سے ان تینون فریق کے نتیجون کا ذکر رہجاتا جو مقصود اصلی تہا علاوہ اسکے شارع کے احکام کلیہ ہونے چاہییں جو ازمان و اشخاص کے بدلنے سے نہ بدلین اور اقوام کا کیا اعتبار کوئی قوم کبھی کیسی اور کبھی کیسی ہوجاتی ہے اچھون کو برا اور بُرون کو اچھا ہوتے دیکہا ہے پس اس نکتہ کے لئے خدای پاک نے کسیکا نام نہ لیا بلکہ یہ کہدیا کہ صراط مستقیم انکا طریق ہے کہ جنپر فضل الہی ہوا نہ اون کا کہ جنپر غضب ہوا نہ اون کا کہ جو بے راہ ہین۔ ایسی عام نصیحت دل پر نہایت موثر ہوتی ہے ٭ یہانتک کہ جو مختصر اہمنے بیان کیا ہر ہر جملہ کی بابت بیان کیا ہے۔ اب ہم مجموعہ کلام کی نکات و اسرار بیان کرتے ہین ٭

اسرار مجموعہ سورہ

۱ اس سورہ مین پانچ چیزین خدا تعالیٰ کے متعلق اور پانچ بندہ کے متعلق مذکور ہین۔ خدا تعالیٰ کے متعلق یہ ہین اللہ[۱] ربّ[۲] رحمٰن[۳] رحیم[۴] مالک[۵]۔ اور بندہ کے متعلق یہ ہین۔ عبادت[۱] استعانت[۲] طلب ہدایت[۳] طلب استقامت[۴] طلب نعمت[۵] اور غضب الہی سے پناہ پس عبادت لفظ اللہ سے اور استعانت لفظ ربّ سے اور ہدایت لفظ رحمٰن سے اور طلب استقامت لفظ رحیم سے اور نعمت باقیہ کا طلب کرنا اور غضب سے محفوظ ہونا مالک سے متعلق ہے۔ اور اسی طرح انسان پانچ چیز سے مرکب ہے بدن[۱] نفس شیطانی[۲] نفس سبعی[۳] نفس بہیمی[۴] جوہر ملکی[۵] ہے کہ جسکو عقل کہتے ہین پس پانچون چیزین اُن پانچون اسما سے ایک مناسبت خاصہ رکہتے ہین کہ جس سے انکی اصلاح ہوتی ہے چنانچہ جوہر ملکی اسم اللہ کی تجلی سے چمکتا ہے الا بذکر اللہ تطمئن القلوب اور کثافت بدنی رب العالمین کے ملاحظہ سے دور ہوجاتی ہین اور نفس سبعی کی اصلاح لفظ رحمٰن سے ہوتی ہے اور نفس شیطانی کی اصلاح رحیم سے متعلق ہے اور نفس بہیمی پر مالک یوم الدین سے وحشت طاری ہوتی ہے پس جب ان پانچون ناموں کی تجلی سے آدمی بالکل مہذب اور شایستہ ہوگیا ہے تو اپنے مقصود کی طرف چلا پس طاعت بدن کے لئے ایاک نعبد کہا اور نفس بہیمی کے زیر کرنے کو ایاک نستعین زبان پر لایا اور نفس سبعی کے پنجہ اور شیطان کے چنگل سے رہائی پانے کو اہدنا الصراط المستقیم کہا اور جنکا جوہر ملکی کامل ہے (یعنے ارواح مقدسہ) اونکی رفاقت طلب کرنے کے لئے صراط الذین انعمت علیہم کہا اور غضب سے بچنے اور ارواح خبیثہ سے دور رہنے کے لئے غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہا۔

۲ جبکہ بندہ نے مقام مناجات مین کہڑا ہوکر کمالات و صفات باریتعالیٰ کا الحمد للہ سے لیکر مالک یوم الدین تک ملاحظہ کیا تو اوسکو بے اختیار شوق الی اللہ پیدا ہوا کہ جس سے اوسکو اس سفر کا کاٹنا ضرور پڑا اور ایسے سفر مین توشہ اور سواری ضرور ہے پس ایاک نعبد کا توشہ لیا یعنے عبادت کو اس سفر کا زاد و راہ اور ایاک نستعین یعنی استعانت کو سواری بنایا کیونکہ گو عبادت سے خدا تعالیٰ کا وصال ہے مگر بغیر اعانت الہی اور

مدد غیبی کے محال ہے پس جبکہ ادو راحلہ مہیا ہوا تو سیدہے رستہ کے درپے ہوا اور اہدنا الصراط المستقیم کہا اور جبکہ سیدہی سڑک ملگئی تو رستہ کے رفیق بہی درکار ہوے کہ جنکے سبب اس سفر کی تمام صعوبتین آسان ہوجاوین اور اسکے مشابہ دوسرے رستہ پر نہ پڑجائے تو اسلئے صراط الذین انعمت علیہم کہا اور جبکہ راہ زنون اور رستہ کے جہاڑ کنکرون سے خوف پیدا ہوا تو غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہا۔

[٣] اس تہوڑے سے کلام مین نہایت خوش اسلوبی سے خداتعالی نے وہ تینون علم بیان کردئے کہ جنکے لئے انبیاء علیہم السلام آئے اور انکے قبول و تصدیق کرانے کے لئے معجزات و آیات دکہانے گئے پس اسلئے اس سورہ کو تمام کتب سماویہ کا خلاصہ کہین تو بجا ہے اور سب کا عطر کہین تو روا ہے اور اسی لئے نبی صلعم نے فرمایا کہ یہ وہ سورہ ہے کہ اسکی برابر توراۃ و انجیل و قرآن مین اور کوئی سورہ نہین (کما سیاتی) اور وہ تین علم یہ ہین علم شریعت یعنی وہ قانون الہی کہ جسکے مطابق چلنا بندون پر ضرور ہے علم طریقت کہ جس مین دل کے معاملات پہچانے جاتے ہین علم حقیقت یعنے مکاشفات ارواح کا دریافت کرنا۔

علم شریعت

کی دو قسم ہین اول علم عقائد کہ جسکو اصول کہتے ہین دوسرا علم احکام فقہیہ کہ جسکو فروع کہتے ہین پہر علم عقائد کی تین قسم ہین (١) خداتعالی کی ذات و صفات کے متعلق عقائد کہ وہ موجود ہے اور وحدہ لاشریک ہے اور ہر چیز کا اوسکو علم ہے دیکہتا سنتا ہے ازلی ابدی ہے عادل رحیم و کریم ہے کہانے پینے سونے مکان و زمان مین ہونے و دیگر عیوب سے پاک ہے کوئی چیز اسکے مثل نہین نہ کوئی اوسکی اولاد نہ وہ کسیکی سب کامون مین سب سے بے نیاز اور ہر چیز پر قادر ہے کوئی اسکے حکم کو ٹال نہین سکتا نہ اوس سے مقابلہ کرسکتا ہے۔ سو یہ سب باتین خداتعالی نے الحمد للہ رب العالمین الرحمن الرحیم سے ثابت کردین کیونکہ جب تمام عالم کا وہ مربی ہوا تو اب کون چیز ہے کہ جو اسکے شریک و ہمسر ہو اور مربی بغیر رحیم و حلیم و قادر و سمیع و بصیر و حی قیوم ہونے کے نہین ہوسکتا اور جب تمام عالم کا مربی ہے تو عالم کی ذات اسکی ذات کے مشابہ و مانند نہین تو جمیع اوصاف حوادث سے لامحالہ بری ہوا بالخصوص اسنے کہ جس سے اوسکی تقدیس مین فرق آتا ہے (٢) آخرت کے متعلق عقائد کہ مرنے کے بعد روح باقی رہتی ہے وہان جاکر ہر قسم کے آرام و راحت یا تکلیف و دکہ اٹہاتی ہے اور پہر نیکی بدی کا وہ بدلا ضرور دیگا اور اعمال کے بموجب جنت کے کو ہر شخص پاویگا اور اپنا اندازہ ان پر وہ وہان نہایت مہربانی فرمائیگا سو یہ سب باتین آیت مالک یوم الدین سے ثابت کردین کیونکہ جو شخص جزا کے دن کا مالک ہے تو اسکے لئے یہ سب باتین ضرور ہین کما لایخفی۔ اور ان دونون قسمون کے علم کو علم مبدء و معاد بہی کہتے ہین کیونکہ تمام عالم کی ابتدا و انتہا انجام کار سب کچہ بیان کردیا کہ ابتدا مین وہی ایک تہا اور پہر سب کے [illegible] ہوگا۔ (٣) نبوت و امامت و ولایت کے متعلق عقائد اور ونکے مقابلہ مین کفر اور بدعت و شرک کی پہچان سو ان سب باتون کو صراط الذین انعمت علیہم الخ مین مع انکے نیک و بد نتیجہ کے بیان کردیا کیونکہ جب اہدنا الصراط المستقیم کہا تو سیدہے رستہ کی خواہش ظاہر کی اور صراط الذین انعمت مین اس رستہ پر چلنے والون انبیاء و صدیقین و شہداء و صالحین کا منعم علیہم ہونا بیان کردیا اور انبیاء کی عصمت ثابت کردی و انکا [illegible] ہونا بتلادیا

اور اسیطرح انکے مقابلہ میں برے لوگون کا حال بیان کر دیا علم فقہ کی دو قسم ہین عبادات کہ عبادت و استعانت ہر قسم کی خدا تعالیٰ ہی کو سزاوار ہے اور نہ اور کسیکو سجدہ کرنا چاہیئے نہ رکوع اور نہ کسی اور کو بوقت حاجت پکارنا چاہیئے اسی سے ہر کام مین مدد مانگنی چاہیئے اور مال و بدن مین ہر قسم کی عبادت اسیکا حق ہے پس ان سب باتون کو ایاک نعبد و ایاک نستعین سے ثابت کر دیا دوسرے معاملات یعنی بیع و شرا نکاح و طلاق قرض امانت غیرہ وغیرہ جملہ احکام کو اہدنا الصراط المستقیم مین واضح کر دیا اور ہر امر و نہی فرض و واجب مندوب و مکروہ و حرام کا نتیجہ صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین سے مؤکد کر دیا +

علم طریقت

گو کہ جس کا خلاصہ قوت نظریہ و عملیہ کے کمال کا دریافت کرنا ہے مجملاً اہدنا الصراط المستقیم مین بیان کر دیا اور اسکی دونون جانب افراط و تفریط کو غیر المغضوب علیہم ولا الضالین سے خوب واضح کر دیا پھر اس طریقت کے تینون مرتبون کو بھی بیان کر دیا کیسا کہ طریقت کا مرتبہ ابتدائی کہ جس بغیر طریقت حاصل نہین ہوتی اسکو عبادت کہتے ہین سو اسکو ایاک نعبد کے ساتھ تعبیر کر دیا اور اسکا درمیانی مرتبہ استعانت ہے اور اسکو ایاک نستعین سے واضح کیا اور انتہائی مرتبہ استقامت ہے اور اسکو اہدنا الصراط المستقیم مین ذکر کیا ۔ اور اس علم مین بڑا کہ دو چیزون کے حالات سے مطلع ہونا اصل الاصول ہے (اول) نفس کہ جو ہر دم ہر طرح کی خواہشون کی طرف رغبت دلاتا اور راہ راست سے ادہر ادہر لیجاتا ہے کہ جسکے مطیع کرنے کو لوگ سخت سخت ریاضت کرتے ہین بھوک پیاس زائد تکلیفین دیکر اس موذی کو مارتے ہین ۔ مگر خدا تعالےٰ نے غیر المغضوب علیہم ولا الضالین مین اسکی لگام کی دونو باگین بیان کر دی ہین یعنی درصورت زیادتی غضب اور درصورت کمی ضلالت ہے پس جو شخص ان دونون باتون کو ملحوظ رکھیگا نفس کو ادہر ادہر جانے نہ دیگا (دوم) قلب کہ جسکی سلامتی خدا تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے ۔ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ اس قلب کا کام شوق و محبت ہے پس جسکا دل محبت الٰہی سے معمور ہو گیا وہ مراد کو پہنچگیا اسلئے اس سورۃ مین خدا نے اپنے سے ہر قسم کی محبت کے پیدا کرنے کا طریقہ بتلا دیا محبت ذاتیہ لفظ الحمد للہ سے او صفاتیہ رب العالمین الرحمن الرحیم مالک یوم الدین سے تلقین کر دی اور پھر ایاک نعبد و ایاک نستعین مین تو صاف صاف محبت پیدا کرنے کا طریقہ تعلیم کر دیا کہ جس سے محبان خدا اور خاصان کبریا سے ملنے کا بیحد شوق پیدا ہو ۔ ؎ نالہ من بہ ساند بہر غان چمن ॥ کہ ہم آواز شما در قفسے افتادہ است ॥ اور نہایت اشتیاق مین اہدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم کہا اب محبت الٰہی سے مومن کا دل ایسا بھر گیا کہ اور کی جگہہ ہی نہ رہی ۔ اس قلب کی حفاظت پر تمام انبیا و صدیقین تاکید کرتے چلے آئے ہین ؎ پاسبانی کن بسے درکوئی دل ॥ تا انکہ دزد انند در پہلوی دل +

واضح ہو

کہ جن چیزون کی اصلاح اہل طریقت کے نزدیک زیادہ تر ملحوظ ہے وہ تین قوت ہین ایک شہوت دوسری غضب تیسری ہوا قوت شہوت کو نفس بہیمی یا بہیمیت کہتے ہین اور اسکی کمی زیادتی جسم کی زیادتی سے ہوتی ہے اور غضب کو نفس سبعی اور سبعیت بھی کہتے ہین

یعنے درندہ پن اور ہوا کو نفس شیطانی اور شیطانیت بھی کہتے ہین - لیکن سب مین زیادہ تیز ہوا ہے - کہ جو جسم کے پژمردہ ہونے سے بھی کم نہین ہوتی - اسکے بعد غضب ہے - پھر شہوت - آپ یہہ بھی جان چکے ہین کہ جب یہہ تینون صلاحیت پر آتی ہین تو عفت اور حلم وغیرہ صفات حمیدہ پیدا ہوتی ہین کہ جنکو عدالت کہتے ہین کہ جسکے سبب حضرت انسان ملائکہ سے فوقیت لے گئے اور خلیفہ بنائے گئے -

مگر اسی طرح یہہ قوی جب خراب ہوتے ہین تو انسان کو درندہ گدہا شیطان بنا دیتے ہین - پس شہوت سے حرص اور بخل پیدا ہوتا ہے - اور غضب سے خود پسندی اور تکبر - اور ہوا سے کفر اور بدعت - اور اسیلئے کہتے ہین کہ شہوت سے انسان اپنے نفس پر ظلم کرتا ہے اور غضب سے غیر پر اور ہوا تو خدا ئے تعالے و تقدس کی جناب مین بغاوت کرنے کا باعث ہے - پس اسی لیئے ان الشرک لظلم عظیم آیا اور اسکی بخشش نہین - اور اسکے بعد غضب کا نتیجہ حقوق العباد مین دست اندازی ہے - وہ بھی بہ نسبت گناہ شہوانی کے زیادہ ہے - اور جب یہہ چند اوصاف رذیلہ جمع ہو جاتے ہین تو اُنسے حسد پیدا ہوتا ہے کہ جو سخت مرض روحانی ہے - پس جب ان اوصاف رذیلہ کا علاج کلام الہامی اور کتاب آسمانی مین ضرور تہا تو خدا تعالی نے اپنے اخیر کلام بالخصوص اس سورہ مین بھی اسکا نہایت عمدگی سے علاج فرمایا الحمد للہ رب العالمین مین سب سے بڑہکر مرض حسد کا تدارک کیا - کسلیئے کہ جب بندہ خدا تعالے کو رب العالمین خیال کریگا اور ہر ایک نعمت کا مبدا فیاض اور مالک عطا کنندہ اُسیکو سمجھے گا تو پھر کسیکی نعمت دیکھکر نہ جلیگا - اور خدا تعالے کے فیض عام اور خوان بے دریغ کو دیکھکر اس ناپاک خیال کو دل سے نکال دیگا - کیونکہ خدا کے دیئے کو کون لے سکتا ہے ؟ اور پھر کس کس کی نعمت کا زوال چاہیگا - ایک دو نہین تمام عالم اس انعام سے مالا مال ہے - اور بخل کا علاج بھی بلاحظہ رب العالمین سے بخوبی ہو جاتا ہے - کیونکہ ہر نعمت کا پیدا کرنیوالا خدا کو تصور کریگا تو اُسکی ملک مین بخل کرنا قبیح جانیگا اور غضب کو اپنی رحمت یاد دلاکر اور اپنا جلال اخروی دکہاکر الرحمن الرحیم مالک یوم الدین سے فرو کردیا - کسلیئے کہ جب مضمون رحمت الٰہیہ اور اُسکے ساتہہ خدا کی شان کبریائی دل مین سمائی تو غضب کافور ہوا - اور خود پسندی کا علاج ایاک نعبد سے کردیا - کسلیئے کہ جب عاجزانہ خدا کے آگے جہکا تمام خود پسندی رخصت ہوئی اور تکبر کو ایاک نستعین سے پست کردیا کسلیئے کہ جب عاجزانہ ہر کام مین اُسکی طرف ہاتہہ پہیلانا بتلایا تو تکبر کو اُڑا دیا اور کفر و شرک و بدعت کو اہدنا الصراط المستقیم سے دور کیا کیلئے کہ ہر امر مین میانہ پن کفر و بدعت کے منافی ہے - پہر غیر المغضوب علیہم سے کفر کا بد نتیجہ دکہا کر ڈرا دیا اور ولا الضالین سے اہل بدعت کا مآل کار بتلا دیا - الغرض بسم اللہ الرحمن الرحیم مین تین اسماء الٰہی سے اُن تینون بد صفات کو مٹایا کسلیئے کہ جسنے اللہ کو جانا شیطان ہوا کو بہگایا - اور جسنے رحمانیت خدا کو جانا دل مین نرمی آئی غضب و غصہ دور ہوا اور جسنے اُسکی رحیمی کا لحاظ کیا اپنی جان حزین کو شہوات کے ظلم سے محفوظ رکہا - اور الحمد کی سات آیتون مین اُن سات خصلتون کی اصلاح کردی کہ جو ان تینون سے پیدا ہوتی ہین جیسا کہ ابھی بیان ہوا - سبحان اللہ کیا کلام ہے - عیسائی حضرت عیسٰی علیہ السلام کے پہاڑی وعظ کو مکارم اخلاق کی تعلیم مین ہر جگہہ قرآن کے مقابلہ مین پیش کیا کرتے ہین - اگر انصاف فرماوین تو یقیناً معلوم ہو جاوے کہ اُس وعظ کو اس کلام سے کچہہ بھی نسبت نہین *

علم حقیقت

کو بھی (کہ جو مرکاشفہ روحانی ہے) اس سورہ مین بخوبی ذکر کردیا - چنانچہ تمام اسرار ربوبیت کو الحمد للہ رب العالمین مین بہر دیا - گویا کہ عارف کے دل پر اس جملہ مین یہہ منکشف کردیا کہ تمام عالم کی ہستی اور ہر چیز کا وجود اسکے وجود واجب کا پرتوا اور اس آفتاب حقیقی کی شعاعین ہین - اس عالم کی جس چیز کو دیکہیگا تو مرتبہ ذات مین معدوم پائے گا - خود بھی فرماتا ہے الم تر الی ربک کیف مد الظل کس لیئے کہ جب عارف اس مضمون کا (کہ تمام خوبیان اُس ذات جامع الصفات کو لائق ہین کیونکہ جو تمام عالمون کی ہر وقت پرورش اور تربیت کرتا ہی) مراقبہ کریگا

تو پھر اسکی چشم حقیقت کے آگے اُسکے سوا کچھہ اور دکھائی نہ دیگا - اور جب یہ اس مقام سے لیکر الرحمن الرحیم مالک یوم الدین تک تجلیات جلالیہ و
جمالیہ کی سیر کرتا ہوا آویگا تو اوسکو مرتبہ علم الیقین حاصل ہوجاویگا - اور جب اس نور سے روح مسرور و منور ہوجاویگی تو تمام حجاب مرتفع
ہوجاوینگے اور ایاک نعبد و ایاک نستعین کے مرتبہ مین عین الیقین حاصل ہوجاویگا - اور اس مرتبہ مین لطائف خمسہ النفس -
قلب - روح - خفی - اخفی - ضلال و استعانت و ہدایت و استقامت و انعام کے ملاحظہ سے) نہایت درجہ پر جاری ہوجاوینگی -
اور پھر انکے ذریعہ سے ہر چیز کی حقیقت کماہی معلوم ہونے لگے گی اور حق الیقین کا مرتبہ نصیب ہوجاویگا اور جب سیر الی اللہ سے
فارغ ہوچکا تو سیر من اللہ شروع کی اور اہدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین مین امور آخرت
اور اعمال کی حقیقت دریافت کرتا ہوا - پھر مین لوٹ کر آگیا ہو الاول والآخر کی حقیقت منکشف ہوگئی -

چونکہ ان باریک باتون کے بیان کرنے کی میری قلم مین طاقت نہین لہذا اسی پر بس کرتا ہون - یہانسے آپکو اس دعوی کی تصدیق
ہوگئی ہے - کہ جسطرح بسم اللہ الرحمن الرحیم مین تمام الحمد کا مضمون ملخص ہے اسیطرح الحمد مین قرآن اور جمیع کتب سماویہ کا مضمون جمع ہے -

(۴) خدا تعالی نے اجمالی طور پر اس سورۃ مین بیشمار وہ علوم جمع کردئے ہین کہ جنکو تمام انبیاء اپنی کتابون مین عہد آدم سے لیکر آنحضرت
علیہ السلام تک جمع نکر سکے - چنانچہ یہہ بات آپکو دفعہ سابق سے بخوبی معلوم ہوگئی ہوگی کہ علم شریعت طریقت حقیقت جو دریا ذخار ہین اس
سورۃ مین کس خوبی کے ساتھہ مذکور ہین - مگر اس مسئلہ کی اور تشریح کرنی ضرور ہے -

پس واضح ہو کہ بسم اللہ مین ذات اور بیشمار اسماء الہی کیطرف اشارہ ہے اور الرحمن الرحیم مین خدا تعالی کی صفات کمالیہ کیطرف اشارہ ہے اور الحمد مین
اُن افعال الہی کیطرف اشارہ ہے کہ جنکا بیان کرنا محال ہے خواہ وہ وجود آسمان و زمین اور عناصر اور کواکب اور انسان کی تندرستی اور اناج اور کپڑے وغیرہ چیزین
ہون کہ جنکی معرفت ہزارہا مسائل سے متعلق ہے - چنانچہ منجملہ انکے بدن انسان سے جو کچھہ متعلق ہے تخمیناً پانچہزار مسئلہ ہین کہ جنکو اطبا ہی جانتے ہین اور
رب العالمین مین تربیت کے ہزارہا اقسام کہ کیونکر تربیت ہوتی ہے - حیوانات - نباتات - جمادات - کے اصناف و انواع ہی کی تربیت کو لکھا
جاوے تو سیکڑون کتابین بنین - پھر عالم کے اقسام ارواح و اجسام شہادی و مثالی و اعراض و جواہر کا جاننا ہزارون مسائل علم حکمت سے متعلق ہے اور
اس جملہ کی تفسیر لکھی جاوے تو صدہا کتابین بنین - اور پھر الرحمن الرحیم مین دنیا و آخرت کے متعلق وہ صدہا باتین کہ جو انسان کی حالت ورود اور انکے غذا
و ثواب اور مرنے کے بعد زندہ ہونے اور نفخ صور اور وقوف عرصات و حساب و میزان و دوزخ و جنت کے درجات اور انبیاء و صدیقین و دیگر
اولیاء کی شفاعت کی طرف اجمالاً اشارہ ہے کہ جنکے لئے دفتر درکار ہین اور ایاک نعبد مین عبادت کے اقسام قلبی و قالبی و مالی و بدنی کی طرف اشارہ
ہے - اور اونکے ارکان و شروط کیطرف کہ جنکا ذکر کتب فقہ و سلوک و اوراد و اشغال کے رسائل مین ہے - اور یہہ بھی سیکڑون مسائل
ہین - اور ایاک نستعین مین تمام موتون اور دنیا کی جمیع صنعتون اور کل حرفون کی طرف مجملاً اشارہ ہے کیونکہ تمام پیشون اور صنعتون مین خدا تعالی سے اسکی مخلوق کے ذریعہ سے
استعانت ہے پس ان صنعتون اور پیشون کے بیان کرنے کے لئے ایک دفتر چاہئے تاکہ پورے طور پر استعانت الہی کا حال معلوم ہو - یہہ ہزارہا مسائل اور بیشمار مباحث ہین کہ جو اس کلمہ مین
مندرج ہین - اہدنا الصراط المستقیم مین تو اسقدر بیشمار مسائل علوم حکمیہ کیطرف اشارہ ہے کہ جنکا کچھہ شمار ہی نہین کیونکہ دنیا کی امور بیاہ شادی مرنے جینے بیع و شرا مین

دین وغیرہ معاملات مین صراط مستقیم بھی ایک دریای بے کنار ہے - اوسیطرح اخلاق انسانیہ سخاوت شجاعت صبر قناعت وغیرہا مین بھی صراط مستقیم ہزارہا مسائل سے
متعلق ہے - پھر ہر امر مین صراط مستقیم کی ہدایت کے دو طریق ہین ایک استدلال سے صراط مستقیم حاصل کرنا جیسا کہ مشائین کرتے ہین پھر اور امور تو درکنار خاص ذات
باری کے لیے عالم علوی و سفلی کا ہر ایک ذرہ شاہد عدل ہے کہ جو اسکی کمال ذات تقدس صفات عظمت قدرت پر زبان حال سے گواہی دے رہا ہے کیا خوب کہا ہے کسی نے
وفی کل شئ لہ آیۃ * تدل علی انہ واحد * دوسرا طریق انکشاف باطنی و نور روحانی ہے کہ جو شراقیین کا ہے یہ ہزارہا مسائل و بیشمار علوم ہین کہ جو اس
ایک جملہ مین جمع کر دیے گئے ہین - صراط الذین انعمت علیہم مین مباحث نبوت و ولایت کیطرف و انبیا علیہم السلام کی شریعتون و انکی عقائد و حالات
و سرگزشت کیطرف اشارہ ہے کہ جو صدہا مسائل ملت و تاریخی وقعات سے متعلق ہے - گویا اس جملہ مین تمام انبیا اور انکے پیرو نکی تاریخ اور انکی
شریعت مجملاً بیان کر دی غیر المغضوب علیہم ولا الضالین مین تمام کفار و مشرکین کے حالات اور کل بدتیونکی سرگزشت و انکے مذاہب باطلہ و عقائد فاسدہ
و خراب چال و چلن کیطرف اشارہ ہے کہ جسکی تفصیل کے لیے ملل و نحل و دبستان مذاہب وغیرہ صدہا کتابین بھی کافی نہین - اور جنکی تاریخ عبرت انگیز
بیشمار کتابون مین لکھی گئی - الحاصل مبدء معاد - ملت - شریعت - الہیات - طبعیات - تاریخ انبیا و صلحا - مخالفین کے حالات وغیرہا بیشمار
علوم خدا تعالی نے اجمالاً بترتیب اس سورہ مین جمع کر دیے ہین {۵} دعا خدا اور بندہ مین ایک ایسا عمدہ رابطہ ہے کہ اس سے بڑھکر پھر کوئی واسطہ نہین کیلیے کہ دعا
مین دو باتین ضرور ہوتی ہین ایک اپنی عاجزی و فروماندگی کا اظہار دوسرے مقصود کا سوال دوسرے خدا تعالی کی دلسے کامل عظمت اور اسکی جناب مین کمال درجہ کا اعتقاد کہ وہ ہر چیز پر
بالخصوص میرے اس مقصد کے عطا کرنے پر قادر ہے گویا دعا پوری عبودیت کا اظہار اور اسکی الوہیت کا اقرار ہے کہ جو دل سے و زبان سے ادا کر رہا ہے اور اعضا اسکی شہادت دے رہا ہے
اور اسلیے حدیث مین آیا ہے کہ دعا عبادت کا مغز ہے (رواہ الترمذی) اور یہ بھی آیا ہے کہ دعا سے زیادہ کوئی چیز خدا کے نزدیک بڑی نہین (رواہ الترمذی و ابن ماجہ) پس دعا جسطرح
بندے کی روح کو جنبش دیتی ہے اسیطرح رحمت الٰہی کو تحریک دیتی ہے جس سے خدا تعالی یا تو اس دعا سے کسی مصیبت آیندہ کو ٹال دیتا ہے یا اسکام اسباب پیدا کر کے اسکو پورا کر دیتا ہے
یا کبھی بطور خرق عادت بلا اسباب مقصد کو کہ جسکے لیے دعا مانگی گئی ہے پورا کر دیتا ہے - جیسا کہ انبیا علیہم السلام اور اولیا کرام کی دعا سے ظہور مین آیا ہے
جسکی شہادت خود قرآن اور کتب معتبر روایت ثقات دے رہی ہے اور یہی اجابت ہے [ ] اور چونکہ دعا اعلیٰ عبادت ہے تو ضرور ہوا کہ اسکے آداب

۵ محرف القرآن اپنی تفسیر مین قواعد نیچر کے موافق صفحہ ۷ مین تحریر فرماتے ہین -
{ قولہ مگر لوگ دعا کے مقصد اور استجابت کا مطلب سمجھنے مین غلطی کرتے ہین - وہ جانتے ہین کہ جس مطلب کے لیے دعا کرتے ہین وہ دعا کرنے سے حاصل ہو جاویگا اور استجابت کے معنے
اوس مطلب کا حاصل ہو جانا سمجھتے ہین حالانکہ یہ غلطی ہے حصول مطلب کے جو اسباب خدا نے مقرر کیے ہین وہ مطلب تو انہین اسباب کے جمع ہونے سے حاصل ہوتا ہے - مگر دعا … اسباب مین سے ہے
اور نہ اس مطلب کے اسباب کو جمع کرنیوالی ہے بلکہ وہ اس قوت کو تحریک دیتی ہے جس سے اضطراب مین تسکین ہوتی ہے اور ایسی کیفیت دل مین پیدا ہوتی ہے دعا کا مستجاب ہونا ہے - انتہی ملخصاً }
اقول بلا شک اصول نیچر کے موافق نہ دعا سے مطلب کے اسباب خدا پیدا کرنے پر قادر ہے نہ اسکو اسقدر قدرت ہے کہ وہ بندہ کو انکی عجز و زاری سے اسکا مطلب عطا کرے کیلیے کہ میری نیچر کے نزدیک خدا قادر کا وجود
ہی مسلم نہین وہ نہ اسباب پیدا کرنے سے نیچر کے کیا معنے ؟ اور بطور خرق عادت وہ اپر مطلب حاصل کرنے سے ناچار ہونے کی کیا وجہ - بلکہ انکے نزدیک خدا ایک فرضی چیز ہے کہ جسکو بالطبع دنیا عالم
ہونے کے وجود کیطرح اختراع کرتے ہین - اور جسطرح لڑکون کو ہوے سے ڈرا دینے سے یہ معنی ہین کہ ان مین ایک کیفیت پیدا ہو جاتی ہے اسیطرح دعا کے مستجاب ہونے کے معنے یہ ہین کہ ہو تو نکو کچھ تسکین سی
ہو جاتی ہے العیاذ باللہ - مگر یہ معنی عقل سلیم اور اصول ادیان سماویہ بالخصوص اہل اسلام کے نزدیک بالکل مردود و مطرود ہین کیلیے کہ جب دلائل عقلیہ و نقلیہ سے عالم کے بانی کا ایک ایسا وجود
تسلیم کر لیا گیا ہے کہ جسکی ابتدا ہے نہ انتہا اور وہ ہر ممکن پر قادر ہے - اور ممکنات مین تصرف کرنے سے کوئی چیز اوسکو نہین روک سکتی ہے - اور دعا کے بعد اسباب کا پیدا کر دینا بلکہ مطلب کا حاصل
کر دینا یہ سب کچھ اوس قادر مطلق کے نزدیک ممکن ہے تو پھر اس تصرف سے کسکا ہاتھ اوسکو روک سکتا ہے - اور نبی صلعم کی بیشمار حدیثون مین دعا سے مطلب کا حاصل ہونا پایا جاتا ہے
چنانچہ انہین حضرت ترمذی نے کہ جسکی روایت کو مفسر صاحب آگے چلکر لکھتے ہین نبی صلعم سے روایت کی ہے کہ حضرت فرماتے ہین - ما من احد یدعو بدعاء الا آتاہ اللہ ما سأل او کف عنہ من السوء مثلہ ما لم
یدع باثم او قطیعۃ رحم (رواہ الترمذی) کہ جو شخص خدا سے دعا کرتا ہے خدا تعالی اوسکا مطلب عطا کرتا ہے یا اسکی مثل اوس سے برائی دور کر دیتا ہے جبتک کہ گناہ یا قطع رحم کی دعا مانگے -
وعن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلعم ان الدعاء ینفع مما نزل ومما لم ینزل فعلیکم عباد اللہ بالدعاء (رواہ الترمذی و رواہ احمد عن معاذ بن جبل) کہ دعا ہر حال مین بہتر ہے بلا نازل شدہ مین صبر دیتی
ہے اور جو ہنوز نازل نہین ہوئی اوسکو دفع کرتی ہے - وعن سلمان الفارسی قال قال رسول اللہ صلعم لا یرد القضاء الا الدعاء (رواہ الترمذی) کہ دعا کے سوا قضا کو کوئی چیز نہین رد کرتی -
اسیطرح تمام کتب سماویہ مین پایا جاتا ہے - مگر چونکہ اکثر مسلمان اس فرقہ کے وہ ہین کہ جنکو امور دنیاویہ مین کامیابی ہے - اسلیے وہ دعا کے اثر کو فضول جانتے ہین او انکے اکثر اہل دنیا ایسا ہی جانا کرتے ہین ۱۲ منہ

تعلیم فرمائے جاوین - پس اسلئے اس سورة مین تعلیم کردیا کہ اول خدا تعالی کی ثنا، وصفت کرنی چاہیے - جیسا کہ الحمد سے لیکر مالک یوم الدین تک
پایا جاتا ہے - اور پھر اپنا اخلاص اور نیاز ظاہر کرنا چاہیئے جیسا کہ ایاک نعبد وایاک نستعین سے ظاہر ہے پھر دعا کرنی چاہیئے جیسا کہ اہدنا الصراط
المستقیم الخ سے ظاہر ہے - مگر ایسے بادشاہ حقیقی سے دعا بھی وہ کرنی چاہیئے کہ تمام دینی و دنیاوی امور کے لئے کافی ہو جیسا کہ الصراط المستقیم الخ
سے ظاہر ہے - اور اسی حکمت بالغہ سے ہر نماز مین دو بار اس سورة کا پڑھنا واجب ٹھہرا - خدا نے اپنے بندونکو کیا بیہودہ دعا تعلیم فرمائی ہے
(۳) تعلیم کی یہ خوبی ہے کہ ایک بار اجمالاً تمام مراتب ہدایت تعلیم کردے - پھر تدریجاً انکی تفصیل کرے کیونکہ اجمال کے بعد
تفصیل دلپذیر تسکین ہوتی ہے اور اس اجمالی فہرست پر عمل کرنا اور ان مضامین کو اس مختصر متن سے دریافت کرنا بھی زیادہ تر
آسان ہوتا ہے - پس خدا تعالے نے اس سورہ مقدسہ مین یہی کیا کہ تمام الہامی مضامین کو مجملاً مجتمع کردیا - پھر باقی قرآن مجید
مین اونکی تفصیل فرمائی چنانچہ خداوند تعالی و تقدس کی ذات اور صفات کی بابت جسقدر آیات ہین جیسا کہ
اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم الآیات ان اللہ علی کل شیٔ قدیر - و ان اللہ بکل شیٔ علیم - لا تدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار وھو
اللطیف الخبیر - ولیس کمثلہ شیٔ - لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد وغیرہا من الآیات - اور اسیطرح جو کچھ ابتداء آفرینش آسمان و زمین حجر و شجر کے متعلق
بیان ہے جیسا کہ قل ائنکم لتکفرون بالذی خلق الارض فی یومین الایات وھو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعا ثم استوی الی
السماء - ھو الذی خلق السموات والارض فی ستۃ ایام اور اسی طرح جو کچھ اوسکی علامات قدرت اور دنیا کی نعمتون کے باب
مذکور ہے جیسا کہ ان فی خلق السموات والارض لایات للمومنین ۰ وفی خلقکم وما یبث من دابۃ ایات لقوم یوقنون - واختلاف
اللیل والنہار وما انزل من السماء من رزق فاحیا بہ الارض بعد موتہا وتصریف الریاح ایات لقوم یعقلون الم تر
ان اللہ انزل من السماء ماء فاخرجنا بہ ثمرات مختلفا الوانہا الآیات - اور انہین اقسام کی جملہ آیات سب الحمد للہ رب العالمین الرحمن الرحیم
کی تفصیل اور شرح ہے - جیسا کہ اوپر بیان ہوا - اور جو کچھ[۴] انسان کی موت اور موت کے بعد عذاب و ثواب اور دنیا کی بے ثباتی
اور نفخ صور اور احوال قیامت اور دوزخ و جنت کی کیفیت کے متعلق قرآن مین مذکور ہے جیسا کہ کل نفس ذائقۃ الموت انک میت
وانہم میتون - یا ایہا الانسان انک کادح الی ربک کدحا فملاقیہ الایہ انما مثل الحیوۃ الدنیا کماء انزلنہ من السماء فاختلط
بہ نبات الارض الایہ ونفخ فی الصور فصعق من فی السموات ومن فی الارض الا من شاء اللہ ثم نفخ فیہ اخری فاذا ہم
قیام ینظرون ۰ واشرقت الارض بنور ربہا ووضع الکتب وجاءی بالنبیین والشہداء وقضی بینہم بالحق الایات
یہ آیات اور سورة الرحمن وغیرہا کہ جو جنت و دوزخ کے حالات سے پر ہین اور وہ آیات کہ جنمین دیدار الہی کا ذکر ہے سب مالک یوم الدین
کی تفسیر اور تفصیل ہے اور اسیطرح[۵] جسقدر آیات مین نماز و روزہ و حج و زکوۃ و صدقہ و خیرات اور خدا کیساتھ اخلاص و محبت اور ویسے اسکی
اطاعت اور فرمانبرداری کا ذکر ہے جیسا کہ اقیموا الصلوۃ واتوا الزکوۃ - واتموا الحج والعمرۃ للہ الایۃ - ویبیتون لربہم
سجدا وقیاما - وبالاسحار ہم یستغفرون - وفی اموالہم حق للسائل والمحروم - واقرضوا اللہ قرضا حسنا - کتب علیکم
الصیام - والذین امنوا اشد حبا للہ - واطیعوا اللہ - واذکروا اللہ ذکرا کثیرا لعلکم تفلحون یہ سب ایاک نعبد وایاک نستعین
کی تفصیل ہے - اور اسیطرح[۶] جو کچھ باہمی معاملات مین نیک چلنی اور لوگون سے نیکی سے پیش آنے کی بابت اور گناہون سے بچنے کی بابت
اور اخلاق حمیدہ کی بابت اور ہر امر مین میانہ روی کی بابت قرآن کی مختلف سورتون مین مختلف عنوان سے وارد ہے جیسا کہ
ادفع بالتی ھی احسن - کہ بدی کے مقابلہ مین نیکی کرو (حضرت مسیح علیہ السلام نے تو یہی فرمایا تھا کہ جو تیرے ایک

گال پر طمانچہ مارے تو اسکی طرف دوسرا گال بھی کر دے) مگر سید المرسلین کی معرفت اُس سے بھی بڑھکر یہہ تعلیم دی گئی کہ بدی کے بدلہ مین
نیکی کرو وَذَرُوا ظَاهِرَ الْإِثْمِ وَبَاطِنَهُ الذین یجتنبون کبائر الاثم و الفواحش و الذین اذا انفقوا لم یسرفوا
ولم یقتروا و کان بین ذلک قواما و الذین لا یدعون مع اللہ الٰہا اخر و لا یقتلون النفس التی حرم اللہ الا بالحق ولا یزنون
الآیات یہ سب کچھہ اہدنا الصراط المستقیم کی تفسیر ہے - اور اسیطرح جو کچھہ انبیا علیہم السلام اور اونکے پیروون مے مجاہد اور اندرا ور بلا کہ پیدا جان لانے
کی بابت اور اونکے طریقہ کی بابت جو کچھہ مختلف سورتون مین آیا ہے جیسا کہ سورہ قصص و سورہ انبیا اور سورہ یوسف اور سورہ نوح اور
سورہ شعرا اور سورہ نمل اور سورہ یونس اور سورہ مومنون اور سورہ طٰہٰ اور سورہ مریم اور سورہ کہف مین مذکور ہے - سب صراط الذین انعمت
علیہم کی تفصیل ہے - اور اسیطرح جسقدر سرکشون کے قصے اور انپر عذاب الٰہی نازل ہونا اور قہر خدا کا ظاہر ہونا قرآن مین مذکور ہے -
جیسا کہ سور مذکورہ مین فرعون اور ہامان اور قارون اور قوم عاد اور ثمود کا قصہ کہ جو سورہ اعراف وغیرہا مین مذکور ہے - اور اسیطرح
اور گمراہون اور نافرمانون اور کافرون کے حالات عبرت انگیز جسقدر قرآن مین مذکور ہین سب غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کی تفسیر
و تشریح ہے - یہہ مضامین اس خوبی سے کسی کتاب مین نہین اور جو کوئی دعوی کرے تو دکہاوے -
وید - وساتیر - انجیل - توریت - سب اس خوبی سے معرا ہین -

۷ | جو کچھہ بلاغت اور فصاحت اور سلاست الفاظ (کہ جسکا مزہ اہل زبان لیتے ہین) اس سورہ مین ہے وہ تو بیان سے باہر ہے
از انجملہ یہہ کہ الحمد للہ کہا نحمد اللہ یا احمد اللہ جملہ فعلیہ نکہا دو وجہ سے اوّل یہہ کہ جملہ فعلیہ تجدد اور حدوث پر دلالت کرتا ہے اور وہ اسکے علو
شان کے مناسب نہین بخلاف اسمیہ کے کہ جو دوام و استمرار پر دلالت کرتا ہے (دوّم) یہہ کہ خدا کی حمد کوئی کیا کر سکتا ہے لاکہون نعمت
ہین - اور ہزارون خوبیان - پس اُسکی حمد کا دعوی کرنا چہوٹا منہ بڑی بات ہے اسلیئے الحمد للہ کہدیا کہ حمد خدا کے لیئے ہے -
از انجملہ صنعت التفات ہے کیونکہ الحمد للہ سے لیکر مالک یوم الدین تک تو غائبانہ گفتگو تہی - پہر ایاک نعبد و ایاک نستعین مین مخاطب بنا کر
کلام کیا - پہر اہدنا الصراط الخ مین صیغہ متکلم بولا - اور یہہ صنعت زبان عرب مین نہایت محمود ہے - تاکہ ایک طرح کے کلام سے دل پر
ملال نہ آجاوے جیسا کہ امرء القیس عرب کا مشہور شاعر اپنے ان اشعار مین اس صنعت کو استعمال کرتا ہے سہ تطاول لیلک بالاثمد + ونام الخلی ولم
ترقد + وبات وباتت لہ لیلۃ + کلیلۃ ذی العائر الارمد + وذلک من نبا جائنی + وخبرتہ عن ابی الاسود + کلام کے پہلو کے بدلنے سے نشاط
خاطر پیدا ہوتا ہے کہ جسکو ہر صاحب ذوق سلیم جانتا ہے - اور یہہ کلام مین ایسا ہے کہ جیسا کہانے مین نمک - اور انہین خوبیون سے عرب قرآن سنکر
وجد مین آتے اور آنکہون سے آنسو بہاتے تہے روایت ہے کہ ہجرت سے پہلے مکہ مین جب چند لوگ ایمان لائے تہے اور مشرکین کے خوف سے
بیچارے ایماندار بلکہ سید الابرار پوشیدہ رہتے تہے اور جسطرح شہر یروشلم مین حضرت عیسی علیہ السلام اور اونکے حواریون پر ہر طرف سے مار مار اور
طعن و تشنیع کی بوچہاڑ تہی یہی حال مکہ مین حضرتؐ اور صحابہؓ جانباز کا تہا - مگر حضرت ابو بکر صدیقؓ چونکہ بڑے تاجر تہے لوگ انکا لحاظ رکہتے تہے
اسلیئے گہر سے باہر ایک چبوترہ تہا اوسپر بیٹہکر حضرت صدیق اکبر نہایت درد سے قرآن مجید پڑہتے اور اوسکے اثر جان گداز سے شمع کی طرح
روتے تہے - ایک تو قرآن مجید کی وہ روح کو کپکپا دینے والی نئی نئی باتین رستہ چلنے والی عورتون اور مردون اور بڈہون اور بچون
کے کان مین پڑتا اسپر صدیق اکبر کا درد اور اصلی لب و لہجہ سے پڑہنا شعر وصف اُس بت کا اور بیان اپنا تہا رقیب ہو گیا راز دان
اپنا + پہر تو جو سنتا تہا کہڑا ہو کر سر دہنتا تہا - ایک ازدحام اور مجمع خاص و عام ہو جاتا تہا جو سخت منکر ننگی تلوار لیکر مارنے
آتے تہے آنکہون سے آنسو پونچہتے جاتے تہے جسکا یہہ اثر ہوا کہ ہر روز بہت سی عورتین اور بہت سے مرد
ایمان لاتے تہے اور اوسپر مخالفون کی ہر قسم کی اذیت اٹہاتے تہے - کوئی دہوپ مین چونچا کیا جاتا ہے کسی پر

کوڑے پڑ رہے ہیں۔ کسیکو مار پٹ رہی ہے۔ کوئی جلا وطن کیا جاتا ہے کوئی جانسے مارا جاتا ہے۔ میان سے بی بی اس بارہ مین لڑ رہی ہے۔ میان بی بی کو سمجہا رہا ہے۔ مگر دلمیں قرآن کا اثر روز افزون اور عشق الہی مین ہردم حالت دگرگون ہے۔ نہ کسی قسم کی تکلیف کا ڈر نہ جلاوطنی کا خوف وخطر۔ یہہ حال دیکہکر لوگون نے یہہ کہا کہ ابوبکر جادوگر ہے جانے یہہ کیا پڑہتا ہے کہ جو نہایت پر اثر ہے لہذا صدیق اکبر رض کو بہی مکہ سے نکالدیا۔ الغرض قرآن مجید کے اس اثر بجد سے تمام عرب مین کہلبلی پڑگئی۔ جہان چند صحابہ نے جاکر قرآن کی منادی کی وہین ہزارون سرکش اور بت پرست سنکر لوٹ پوٹ ہوگئے اور جب چند صحابہ ملک حبشہ مین گئے اور وہان کے بادشاہ نجاشی نے کہ جو اہل کتاب کا بڑا عالم تہا قرآن سنا اسکا اور اوسکے ارکان دولت کا دل و روح ایمان سے بہر گیا۔ اور سب ارباب جلسہ بے اختیار رونے لگے۔ اسیطرح جہان قرآن پہنچا وہین اسنے اپنا اثر دکہایا۔ اسلیے چند سال مین مشرق سے غرب تک اکثر سرسبز سلطنتون مین اسلام پہیل گیا۔ افسوس متعصب پادری شیوع اسلام تلوار کے زور سے بتاکر اسلام پر عیب لگاتے ہین اب ہم قرآن کا مقابلہ اور کتابون کیساتہ کرتے ہین اور اختصار کیلئے انکی ساتہ آیتون کے مقابلہ مین ہر کتاب کے ساتہہ جملہ لکہکر دکہاتے ہین کہ کونسا کلام خدا کا ہے۔

رات محفل مین ہر اک مہ پارہ گرم لاف تہا ✽ صبح کو خورشید جو نکلا تو مطلع صاف تہا ✽

توراۃ	زبور	دساتیر	رگوید	انجیل	قرآن مجید
کہ جسکو بقول اہل کتاب حضرت موسیٰ کے صدہا سال بعد علماء یہود نے جمع کیا۔ اور جسطرح کوئی کسی مردہ کی ہڈیان جمع کرکے اسکا نام دہری کہے۔ اسیطرح اس مجموعہ کا نام توراۃ رکہا	بقول اہل کتاب اسکے مصنف کا ابتک صحیح پتا نہین کہ حضرت داؤد علیہ السلام یا کوئی شخص ہے۔	کہ جسکو ساسان پنجم نے پارندی زبان سے دری مین ترجمہ کیا۔	کہ جسکو بیاس جی شاگرد زردشت نے لوگون کے منتر لیکر جمع کیا۔ ترجمہ لچہمن پرساد دہلوی۔	یہہ بقول نصاریٰ چار شخصون (متی۔ مرقس۔ لوقا۔ یوحنا) نے حضرت مسیح کے بعد تاریخ کے طور پر اونکے حالات کو جمع کیا۔	عرب مین شہر مکہ اور مدینہ مین جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء پر بواسطہ جبرئیل ع خدا کی طرف سے کہ بلا تغیر حرف اہل اسلام مین موجود ہے۔
مطبوعہ مرزاپور ناریتہہ انڈیا ۱۸۶۶ء	مطبوعہ مطبع مذکور	مطبوعہ مطبع سراجی دہلی سنہ ۱۲۸۰ ہجری	مطبوعہ دہلی ۱۸۷۳ء	مطبوعہ مطبع مرزاپور ۱۸۶۹ء	
باب اول ابتدا مین خدا نے آسمان کو اور زمین کو پیدا کیا۔	**اول زبور** مبارک وہ آدمی ہے کہ جو شریرونکی صلاح پر نہین چلتا۔ اور خطا کارون کی راہ پر کہڑا نہین رہتا۔ اور ٹہٹہا کرنے والون کے مجلسہ مین نہین بیٹہتا۔	بنام ایزد بخشایندہ بخشایشگر مہربان دادگر	مین اگنی دیوتا کی اجوہوم کا بڑا گرو کا رکن اور تیرہی ایا وکو تاوں بہجانیوالا اور بڑا ثروت والا ہے تعریف کرتا ہون یعنی مین اگ کی ستائیش کرتا ہون۔	یسوع مسیح ابن داؤد ابن ابرہام کا نسب نامہ۔	بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ شروع اللہ کا نام سے جو بڑا مہربان اور رحیم ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ سب تعریف اللہ کو کہ جو تمام عالم کا پرورش کرنیوالا۔
(۲) اور زمین ویران اور سنسان تہی اور گہراؤ کے اوپر اندہیرا تہا اور خدا کی روح پانیون پر جنبش کرتی تہی۔	(۲) بلکہ خداوند کی شریعت مین مگن رہتا اور دن رات اوسکی شریعت مین سوچا کرتا ہے	(۲) بنام ایزد بخشایندہ بخشایشگر مہربان دادگر	(۲) ایسا ہو کہ اگنی جسکے پرانے زمانہ قدیم اور زمانہ حال کی رشی کرتے چلے آتے ہین دیوتاؤن کو اس طرف متوجہ کرے۔	(۲) ابراہیم سے اضحاق پیدا ہوا۔ اور اضحاق سے یعقوب پیدا ہوا۔ اور یعقوب سے یہوداہ اور اوسکے بہائی پیدا ہوے	(۲) اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ جو نہایت مہربان اور رحیم اور جزا کے دنکا مالک
(۳) اور خدا نے کہا کہ اوجالا ہو اور اوجالا ہوگیا	(۳) سو وہ اوس درخت کی مانند ہوگا کہ جو پانی کی نہرون کے کنارے پر لگایا جاوے اور اپنے وقت	(۳) بنام یزدان	(۳) اگنی کے وسیلہ سے پوجاری کو ایسی آسودگی حاصل ہوتی ہے جو روز بروز بڑہتی ہے۔	(۳) اور یہوداہ سے پہارس اور زارح سے تمر کے پیٹ سے پیدا ہوے۔ اور پہارس سے	(۳) مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ اور جزا کے دن کا مالک ہے

✽ رگوید سنتہا اشٹک اول پہلا ادہیائے اوّلک (۱) مکت (۱) اول منڈل اول سکت یعنی منتر اگنی کی تعریف مین ہے رشی مصنف مدہو چہندا سم شوامتر کا بیٹا ہے وزن گایتری ورک ۱۱

توراۃ	زبور	دساتیر	رگوید	انجیل	قرآن مجید
	میوہ لاوے جسکے پتے مرجہاتے نہین ہین اور اپنے ہر ایک کام مین پہولتا پہلتا رہیگا ۔		جاتی ہے اور جو شہرت کا سرچشمہ اور انسان کی نسل کی بڑہانیوالی ہے ۱۲	حصروم پیدا ہوا ۔ اور حصروم سے آرام پیدا ہوا ۔	
(۴) اور خدا نے اوجالے کو دیکہا کہ اچہا ہے اور خدا نے اوجالے کو اندہیرے سے جدا کیا ۔	(۴) شریر ایسے نہین بلکہ وہ بہوسی کی مانند ہین جسے ہوا اُڑا لیجاتی ہے ۔	(۴) این بود اینرد نتوان دانست چنانکہ ہست جزاو کہ یارد (یعنے حقیقت وجود خدا تعالی کو سواے اوسکے اور کوئی نہین جان سکتا ۔	(۴) اے اگنی یگ جسکو کوئی نہین روک سکتا اور جسکی تو ہر طرف سے رکشا کرنیوالا ہے تحقیق دیوتاؤن کو پہونچتا ہے ۔	(۴) اور آرام سے عمیناداب پیدا ہوا ۔ اور عمیناداب سے نحسون پیدا ہوا ۔ اور نحسون سے سلمون پیدا ہوا ۔	(۴) اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہین اور تجہہی سے مدد مانگتے ہین ۔
(۵) اور خدا نے اوجالے کو دن کہا اور اندہیرے کو رات کہا سو شام اور صبح پہلا دن ہوا ۔	(۵) سو شریر عدالت مین کہڑے نہو سکینگے نہ خطاکار صادقون کی جماعت مین ۔	(۵) ہستی و یکتائی و کسی سراسر فرود با او نہ گوہر اوست و از و بیرون نیست ۔ (یعنے اوسکی ہستی اور تمام صفات اوسکی ذات کے عین ہین)	(۵) ایسا ہو کہ اگنی جو نذرونکا پہنچانیوالا اور علم کا حاصل کرنیوالا اور سچا نامور دیوتا ہے مع دیوتاؤن کے یہان آوے ۔	(۵) اور سلمون سے بوعز راحب کے پیٹ سے پیدا ہوا ۔ اور بوعز سے عوبید روت کے پیٹ سے پیدا ہوا اور عوبید سے یسی پیدا ہوا ۔	(۵) اِہْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ہمکو سیدہی راہ پر چلا ۔
(۶) اور خدا نے کہا کہ پانیون کے بیچ فضا ہووے ۔ اور پانیون کو پانی سے جدا کرے ۔	(۶) کیونکہ خداوند صادقون کی راہ جانتا ہے پر شریرون کی راہ نیست و نابود ہوگی ۔ {یہانتک اول زبور تمام ہوا}	(۶) بخز آغاز و انجام و انباز و دشمن و مانند و یار و پدر و مادر و زن و فرزند و جا و سوے و تن و تن آسا و تنائی و رنگ و بو ہست ۲؎ یعنے خدا تعالی ابتدا و انتہا دشمن اور شریک اور مادر پدر جسم و رنگ و بو سے پاک ہے ۔	(۶) اے اگنی جسقدر تیرے سے ہو سکے اپنی نذر دینے والے کو فائدہ پہونچا وہ یقینًا تیرے پاس آئے انگرا واپس آوے گا	(۶) اور یسی سے داؤد بادشاہ پیدا ہوا ۔ اور داؤد بادشاہ سے سلیمان اس سے جو اوریاہ کی جورو تہی پیدا ہوا ۔	(۶) صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْہِمْ راہ اون لوگونکی کہ جنپر تو نے انعام کیا ۔
(۷) تب خدا نے فضا کو بنایا اور فضا کے نیچے کے پانیون کو فضا کے اوپر کے پانیون سے جدا کیا اور ایسا ہی ہوگیا ۔ اور خدا نے فضا کو آسمان کہا ۔ سو شام اور صبح دوسرا دن ہوا		(۷) زندہ و دانا و توانا و بے نیاز و دادگر و بخشوندہ و دیدن و بودن آگاہ است (یعنے خدا زندہ اور دانا اور لاشریک اور بینا اور خبردار ہے ۱؎	(۷) اے اگنی ہم ہر روز صبح اور شام اطاعت کے ساتھ تیرا دہیان کرکر تیرے پاس آتے ہین ۔	(۷) اور سلیمان سے رحبعام پیدا ہوا اور رحبعام سے ابیاہ پیدا ہوا ۔ اور ابیاہ سے آسا پیدا ہوا ۔	(۷) غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْہِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ اون کی کہ جنپر غضب نازل ہوا نہ گمراہون کی آمین ۔
		اسکے بعد بطرز حکماء یونان خدا تعالی سے عقل اول کا پیدا ہونا اور اوس سے عقل دوم اور نوین آسمان کا پیدا ہونا لکہا ہے ۔ اور اسی طرح آسمانون کے عدم خرق و التیام پر دلائل لایا ہے مگر اسکلام مین بہی چند نظر ہین ۔			اس سورۃ کو مع ان تمام اسرار کے ملاحظہ کرنا چاہیئے کہ جو اوپر بیان ہوے ۔ اور اوسکے سوا اور بیشمار اسرار ہین کہ جنکو مین نہین جانتا اور جو جانتا ہون تو بیان کرنے سے عاجز ہون کہ جنکو اولیا امت اور اہل باطن جانتے ہین اور وہ سب اسرار ان لفظونسے ذرا تامل کرنے سے بے ساختہ منکشف ہوتے چلے جاتے ہین فقط

(۱) یہ کہ سب ترجمہ ساسان

توراۃ

(۸) اور خدا نے فضا کو آسمان کہا سو شام اور صبح دوسرا دن ہوا

(۹) اور خدا نے کہا کہ آسمان کے نیچے کے پانی ایک جگہہ جمع ہوین کہ خشکی نظر آوے اور ایسا ہی ہو گیا -

(۱۰) اور خدا نے خشکی کو زمین کہا اور جمع ہوئے پانیونکو سمندر کہا - (یہانسے لیکر ۲۶ آیت تک ساتین کی گہاس ورجانور اور باقی دنون کا بیان ہے -

(۲۶) تب خدا نے کہا کہ ہم انسانکو اپنی صورت اور اپنی مانند بناوین الخ

(۲۷) اور خدا نے انسانکو اپنی صورت پر پیدا کیا الخ (باب دوم)

(۸) اور خدا نے عدن مین پورب کی طرف سے ایک باغ لگایا اور آدم کو جسے اوسنے بنایا تہا وہان رکہا الخ -

(۱۰) اور عدن سے ایک ندی باغ کے سیراب کرنیکو نکلی اور وہان سے تقسیم ہو کے چار سرے نہرون کے بنے -

(۱۱) پہلے کا نام فیسون جو حویلہ کی ساری زمین کو گہیرتی ہے وہان سونا ہوتا ہے -

(۱۲) اور اوس زمین کا سونا اچہا ہے - اور وہان موتی بہی ہین -

(۱۳) دوسری نہر کا نام جیحون ہے جو کوش کی ساری زمین کو گہیرتی ہے ❊

(۱۴) اور تیسری نہر کا نام دجلہ ہے جو آسور کی پورب جاتی ہے -

(۱۵) اور چوتہی نہر کا نام فرات ہے الخ فقط

زبور

یہان بہی کچہہ کلام ہے

(۱) یہ کہ اسمین کچہہ شک نہین کہ یہ کلام عمدہ ہے اور اسکو الہامی کہہ سکتے ہین مگر اسمین جو کچہہ ہے صرف شریعت پر عمل کرنیکی تاکید ہے مگر جسقدر تاکید اور جو خوبی اہدنا الصراط المستقیم مین ہے (کہ شریعت کے نتیجہ کو مشاہدہ کرا دیا ہے) اسمین سو ان حصہ بہی نہین - علاوہ اسکے اور باقی مضامین سورہ الحمد کے مقابلہ مین تو کچہہ بہی اسمین بو بہی نہین پہر جو اسکو کلام الہی کہتے ہین انکو ضرور ہے کہ سورۃ الحمد کو بہی کلام الہی کہین نہ انصاف بعید ہے

(۲) یہ کہ اسکے مولف ملہم کا ابتک تحقیق حال معلوم نہین کہ کون ہے آیا حضرت داود ہین یا کوئی اور اور جو حضرت داود ہون تو اونکی نسبت سموئیل کی دوسری کتاب کے (۱۱) باب مین اوریاہ کی جورو کو زنا کرنا لکہا ہے - پہر جب انہون نے خود شریعت پر عمل نکیا تو اونکی بات کا کیا اعتبار رہا ❊

(۳) علیہا ہو کے نزدیک تو یہ زبور بالکل لغو ہونی چاہیے - کیلئے کہ پولوس نے کہ انکے نزدیک بڑا رسول ہے اپنے اوس خط مین کہ جو گلیتونکو لکہا ہے اور جسکو عیسائی کلام الہی جانتے ہین اوسکے تیسرے باب مین شریعت پر چلنے والے کو بلکہ خود عیسی علیہ السلام کو ملعون لکہا ہے - چنانچہ اوسکے دس گیارہ و بارہوین جملہ مین اسکی تصریح ہے پہر اوسکے بموجب تو یہہ زبور کچہہ بہی نہین -

(۴) لیکن با این ہمہ اہل اسلام حضرت داود علیہ السلام کو سچا رسول اور پاک اور اس کلام کو حق سمجہتے ہین - ❊

دساتیر

نجم کا ہے کہ جسنے زمانہ اسلام کا بہی دیکہا ہے اگر اوسنے اہل اسلام کی تقلید سے صفات باری مین کچہہ بیان کیا ہو تو کچہہ تعجب نہین چنانچہ اعوذ باللہ اور بسم اللہ کا ترجمہ شاہد عادل ہے

(۳) یہہ کہ جن کتابون کو ہم غیر الہامی کہتے ہین اوسنے یہہ مراد نہین کہ اون مین کوئی بات بہی حق نہین ورنہ یہہ کیونکر ہو سکتا ہے - شاید خدا نے ایران مین بہی انبیا بہیجے ہون اور انپر کتاب نازل کی ہو اور پہر انکی کتابون اور دین مین تحریف ہو گئی ہو (جیسا کہ توراۃ اور انجیل مین ہوئی) تو کچہہ تعجب نہین لیکن اس مضمون کو صرف

الحمد للہ رب العالمین الرحمن الرحیم مالک یوم الدین سے بہی کچہہ نسبت نہین کس لیے کہ الحمد مین برہان ترتیب سے خدا تعالی کی ذات اور جملہ صفات کا کامل ثبوت اور ہر نقص سے منزہ و تقدیس ہے کہ جسکو ہر منکر مجبور ہو کر تسلیم کرتا ہے - جیسا کہ اوپر بیان ہوا بخلاف نامہ مہ آباد کے کہ وہان منکر وجود باری کے مقابلہ مین کچہہ بہی بیان نہین اور نہ جملہ صفات مذکور ہین - صرف حکیمانہ طور پر صفت کے علیت وغیرہ ہونے مین موشگافی کی ہے کہ جو منصب انبیا علیہم السلام سے بعید ہے - پہر عقل اول اور اسکے سلسلہ سے تمام مخلوقات کا پیدا ہونا اور آسمانون کا خرق و التیام کو قبول نکرنا لکہا ہے - وہ یا تو حکما یونان کی تقلید ہے - کہ جو سکندر کی فتحیابی سے ایرانیون پر غالب آگئی تہی یا ایجاد بندہ مگر سراسر غلط کہ جسکی اغلاط کو علما کلام نے (شرح مواقف وشرح مقاصد وغیرہما کتب مین) طشت از بام کر دیا - نہایت سے نہایت اس نامہ کو ہدایت الحکمت کی برابر سمجہا جاویگا - اور بس - باقی اور مضامین حکمت عملیہ ونظریہ جو الحمد مین ہین وہ یہان کہان نہ اسرار آخرت نہ عبادت الہی نہ اخلاق کی بہی نہ امر مین نیک چلنی

(۳) اس دعوی پر کہ اس مجموعہ دساتیر کو

وید

(۸) اے اگنی جوئی سروپ یگ کی رکشا کرنیوالی کو ستی کو فروغ دینیوالی اور اپنے مکان مین کثیر ہونیوالی ہم تیرے پاس آتے ہین -

(۹) اے اگنی ایسی کر پا کیجہ کہ ہم تجہہ تک آسانی سے پہونچ سکین جیسے فرزند باپ کے پاس جب چاہے جا سکتا ہے ہماری بہلائی کے واسطے ہمیشہ ہمارے ساتہہ رہو -

یہ بات تو ظاہر ہے کہ اس کلام کو الحمد سے کچہہ بہی نسبت نہین - بلکہ یہ سراسر توحید اور خدا پرستی کے مخالف ہے - شرک کی برائی اور بت پرستی اور عناصر پرستی کی قباحت اسوقت تہذیب یافتہ ہندو وں کے دلون پر نقش کالحجر ہو گئی ہے اب وہ زمانہ گیا کہ جو توہمات اور مخلوق پرستی کی کتابونکو عزت کی نگاہون سے دیکہا جاے جسمیں یہہ کتاب اور اسکا مولف عقلمندونکے نزدیک نہایت تاریکی جہالت مین گرفتار ہے -

(۳) یہان سے معلوم ہوا کہ ہندون مین مشہور ہے کہ وید برہما کے منہ سے نکلا ہے محض بے اصل بات ہے کہ جو وید کے نا واقفیت پر دلالت کرتی ہے کیا یہ کہ وید کے دو حصہ ہین اول حصہ کو نہا کہتے ہین جسمین سنگت یعنے منترا اور دعا ہین جو مختلف رشیون یعنے مصنفون نے عناصر اور اندر وغیرہ کے مہما یعنے ستائش مین بناے ہین یہہ حصہ اول تصنیف ہوا ہے اسکے بعد دوسرا حصہ برہمنا تصنیف ہوا ہے جسمین منترون کے قواعد اور یگ وغیرہ رسوم کے اصل حالات اور منترون کے استعمال کے مواضع کہ اسکو فلان رسم مین آہستہ یا پکار کے پڑہنا چاہیے اور اسکے متعلق کہانیان اور سرگذشتین اس رگوید مین اتریا برہمنا

انجیل

(۸) اور آسا سے یہوسفط پیدا ہوا اور یہوسفط سے یورام پیدا ہوا اور یورام سے عزیاہ پیدا ہوا

(۹) اور عزیاہ سے یوتام پیدا ہوا - اور یوتام سے آخز پیدا ہوا - اور آخز سے حزقیاہ پیدا ہوا -

(۱۰) اور حزقیاہ سے منسی پیدا ہوا اور منسی سے آمون پیدا ہوا - اور آمون سے یوسیاہ پیدا ہوا -

(۱۱) یوسیاہ یکونیاہ اور اسکی بہائی بابل کو اٹہہ جاتے وقت پیدا ہوئے -

(۱۲) اور بابل کو اٹہہ جانے کے بعد یکونیاہ سلتایل پیدا ہوا اور سلتایل سے زوربابل پیدا ہوا -

(۱۳) زوربابل سے آبیود پیدا ہوا اور آبیود سے الیاقیم پیدا ہوا اور الیاقیم سے عازور پیدا ہوا -

(۱۴) اور عازور سے صدوق پیدا ہوا اور صدوق سے اخیم پیدا ہوا اور اخیم سے لیہود پیدا ہوا -

(۱۵) الیہود سے الغزر پیدا ہوا - الغزر سے متان پیدا ہوا اور متان سے یعقوب پیدا ہوا -

(۱۶) یعقوب سے یوسف پیدا ہوا جو شوہر تہا مریم کا جس سے یسوع جو مسیح کہلاتا پیدا ہوا

(۱۷) پس سب پشتین ابراہام سے داود تک چودہ ہین اور داود سے بابل جانے تک چودہ - اور بابل اٹہہ جانے سے مسیح تک چودہ پشتین ہوئین

(۱۸) اب یسوع مسیح کی پیدایش یون ہوئی کہ جب اسکی مان مریم کی منگنی یوسف سے ہوئی تو انکے جمع ہونے سے پہلے وہ روح القدس سے حاملہ پائی گئی -

(۱۹) تب اوسکے شوہر یوسف نے الخ چاہا کہ اُسے چپکے سے چہوڑ دے الخ

تورات

اگرچہ اس تورات موجودہ مین اصلی تورات کی بہت سی باتین
ہین جنکا قرآن مصدق ہے مگر اسوقت مین اسکلام کی نسبت کہتا ہون
(۱) یہ کلام غلطی سے خالی نہین کیونکہ دوسری اور پہلی آیت مین بتصریح ہے
کہ خدا نے زمین و آسمان پیدا کیا ۔ اور زمین پر پانی اور اندہیرا تہا
تہین اور ۶ آیتون مین پانیون کے اندر کی فضا کو آسمان
کہا ہے تو یہ پہلی بات کے خلاف ہے اور پہر نوین آیت سے
معلوم ہوتا ہے کہ آسمانون کے پانی کو ایک جگہ جمع کرنے سے خشکی
یعنی زمین پیدا ہوئی حالانکہ یہ بہی اول بات کے خلاف ہے اس امر کو
صحیح طور پر قرآن نے بیان کیا ہے جیسا کہ آپکو آگے چلکر معلوم ہوگا ۔
(۲) یہ کہ خدا بےمثل اور بے صورت ہے پہر آدم کو اسکی مثل اور صورت پر
بنانا تقدس ذات مین دہبہ لگاتا ہے ۔
(۳) یہہ کہ عدن کے شہر سے دجلہ اور فرات اور جیحون اور فیسون کا نکلنا
بالکل غلط ہے ۔ اول تو عدن کی کوئی خبر نہین ملتی دوم دجلہ اور
فرات اور جیحون کہنا ۔ یہ ایسی بات ہے کہ جسکی تفسیر مین اہل کتاب تمام علما
اہل کتاب حیران و سرگردان ہین ۔ پادری لوگ جو مسلمانون سے
سد ذوالقرنین پوچہا کرتے اور قرآن پر بیجا عیب لگایا کرتے ہین برا
مہربانی اس نہر کا تو پتا بتلا دین ۔
(۴) الہامی کتاب اور نبی کا یہ منصب نہین کہ وہ تاریخ بیان کیا کرے
اور یہ جو اہم کام ہے کہ جسکے لیے الہام و نبی کی ضرورت بیان
کیجاتی کیونکہ ایسے امور کو عام مورخ بیان کر سکتے ہین شاید اسی
ضرورت کو آریہ سماج فضول سمجہکر نبوت کے قائل نہین ۔
(۵) اگرچہ یہی تسلیم کیا جاوے اور اس مضمون کے نقصون سے چشم پوشی
کیجاوے اور اسکو حضرت موسی علیہ السلام کی وہی اصلی تورات مانا
جاوے کہ جسکا قرآن مین ذکر ہے ! مگر پہر اسکو الحمد سے مناسبت
مذکورہ بالا مین کون سے مضمون مین ہمسری ہے ۔ نہ اسمین
خدا کی ستایش نہ اسکی ذات و صفات کا ثبوت قطعی نہ عالم آخرت اور
جزا و سزا کی بابت اشارہ نہ عبادت کا ذکر نہ ہدایت کا جو امر مین
نیک چلنی اور سیدہی روش کی ترغیب نہ پہلے لوگون کے رستے کی
تحریص نہ برے لوگون کے طریق سے تحذیر پہر جو شخص اسکو کلام
الٰہی اور الہامی کہے تو اسپر فرض ہے کہ قرآن مجید کو بطریق اولیٰ کہے
اور اس سے زیادہ صدق دل سے اس آسمانی کلام پر
ایمان لاوے ۔
ہم اہل قرآن ہر ایک بات اور کلام الٰہی کی تسلیم مین
انکار نہین کرتے جو شخص اپنی کتاب کو الہامی ثابت کر دیکہے
تو ہمارے سر آنکہون پر فقط

دساتیر

الہامی نہین کہہ سکتے ۔ یہہ دلیل ہے کہ نامۂ وخشور گلشاہ مین
زحل ستارہ کی پرستش کا حکم اور اسکی ستایش مین یہہ کلمات ہین
(۴۰) واین گونہ ستای کیوان را تا یاور تو باشد بنام ونشان شناختہ
شناسای چیز و یاد داشت و دریافت فراز شکوف بزرگ پیکر کیانی
و شکوہ بخشندہ و بخشایندہ و بخشایشگر وخشور داد گرا الخ
دیکہیے جو کلمات خدا تعالیٰ کی نسبت تہے وہی اسکے حق مین بہی
اطلاق کر دیے ۔ پہر نامہ وخشور ہوشنگ مین مریخ کی پرستش اور اسکی بڑی
لمبی چوڑی تسبیح مذکور ہے ۔ اور پہر نامہ وخشور طہمورث مین
آفتاب کی بابت یہہ ہے ۔ آفتاب یاور تست و او کہ خورشید باشد
پرستیدم کہ ترا ہر زید و بدپسیستائی و را این گونہ یعنی مین نے خورشید
کو تیری اطاعت کا حکم دیا ہے تو اسکی ستایش کر آگے بہت کچہ
ستایش مذکور ہے اسیطرح ماہتاب و دیگر ستارونکی پرستش اور
ان سے استمداد اور دعا کرنا مذکور ہے اور نامہ وخشور پاسان
مین ہاتہ پاؤن دہو کر دن مین تین بار اور رات کو دو بار ششکاخ
کے آگے نماز پڑہنے کا حکم ہے اور ششکاخ ستارون اور
آگ کو کہتے ہین چنانچہ خود کہتا ہے ۔ قولہ پس برابر ششکاخ
آئی و نماز بری وششکاخ ستارگان اند و آتش کہ فروزندگان اند
یا این ہرگاہ ششکاخ کا [illegible] نماز [illegible] جہان [illegible]
اور آگ کو دیکہو تو اسکے آگے جہکو ۔ آگے ششکاخ کی نماز کا دستور
بیان کرتا ہے ۔
پانزدہم ہمہ ششکاخ سر بر زمین گزار و دو پیشانی بر زمین سایند الخ
و اگر آتش باشد گو بدای سپہر درگاہ آور نماز مرا بہ یزدان رسان
الخ اسیطرح آگے چلکر عناصر کی تعظیم و عبادت کا حکم دیتا ہے ۔
الغرض جانورونکو ذبح نکرنا آگ اور ستارونکو پوجنا اور آفتاب
کی پرستش کرنا اور ہر روز غسل کرنا اور عناصر کی عبادت کرنا
وغیرہ دستور اسکا کہ جنکو ہندو بہی عمل مین لاتے ہین اور آگ
جلا کر جگیہ اور ہوم کرتے اور اسکو پوجتے ہین ۔ چنانچہ
گروہ بالخصوص رگوید مین موجود ہے ۔ یہ سب دساتیر مین
موجود ہے ۔ سو یہ باتین ہند مین غالبا مہرشی بیاس جی
جامع وید نے مروج کی ہین ۔ چنانچہ نامۂ زرتشت مین اول سکندر
کے ذریعہ سے علم کا یونان مین پہنچنا اور ایک یونانی
کا زرتشت کے پاس آنا اور تعلیم پانا لکہکر جی کرت کو جو
ہندی کی تعلیم پاکر جانا اور پہر بیاس کا تعلیم پانا اور
ہند مین جانا لکہا ہے ۔ اکنون برہمنی بیاس نام از ہند آید بس
دانا کہ بر زمین کم کسی ہمتا [illegible] دل دار کہ خسستار تو پرسید الخ
الغرض یہہ مخلوق پرستی اور [illegible] حجابات
اور جگ اور ہوم کرنا وغیرہ

وید

نہایت مشہور ہے جسمین اس
وقت کے بہت سے قصے
جمع ہین ۔ اور بیشتر گل بکاؤلی
اور بہار منیر کے سے وہ قصے
ہین کہ جو خیالات اور توہمات
پر مبنی ہین ۔ دوسرا اتہروا وید
برہمنا ہے جسمین بیشتر از قیاس
باتین اور [illegible] کا ستایا تہا
برہما جو وہ جلد ہین تہا ۔
جسمین از منہ سے اصل قصے
ہین جیسکہ سوتے وقت
بوڑہیان کہانیان کہکر
بچونکو بہلایا کرتی ہین ۔
اس قسم کی کہانیان اسمین
ہین باقی شاید اور اترین
ویدون مین بہت کم ہے منوا [illegible]
پہر صدہا سال بعد شاید تو ان
[illegible] کے بعد برہمنا
[illegible] مین رسالے تمہ یا ضمیمہ
کے طور پر لگا دیے ہین انکو
اوپنشد کہتے ہین ۔ اور اسیطرح
علم نجوم اور علم موسیقی اور
مذہبی قواعد کے رسالے کہ
جنکو ویدانگ کہتے ہین ویدونکا
ضمیمہ ہین ۔ انکی تصنیف
زمانہ وہ ہے کہ جب ہندو شہر
مین کسیقدر شایستگی نے ظہور
کیا تہا ۔
سب سے قدیم رگوید ہے ۔
اسکے ہزار سے زیادہ
سکت ہین ۔ اور دس ہزار
چار مین [illegible] سے کل
سکت آٹہہ کہنڈون یا اشتکو
(حصہ) پر منقسم ہین ۔ اور
ہر کہنڈ یا اشتک مین آٹہہ
اودہیائی ہین

انجیل

یہان چند ابحاث ہین ۔
(۱) یہ کہ اس تمام نسب نامہ
مین نہ خدا کی حمد ہے نہ اسکی
ذات و صفات کا ثبوت ہے
نہ عالم آخرت کے احوال ہین نہ
عبادت و استعانت نہ امر آ
آخرت نہ عبادت الٰہی نہ
اخلاق کی درستی نہ امر مین
نیک چلنی کا ذکر ہے ۔ نہ اولٰئک
ہم رہنما و دین مین مستقامت
اور صراط مستقیم کا اشارہ ہے
نہ اگلے بہلے برے لوگون
کے حالات عبرت انگیز نصیحت
خیز اسلیے اسکو سورۃ الحمد سے
کچہہ بہی نسبت نہین ۔
(۲) قطع نظر اسکے کہ اس کو
سورۃ الحمد سے کچہہ بہی نسبت
نہین فی نفسہ یہہ کلام اس
قابل نہین کہ اسکو الہامی
کہا جاوے یا اسکی تصنیف کو
امر اہم خیال کرکے الہامی کی
ضرورت مانی جاوے ۔ عام
تاریخون مین جس طرح نسب نامے
ہین اسیطرح یہ بہی ہے ۔ اگر وہ
الہامی ہین تو یہ بہی ہے اور
وہ نہین تو یہ بہی نہین کوئی
خصوصیت اسمین نہین ۔
(۳) یہ نسب نامہ غلط ہے
کیونکہ حضرت مسیح علیہ السلام
مین عیسائی لوگ دو جہت
مانتے ہین ایک لاہوتیت ۔
دوسری انسانیت ۔
جہت اول سے تو یہ نسب نامہ
قطعی غلط ہے کیونکہ حضرت مسیح کا
جہت لاہوتیت یوسف و یعقوب
علیہ السلام

وساتیر

وغیرہ سب کا ترجمہ دساتیر میں پس یہہ دساتیر اور وید تو اس قابل بھی نہیں کہ اُنکو موحدین کی کتابوں کی فہرست میں لکھا جائے کیونکہ محض شرک ہے اور بُری تعلیم ہے کہ جسکو عقل و نقل رد کرتی ہے
فقط

وید

ہر منتر نظم ہے اور ہر ایک جدا گانہ وزن اور علیحدہ مصنف ہے اور ہر منتر میں ایک یا دو دیوتا کی مہما ہے - چنانچہ اس رگوید کے ایک سو اکیس[1] منتروں میں ۴۳ صرف اگ کی تعریف میں ہیں - اور اُسکے مصنف مدہوچن داس اور اُسکا بیٹا جہری - اور مدہاتی کا نوا کا بیٹا وغیرہ ہیں - اور کہیں کہیں اگنی کے ساتھ اور دیوتاؤں کی بھی مدح - اور ۵۴ میں اندر کی مہما برفن یعنی ستائش ہے - اور منجملہ باقی منتروں کے ۱۲ منتر مرت یعنی ہوا دیوتاؤں کی تعریف میں ہیں - کہ جو اندر کے ہمراہی ہیں اور گیارہ آسوتون کی تعریف میں کہ جو سورج کے پوتر ہیں - چار صبح کے دیوتا کی تعریف میں باقی اور دیوتاؤں کی مدح میں ہیں - اور دوسرے منڈل کے منتر گرتسمد استا ہوترا کے فرزند کی تصنیف جو انگرا کے خاندان میں تھا - تیسرے منڈلا کے منتر وشوامترا اور اوسکے بیٹوں یا رشتہ داروں کی تصنیف ہیں اور یہ شخص یا جدرام چندر کا استاد ہے چوتھے منڈل کے منتر وامادیوا کی تصنیف ہیں - پانچوان منڈل آتری اور اسکے فرزندوں کی طرف منسوب ہے - چھٹے مصنف کا بہاردواج ہے اور ساتوین کا وسشٹہا اور اُسکی اولاد ہے - ان سب منتروں یعنی اشعار کو کر (جنکو عناصر اور غیر مرئی چیزوں اور آفتاب سے مدد مانگے اور دشمنوں پر فتح پانے اور اُنکے محامد کے بیان میں مختلف شاعروں نے بنایا تھا کہ جو ہنود کے نزدیک رشی کامل اتھو سمجھے جاتے ہیں) پراسر عابد کے بیٹے کرشنا دوا پاینا نے کہ جسکو ویاس یعنی بیاس جی کہتے ہیں کوروں پانڈوں کے زمانہ میں جمع کیا اور مرتب کرکے اُسکا نام وید رکھا - اور ویاسا کے معنے ترتیب دینے والے کے ہیں - غالباً بعد فتح پانڈوں کے راجہ یدہشتر نے اس کام میں بیاس کو مصروف کیا ہے اور اسکے علاوہ اور بھی پنڈت جو اوس زمانہ میں مختلف منتروں سے واقف تھے یعنی منتروں کے مجموعہ کے تیار کرنے میں حسب تفصیل ذیل مصروف تھے - پیل رگوید کے اور ویشمپاین یجروید کے اور جیمن شام وید کے اور سمنتو اتھروید کے جمع کرنے پر مصروف تھا اور کچھ عجب نہیں کہ بیاس جی اوسکے مہتمم اور سرپرست ہوں - ہرچہ باشد اسمیں کوئی شک نہیں کہ کوئی وید ایک شخص خاص کی تصنیف نہیں نہ ایک زمانہ میں تصنیف ہوا چہ جائے کہ برہما کی تصنیف ہو کوئی لکھا پڑھا ہندو بھی قائل نہیں - عوام کا کیا اعتبار ہے پس جب اصل الاصول وید الہامی کیا بلکہ رشی علم زمانہ کی بھی تصنیف نہیں نہ کوئی الہامی اور عاقلانہ بات اسمیں ہے تو پھر اس کتاب کو نجات کا مدار جاننا بجز اپنی جہالت کے خیالات اور توہمات میں گرفتار ہونا مرنے کے بعد بڑی حسرت اُٹھانے کا سامان ہے نعوذاً باللہ اور جب وید کا یہہ حال ہے تو اوسکے بعد جو پران اور دیگر پستک انہیں خیالات کے بنا فاسد پر بنائے گئے اور اوسکا نام دہرم رکھا گیا ہے اور جنگ کرنا اور آگ جلا کر دیوتاؤں کی نذروں کے لئے کڑچھوں میں گھی ڈالنا اور رگوید کے یہہ منتر پڑھ کر دنیا و آخرت کی بھلائی تلاش کرنا خیال خام اور تقلید عام ہے ؛

تمام ہوا وید فقط

انجیل

یا اور کسی انسان سے کچھ بھی علاقہ نہیں رکھتے بلکہ معاذ اللہ خدا کے بیٹے ہیں تب یوں کہنا تھا کہ مسیح جبرئیل کا بیٹا خدا کا پوتا یا بالعکس - اور دوسری جہت سے بھی غلط ہے کس لئے کہ انسانیت کے طور پر نسب حمل سے ثابت ہوتا ہے - اور مسیح علیہ السلام تو حضرت مریم کے پیٹ میں یوسف کے پاس آنے سے پیشتر کوارے پنے میں پائے گئے تھے جیسا کہ خود اسی متی کے (۱۸) جملہ سے صاف ظاہر ہے اور یہہ احتمال ہو نہیں سکتا کہ یہ نسب نامہ حضرت مریم کا ہے - کیونکہ مریم یوسف کی بیٹی نہیں بلکہ بیوی تھیں -

(۴) اگر یہہ نسب نامہ صحیح فرض کیا جاوے تو لازم آوے کہ حضرت عیسیٰ (خدا اور خدا کے بیٹے تو کجا) بلکہ اُنکی جماعت سے بھی باہر کئے جاویں کیونکہ کتاب استثنا ۲۳ باب کے اول ہی میں یہہ ہے (کہ حرامی بچہ خداوند کی جماعت میں داخل نہووے - اُسکی دسوین پشت تک خدا کی جماعت میں شامل حال نہو الخ (۳) کوئی عمونی یا موابی الخ) ہمیشہ تک خدا کی جماعت میں شامل نہووین الخ) اور حضرت داؤد کا باپ یسی اور اوسکا باپ عوبید ہے کہ جو بوعز کے نطفہ سے روت کے شکم سے پیدا ہوا تھا کہ جو موابی ہے جیسا کہ کتاب روت کے چوتھے باب میں ہے اور اوسپر لطف یہ ہے کہ بوعز راحاب فاحشہ کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے اور راحاب کا فاجرہ ہونا کتاب یشوع کے ۲ باب سے ظاہر ہے - کہ پھارص کہ جنکو حضرت مسیح کے نسب نامہ میں یہودہ کا بیٹا لکھا ہے وہ تمر کے پیٹ سے زناکاری سے پیدا ہوئے ہیں جیسا کہ کتاب پیدایش کے ۳۸ باب میں تصریح ہے کہ یہودا نے اپنی بہو تمر سے زنا کیا جس سے پھارص پیدا ہوا - پھر اسیطرح حضرت سلیمان اوریا کی جورو سے پیدا ہوئے ہیں کہ جسنے داؤد سے زنا کرایا - خیال کیجئے کہ مسیح کے نسب نامہ میں کیسے پاک دامن لوگ ہیں -

(۵) اس نسب نامہ میں اور بھی اغلاط ہیں - اول[1] یہہ کہ اگر خود ابراہیم کو اور داؤد کو شمار کریں تو اول قسمت میں اور دوسری میں چودہ چودہ نام آجاتے ہیں مگر تیسری قسمت جو سلتی ایل سے شروع اور یوسف پر تمام ہوتی ہے اوسمیں کل بارہ شخص ہیں - اور جو خود حضرت مسیح کو بھی ملادیں تو بھی تیرہ ہوتے ہیں چودہ نہیں جسکا دل چاہے شمار کرلے - پادری عماد الدین نے یکونیاہ کو دو بار گنکر ڈھکوسلا کی سی مستا پھیری کی ہے مگر غلط اس انجیل میں غلطی کا نمونہ رہ گیا ہے - (۲) دوسری قسمت جو سلیمان سے شروع ہوکر یکونیاہ پر ختم ہوتی ہے متی نے اُسکی چودہ گنوائی ہیں - حالانکہ یہہ صریح غلط ہے - بلکہ اول کتاب التواریخ کے ۳ باب میں اٹھارہ شخص لکھے ہیں اگر انجیل متی غلط نہیں تو کتاب التواریخ کہ جسکو تمام عیسائی اور یہودی الہامی مانتے ہیں غلط ہے -

(۳) متی نے سلتی ایل سے زروبابل کا پیدا ہونا لکھا ہے حالانکہ

سوال یہہ تسلیم کہ جسقدر مذاہب اور اونکی کتابونکا قرآن مجید سے مقابلہ کرکے دیکہا گیا سب مین اسلام کو من جانب اللہ اور دین الٰہی پایا جسمین خدا پرستی اور اوسکی صفات کاملہ اور ملائکہ اور انبیاء اور قیامت پر ایمان لانیکی بڑی تاکید ہے اور انسانکی روح کی صفائی کی بابت اور دنیا مین ہرطرح نیک چلنی اور مرنیکے بعد جو کچہہ وہان پیش آتا ہے اوسکی بابت کامل بیان ہے اور اسکے مقابلہ مین یہہ سب مذاہب ناقص یا بالکل باطل ہین – مگر ہنوز اور صدہا مذاہب دنیا مین ہین جیساکہ دبستان المذاہب مین لکہا ہے اور اونکے اصول چیدہ چیدہ بیان کئے ہین اونسے ہنوز اسلام کا مقابلہ نہین ہوا ہے جائز ہے کہ وہ حق ہون – پوری تحقیق جب ہے کہ اونسے مقابلہ کرکے اسلام کا حق ہونا ثابت کیا جاوے ورنہ پہر تقلیداً اسلام کو حق ماننا پڑیگا جواب دنیا مین جسقدر مشہور و معروف مذاہب قدیم سے ہین وہ یہی مذاہب ہین کہ جنکی کتاب کو آپنے آنکہہ سے دیکہا باقی وہ جو صدہا مذاہب دبستان المذاہب مین لکہے ہین سب بالیقین انہین کی شاخین ہین کیونکہ بہتر فرقے تو اسمین اسلام کے لکہے ہین اور پہر ہندون کے بہت سے فرق جوگی اور سنیاسی وغیرہ لکہے ہین کہ جنکی ریاضات اور شعبدون پر صاحب دبستان لٹو ہوکر ہر مذہب پر منہہ مین پانی بہر لاتے ہین اور ناظر کو شک مین ڈالتے ہین اور پہر آتش پرستون کے فرق کا بہت کچہہ بیان اور اپنا شوق عیان کیا ہے اور پہر کسی قدر یہود و نصاریٰ کے مذہب کا بیان ہے اور تحقیق کسی مذہب کی بہی حضرت کو میسر نہین ہوئی سنی سنائی باتین اور اپنے دیکہے ہوئے حالات بیان کردئے ہین نہ وید اونہون نے دیکہا اور نہ توراۃ نہ زبور نہ انجیل کو اسلام کے اصول مسائل مین کچہہ بیخبری سی بیان کرکے بے علمونکو حیرت مین ڈالدیا ہے اور ہمنے تو سب کے اصول بیان کردئے آگے فروع اور شاخون سے کیا غرض – البتہ حکما یونان اور قدیم اہل مصر اور دہریون اور چینیون اور دیگر صحرائی قومونکا مذہب نہین بیان کیا – سو واضح ہو کہ حکما مصر اور قدما یونان ولنکو اکب و عناصر پرست ہین – مصریون کے عقائد ہندون سے بہت ملتے ہین اونکے ہان بہی بیل کو پوجتے ہین کہ جسکو ابیس کہتے ہین – اور اسی تقلید سے بنی اسرائیل نے بچہڑا بناکر پوجا تہا – چنانچہ یہہ باتین کتب تاریخ مین مذکور ہین اونکے پاس کوئی کتاب نہین تہی –

اور دہریون کا نہ کوئی اصول ہے نہ مذہب وہ خدا تعالےٰ اور عالم آخرت کے منکر ہین سو یہہ بات ادلہ عقلیہ و نقلیہ سے باطل ہوچکی ہے – خود قرآن نے اسکو رد کردیا ہے – اور ایک مختصر سی بات ملحد صاحب کو مین بہی سناتا ہون کہ بہائی اگر نہ خدا ہے نہ قیامت نہ جزا نہ سزا تو ہمکو بہی کچہہ خوف نہین – غایۃ الامر نماز و روزہ طاعت و عبادت کا ثمرہ نہ ملا اور کسیقدر حرام لذتون سے مزہ نہ اوٹہایا تو کچہہ پروا نہین مفت کی تکلیف کیا اور مزہ کیا – اور جو خدا تعالےٰ اور عالم آخرت سب کچہہ حق ہوا (اور قطعی ہے) تو کہئے تیرے لئے کیا خرابی ہوگی – اب تو محل خطر مین ہے یا ہم ؟ – اور چینیون کا مذہب تو وہ ہے وہ بہی بت پرست ہین اونکے ہان بہی کوئی کتاب ایسی نہین کہ جسکو وہ الہامی کہتے ہون – باقی بت پرست اور صحرائی قومین جیساکہ افریقہ مین ہین تو اونکا مذہب تو کیا سر ہے اونکو تو عقل انسانونکی فہرست مین ہی گنتے ہوئے اچہہ کہنچتی ہے اب روئے زمین پر کوئی مذہب عقلاً و نقلاً اسلام کی برابر نہ نکلا – الحمد للہ علی دین الاسلام ؞

فضائل

اس سورۃ کے بیشمار ہین – بخاری وغیرہ محدثین نے ابی سعید بن معلی سے روایت کی ہے – کہ مین نماز پڑہہ رہا تہا کہ مجکو نبی صلعم نے پکارا مین بوجہ نماز جواب نہ دے سکا – جب فارغ ہوکر حاضر ہوا تو آپنے فرمایا مینے تجکو بلایا تونے کیون جواب نہ دیا عرض کیا کہ حضور مین نماز مین تہا آپنے فرمایا ایسے وقت بہی رسول کا جواب دینا چاہئے کیونکہ اللہ فرماتا ہے یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاکُمْ لِمَا یُحْیِیْکُمْ الآیہ – پہر آپنے فرمایا کہ دیکہہ مین تجکو مسجد سے باہر جانے سے پیشتر قرآن مین جو بڑی سورۃ ہے تعلیم کرونگا

۱؎ مین اسبات کا نہایت شکر کرتا ہون کہ مین نے اسلام کو تمام روے زمین کے مذاہب سے ملاکر دیکہا اور کسوٹی پر اسکو لگایا – ہرطرح سے کہرا پایا – اور محققانہ طور پر مسلمان ہوا – اگر میرے مان باپ مسلمان نہوتے اور قدیم سے میرے آبا و اجداد حضور نہ پاتے آتے تو بہی مین از خود اسلام ہی کو اختیار کرتا – ان بہائیون پر ہزار افسوس کہ جو محض تقلید رسم اور نفسانیت سے اس نور کے زمانہ مین بہی باطل خیالات و غلط مذہب اڑی ہوئے ہین ۱۲ منہ

میرا ہاتھہ پکڑکر چلے جب جب سے باہر ہونے لگے مین نے یاد دلایا آپنے فرمایا وہ سورہ الحمد ہے جسکی سات آیت ہین اور وہ قرآن عظیم ہے جو مجکو عطا ہوا صحیح مسلم وغیرہ کتب مین عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ حضرتؐ کے پاس جبرئیلؑ حاضر تھے کہ ایک فرشتہ آسمان سے نازل ہوا جبرئیلؑ نے کہا یہہ آج سے پہلے کبھی زمین پر نہ آیا تہا اُس فرشتہ نے کہا یا نبی اللہ مژدہ ہو کہ تمکو خدا نے دو نور عطا فرمائے کہ جو تم سے پہلے کسی نبی کو نہین ملے ایک سورہ فاتحہ اور دوسرا اخیر سورۂ بقرہ ہے جو حرف اُن مین سے آپ پڑہینگے اُسکا ثواب ملیگا ۔

دارمی اور بیہقی نے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سورہ الحمد ہر مرض کے لئے شفا ہے اور صحیح مسلم و نسائی وغیرہ کتابون مین ہے کہ صحابہؓ سانپ و بچہو کے کاٹے پر اور مجنون اور اہل صرع پر یہہ سورۃ پڑہکر دم کرتے تھے اُسیوقت مریض تندرست ہوجاتا تہا (جیسا کہ حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا ہے بیمار اُنکے ہاتھہ لگانے سے تندرست ہوجاویگا) ۔ یہہ معجزہ آنحضرتؐ کا ہر قرن مین متوارث ہوتا چلا آتا ہے چنانچہ اب بہی سورہ الحمد کا فجر کی سنتون و فرض کے بیچ مین اکتالیس بار ہر روز بسم اللہ کا میم الحمد کے لام سے ملاکر چالیس روز تک پڑہنا ہر کام کے لئے عمل مجرب ہے ۔ اور بیمار کو دم کرکے پلانا اور چینی یا شیشہ کے برتن پر مشک و گلاب و زعفران سے لکھکر چالیس روز تک بیمار کو پلانا مجرب ہے ۔ اور اسیطرح درد گردہ کے لئے ایک سانس سے گیارہ بار پڑہکر دم کرنا نہایت سریع الاثر ہے مگر اعتقاد کامل اور ہمت جازم شرط ہے ۔ ترمذی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آنحضرتؐ فرماتے ہین مجکو اُس ذات کی قسم کہ جسکے قبضہ مین میری جان ہے (یعنے خدا تعالےٰ) سورۂ الحمد کی مثل کوئی سورۃ نہ توریت مین ہے نہ انجیل مین نہ زبور مین نہ قرآن مین ۔ چنانچہ اس حدیث کی تصدیق ہمارے اُس مقابلہ سے بخوبی ہوسکتی ہے کہ جو ابہی ہمنے توریت و انجیل و زبور کو لکھکر کیا ہے حقیقت مین یہہ سورۃ ایک دریاے ذخار و مجمع اسرار بیشمار ہے ۔ دنیا اور دین کے متعلق کوئی بات ایسی نہین کہ جو کامل طور پر اس سورۃ مین نہو ۔ مگر کسیقدر فہم خداداد شرط ہے ۔ ورنہ بہت سے عیسائی اور دیگر متعصب لوگ کہ جنکے انوار فطرت عداوت و قساوت سے مٹ گئے ہین وہ یہی کہتے ہین کہ پڑہتے وقت لفظون سے کوئی بات بہی سورۂ الحمد سے ہماری سمجھہ مین نہین آئی مسلمان لوگ اپنی ذکاوت خرچ کرکے یہ باریکیان پیدا کرتے ہین ۔ الخ مین کہتا ہون نہین بلکہ یہہ سب باتین ظاہر الفاظ سے مستفاد ہین ۔ اور اسیطرح بہی آپ بہی نور روحانی تعلیم سے بہرہ یابی کا دعوی کرتے ہین ہم آپ کو بیس برس کی اجازت دیتے ہین اور تمام جہان کے لوگون سے مدد لینے کو بہی جائز رکہکر یہہ کہتے ہین کہ آپ بہی تو کبہی جملہ توریت و انجیل و زبور و بید و ساتیر سے اسقدر باتین پیدا کر دیجئے او جو نہ کرسکو تو یقین کیجئے کہ یہہ خاص اعجاز قرآن ہے ۔ اب مین اس سورۂ مقدسہ کی تفسیر سے فارغ ہوچکا مگر اسکے متعلق کئی بحث و رہاقی ہین کہ جنکا ذکر کرنا اس تفسیر مین بعض وجوہ سے نہایت مناسب ہے ۞

بحث اوّل یہہ سورہ نماز مین پڑہی جاتی ہے اور ہر نماز مین اسکا پڑہنا (اُن خوبیون کی وجہ سے کہ جنکا اوپر ذکر ہوا) شرع نے ضروری کردیا ہے تاکہ جس نماز مین یہہ سورۃ نہ پڑہی جاوے وہ فاسد یا باطل ہے چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین من صلی صلوۃ لم یقرء فیہا بام القرآن فہی خداج ثلثا غیر تمام الحدیث رواہ مسلم کہ جسنے نماز مین الحمد نہین پڑہی وہ نماز ناقص ہے تین بار یہہ فرمایا ۔ وعن عبادۃ بن الصامت قال قال رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم لاصلوٰۃ لمن لم یقرء بفاتحۃ الکتاب متفق علیہ کہ جسنے الحمد نہین پڑہی اسکی نماز نہوئی - یہ مسئلہ تو سبکے نزدیک مسلم ہے کہ نماز مین
الحمد کا پڑہنا واجب ہے - مگر جبکہ نماز جماعت سے ہو تو مقتدی کو بہی الحمد پڑہنا چاہیئے یا جماعت مین سے صرف امام کا پڑہنا سب مقتدیونکی
طرفسے کافی ہے + حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور آنکے شاگرد امام ابو یوسف و امام محمد و امام مالک اور امام احمد اور اسحٰق اور سفیان ثوری اور
ابن شہاب زہری اور ابراہیم نخعی اور عبد اللہ بن مبارک و قاسم بن محمد اور عبد اللہ بن زبیر بڑے بڑے محدثین تابعین و صحابہ کبار کا یہ مذہب ہے
کہ مقتدی الحمد نہ پڑہے بلکہ چپ رہے کہ امام کی قرارت کو سنے اور ختم کرنے کے وقت آمین کہکر اپنی مشارکت ثابت کرے ان چند دلائل کی وجہ سے

دلیل (۱) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے و اذا قری القرآن فاستمعوا لہ و انصتوا لعلکم ترحمون کہ جب قرآن پڑہا جاوے تو چپ ہو کر سنو تاکہ تمپر رحم ہو + بعض لوگ اسکے جواب مین
کہتے ہین کہ یہ خطبہ کے بارہ مین نازل ہوئی ہے یعنے خطبہ کیوقت چپ کرنا مراد ہے - مگر یہ جواب صحیح نہین اولًا تو یون کہ یہ آیت مکیہ ہے اور خطبہ مدینہ مین آکر
جب جمعہ شروع ہوا تب مقرر ہوا ہے - چنانچہ اکثر مفسرین بالخصوص امام محی السنۃ بغوی شافعی اپنی تفسیر معالم التنزیل مین اسکے مقر ہین -
ثانیًا یون کہ گو خطبہ کے بارہ مین آیت کا نازل ہونا فرض کیا جاوے مگر لحاظ عبارت کا ہوتا ہے نہ موقع نزول کا کس لیئے کہ آیت سرقہ
اور آیت لعان و دیگر آیات خاص اشخاص کے معاملون مین نازل ہوئی ہین مگر انکی عبارت پر لحاظ کرکے عام حکم جاری کیا جاتا ہے
ثالثًا جب کہ خطبہ مین کہ جہان غالبًا نصیحت حسب وقت ہوتی ہے سرتاسر قرآن مجید نہین پڑہا جایا کرتا) چپ رہنا واجب ہوا تو جہان
قرآن پڑہا جاوے اور حالت نماز اور توجہ الی اللہ ہو تو وہان بدرجہ اولیٰ سکوت کرنا چاہیئے

دلیل ۲ (۲) عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما جعل الامام لیوتم بہ فاذا کبر فکبروا و اذا قرء فانصتوا رواہ ابو داؤد و النسائی و ابن ماجہ - یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا
ہے کہ امام صرف اسلیئے مقرر کیا گیا کہ لوگ نماز مین اسکا اقتدا کرین پس چاہیئے کہ جب وہ تکبیر کہے تو تکبیر کہو اور جب وہ قرآن پڑہے تو چپ ہو کر سنو -

دلیل ۳ (۳) امام مسلم نے ابی ہریرۃ اور قتادہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے و اذا قرء فانصتوا کہ جب امام پڑہے تو چپ کرو

دلیل ۴ (۴) امام مالک اور احمد اور ابوداؤد اور ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ نے ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ ایک جہری نماز مین نبی
صلی اللہ علیہ وسلم نے (نماز سے فارغ ہو کر لوگونکی طرف متوجہ ہو کر) پوچہا کہ تم مین سے کسی نے میرے ساتھ کچہہ پڑہا ہے ایک شخص نے
عرض کیا کہ ہان آپنے فرمایا کہ مین بہی کہتا تہا کہ مجہہ سے قرآن پڑہنے مین کون جہگڑا کر رہا ہے پس جب لوگون نے یہہ سنا تو جن نمازون
مین کہ پکار کر قرآن پڑہا جاتا ہے ان مین صحابہ امام کے پیچہے الحمد پڑہنے سے رک گئے - انکے علاوہ اور بہت سی احادیث صحیحہ
اس بارہ مین وارد ہین کہ جنکے ذکر کرنے کو ایک دفتر چاہیئے - لیکن امام شافعی اور ظاہریہ کہتے ہین کہ گو امام کے ساتہہ پڑہنا ممنوع
ہے - مگر جب امام دم لیتا ہے بالخصوص تین سکتون مین مقتدی کو چاہیئے کہ الحمد پڑہ لے کس لیئے کہ مسلم نے روایت کی ہے کہ جب کسی نے
ابو ہریرہ سے پوچہا کہ امام کے پیچہے بہی الحمد پڑہین انہون نے فرمایا کہ اقرء بہا فی نفسک یا محدث کہ اپنے دل مین پڑہ لے - اس کا -
جواب یہ ہے کہ اس سے مراد مضمون الحمد کو دل مین تصور کر لینا ہے نہ پڑہنا کس لئے کہ یہی ابو ہریرہ بیشتر روایت کر چکے ہین کہ
جب امام پڑہے تو حضرت فرماتے ہین چپ ہو کر سنو پس یہان خلاف حکم حضرت کے کیونکر ابو ہریرہ فتویٰ دیتے اور چپ کرنا مطلقًا
حضرت نے فرمایا خواہ الحمد ہو یا کوئی اور سورۃ ہو سب چپ کرنا چاہیئے + امام شافعی کے اور بہی دلائل ہین مگر وہ دلائل سابقہ کے
مقابلہ مین کچہہ بہی وقعت نہین رکہتے + اسلیئے انکا بیان کرنا بیفائدہ سمجہتا ہون از انجملہ یہ ہے کہ ابو داؤد و ترمذی اور نسائی نے
جہان امام کے پیچہے پڑہنے سے ممانعت روایت کی ہے وہان الحمد کو مستثنیٰ کر لیا ہے - لاتفعلوا الا بفاتحۃ الکتاب
فانہ لاصلوٰۃ لمن لم یقرء بہا - واضح ہو کہ فریق اول کے (یعنی جو کہ امام کے پیچہے الحمد پڑہنا نماز مین درست نہین جانتے)
دو قول ہین - حضرت امام ابو حنیفہ اور ابو یوسف اور محمد تو مطلقًا منع کرتے ہین خواہ امام پکار کے پڑہے یا آہستہ + کیونکہ

جو دلائل کہ امام کے پیچھے الحمد پڑھنے سے منع کرتے ہین وہ عام ہین سریہ اور جہریہ کی کوئی قید نہین - اور امام مالک اور امام احمد وغیرہما
یہہ کہتے ہین کہ جب امام چپکے پڑھے یعنے صلوٰۃ سریہ مین تو مقتدی الحمد پڑہ لے کیونکہ اب امام سے منازعت نہین پائی جاتی اور
فضیلت الحمد پڑھنے کی ملتی ہے اور اُن احادیث مخالفین پر بھی عمل ہوجاتا ہے اور یون خالی کھڑے رہنے سے کیا فائدہ +

بحث دوم - الحمد کے بعد آمین کہنا مسنون ہے خواہ اکیلا الحمد کو پڑھے خواہ امام کے پیچھے ہو خواہ نماز سے باہر ہو کیونکہ مسلم نے
ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت کی ہے کہ نبی صلعم نے فرمایا ہے واذا قال غیر المغضوب علیہم ولا الضالین فقولوا آمین کہ جب امام غیر المغضوب علیہم و
لا الضالین کہہ چکے تو تم آمین کہو اور بخاری اور مسلم نے ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلعم نے فرمایا ہے کہ جب امام آمین کہے تو تم
بھی آمین کہو کیونکہ جسکی آمین ملائکہ کی آمین کے موافق پڑتی ہے تو اوسکے گناہ گزشتہ معاف کیے جاتے ہین - اور یہہ بھی ہے کہ سورۃ الحمد
مین خدا کی ثنا اور صفت کے بعد دعا ہے - اور دعا کے لیے آمین مہر الٰہی ہے کہ جس سے قبولیت کی اُمید زیادہ ہوتی ہے چنانچہ ابوداؤد
نے ابو زہیر نمیری سے روایت کی ہے کہ ہم نبی صلعم کے ساتھہ باہر نکلے تو ایک شخص کو دعا مین نہایت تضرع کرتے دیکھا آپنے فرمایا اگر
اِسنے تمام کیا تو پالیا ساتھیون مین سے کسینے پوچھا کہ یا حضرت کا ہیکے ساتھہ تمام کرے فرمایا آمین کے ساتھہ +

آمین اسم ہے اُس فعل کا کہ جو استجب ہے یعنے قبول کر - صحیح بخاری مین ہے کہ عطا کا قول یہہ ہے کہ آمین دعا ہے الغرض آمین کے
معنی (قبول کر) ہین - یہہ لفظ مد الف اور قصر الف دونون سے جائز ہے - اور بالاتفاق یہہ لفظ قرآن کا جزو نہین بلکہ جسطرح عام دعاؤنکے
بعد یہہ لفظ بولا جاتا ہے اسیطرح الحمد کے بعد بھی آمین کہنا بالاتفاق سنت ہے - لیکن صرف اثبات مین اختلاف ہے کہ اسکو آہستہ اور خفیہ
کہنا بہتر ہے یا آواز سے کہنا اولے ہے امام ابوحنیفہ اور امام مالک و سفیان ثوری وغیرہم اکابر علما تابعین و تبع تابعین و صحابہ
خفیہ کہنا اولے سمجھتے ہین چند دلائل سے (۱) اللہ تعالے فرماتا ہے اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ
کہ اپنے رب سے تضرع اور خفیہ کر کے دعا مانگو اوسکو حد سے بڑھنے والے پسند نہین آتے اس آیت سے دعا کا خفیہ کرنا بہتر معلوم ہوتا
ہے (کیونکہ تضرع وزاری ہی آہستگی مین خوب پائی جاتی ہے اور یہی بات دعا مین اصل الاصول ہے) اور آمین دعا ہے جیسا کہ عطا نے فرمایا
اور دیگر مواضع سے بھی ثابت ہوتا ہے (۲) بخاری اور مسلم کی احادیث مذکورہ (کہ جب امام غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہے تو تم
آمین کہو) اخفا پر دلالت کرتے ہین کیونکہ اگر امام پکار کر آمین کہتا تو مقتدیون کو معلوم ہوتا - پھر غیر المغضوب علیہم کا پتا دینا اور ملائکہ کے
ساتھہ موافقت بتلانا کچھہ مفید نہین (۳) اور ابوداؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ اور دارمی وغیرہ نے سمرہ بن جندب سے روایت کی ہے
کہ نبی صلعم دو سکتہ کرتے تھے - سکتۃ اذا کبّر و سکتۃ اذا فرغ من قراءۃ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین - ایک سکتہ جب کرتے تھے کہ جب
تکبیر تحریمہ کرتے تھے (اس سکتہ مین تعوذ اور ثنا پڑھتے تھے) اور ایک سکتہ (یعنے چپ کرنا) اُسوقت کہ جب غیر المغضوب علیہم ولا الضالین
پڑھکر فارغ ہوتے تھے (اس سکتہ مین آمین کہتے تھے) پس اگر آنحضرت پکار کر آمین کہتے غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کے بعد چپ
نہ رہتے بلکہ آمین پکار کر کہتے امام شافعی اور احمد بن حنبل وغیرہما علما یہہ فرماتے ہین کہ ذرا آواز سے آمین کہے تو بہتر ہے - کیونکہ وائل بن
حجر سے ترمذی اور ابوداؤد اور دارمی اور ابن ماجہ نے روایت کی ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پڑھکر آمین کہتے سنا
اور اپنی آواز کو بلند کیا اور اسیطرح ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آمین سے مسجد گونج جاتی تھی (رواہ ابن ماجہ) لیکن اس قسم کی احادیث کا یہہ
جواب ہے کہ صورت معارضہ پہلی احادیث کے معارضہ کی انمین صلاحیت نہین کیونکہ اودہر قرآن اور صحیح حدیثین ہین اور ادہر صرف ایسی حدیثین
ہین کہ جن مین محدثین کو کلام ہے - اور اسیلئے امام بخاری نے باوجودیکہ جہر آمین کا باب باندہا مگر ان احادیث مین سے کسیکو بھی درج نکیا
اُنکے نزدیک اُنکی صحت پر وثوق نہتھا فقط قولوا آمین کو روایت کر کے بس کر گئے - اور قولوا سے کسی طرح جہر ثابت نہین ہوتا

ورنہ قولوا التحیات للہ الخ وقولوا ربنا لک الحمد (متفق علیہ) مین بہی جہر کا قائل ہونا پڑیگا ولم یقل بہ احد من العلماء **دوم** اگر انکی صحت بہی تسلیم کیجاوے تو انکی یہہ توجیہ ہوسکتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے احیاناً تعلیم کے لیے آمین کو آواز سے کہدیا ہوگا تاکہ لوگونکو آپکا آمین کہنا معلوم ہوجاوے - چنانچہ بخاری اور مسلم نے قتادہ رض سے نماز ظہر کی بابت یہہ روایت کی ہے کہ یسمعنا الآیۃ احیاناً الحدیث کہ کبھی آنحضرت کوئی آیت ہمکو سناکر پڑھ دیتے تہے حالانکہ ظہر کی نماز مین خفیہ پڑہنا سب کے نزدیک متفق علیہ ہے پس صرف تعلیم کے لئے کہ مین ظہر مین فلان سورۃ پڑہتا ہون بعض آیات کو سنا دیتے تہے اسیطرح آمین ہو تو بعید نہین - پس جنہون نے اس موقعہ کو دیکھہ لیا انہون نے ہمیشہ آمین کا باواز بلند کہنا اوسے سمجھہ لیا - اور وہ اپنے مشاہدہ کے موافق سچے ہین -

سوم اگر آنحضرت ہمیشہ پنجگانہ دم اخیر تک آمین پکار کر کہتے تو یہہ فعل ایسا نہ تہا کہ عبداللہ بن مسعود رض کیسے جلیل القدر صحابہ پر مخفی رہتا - حالانکہ وہ اسکا انکار کرتے ہین آجکل بعض صاحبون نے ان خفیف مسائل مین نہایت غلو کر کے مسلمانون مین تفرقہ ڈالدیا اور باہمی نفاق اور کینہ کو بجا مردہ سنت کے جلادیا +

بحث سوم اللہ تعالے فرماتا ہے فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ یعنے جب تو قرآن پڑہے تو شیطان رجیم سے خدا کی پناہ مانگ - اسلئے تمام علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قرآن کو بغیر اعوذ کے نہ پڑہنا چاہئے - پھر اعوذ مختلف طور پر پڑہتے ہین - زیادہ مشہور تو یہہ ہے - اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم - مصر کے قراء اسمین اور کلمات بہی ملاتے ہین -

اور سر اسکا یہہ ہے کہ اللہ تعالی نے انسانکو مختلف قوی سے مرکب بنایا ہے جسطرح روحانی قوی ہین کہ جو امور فطرت کیطرف اس کو رہنمائی کرتی ہین وہ جنکو قوی ملکیہ کہتے ہین اسکو دئے ہین اسی طرح جسم کے متعلق ظلمانی قوی بہی اسکے پاس موجود ہین کہ جو کجی اور شہوت اور توہمات باطلہ کی طرف رہنمائی کرتے ہین کہ جنکو قواے بہیمیہ کہتے ہین پس قوائ ملکوتیہ تو ملائکہ اور روحانی اور لطیف اور نورانی اشخاص کے آثار کے آنے کا ذریعہ ہین - اور ان قوائ بہیمیہ کے گہوڑے پر شیطان رجیم سوار ہو کر آتا ہے اور گمراہ بناتا ہے اسی سبب سے کبھی ان قواے بہیمیہ کو بہی شیطان کہدیتے ہین اور جسمین یہہ قواے زیادہ پائے جاتے ہین اسپر بہی اسی علاقہ سے شیطان کا اطلاق ہوتا ہے اور در اصل شیطان وہ ایک شخص خاص ہے کہ جو حضرت آدم کو سجدہ نکرکے نافرمان ہوا (چونکہ بعض کم فہم اس امر کو نہین سمجھے انہون نے ان قواے بہیمیہ اور ملکیہ کو کہ جنپر اس علاقہ سے شیطان اور ملک کا اطلاق قرآن اور حدیث مین ہوا ہے اصل شیطان اور فرشتہ سمجھکر وجود شیطان اور فرشتہ کا انکار کردیا -

حاصل کلام یہہ کہ انسان کے اندر ان قواے بہیمیہ کے لحاظ سے ہر رگ و ریشہ مین شیطان بہرتا ہے اور قرآن مجید ایک نورانی اور ملکی چیز ہے تو بیشتر جبتک گندہ چیزون سے تصفیہ نہولے یہہ رنگ ملکوتی نہین چڑہتا اور ان قواے بہیمیہ کے فرو کرنے کا بشر کو مقدور نہین - اس لئے ضرور ہوا کہ خدا سے پناہ مانگے - اور جب اوس سے کوئی بصدق دل پناہ مانگتا ہے تو اوسکے قواے بہیمیہ کو اس خیر مین خلل انداز نہین ہونے دیتا نہ شیطان کچھہ خلل ڈال سکتا ہے - جسطرح عالم خواب مین وہم عقل کا معارض ہو کر اودہر ادہر بہکاتا اور کسی ادنی مناسبت سے اصل شے کو کسی دوسری چیز کی صورت مین دکہاتا ہے - اسی طرح اس عالم مین انسان کے قواے بہیمیہ اور انکا سوار شیطان آدمی کی راہ مین ہر طرح سے خلل انداز ہوتا ہے - بری چیزون کو سجاکر آگے لاتا ہے بہلی باتون کو برا بناکر دکہاتا ہے اور یہی تو وجہ ہے کہ اس عالم مین انسان مذہب کے بارہ مین گوناگون اور ہر ایک غرض مین بہی نوع بوقلمون ہین - کوئی اپنے ہاتھہ کے تراشے ہوئے بت کے آگے دست بستہ کہڑا ہے کوئی اپنی کشتی مین الٹا ہی کل حزب بما لدیہم فرحون (ع) ہر قوم راست راہے دینی وقبلہ گاہے + اللہم اہدنا الصراط المستقیم

سورہ بقرہ

یہہ سورۃ مدنی ہے یعنی مدینہ منورہ مین نازل ہوئی ہے۔ اسکی دوسوستاسی ۲۸۶ آیت ہین اور چہہ ہزار اکیس ۶۰۲۱ کلمات اور پانسو پچپن ہزار ۲۵۵۰۰ حروف ہین اور چالیس رکوع ہین قرآن مجید کی سب سورتون سے یہ سورۃ بڑی ہے۔ اور جسقدر احکام شرعیہ اس سے مستفاد ہین اور کسی سے نہین۔ اسمین ایک آیت مدائنیہ ہے کہ جو سب آیتون سے بڑی ہے۔ اگرچہ اس سورہ مین اور بہت سے عمدہ مضامین اور طرح طرح کی ہدایت فزا باتین ہین مگر چونکہ گائے کے ذبح کرنے کا جو بنی اسرائیل مین واقع ہوا ہے ایک عجیب اور بہت سے مقاصد[۱] ضروریہ کی طرف اشارہ کرنے والا قصہ اسمین مذکور ہے۔ اسلئے اسکا نام سورہ بقرہ ہوا۔ اور تسمیہ مین کوئی نہ کوئی مخصوص بات ملحوظ ہونی چاہئے۔ یہہ نام[۲] اسکا آنحضرتؐ کے عہد مین مشہور ہوگیا تہا جیسا کہ احادیث صحاح ستہ سے معلوم ہوتا ہے۔ اس سورۃ کو سورۃ الحمد سے یہ

مناسبت

ہے کہ سورہ الحمد مین چونکہ ہدایت کے متعلق جمیع مضامین ایک ایسی خوبی کے ساتہہ مذکور ہوئے جسکے اثر سے دل بیمار اور روح مریض کو شفاء ابدی حاصل ہوتی ہے اور اسی لئے اس سورۃ کا نام سورہ شافیہ یا شفاء قرن اول مین شہرت پاچکا تہا اور شفاء قلب کے بعد حیات روحانی اور زندگی جاودانی ایک ضروری بات ہے۔ اسلئے ضرور ہوا کہ اس سورۃ کے بعد وہ سورۃ ہو کہ جسمین (بضمن تفصیل اجمال سورۂ اول) وہ باتین ہون کہ جو حیات اور ہمیشہ کی زندگی سے علاقہ رکہتی ہون سو یہ بات سورہ بقر مین موجود ہے کیونکہ اس سورۃ کے کل چالیس رکوع ہین۔ اُنمین سے کوئی رکوع ایسا نہین کہ جسمین حیات کا مضمون نہو اول اور دوم رکوع مین یہہ بیان ہے کہ یہہ قرآن اُنکے لئے ہدایت ہے کہ جو خدا سے ڈرتے اور نیک کام کرتے ہین (یعنے جنکو صلاحیت ازلی و استعداد ایمانی نصیب ہے) نہ اُنکے لئے کہ جو کافر و منافق یعنے ازلی کور باطن ہین سو یہہ صاف طور پر اسباب کا بیان ہے کہ جنہون نے بموجب صلاحیت ذاتی سعادت ایمان پائی حیات جاودان پائی اور جو اس سے محروم رہے اُنہون نے حیات ابدی نپائی۔ تیسرے رکوع مین خدا تعالیٰ کی (کہ جسنے آسمان و زمین کو بنایا اور دنیا کی نعمتون کو مباح فرمایا) عبادت کا حکم ہے کہ جو حیات ابدی کا باعث ہے۔

---

(۱) منجملہ مقاصد ضروریہ کے خدا تعالیٰ کے وجود کا اثبات ہے سو وہ بہی اس قصہ سے بخوبی سمجہہ مین آسکتا ہے کیونکہ اس مقتول کا زندہ ہونا کہ جسپر اس گائے کا گوشت رکہدیا تہا خدا قادر کے وجود پر دلالت صریحہ ہے کہ جسنے اسکو دوبارہ خلاف عادت جان بخشی۔ از انجملہ نبوت ہے سو وہ بہی اس سے صاف ظاہر ہے کہ جس نبی کے کہنے سے گائے کا گوشت رکہتے ہی مردہ زندہ ہوگیا یہ اسکا بڑا معجزہ ہے جو اسکی نبوت پر دلالت کرتا ہے۔ اور جب موسیٰ کی نبوت ثابت ہوئی تو اسنے اگلے نبیون کی نبوت کہ جنکی تصدیق حضرت موسیٰ نے کی اور آئندہ نبیون کی نبوت کہ جنکی حضرت موسیٰ نے پیشین گوئی کی بخوبی ثابت ہوئی۔ از انجملہ انبیاء علیہم السلام کے کہنے پر بے چون و چرا عمل کرنا ہے ورنہ مصیبت پیش آتی ہے سو وہ بہی اس قصہ سے بخوبی ثابت ہے کہ بنی اسرائیل نے حجتین کرکے کیسی مصیبت اُٹہائی اور رسوائی پائی۔ از انجملہ خوف خدا ہے اور یہ کہ کوئی گناہ خدا سے مخفی نہین رہتا وہ بہی اس قصہ سے ظاہر ہے کہ قاتل معلوم ہوگیا اور اُسکی وہ پوشیدہ خباثت ظاہر ہوگئی۔ از انجملہ نیا مشاہدہ کرکے جلنے پر ایمان لانا ہے سو وہ بہی اس قصہ سے ظاہر ہے کہ مقتول دوبارہ زندہ ہوکر بولا اور اُسنے راز مخفی کہولا ۔ ۱۲ منہ

(۲) بعض مفسر اپنی تفسیر کے صفحہ بارہ مین کہتے ہین۔ قول یہہ سورۃ اُنہی اُنتیس سورتون مین سے ہے جنکو خدا نے اُنکے نام سے موسوم کیا ہے یہہ حروف مقطعات اُن سورتون کے نام ہین جنکی ابتدا مین آئے ہین۔ اقول اگر یہہ نام خدا کے مقرر کئے ہوئے تو ضرور تہا کہ صحابہ مین اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے شہرت پاتے اور اُنکے اور نام نہ رکہے جاتے حالانکہ کسی صحیح حدیث سے کیا بلکہ ضعیف سے بہی ہمکو یہ معلوم نہین ہوا کہ الم اس سورۃ کا نام خدا نے مقرر کیا ہے بلکہ سب سلف سے خلف تک اسکو سورہ بقرہ کہتے چلے آئے ہین۔ دوم اگر الم اس سورۃ کا نام ہو تو اور سورتون کا بہی (کہ جنکے اول مین یہہ حروف آئے ہین) یہی نام ہو۔ پس اشتراک لازم آئیگا جو تعیین اسماء کی غرض کو منافی ہے اور جو تمیز وضع اول کو بہول جانے سے واقع ہوتا ہے اور خدا بہول سے پاک ہے سوم خود مفسر صاحب کیون سورہ بقرہ سورہ عنکبوت سورہ روم سورہ لقمان سورہ سجدہ نام لیتے ہین۔ الغرض قول علوم اسلام کی ناواقفیت پر دلالت کرتا ہے ۱۲ منہ

چوتھے میں حضرت آدم علیہ السلام کا پیدا ہونا اور اسکو حیات بخشکر ملائکہ پر تفضیل دینا اور اسکی بدعی کو حیات ابدی سے محروم کردینا مذکور ہے
جس سے یہ اشارہ ہے کہ نافرمانی حیات ابدی سے محروم کرتی ہے۔ اور یہان سے قیام اور حیات دنیوی کی طرف بھی اشارہ ہے کہ جو حیات آخروی
کا وسیلہ اور نمونہ ہے اول وکنتم امواتا فاحیاکم میں زندہ ہونا بتلا دیا پھر تمام نوع انسانی کی زندگی اور ابو النوع حضرت آدم کا حال بیان
کردیا وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً اسکے بعد اس نوع کے ایک بڑے خاندان کی حیات کا ذکر پانچوان رکوع یا بنی
اسرائیل سے شروع کیا کہ جس میں صدہا انبیا پیدا ہوئے ہیں اور تخمیناً نصف بنی آدم اب تک اسی خاندان کے بزرگون کے معتقد ہیں اسکے بعد (۹)
رکوع تک اس خاندان کے حالات عبرت خیز بیان کئے اور من و سلوی اور قلزم سے پار اتارنا اور فرعون کو کہ جو اس خاندان کی حیات کا دشمن
تھا ہلاک کرنا اور توریت کا عطا ہونا اور دیگر امور کہ جو حیات سے متعلق ہیں اور پھر جہلا کا گوسالہ پرستی کرکے حیات ابدی سے محروم ہونا
اور پھر انکو حیات دنیوی خرچ کرکے حیات ابدی خریدنا بتانا اور بنی اسرائیل کے گناہون پر عذاب بھیجکر حیات ابدی کے لئے تنبیہ کرنا اور گائے
ذبح کرکے ایک شخص مردہ کو اسکے گوشت سے حیات بخشنا ذکر کیا (۱۰) رکوع میں بنی اسرائیل سے یہ عہد لینا کہ خاص اللہ کی عبادت کرینگے ماں باپ
یتیمون اور مسکینون سے نیک سلوک کرینگے اور نماز پڑھینگے زکوۃ دینگے اچھی بات کہینگے خونریزی نکرینگے کسیکو جلاوطن نکرینگے۔ یہ وہ عہد ہے
کہ جو اسکو پورا کرے حیات ابدی پاوے دنیا کی زندگی کا بھی مزا اٹھاوے (۱۱) رکوع میں موسیٰ کو کتاب دینا اور انکے بعد انبیا پے در پے بھیجنا
اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح القدس سے مدد کرنا وغیرہ وہ امور بیان ہیں کہ جو حیات ابدی کے لئے ضرور اور نافع ہیں (۱۲) رکوع میں
قل من کان عدوا لجبریل الخ سے اسبات کا بیان ہے کہ جبرئیل اور جو لوگ حیات ابدی اور وحی کا واسطہ ہیں اونسے بغض رکھنا جیسا کہ
یہود رکھتے تھے حیات ابدی سے محروم ہونا ہے اسکے بعد (۱۴) رکوع تک اور یہود کی بہت سی لغو حرکات بیان فرمائی ہیں کہ جو حیات ابدی
محروم اور بےنصیب کرتی ہیں (۱۵) رکوع یا بنی اسرائیل سے لیکر ایک اور اصلی خاندان یعنی حضرت اسمعیل کے حالات اور انکی ذریت میں
نبی آخر الزمان کے پیدا کرنے کا ذکر ہے کہ جو تمام عالم کی حیات ابدی کا ذریعہ ہے اور کعبہ جو اسکی تجلیات کا مظہر ہے اسکی بنیاد قائم کرنا مذکور ہے
(۱۶) رکوع میں ومن یرغب عن ملۃ ابراہیم سے لیکر آخر تک حضرت ابراہیم اور یعقوب علیہما السلام کے اسلام اور انکا اسلام کے لئے اولاد
کو وصیت کرنا اور ابراہیم علیہ السلام کی ملت پر قائم رہنا اور بلا تفرق تمام انبیا علیہم السلام پر ایمان لانا وہ باتین مذکور ہیں کہ جو حیات
جاودانی کے لئے اصل الاصول ہیں پھر (۱۸) رکوع تک قبلہ کی تحویل پر جو کچھ احمقون کے بیجا اعتراضات تھے انکا جواب اور اسبات کا
اظہار ہے کہ مقصود ہر طرف خدا ہے اور یہ مقام متبرک محض امتحان طاعت کے لئے مقرر ہوا ہے (۱۹) میں صبر اور نماز گزاری کا ذکر ہے
اور یہ کہ جو لوگ خدا کی راہ میں مرگئے انکو حیات ابدی نصیب ہوگئی اور بھوک اور ثمرہ وغیرہ وہ ریاضتیں بیان فرمائی ہیں کہ جن سے روح زندہ ہوتی ہے
(۲۰) رکوع میں خدا تعالیٰ کی صفات و آیات اور اسبات کا ذکر ہے کہ خدا سے نہایت درجہ کی محبت رکھنی چاہئے اور دیگر امور کہ جو حیات ابدی کے
متعلق ہیں (۲۱) میں زمین کی پاک چیزون کے استعمال اور ناپاک چیزون سے پرہیز کرنا اور شیطان کے رستہ پر نہ چلنا اور خدا کا شکر کرنا اور رسوم

اور مردار وغیرہ ان گندہ چیزون سے دور رہنا کہ جنکا اثر زہر کی مانند قوی ملکوتیہ پر ہو کر حیات جاودانی مین خلل انداز ہوتا ہے اور دیگر امور
متعلق بحیات بدنی مذکور ہین (۲۲) مین یہ بیان ہے کہ رسمی باتون پر سعادت اور نیکی کا مدار نہین بلکہ در اصل جو سعادت کہ باعث حیات
روح ہے وہ اللہ اور انبیاء اور ملائکہ پر ایمان لاکر صدقہ و خیرات و نماز ادا کرنا وغیرہ امور مذکور ہین (۲۳) مین روزہ کی فرضیت اور اسکے احکام اور
اعتکاف وغیرہ وہ باتین کہ جنکا اثر روح پر پہنچتا ہے اور حیات آخروی کے لیے کار آمد ہین (۲۴) مین حج کے احکام اور خدا کی راہ مین مال صرف
کرنے کی تاکید اور لوگون سے نیکی سے پیش آنا مذکور ہے کہ جو حیات کے لیے ضرور اور آخری جہان کے لیے نافع ہے (۲۵) مین احکام حج اور
دعا و تکبیر مذکور ہے کہ جنکا پرتوہ روح کو تازہ کرتا ہے اور تمام لوگون کو مساوات کی تاکید ہے کہ احکام الٰہی کی پابندی کرین تاکہ فراقی مین آکے
اور روح امراض مین گرفتار ہوکر نہ مر جاوے (۲۶) مین اسباب کا اظہار ہے کہ خدا کے دشمنون اور باغیون سے اسکی فوج بنکر لڑنا اور زمین
کو انکے شر سے پاک کرنا اور دین کو زندہ کرنا کہ جسکو جہاد کہتے ہین دنیا اور آخرت کی زندگانی کا سبب ہے کیونکہ جب دشمنان دین غالب آجاوینگے تو اپنا
غلام اور سواری کا جانور بنا کر کام لین گے اور دین سے بھی بے بہرہ کردینگے اور نہ ترقی دینی کبھی نصیب ہوگی نہ دنیاوی اور اسکی شرح اور فوائد
دیگر آیات و احادیث مین بکثرت ہین اور حکماء امت نے بدلائل عقلیہ ثابت کیا ہے اور تجربہ کار و فہیم تجربہ سے ثابت کردیا ہے (۲۷) مین شراب
اور جوئے کی ممانعت کہ جو دنیا اور دین کی خرابیون کا باعث اور تلخی زندگی کا وسیلہ ہے اور یتیمون اور بیکسون کی خبرداری جو انکی حیات کا باعث
ہے و دیگر امور مذکور ہین (۲۸) مین خانہ داری اور زندگی کے متعلق احکام حیض و ایلا و عدت و حرمت اخفاء حمل وغیرہ باتین (۲۹) مین
باہمی طلاق و عدت و رجعت وغیرہا باہمی معاملات کے متعلق وہ احکام کہ جو زندگی کو تازہ کرتے ہین مذکور ہین (۳۰) مین بھی طلاق
و حلالہ و رضاعت و نفقہ و مہر و مقدار عدت وفات وغیرہا وہ احکام ہین کہ جن بغیر معاشرت کا انتظام اور حیات کا لطف نہین ہے
بیان (۳۱) رکوع الم تر الی الذین خرجوا من دیارہم تک ہے پھر اس رکوع مین جبکہ باہمی معاملات پرورش اولاد وغیرہ امور سے فراغت
ہوچکی تو مبدء غیب سے بلا اسباب ظاہرہ زندگی عطا ہونا بیان کیا کہ اسکی قیومیت و قدرت پر کامل یقین ہوجاوے - اسی ضمن مین
بنی اسرائیل کا ایک نبی کی دعا سے زندہ ہونا مذکور ہے پھر (۳۳) مین طالوت کا جالوت کو قتل کرنا اور بنی اسرائیل کی برباد شدہ سلطنت
و قوت کا حضرت داؤد کے عہد مین دوبارہ زندہ ہونا اور تابوت سکینہ کا پھر ہاتھ آنا کہ جو خدا کی قبولیت و قدرت کی بڑی دلیل ہے (۳۴) مین آیۃ الکرسی
ہے کہ جسمین خدا تعالیٰ کا حی و قیوم ہونا اور بہت صفات مذکور ہین اور یہ کہ حیات بدنی کے لیے یعنے اسلام کے قبول کرنے مین کسی پر زبردستی نہین
کیونکہ اسکے دلائل در خود بیان واضح ہین (۳۵) مین حضرت ابراہیم علیہ السلام کو چار جانور زندہ کرکے دکھانا اور مرنے کے بعد زندہ ہونیکا
کامل وثوق دلانا ہے اور حضرت عزیر علیہ السلام کو جو بیت المقدس کی آباد ہونے مین تعجب تھا ایک عرصہ تک مردہ رکھکر زندہ کرنا اور خدا تعالیٰ
کے حی و قیوم ہونے پر وثوق دلانا مذکور ہے پھر رکوع (۳۹) تک صدقہ اور خیرات اور پرہیزگاری اور سود کی حرمت اور دیگر احکام شہادت
وغیرہا مذکور ہین کہ جو دنیا اور دین کی زندگی کے لیے نہایت کار آمد ہین اور (۴۰) رکوع مین تو للہ ما فی السموٰت و الارض سے لیکر اخیر سورہ تک

وہ باتین مذکور ہین کہ جو مردہ دل کو حیات جاودانی بخشتی ہین ان رکوعات اور پھر انکی آیات کو جو کچھہ باہم ارتباط اور سلسلہ بندی ہے وہ بیان سے باہر ہے کسیقدر ہم بھی بیان کرینگے انشاءاللہ اس سورہ کو الحمد سے

پہلی ربط ہے

کہ اس سورہ مین الحمد کے جمیع مضامین کی تشریح ہے چنانچہ (۳) رکوع مین آسمانون اور زمین کا پیدا کرنا اور زمین پر اناج و پھل پھول بیشمار اُن چیزون کا پیدا کرنا مذکور ہے کہ جن سے خدا تعالی کی پرورش اور تمام عالم کی تربیت معلوم ہوتی ہے پھر اسی طرح حضرت آدم کا پیدا کرکے جنت مین رکھنا اور ملائکہ سے سجدہ کروانا اور پھر اسکی اولاد مین سے بنی اسرائیل کا برگزیدہ کرنا اور انکو ہر طرح کی نعمتین عطا فرمانا۔ یَا بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ اذْکُرُوْا نِعْمَتِیَ پھر بنی اسمعیل مین نبی پیدا کرنا اور کعبہ کو حرمت و عزت بخشنا اور وہان کے رہنے والون کے لئے رزق رسانی اور ہوا نا پانی کا وعدہ کرنا اور بنی اسرائیل کی سلطنت بازرفتہ داود علیہ السلام کے عہد مین پھر واپس دینا اور حضرت عزیر علیہ السلام اور دیگر بنی اسرائیل کو زندہ کرنا اور موسی کو توراۃ عطا کرنا اور جو اس قسم کی عمدہ مضامین اس سورہ مین مذکور ہین وہ سب ترتیب الحمد للہ رب العالمین کی شرح ہے اور اسیطرح من و سلوی بنی اسرائیل کو عطا کرنا اور دن مین ابر کا سایہ کرنا اور فرعون سے نجات دینا وغیرہ امور جو اس قسم کے اس سورہ مین مذکور ہین سب الرحمن الرحیم کی شرح ہے اور پھر گائے کا ذبح کرنا اور اسکا گوشت مقتول کی لاش پہ دھرنا اور مُردے کا جی اٹھکر اپنے قاتل کا نام لینا اور قاتل کا سزا پانا اور اسی طرح بنی اسرائیل کو (گوسالہ پرستی کی سزا مین) خودکشی کرنیکا حکم دینا اور ایسی سخت توبہ مقرر کرنا اور بنی اسرائیل کی نافرمانیون پر طرح طرح کی سزائین دینا اور کافرون اور مشرکون اور منافقون کا جہنم مین جانا وغیرہ اس قسم کے مضامین جو اس سورہ مین مذکور ہین سب مالک یوم الدین کی تفسیر ہے اور روزہ اور نماز اور حج و زکوۃ و جہاد اور ذکر الہی اور تکبیر و تہلیل جو کچھہ مختلف رکوعون مین وارد ہے اور اُنکے احکام مذکور ہین اور جہان کہین خاص خدا تعالی سے محبت اشد کرنیکا حکم ہے اور شرک و بت پرستی کی ممانعت ہے سب ایاک نعبد و ایاک نستعین کی تفصیل ہے اور قرآن کا متقیون کے لئے ہدایت ہونا اور احکام طلاق و نکاح وغیرہ و صلہ رحمی اور والدین اور اقارب اور ہمسایہ سے نیکی کرنا۔ حرم اور اشہر حرم کی حرمت کرنا جو کچھہ اس قسم سے اسمین مذکور ہے سب اہدنا الصراط المستقیم کی تفسیر ہے اور جو کچھہ حضرت ابراہیم اور حضرت یعقوب اور دیگر انبیاء علیہم السلام اور اونکے پیرون کے اقوال اور اُنکے احوال اور اُنپر انعام الہی نازل ہونا اس سورہ مین مذکور ہے سب صراط الذین انعمت علیہم کی تفسیر ہے اور فرعون کا غرق ہونا اور اسکی بداطواری سے اسکا ملک و مال برباد ہونا اور نمرود کا حضرت ابراہیم سے مناظرہ کرنا اور یہود پر انکی بدکاری سے مصیبت نازل ہونا اور جو کچھہ اس قسم کا مضمون ہے سب غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کی پوری شرح ہے چونکہ یہہ سورہ بیشمار علوم کا سرچشمہ ہے اس لئے اس کے

فضائل

بھی بہت سے ہین چنانچہ صحیح مسلم مین انس سے روایت ہے کہ ہم مین جو شخص سورہ بقرہ اور آل عمران پڑھہ لیتا تھا اسکی بڑی عظمت ہوتی

اور مسند امام احمد وغیرہ کتب حدیث مین ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سورہ بقرہ بمنزلہ کوہان قرآن کے ہے اور بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے کہ اُسید بن حضیر رات کو سورہ بقرہ پڑھ رہے تھے اور انکا گھوڑا اُنکے پاس بندھا ہوا تھا کہ یکایک انکا گھوڑا چونکا وہ کہتے ہین کہ مین نے پڑھنا بند کیا گھوڑا بھی ٹھیر گیا پھر جب مین نے پڑھنا شروع کیا پھر اُسی طرح گھوڑا بدکا تین بار یہ بات پیش آئی اور میرا بیٹا یحیی قریب سوتا تھا مجھے ڈر ہوا کہ گھوڑا اسکو نہ کچل ڈالے پھر جب مین نے اوپر کو دیکھا تو ایک بادل نورانی سا دکھائی دیا کہ جسمین مشعلین سی روشن تھین پھر مین اُسکے دیکھنے کو باہر نکلا صبح کو یہ ماجرا مین نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا آپ نے فرمایا ملائکہ تھے جو تیری آواز سنکر آئے تھے اگر تو صبح تک پڑھے جاتا تو وہ بھی صبح تک موجود رہتے اور سب کو نظر آتے۔ ای ابن حضیر اسکو پڑھا کر ای ابن حضیر اسکو پڑھا کر۔ مسلم نے ابی امامہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرآن پڑھا کرو کیونکہ یہ قیامت کو اپنے پڑھنے والونکی شفاعت کریگا۔ زہراوین[1] (سورہ بقرہ و آل عمران) پڑھا کرو کیونکہ قیامت کو یہ اپنے پڑھنے والے کے لئے (بادل کی طرح) ہوکر شفاعت کرنے کو آوینگے۔ سورہ بقرہ پڑھا کرو کیونکہ اسکے پڑھنے مین برکت اور ترک کرنے مین حسرت ہے اور فریبی لوگ اسکے مقابلہ کی طاقت نہین رکھتے۔ اس سورہ کی برکت آثار جو کچھ بزرگان دین کے تجربہ مین بارہا آئے بیشمار ہین ازانجملہ یہ کہ جس رات یہ سورہ پڑھی جاوے یا جس گھر مین پڑھی جاوے وہان شیطان کا گذر نہین ہوتا جو لوگ حس باطن رکھتے ہین وہ اس امر کی بخوبی تصدیق کرتے ہین ازانجملہ یہ کہ بیمار کے روبرو یہ سورہ پڑھی جاوے اور ایک مقدار معلوم چاول پکا کر دہی اور کھانڈ ڈال کر کسی مسکین کو کھلایا جاوے دفع مرض بالخصوص چیچک کے لئے نہایت مفید ہے۔ فقیر کے تجربہ مین بھی آیا ہے۔

شان نزول

جب مکہ اور اُسکے گرد و نواح مین دین اسلام کی روشنی پھیلی اور وہان کے بت پرستونکے زور و ظلم سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ حکمت الٰہی کے موافق مدینہ مین (کہ جو مکہ سے شمال کیطرف چودہ منزل کے فاصلہ پر ہے) تشریف لائے۔ اس شہر مین اور اسکے اطراف مین عرصہ دراز سے اہل کتاب رہتے تھے اور اُسوقت مین عیسائیون اور یہود کے تعصبات اور گمراہیون اور توہمات و خیالات مشائخ کی بیجا پابندیون سے اس ذرا سے نور کو بھی کہ جو مدت سے ٹمٹما رہا تھا بجھا دیا تھا ایسی حالت مین جو یکایک نیر آفتاب اسلام نے طلوع کیا اور نبی علیہ السلام کی وہ باتین کہ جو روح کو زندہ کرنیوالی ہین اُنکے کان مین پڑین تو باستثنا چند و معدود اکثر کو پابندی رسوم و تعصب بیجا نے باوجود دل مین مقر ہونے کے اسلام اور قرآن کے مقابلہ پر آمادہ کیا جیسا کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے مقابلہ مین آمادہ کیا تھا۔ یہ فریق اہل کتاب علم و دانشمندی مین بالکے عربونکے نزدیک مسلم تھا اسلئے انکی نکتہ چینیون پر زیادہ کان رکھنے لگے اور چراغ اسلام کے بجھانے مین جہال عرب کو ان یہود و نصاری سے ایک مدد ملگئی اور دونون فریق مقابلہ مین کھڑے ہوگئے اور مدینہ کے رؤسا مین سے عبداللہ بن ابی بن سلول وغیرہ (وہ لوگ کہ جنکو حسد ریاست و حب جاہ و مال نے اندھا کر دیا تھا اور کسی مصلحت دنیوی سے وہ اسلام مین نامزد ہوگئے تھے اور در پردہ سخت دشمن تھے) اُنکے ساتھ ملگئے اس تیسرے فریق منافقین سے

---

[1] زہراوین زہرا کا تثنیہ ہے اور زہرا ازہر کا مؤنث ہے چمکنے والے نہایت روشن کے ہین۔ چونکہ ان دونون سورتون یعنی بقرہ و آل عمران مین ایک عجیب نورانیت ہے کہ جو نفوس صافیہ کو معلوم ہوتی ہے اسلئے ان دونون سورتون کا لقب زہراوین ہوگیا ۱۲ منہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ الٓمّٓ ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْہِ ۛ ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ ۝

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا رحم والا نہایت مہربان ہے ✦ وہ کتاب ہے اسمین کوئی شک نہین پرہیزگارون کے لئے ہدایت ہے۔

اور بہی انکی ہمت بندہ گئی۔ ان تینون فریق کی کج بحثیون کی اصلاح اور انکے شکوک وشبہات کا ابطال اور ہر طرحکا وعظ و پند حکمت آلہی کے نزدیک ضرور ہوا پس اسلئے مدینہ مین جاتے ہی یہ سورہ بقرہ نازل ہونی شروع ہوئی کہ جسمین ان سب لوگونکی اصلاح اور درستی خدا تعالیٰ نے اپنے کلام مقدس مین ملحوظ رکھی ہے ✦ یہ تمام سورۃ کا اجمالی سبب نزول ہے باقی بعض بعض آیات کے لیئے اس اجمالی بیان سے خاص خاص باتین بہی سبب نزول ہین کہ جن کو ہم آگے چلکر حسب موقع بیان کرینگے۔ مگر ناظر کو لازم ہے کہ اس اجمالی سبب نزول کو ملحوظ رکھے تاکہ اس سورہ کے مطالب اسکے دل پر خوب نقش ہوجاوین ✦

ترکیب

اگرچہ الٓمّٓ حروف مقطعات سے ہین کہ جنکے معنی مین علماء کے مختلف اقوال ہین جیسا کہ آپکو ابہی معلوم ہوگا مگر اسبات پر محققین متفق ہین کہ یہ اُن حروف تہجی کے اسماء ہین کہ جنسے کلام مرکب ہوتا ہے۔ انکے ابتداء کلام مین لانے سے یہ اشارہ ہے کہ جن حروف سے ہمارا کلام مرکب ہے وہی تمہارے کلام کا بہی مادہ ہے پھر اگر یہ قرآن کلام الٰہی اور معجز نہین تو کیا وجہ تم اسکی مثل کلام نہین لا سکتے اور اسکی سورہ کا دسوان حصہ بہی نہین بنا سکتے۔ پس اس تقدیر پر الٓمّٓ کے معنی المرکب من ہذہ الحروف مبتدا اور معجز یا متحدی بہ اسکی خبر یا برعکس جسکے یہ معنی ہونگے کہ جو کلام کہ ان حروف سے مرکب ہے یعنی قرآن معجز یا متحدی[1] بہ ہے یا یہ کہ یہ کلام متحدی بہ اس قسم کے حروف سے مرکب ہے یا یون کہو الٓمّٓ مبتدا (خواہ اس سے مراد المؤلف منہا لیا جاوے یا قرآن یا سورتون کا نام مانا جاوے[2] جیسا کہ اکثر علماء کی یہی رائے ہے) اور ذلک اسکی خبر اور کتاب صفت یعنی کامل کتاب یہی ہے جیسا کہ بولتے ہین زید الانسان ہے یعنے کامل انسان زید ہے یا یون کہو کہ الٓمّٓ خبر ہے مبتدا محذوف کی جو المتحدی بہ ہے اور ذلک خبر ثانی یا بدل ہے اور الکتاب صفت ہے لا نفی جنس ریب اسکا اسم اور فیہ خبر یا یون کہو یہ صفت ریب کی اور للمتقین خبر اور ہدی حال ہے یعنی اس کتاب مین (جو کہ ہدایت دینے والی ہے) پرہیزگارونکو کوئی شبہ نہین یا یون کہو ریب موصوف فیہ صفت اور خبر محذوف جیسا کہ لاخیر مین محذوف ہے اس تقدیر پر فیہ خبر مقدم ہے ہدی کی۔

یا یون کہو

ذلک الکتاب مبتدا اور لاریب فیہ جملہ اسکی خبر اول اور ہدی للمتقین دوسرا جملہ اسکی دوسری خبر۔ اسکے سوا اور بہی احتمالات ہین۔ سبحان اللہ کیا عمدہ کلام ہے کہ ہر پہلو پر ایک عمدہ معنی حاصل ہوتے ہین اور صحیح تر یہ ہے کہ یہ چار جملے الگ الگ ہین ہر جملہ پہلے جملہ کے لئے دلیل ہے پس الٓمّٓ ایک جملہ ہے جسکے معنی یہ ہونگے کہ یہ متحدی بہ انہین حروف سے مرکب ہے کہ جنسے عام عرب بلکہ عجم کے کلام مرکب ہوتے ہین پھر باوجود اس مساوات کے

[1] تحدی کہتے ہین کلام مقابلہ مین طلب کرنا متحدی بہ وہ کلام کہ جسکو پیش کرکے اُسکے مقابلہ مین کلام طلب کیا جاوے ۱۲ منہ

[2] اگرچہ سورتون کا نام بہی علماء نے مانا ہے مگر یہ کہنا کہ یہ نام خدا نے مقرر کیا ہے اور خدا نے فرما دیا ہے کہ یہ سورہ کا نام ہے محض غلط ہے بلکہ یہ بہی علماء کا ایک قول ہے منجملہ دیگر اقوال کے ۱۲ منہ

کسی سے بھی اسکے مقابلہ میں کلام نہ لایا جانا اسکے اعجاز کی صریح دلیل ہے پھر ذٰلک الکتاب دوسرا جملہ ہے جو اعجاز کو خوب ثابت کرتا ہے یعنی دراصل
کتاب یہی ہے اور اسکے مقابلہ میں کالعدم ہیں معارض تو کیا پس ثابت ہوا کہ یہ بڑی کامل کتاب ہے کیونکہ لاریب فیہ یہ تیسرا جملہ ہے جو اسکے کمال
کی دلیل ہے یعنی جسکو ذرا بھی فہم سلیم اور سلیقۂ زبان عرب ہوگا وہ اسکی خوبیوں کو دیکھکر یقین لاویگا کوئی شبہ اسکو پیش نہ آویگا اور درحقیقت جو کتاب ایسے
مضامین کو متضمن ہو کہ اوسمیں دانشمند اور صاحب فطرت سلیمہ کو کچھ شک نہو وہ کامل ہے بخلاف اُن کتابوں کے کہ جنمیں عناصر پرستی یا غلط نسب نامہ یا اور
خلاف عقل مضامین ہیں کہ جنکے قبول کرنے سے عقل انکار کرتی ہے وہ کامل نہیں نہ الہامی ہیں اور اسمیں کیوں شک نہیں اسلئے کہ ہدی للمتقین یہ
چوتھا جملہ ہے یعنی جس کتاب سے لوگوں کو ہدایت ہوتی ہے اسمیں شک نہیں ہوتا کسلئے کہ اگر شک ہو تو پھر کیا ہدایت کیونکر بخشتی بلکہ مشکوک کتابوں کو تو پیغمبر لوگ
چھوتے بھی نہیں چہ جائیکہ انکا دستور العمل اور ہدایت نامہ ہو۔ اور ایک اور لطف بھی اس کلام میں ہے کہ اول جملہ دوسرے کے لئے دلیل بھی ہو جاتا ہے

تفسیر

سورہ الحمد میں جبکہ ہدایت کے متعلق سب ضروری باتیں اجمالاً بیان ہو چکی تہین تو اس سورہ میں ان مضامین کی تفصیل کی گئی۔ اور سب سے پیشتر قرآن
مجید کا کتاب الٰہی ہونا نہایت دلیلوں سے بیان کیا کیونکہ ہر ملت و مذہب کا مدار کتاب پر ہوتا ہے پس جس ملت و مذہب کی کتاب الہامی اور آسمانی
ہے وہ حق ہے ورنہ باطل ورنہ یوں تو ہر شخص اپنے مذہب کو خواہ وہ کیسا ہی خراب کیوں نہو حق ہی جانتا ہے۔

دلیل اول الٓمٓ ذٰلک الکتاب سے مستفاد ہوتی ہے تقریر اوسکی یہ ہے۔ عرب میں اُس زمانہ میں کہ قرآن نازل ہو رہا تھا فصاحت و بلاغت
کا بڑا چرچا تھا۔ ہر شخص اپنے عمدہ اشعار پر ادھار کھائے پھرتا تھا۔ اور معجزہ کی خوبی یہ ہے کہ جس امر میں لوگوں کو ملکہ ہو اور جسکے اسرار کما ینبغی وہ جانتے
ہوں اسمیں انکو ایسی بات دکھائی جائے کہ اُن سب کی قوت سے باہر ہو اور وہ عاجز ہو کر یہ جان لیں۔ کہ یہ اُس شخص کا کام ہے کہ جو ہماری جنس اور
نوع سے الگ ہے اور اسی لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بیماروں کا تندرست کرنا مردہ کو زندہ کرنا وغیرہ وہ معجزات دکھائے کہ جنہوں نے طب جالینوسی
کو پست کر دیا۔ اور اسی سبب فرعون کے جادوگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کو اژدہا دیکھکر جھٹ پٹ ایمان لائے اور چونکہ اس فن کے واقف کار تھے
جان گئے کہ یہ جادوگر کا کام نہیں بخلاف فرعون کے کہ وہ اناڑی نہ سمجھا بس اسلئے عرب کے سامنے فصاحت و بلاغت میں معجزہ ظاہر ہونا ضرور تھا
سو خدا تعالیٰ نے اس جملہ میں اعجاز کیطرف اشارہ فرمایا کہ ہمارا کلام بھی انہیں حروف سے مرکب ہے کہ جن سے تمہارا کلام مرکب ہوتا ہے اور جسطرح تمہاری کتابوں
پر اطلاق کتاب ہوتا ہے ہماری کتاب پر بھی پھر جب تم اسباب فصاحت و بلاغت میں بھی کم نہیں بلکہ مشاق ہو اور ایک کیا سب ملکر بھی ایسی کتاب
نہیں بنا سکتے تو جان لو کہ یہ تمہارے ہم جنس کا کلام نہیں۔ اس دلیل کو آگے قرآن میں تفصیل سے خدا تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے ایک جگہ یوں فرمایا فَأْتُوا بِسُورَةٍ
مِّن مِّثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُم اور فرمایا قُل لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنسُ وَالْجِنُّ عَلَىٰ أَن يَأْتُوا بِمِثْلِ هَٰذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا

دلیل دوم لَا رَيْبَ فِيهِ سے مستفاد ہے۔ اسکی تقریر یوں ہے۔ جو لوگ لطف زبان سے واقف نہیں اور جنکا یہ طور ہے مضمون و معانی ہی پر انکی
نظر ہے تو وہ اسکے مطالب اور معانی کو بغور دیکھیں کہ وہ کیسے ہیں کیونکہ جس کتاب کے مطالب بتا جہا میزان عقل میں وزنی ہوتے ہیں ان کا

اعتبار ہے ورنہ نہین۔ عقل خدا تعالیٰ کیطرف سے بندہ کو چشم حق بین عطا ہوئی ہے اگرچہ جہان عقل وہم کی کشاکشی مین آکر پست ہو جاتی ہے تو الہام کی تائید سے مرتفع ہوتی ہے مگر ہر نیک و بد اور برے بھلے کا امتیاز اسی کے ہاتھ مین دیا گیا پس جن باتون کو عقل سلیم رد کرے وہ مردود ہین اور جنکو قبول کرے وہ مقبول ہین اور اعلیٰ درجہ قبولیت کا عقل کے نزدیک یہ ہے کہ عقل اُن باتون کا یقین کرلے اُسکو ریب و تردد نہ ہو نہ یہ کہ علی وجہ الظن والتقلید والشک تسلیم کرے سو یہ بات قرآن مجید کے مطالب کو حاصل ہے چنانچہ صدہا عیسائی محقق بھی اس بات کے مقر ہین کہ محمد صلعم کے مذہب کی بنیاد اُن باتون پر ہے کہ جنکو عقل سلیم تسلیم کرتی ہے نہ توہمات خیالات فاسدہ پر بخلاف صحف بائبل۔ قرآن کے مطالب ایسے عمدہ ہین کہ عقل کو انمین ریب و شک نہین بلکہ انکو یقینی طور پر تسلیم کرتی ہے اور جس کتاب کے مضامین مین ریب و شک نہو الخ وہ منجانب اللہ ہے نتیجہ نکلا کہ قرآن بھی منجانب اللہ ہے۔ اس دلیل کیطرف اس آیت مین اشارہ ہے اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ الآیۃ وَلَوْ کَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰہِ لَوَجَدُوْا فِیْہِ اخْتِلَافًا کَثِیْرًا وغیرہا من الآیات۔ جس طرح اول دلیل نزبان الزام کے لیے تھی یہ دلیل تمام لوگون کے لیے ہے یہود و نصاریٰ ہنود و مجوس سب کو مفید ہے صغریٰ کا ثبوت محتاج دلیل نہین جو چاہے قرآن کے مضامین کو ملاحظہ کرلے کوئی بات بھی ایسی نہ پاویگا کہ جسمین عقل کو تردد ہو بخلاف وید اور دساتیر کے کہ انمین عناصر اور کواکب پرستی کے وہ مضامین ہین کہ جنسے دل ملتا ہے اور عقل کو نفرت آتی ہے اور لنگ پوجا اور بھگ (فرج) پوجا اور گائے پرستی کے ثواب سنکر سنجیدہ بھی ہنستے ہین۔ اور توراۃ[1] و انجیل و زبور موجودہ مین گو اصلی کتابون کے صدہا الہامی مضامین مندرج ہین مگر تاہم بہت سی وہ باتین ہین کہ جنمین عقل کو ریب و تردد بلکہ صریح انکار ہے اناجیل[2] نامجات مین تو بقول پادری فنڈر صاحب تثلیث الوہیت مسیح و کفارہ مذکور ہے کہ جسکو آجتک کوئی عیسائی ثابت کرسکا نہ کریگا بلکہ انہین لغو مضامین سے نفرت کرکے صدہا بلکہ لاکھون عیسائی بالخصوص پروٹسٹنٹ فرانس و جرمن و انگلینڈ مین سخت ملحد ہوگئے چنانچہ مسٹر ڈراپٹ اپنی کتاب سفر جرمنی کے صفحہ (۴۰۹) مین لکھتا ہے کہ علم کلام کے جھگڑے سے عہد عتیق کی سچائی اور اصلیت مین کلام ہوا رفتہ رفتہ یہ نوبت پہنچی کہ اسکے الہامی ہونیکا یقین جرمنی سے نکلگیا بعد ازان عہد جدید مین گفتگو شروع ہوئی۔ یہانتک کہ یکے بعد دیگرے کو بھی غیر الہامی سمجھا بلکہ بہت سے علماء جرمن تو انکو برا سمجھنے لگے اور انکو محض تاریخ کی کتاب سمجھنے لگے اور ارسطو اور افلاطون کی زیادہ معتبر تو نہ سمجھے گئے یہ الحاد فرانسیسون کی الحاد سے بھی کہ جو اٹھارہوین صدی مین پہیلا سبقت لیگیا جب لوگون نے دیکھا کہ پادری لوگ بھی ملحد ہوگئے تو انہون نے بھی وہی طریقہ اختیار کیا انہی ملحدون انہین کی تقلید سے ہندوستان مین بھی بعض کوتاہ عقلون نے اس الحاد کو رواج دیا اور کتاب یشوع مین آفتاب کا ٹھیرا رہنا اور توراۃ مین لوط علیہ السلام کا اپنی بیٹیون سے زنا کرنا اور خدا کا آدم کو پیدا کرکے نادم ہونا وغیرہ ذالک بہت سی خلاف عقل باتین ہین خدا تعالیٰ کی ذات و صفات اور ملائکہ اور انبیاء اور عبادات اور عالم آخرت اور نیک چلنی وغیرہ مضامین قرآنی کے مقابلہ مین جو کوئی عہد عتیق و جدید کو دیکھیگا تو ضرور اسبات کا یقین کرلیگا کہ قرآن کتاب الٰہی ہے اور یہی کتاب ہے کہ لاریب فیہ گبن صاحب کہ جو انگلستان کا بڑا مشہور مورخ و محقق ہے اپنی تاریخ مین لکھتا ہے کہ محمد کا مذہب شکوک و شبہات سے پاک ہے۔ کہ کیسے پتھرون بتون اور انسانون اور ستارون کی

[1] توراۃ و زبور و دیگر صحائف انبیاء علیہم السلام ۱۲ منہ [2] چارون انجیل اور حواریون کے نامجات وغیرہ ۱۲ منہ

پرستش کو اس مقولہ لیل سے رد کیا کہ جو شے طلوع ہوتی ہے غروب ہو جاتی ہے اور جو حادث ہے وہ فانی ہے اور جو قابل زوال ہے وہ معدوم ہو جاتی ہے الخ ان بڑے بڑے حقایق کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے مشہور کیا الخ ایک حکیم خدا تعالی کے وجود اور اُسکی صفات پر یقین رکھتا ہو وہ مسلمانوں کے عقائد مذکورۂ بالا کو کہہ سکتا ہے کہ وہ عقائد ہمارے ادراک موجود اور قوی عقلی سے بڑھکر ہے الخ وہ اصل کہ جسکی بنا عقل اور وحی پر ہے محمدؐ کی شہادت سے استحکام کو پہنچی الخ انتہی ملخصًا۔ اور سیل صاحب اپنے ترجمۂ قرآن کے دیباچہ میں باوجود سخت تعصب کے اقرار کرتا ہے کہ تھوڑے سے دنوں میں جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دین شرقًا غربًا روے زمین پر پھیل گیا اسکی وجہ یہ تھی کہ اس مذہب کے جملہ اُمور وہ ہیں کہ جنکو عقل بہت جلد تسلیم کرتی ہے جو لوگ تلوار کے زور سے اس دین کا پھیلنا خیال کرتے ہیں وہ بڑی غلطی میں ہیں انتہی ملخصًا۔ کبری مسلم الکل ہے ؂

سوال بہت سے لوگوں کو قرآن میں ریب (شک) تھا اور اب بھی ہے اور جو کسیکو نہوتا تو تمام لوگ اہل اسلام ہی ہو جاتے پھر مطلقًا یہ کہنا کہ اُس میں کسیکو شک نہیں کسطرح صحیح ہو سکتا ہے؟ **جواب** انکار اور تکذیب اور چیز ہے اور شک و تردد اور چیز ہے بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ اُنکا یقین کامل ہوتا ہے مگر کسی خاص وجہ سے متعصب معاند لوگ ضد میں یا رسوم اور قوم کی پابندی میں آکر انکار کر دیتے ہیں اور ہٹ دھرمی سے نہیں مانتے سو یہ اور بات ہے ہم اسکی نفی نہیں کرتے ہاں کسی صاحب عقل سلیم کو قرآن کے مطالب میں بعد تامل کے شک نہوگا اور جو کبھی ہوا بھی تو وہ اُسکے قصور فہم سے ہوگا خلاصہ یہ کہ قرآن بلحاظ وضاحت دلائل محل ریب نہیں جسطرح عام محاورہ میں سچی بات کی نسبت کہدیتے ہیں کہ اسمیں کچھ شک نہیں گو مخاطب کو شک ہو مگر بلحاظ وضاحت قرائن و دلائل مزیل شک اُس شک کو کالعدم قرار دیکر نفی کر دیتے ہیں بعض لوگ اسبات کو نسمجھے تفسیر میں غلطی کے مرتکب ہوئے **دلیل سوم** ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ سے مستفاد ہے تقریر اسکی یہ ہے۔ کتاب آسمانی ہونیکی بڑی علامت اور پکی نشانی یہ ہے کہ وہ ایسا اثر رکھتی ہو کہ مقناطیس کیطرح دلوں کو ہدایت کیطرف کھینچے اور نیک چلنی اور توحید کیطرف رہنمائی کرے یہ کبری تو مسلم ہے اور یہ صغری کہ قرآن لوگوں کو ان اُمور کیطرف رہنمائی کرتا ہے بدیہی ہے کیونکہ تئیس[2] برس کے عرصہ میں جسقدر قرآن نے خلق خدا کے دلوں کو ہدایت کیطرف کھینچا اسقدر ہزار برس میں بھی توراۃ و انجیل نے وہ اثر نہ بخشا عرب کی جو حالت کہ نزول قرآن سے پہلے تھی دنیا کی تمام حالتوں سے بڑھکر تھی بت پرستی اور رہزنی اور چوری اور خونریزی اور باہمی بیہودہ تفاخر اور جہالت اور اُسکے ساتھ ذلت جسقدر عرب کو حاصل تھی کسی قوم کو نہ تھی پھر تھوڑے سے دنوں میں قرآن نے عرب کو کایا پلٹ کر دیا ہر ایک عرب جو پیشتر ہر طرح کی برائی اور اخلاق رذیلہ کا مجمع تھا قرآن کی برکت سے اخلاق حمیدہ اور تمام خوبیوں کا سرچشمہ ہو گیا اسبات کے بھی تمام مورخین مقر ہیں۔ توراۃ نے تو بنی اسرائیل پر بہت کم اثر کیا۔ حضرت موسے علیہ السلام کے چند روز غائب ہوتے ہی بقول اہل کتاب بنی اسرائیل کے

[1] بیچر مفسر اپنی کتاب کے صفحہ ۱۴ میں لکھتے ہیں قولہ۔ اور وہ (یعنی مناسب) معنی یہ ہیں کہ اس کتاب کے پرہیزگاروں یعنی ایمان والوں کے لئے ہادی ہونے میں کچھ شک نہیں الخ اگر یہ معنی تسلیم کیے جائیں تو ہدی کا لفظ بدل ہے ضمیر مجرور سے جو فیہ میں ہے اور جار مجرور ثابت یا کائن سے متعلق ہو کر لا نفی جنس کی خبر ہوئی یعنی لا ریب فی کونہ ہادیا للمتقین الخ۔ خاں صاحب نے بہادر سے کمال کیا ہے تھوڑی سی عبارت میں کسقدر غلطیوں کو سمیٹ کر جمع کر دیا ہے (اول) یہ کہ ہنوز وہ بات باقی رہی کہ کسیکو شک نہیں مگر پھر یہ کہہ سکتا ہے کہ ہمکو اس کتاب کے پرہیزگاروں کے لئے ہادی ہونے میں شک ہے پھر کیا نئی بات پیدا ہوئی (دوم) اگر فیہ کی ضمیر سے ہدی کو بدل کہیں گے تو ہدی کو مجرور کہنا پڑیگا۔ حالانکہ آجتک کسی نے اسکو مجرور نہیں کہا (سوم) فی کو کونہ کے متعلق قرار دیکر اور بدل کونہ ہادیا کہنا صحیح نہیں کیونکہ کونہ ہادیا صفت ہے اور قرآن ذات یا موصوف اور بدل عارض کا معروض سے درست نہیں (چہارم) جبکہ فیہ سے کونہ ہادیا کو بدل ڈالا تو فی کو ریب سے متعلق کرنا پڑا (پنجم) یہ توجیہ لغو چونکہ عام قدما کے مقابلہ میں ہے اسمیں کجی نکتہ ہونا ضرور تھا ورنہ بغیر وجہ پانچواں سوار بننا کیا فائدہ ۱۲ منہ رحمہ اللہ

شائع تو برطرف بقول یہود خود حضرت ہارون ع نے جو خدا کے خیمہ کے امام تھے بچھڑا بنا کر پوجا اور حضرت موسیٰ کے دم اخیر تک کیسی کیسی سرکشیاں
بنی اسرائیل کرتے رہے اور بقول ولیم میور صاحب خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ حواریوں کے ایمان کا کچھ ٹھیک نہ تھا اُنکے شستے یاں
دنیا کی طمع اور سلطنت کے لالچ سے تھی۔ اور سب سے بڑے حواری شمعون پطرس نے کہ جنکے ہاتھ سے بقول نصاریٰ صدہا معجزات سرزد ہوئے
تھے سختی کے وقت حضرت مسیح وہ بیوفائی کی کہ آشنائی سے بھی انکار کر دیا اور یہودا اسخریوطی نے تو اپنے آقا حضرت مسیح کو تھوڑی سے درہم لیکر
لیکر گرفتار کرا دیا اور پھر چند روز بعد صلیب پرستی اور اور خرابیاں جو کچھ عیسوی مذہب پر پڑیں اُنکی اب تک بھی اصلاح نہیں ہوئی۔ اب
انصاف کرنا چاہیے کہ کونسی کتاب سے دنیا میں زیادہ ہدایت پھیلی پھر جس کتاب نے اپنا آسمانی ہونا عالم کو مشاہدہ کرا دیا ہو اُسکو آسمانی
کتاب نہ کہا جاوے اور اپنی تقویم کہنہ کو خدائی قانون کہا جاوے بڑی ناانصافی ہے۔ اس دلیل کی طرف قرآن میں بیشمار جگہ اشارہ ہے
جیسا کہ اِنَّ ہٰذَا الْقُرْاٰنَ یَہْدِیْ لِلَّتِیْ ہِیَ اَقْوَمُ وغیرہا من الآیات ؛

واضح ہو

کہ ان تینوں دلیلوں میں باہم ایک عجیب مناسبت طبعی ہے۔ دلیل اول جو فصاحت و بلاغت سے متعلق ہے یہ چاہتی تھی کہ اُسکو مقدم
کیا جاوے کیونکہ سب سے پیشتر عرب کا ایمان لانا مقصود تھا کہ جنکے ذریعہ سے تمام عالم میں ہدایت پھیلی اور وہ فصاحت و بلاغت سے جلد تر ایمان
لاسکتے تھے چنانچہ لائے اسکے بعد کلام کو بلند کیا اور معانی کی طرف رجوع کر کے اور لوگوں کو بھی اطمینان کر دیا وہ دوسری دلیل سے حاصل ہوا
مگر یہاں تک منکر کو کسیقدر چون و چرا کرنے کی مجال باقی تھی وہ کہہ سکتا تھا کہ جہل مرکب کی صورت میں ہی رہیں ذہن اور اسی لئے ہر فرقہ اپنی
کتاب کو خواہ وہ کیسی ہی غلط کیوں نہ ہو شک کی نہیں جانتا۔ گو یہ شبہ بالکل بے بنیاد تھا مگر اسکے بعد خدا تعالیٰ نے وہ برہان قایم کی کہ گویا ثابت
کر کے دکھا دیا کہ غور کرو جو کوئی خوشنویس اپنی خوشنویسی کا دعویٰ کرے اور کچھ لکھکر بھی دکھا دے یا کوئی پہلوان زور کا دعویٰ کر کے کسی درخت
کو گرا دے پھر کوئی دانشمند اُسکے خوشنویس ور اسکے پہلوان ہونے میں شک نکریگا اسی طرح قرآن نے اپنا وہ اثر کہ جو کتاب الٰہی کے لئے
ضرور ہے دکھا دیا تو اب کونسا شبہ باقی رہگیا اب اسکے کتاب الٰہی ہونے میں شبہ کرنا سکندر کی فوج ملک اور جاہ و حشم دیکھکر بادشاہ ہونے
کا انکار کرنا ہے سوا ایسے لوگ ازلی بدبخت ہیں وہ بہرے اور اندھے اور گونگے ہیں اونکے دلوں پر مہر ہے اُنکے لئے قرآن نافع نہیں۔

نکات

| ۱ | الٓمٓ۔ یہ اور اس قسم کے جسقدر حروف سورتوں کے اول میں آئے ہیں اُنکو حروف مقطعات کہتے ہیں۔ علما کا ایک گروہ تو یہ کہتا
ہے کہ یہ مجملہ متشابہات کے ہیں کہ جنکو خدا تعالیٰ اور اُسکا رسول ہی جانتا ہے اور کوئی نہیں جانتا چنانچہ ابوبکر صدیق رضہ نے فرمایا ہے کہ ہر
کتاب میں ایک سر ہوتا ہے اور قرآن میں اُسکا سر اوائل سورہیں اور حضرت علی رضہ نے فرمایا کہ ہر کتاب میں ایک خاص بات ہوتی ہے اور
قرآن میں خاص بات حروف تہجی ہیں (تفسیر کبیر) کسلئے کہ جسطرح خفاش نور شمس کے آگے خیرہ ہو جاتی ہے اسی طرح اعلیٰ چیزوں کے انوار کے مقابلہ میں

عقل کی آنکھیں چندھیا جاتی ہیں - پہر قرآن میں نازل کرنے سے صرف امتحان علما مقصود ہوتا ہے کہ آیا وہ کہیں عقل کو نقل کے مطیع بہی بناتے ہیں یا نہیں اور ایک جم غفیر اہل علم کا یہہ کہنا ہے کہ انکے معانی معلوم اور عند الخلق مفہوم ہیں اور اسپر بہت سے دلائل عقلیہ و نقلیہ پیش کرتے ہیں لیکن اس فریق کے تعین معانی میں چند قول ہیں (۱) یہ کہ یہ حروف اُن سورتوں کے نام ہیں کہ جنکی ابتدا میں وارد ہیں اور قدیم عرب بہی حروف ہجی پر بعض چیزون کے نام رکہا کرتے تہے جیسا کہ نقد کو عین اور بادل کو غین اور مچہلی کو نون اور ایک پہاڑ کو قاف کہتے تہے - سورتون کا ایسے حروف سے مسمی کرنے میں اسطرف اشارہ ہے کہ ہمارا کلام بہی انہیں حروف سے مرکب ہے کہ جن سے تمہارا پہر تم اسکی مثل کیون نہیں بناتے -
(۲) یہ کہ اللہ تعالی کے اسمار ہیں تبرکاً انکو اوائل سور میں ذکر کردیا ہے چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے کہ وہ دعا میں یا کہیعص یا حمعسق کہتے تہے (۳) یہ کہ اسمار الٰہی کے اجزا ہیں سعید بن جبیر کہتے تہے الر حم ن کا مجموعہ الرحمن ہے لیکن اور حروف کی ترکیب دینے پر ہم قادر نہیں (۴) یہ کہ قرآن مجید کے نام مراد ہیں کلبی اور سدی اور قتادہ کا یہ قول ہے (۵) یہ کہ اسنے کوئی صفت یا اسم الٰہی یا کوئی اور چیز مراد ہے اور خصار کے طور پر ایک حرف سے اُس چیز کی طرف اشارہ کردیا ہے چنانچہ بعض عرب کے اشعار سے بہی یہ بات ثابت ہوتی ہے ۵ لا تحسبی انا نسینا الایجاف - قلت لہا قفی فقالت لی قاف - یعنی میں نے اُس معشوقہ سے یہہ کہا کہ تو یہ خیال نہ کیجو کہ ہم اونٹ دوڑانا بہول گئے ہیں اسلئے میں نے اُس سے کہا کہ ٹہیر جا پس اُسنے کہا ٹہیر گئی - دیکہئے قاف وقفت کا مختصر ہے - ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ الف سے مراد آلاء اللہ یعنی خدا کی نعمتیں اور لام سے لطف اور میم سے ملک مراد ہے یعنی اُسکے ملک میں جسقدر نعمتیں پائی جاتی ہیں یہ سب اُسکے لطف و کرم کا صدقہ ہے منجملہ اُن نعمتوں کے قرآن ہے وہ بہی اُسکے لطف سے بندون کی بہلائی اور سعادت کے لئے نازل ہوا ہے - اور اُنہیں سے یہ بہی منقول ہے کہ الف سے مراد اللہ اور لام سے مراد جبرئیل اور میم سے مراد محمد ہیں یعنی یہ قرآن خدا کیطرف سے بواسطہ جبرئیل محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا ہے - اور اسیطرح اور بہی توجیہات علما کی حروف مقطعات میں منقول ہیں چنانچہ بعض نے فرمایا کہ الف اقصٰے حلق سے کہ جو ابتدا مخارج ہے اور لام کنارۂ زبان سے کہ جو وسط مخارج ہے اور میم ہونٹوں سے کہ جو اخیر مخارج ہے نکلتا ہے جس سے اسبات کیطرف اشارہ ہوا کہ بندون کے اول کلام اور وسط کلام اور اخیر کلام میں ذکر الٰہی ہونا چاہئے یعنی ہر حال میں اُسکو یاد رکہے (۶) یہ کہ محض خبردار کرنے کے لئے اور سہارنے کے لئے کہ ایک کلام تمام ہوکر دوسرا شروع ہوتا ہے یہ حروف بولے گئے ہیں اور قدیم عرب بہی اپنے خطبات میں اکثر ایسا کرتے تہے یہ قطرب کا قول ہے (۷) یہ کہ بحساب ابجد ان سے قوموں کے زمانہ حکومت اور دور سلطنت اور بقا عزت کیطرف اشارہ ہے ابو العالیہ کا بہی قول ہے کس لئے کہ جب بعض یہود نے آنحضرت سے الم سنا تو اکہتر برس حساب لگاکر یہ کہا کہ جس دین کی یہ تہوڑی مدت ہو اُسمین ہم کسطرح داخل ہوویں اسپر آنحضرت علیہ السلام نے تبسم کیا اُس یہودی نے پوچہا کہ کیا اسکے سوا کچہہ اور بہی ہے آپ نے فرمایا ہاں المص الر المر اُسنے سنکر کہا کہ اب ہمکو اشتباہ میں ڈالدیا کوئی بات ہم معین نہیں کرسکتے (رواہ البخاری فی تاریخہا) جو لوگ انکو سورتوں کے نام کہتے ہیں وہ ایک عمدہ بات نکالتے ہیں وہ یہ کہ ہر اسم (نام) کو اپنے مسمی سے ضرور ایک مناسبت ہوتی ہے (چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ نے اسکو بڑی تفصیل سے ثابت کیا ہے) پس ان حروف کو اپنے معانی سے ایک مناسبت خاصہ ہے گویا کہ یہ اُنکے مضامین کی فہرست ہیں مثلاً

الف (ہمزہ) اور ہا یہ دونون غیب کے لئے مقرر ہوئے ہین صرف یہ فرق ہے کہ ہا اس عالم کے غائب ہین اور ہمزہ عالم مجردات کے غیب ہین مستعمل ہوتی
اسی سے لئے استفہام کے وقت آ و ام کہتے ہین اور عطف کے وقت آو کیونکہ جس بات کو پوچھتے ہین وہ بہ نسبت متکلم کے غائب ہے اور اسیطرح جسمین تردد
ہے وہ بہی غیب ہے اور لام کو تعین کے لئے استعمال کرتے ہین اور اسی لئے تعریف کے وقت لام زیادہ کردیتے ہین اور رجل کو الرجل بولتے ہین
اور میم چونکہ دونون لبون کے ملنے سے ادا ہوتا ہے تو اسکو ہیولائی مادہ پر استعمال کیا گیا کہ جسمین حقائق اشیا مجتمع ہین اور عالم تجرد سے تقید
اور تحیز کے قید خانہ مین بند ہین ۔ پس الم سے فیض مجرد مراد ہے کہ جو عالم تحیز مین آیا اور بندون کے علوم اور عادات کے موافق متعین ہوا
اور پہر اُس نے بندون کے سخت دلونکو نصیحت سے نرم کیا اور بُرے کامون پر نادم اور صاحب شرم کیا اور وہ کیا ہے ؟ یہ سورہ بقرہ ۔
پس الٓمٓ اجمالاً تمام سورہ بقرہ پر دلالت کرتا ہے اور یہ سورہ گویا ان تین حروف کی تفسیر ہے اور یہی حال اور حروف کا ہے ۔

۲ ان حروف کے لانے مین ایک عجیب صنعت ملحوظ ہے کہ جو بڑے بڑے فصحا و بلغا مشاق سخن کے قدرت سے باہر ہے جس سے یہ ظاہر ہے کہ یہ
بشر کا کلام نہین بالخصوص اُس شخص کا کہ جس نے کبھی مشاعرہ کا دروازہ دیکہا ہو نہ کبھی شعر و سخن کیطرف متوجہ ہوا ہو بلکہ علوم رسمیہ سے بہی محض
بیطرف ہو ۔ اور وہ صنعت یہ ہے کہ یہ حروف جو اوائل سور مین آئے ہین کل چودہ حرف ہین کہ جو تمام حروف تہجی کے (بشرطیکہ الف[17] کو حرف مستقل نہ
شمار کیا جاوے) نصف ہین اور انکو انتیس سورتون کے ابتدا مین بہ تعداد حروف تہجی ذکر کیا پہر ان حروف کے لانے مین ایک اور عجیب رعایت کی
ہے کہ جسقدر حروف کی اقسام ہین اُن مین سے بقدر نصف ان حرفون مین موجود ہین ۔ دیکہیے تقسیم اول حروف کی یہ ہے کہ کل حروف مہموسہ ہین یا مجہورہ ہین
مہموسہ دس ہین ۔ س ت ش ح ث ک خ ص ف ہ انہین سے پانچ ح ہ ص س ک قرآن کے مقطعات مین موجود ہین ۔ اور
باقی اٹھارہ[18] حروف مجہورہ ہین اُن مین سے بہی نو حرف ان حروف مقطعات مین موجود ہین اور وہ نو یہ ہین لام نون یا قاف طا را عین ہمزہ
میم را اور اسی طرح کل حروف دو قسم ہین یا شدیدہ کہ سخت آواز پیدا کرتے ہین یا رخوہ ۔ پس شدیدہ آٹھ حروف ہین ہمزہ جیم دال تا طا با
قاف کاف انہین سے نصف چار حروف مقطعات مین موجود ہین یعنی ہمزہ قاف طا کاف اور باقی رخوہ جو بیس[20] ہین اُن مین سے نصف
دس مقطعات مین موجود ہین اور وہ دس یہ ہین ح م س ع ل ی ن ص ر ہ اسی طرح حروف کی دو قسم ہین یا مطبقہ کہ اُنکے ادا
وقت زبان تالو مین لگجاتی ہے اور زبان اور اُسکے محاذات مین آواز رک کر نکلتی ہے اور یا منفتحہ کہ جنکے ادا کے وقت یہ بات پیدا نہین
ہوتی ۔ پس مطبقہ چار ہین ص ط ض ظ انہین سے نصف ص اور ط حروف مقطعات مین موجود ہین اور اسیطرح باقی منفتحہ چوبیس[24] ہین انہین سے نصف بارہ قرآن کے اوائل
مین موجود ہین ۔ اور حروف قلقلہ کہ جنکے ادا کے وقت زبان مین اضطراب پیدا ہوتا ہے پانچ ہین ق د ط ب ج ان مین سے دو کو ذکر کیا ط اور ق کو

[17] یہ ایک بڑی مہارت فن کی بات ہے کہ الف کو کبھی حروف مین شمار کیا اور کبھی نہین کیا تاکہ معلوم ہو کہ الف اور ہمزہ ایک ہی چیز ہے اور یہ کہ انمین جو فرق ہے تو صرف حرکت
و سکون کا ہے ۱۲ منہ [18] مہموسہ جو فرا نرمی سے ادا ہوتے ہین اور مجہورہ اسکے برخلاف ۱۲ منہ [24] یہان سے آپکو یہ بہی معلوم ہوگیا ہوگا کہ جو لوگ قرآن مین ض کو ظ پڑھتے
ہین اور کتب قرات سے یہ دلیل لاتے ہین کہ ض کو ظ کے مشابہ لکہا ہے محض غلطی کرتے ہین مشابہت صرف صفت اطباق مین ہے سو وہ ص اور ط کے ساتھ بہی ہے پہر کوئی
ض کو ص یا ط پڑھ سکتا ہے ؟ عرب مین آجتک کوئی اس طرح نہین پڑھتا یہ صرف ایران کے شیعہ کی تقلید ہے ۱۲ منہ

تاکہ نصف اقل لینے میں اس طرف اشارہ ہو جائے کہ یہ حروف کمتر مستعمل ہوتے ہیں۔ اور حروف لینین دو ہیں واؤ اور یا انہیں سے ی کو لیا کیونکہ اسکا ثقل کم ہے۔ اور حروف مستعلیہ (کہ جن سے زبان حنک اعلیٰ میں چڑھ جاتی ہے) سات ہیں ق ص ط خ غ ض ظ انہیں سے نصف اقل ق ص ط قرآن کے مقطعات میں موجود ہیں اور باقی جو حروف ہیں وہ منخفضہ ہیں سو وہ اکیس حرف ہیں انہیں سے گیارہ نصف اکثر کو لیا اور اسی طرح حروف بدل اور حروف مدغمہ میں بھی یہی رعایت کی۔ پھر اور لطف ہے کہ ان مقطعات کو تین جگہ مفرد لایا گیا اور وہ یہ ہیں ص سورۂ صاد کے اول میں اور ق سورۂ قاف کے اول میں اور ن سورۂ نون کے اول میں تاکہ اس بات کی طرف اشارہ ہو جاوے کہ حروف مفردہ اسم فعل تینوں جگہ پائی جاتی ہیں اسم جیسا کہ کاف خطاب و فعل ق اور ل کہ وقی یقی اور ولی یلی کا امر ہے اور حروف جیسا کہ بائے جر اور کاف تشبیہ اور چار دو دو کر کے آئے ہیں طٰہ طٰس یٰس حٰم[۱] تاکہ اس بات کی طرف اشارہ ہو جائے کہ دو کا مجموعہ حرف میں بغیر حذف ہوتا ہے جیسا کہ بل اور فعل میں بحذف ہوتا ہے جیسا کہ قل اور اسم میں دونوں طرح سے ہوتا ہے بغیر حذف جیسا کہ مَن اور بحذف جیسا کہ دَم۔ پھر ان دو دو کے مجموعہ کو نو سورتوں کے اول میں ذکر کیا تاکہ یہ بات معلوم ہو جاوے کہ یہ دو کا مجموعہ اسم فعل حرف میں فتح ضمہ کسرہ سے پایا جاتا ہے۔ اسم میں جیسا کہ اِذْ مُذْ مِنْ اور فعل میں جیسا کہ قُلْ بِعْ خَفْ اور حروف میں جیسا کہ اَنْ مُنْ مُذْ اور تین تین کے مجموعہ کہ وہ الٓم الٓر طسٓم ہے تیرہ سورتوں[۲] کے اول میں ذکر کیا تاکہ اس بات کی طرف اشارہ ہو جاوے کہ جو اوزان ثلاثی مجرد کے زبان عرب میں مستعمل ہیں وہ تیرہ ہیں۔ انہیں سے دس اسم ثلاثی کے ہیں جیسا کہ فَلْس فَرَس کَتِف عَضُد حِبْر عِنَب اِبِل قُفْل صُرَد عُنُق اور تین فعل ماضی کے ہیں نَصَرَ و عَلِمَ شَرُفَ اور چار کے مجموعہ کو کہ جو المٓر و المٓص ہے اور اسی طرح پانچ کے مجموعہ کو کہ کٓھٰیٰعٓص اور حٓمٓ عٓسٓق ہے دو دو سورتوں کے اول میں ذکر کیا تاکہ یہ بات سمجھی جاوے کہ رباعی اور خماسی کے دو وزن ہیں ایک اصلی جیسا کہ جعفر و سفرجل اور ایک ملحق جیسا کہ قردد و جحنفل۔ اور اسی نکتہ کے لئے ان حروف کو ایک جگہ جمع نہیں کیا بلکہ انتیس سورتوں کے اول میں لایا۔

[۲] زبان عرب میں لفظ ذلک سے اس چیز کی طرف اشارہ کرتے ہیں جو دور ہوتی ہے جس طرح ہذا سے نزدیک کی چیز کی طرف اشارہ ہوتا ہے پس اس مقام پر جو خدا تعالیٰ نے ہذا الکتاب نہ فرمایا بلکہ ذلک کہا اس میں اس کتاب یعنی قرآن کی عزت و عظمت کی طرف اشارہ ہے کیونکہ جب اعلیٰ درجہ میں کوئی شے ہوتی ہے اور کمال کے اخیر درجہ پر جا پہنچتی ہے تو اس اعتبار سے وہ دور اور نہایت بلند متصور ہو کر ذلک سے اسکی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔

[۳] الکتاب میں جو الف لام ہے اس سے وہ کتاب مراد ہے کہ جسکا پہلے انبیاء علیہم السلام کی معرفت وعدہ کیا گیا تھا جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ تمہارے بھائیوں میں سے خدا تجھسا نبی برپا کریگا اور اسکے منہ میں اپنا کلام ڈالیگا (یعنی کتاب اسپر نازل کریگا) توریت سفر استثنا باب ۱۸ یعنے قرآن۔ لفظ کتاب مصدر ہے مبالغۃً مکتوب پر اطلاق ہوتا ہے یا فعال ہے جو مفعول کے معنی میں آتا ہے جیسا کہ لباس ملبوس کو کہتے ہیں پھر جو عبارت کہ ذہن میں مرتب ہو اسپر بھی لکھے جانے سے پیشتر اس لفظ کا اطلاق ہوتا ہے اس لحاظ سے کہ لکھے جانے کی صلاحیت رکھتا ہے اسی لحاظ سے

---

[۱] سورۂ طہٰ و نمل و یسٓ و مومن و حٓم سجدہ و زخرف و دخان و جاثیہ و احقاف ۱۲ منہ

[۲] سورۂ بقرہ و آل عمران و یوسف و ہود و یونس و ابراہیم و حجر و شعرا و قصص و عنکبوت و روم و لقمان و سجدہ

کو قرآن اسوقت لکھا نہ گیا تھا اسپر لفظ کتاب کا اطلاق ہوا - و لغت مین کتب کے معنی جمع کے ہین اور اسی لئے فوج کو کتیبہ بولتے ہین کہ اسمین لوگ جمع ہوتے ہین اور عرف شرع مین کتاب سے مطلقاً قرآن مجید مراد ہوتا ہے +

۵ متقین کے لیے خدا نے اس کتاب کو ہدایت فرمایا حالانکہ قرآن کی خوبی یہی ہی کہ سب کے لئے ہدایت ہوتا اور خود ایک جگہ فرمایا تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعلمین نذیراً - بلکہ متقین تو ہدایت پا چکے انکے لئے ہدایت کی کیا ضرورت ہی اب انکے لیے قرآن کا ہدایت بنانا تحصیل حاصل ہے اسکا جواب یہ ہے کہ اسمین ایک عجیب نکتہ ہے کہ جو اعجاز قرآن کے لیے شاہد عدل ہے اور وہ یہ کہ متقین سے مراد عام مکلفین ہین مگر دو وجہ سے بلفظ متقین انکو تعبیر کیا ایک تو تفاول مقصود ہے جسطرح کہ کسی مبتدی طالب العلم کو اس لحاظ سے کہ یہ آیندہ عالم ہونیوالا ہے مولوی کہدیتے ہین اسیطرح قرآن کی طرف متوجہ ہونیوالے کو باعتبار مایؤل متقی کہدیا کہ جس سے یہ بات جتلا دی کہ آخرکار قرآن کی طرف متوجہ ہونیکا نتیجہ متقی ہونا ہے بخلاف اور کتب کے کہ انسے یہ نتیجہ حاصل ہونے کی امید ہی نہین پس گویا کہ اس لفظ سے قرآن کا اثر اور نتیجہ جتلا کر طالب کو خوشخبری اور مژدہ دینا ہے سو یہ بات ہدی للناس مین حاصل نہوتی - دوسرے یہ کہ گو ہر شخص کا نفع اور سعادت اس کتاب سے مقصود ہے مگر دراصل اس سے وہی فائدہ اٹھاتے ہین کہ جو ازلی استعداد اور صلاحیت رکھتے ہین اور جو بدبخت ازلی ہین اور ازل مین انکی روح پر نور الٰہی کا کوئی ذرہ بھی نہ پڑا تو وہ اس سے محروم ہین - پس اس لفظ متقین سے اسطرف اشارہ کر دیا کہ جو بدبخت ازلی ہین نہین مانتے اور اسمین نکتہ چینیان کرتے ہین سو اس کتاب کا قصور نہین بلکہ انکی استعداد مین فتور ہے کیا خوب کہا ہے کسی نے ؎ باران کہ در لطافت طبعش خلاف نیست + در باغ لالہ روید و در شورہ بوم خس ؎ شمشیر نیک ز آہن بد چون کند کسے + ناکس بتربیت نشود ای حکیم کس + اب قرآن کی خوبی مین کچھ فرق آیا نہ تحصیل حاصل لازم آئی

واضح ہو

کہ تقوی کہ جسکی اصل وقایہ (یعنی نہایت محفوظ رکھنا) ہے عرف شرع مین ان چیزون سے اپنے تئین محفوظ رکھنا ہے کہ جو اسکو آخرت مین مضر ہین اور اسکے تین مرتبہ ہین (اول) عذاب الٰہی سے محفوظ رکھنا اور شرک و کفر کو عمل مین نہ لانا ہے پس اس لحاظ سے ہر مسلمان کو خواہ وہ کیسا ہی ہو متقی کہہ سکتے ہین چنانچہ اس آیت مین اسی تقوی کی طرف اشارہ ہے وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى یعنی کلمہ توحید (دوسرا) ہر گناہ سے بچنا اور اسکے وبال سے محفوظ رکھنا اکثر کے نزدیک کبائر سے جو پرہیز کریگا متقی شمار ہوگا اور بعض کہتے ہین کہ اصرار صغائر جبتک سب سے پرہیز نکریگا شرع مین اسپر لفظ متقی نہ بولا جاویگا اور اس آیت مین اسی مرتبہ کیطرف اشارہ ہے وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا (تیسرا مرتبہ) یہ ہے کہ سوائے خداتعالی کے اور کسیکا خیال بھی لین آدمی جمیع خطرات و خیالات سے آئینہ دل کو صاف کرکے ہمہ تن جمال جہان آرا مین محو اور مشغول ہو جاوے اور یہ تقوی حقیقی ہے - اس مرتبہ کے متقی صرف انبیاء و اولیاء اللہ ہوتے ہین اور یہ تقوی قرآن مین اکثر جگہ مذکور ہے - وَاتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ اور اس آیت مین بھی یہی مراد ہے وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا کہ سب سے ٹوٹ کر اسکی طرف آ اور یہی متقین مین بھی تینون طرح کے تقوی مراد ہین

فوائد

امام احمد اور ترمذی وغیرہما محدثین نے عطیہ سعدی سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ کو مرتبہ تقویٰ جب نصیب ہوتا ہے کہ جب تمام اُن چیزون کو کہ جن مین خطرہ شرعی ہے ترک کرتا ہے اس خوف سے کہ مبادا حرام مین گرفتار ہو جاے اور ابن ابی الدنیا نے کتاب التقویٰ مین حضرت حسن بصری سے نقل کیا ہے کہ متقیون کے ساتھہ جبتک تقوی رہتا ہے کہ جبتک وہ حرام کے خوف سے بہت سی حلال چیزون سے دست کش رہتے ہین۔ ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء مین میمون بن مہران سے روایت کیا ہے کہ کوئی شخص بغیر اسبات کے متقی نہین ہوسکتا کہ ہر روز اپنے نفس سے ایسا سخت حساب لے کہ جیسا شریک سے لیتے ہین کہ تیرا یہ کہانا کہان سے ہے اور یہ پینا کہان سے اور یہ لباس کہان سے آیا حلال سے ہے یا حرام سے۔ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ مین تقوی کے بہت سے فضائل اور بڑی تاکید آئی ہے اور اس مین سر یہ ہے کہ جسطرح امراض جسمانی مین پرہیز نہایت نافع ہوتا ہے اور بدپرہیزی کا اثر جسم پر فوراً ظاہر ہوتا ہے اسی طرح انسان کے اعمال اور اقوال و اعتقادات کا اثر اُسکی روح پر پہنچتا ہے اور جسقدر اخلاق اور اعمال بُرے ہین وہ روح کو امراض مین مبتلا کرتے ہین جن سے مرنے کے بعد سخت تکلیف ہوتی ہے۔

اسلام

کا ایک زندہ اُصول تقویٰ ہی ہے کہ جس سے اُسکو جمیع مذاہب پر شرف ہے رضا بالقضا اور شکر نعما اور اطاعت احکام قرآن اور ہمہ وقت یاد الٰہی مین مصروف رہنا۔ کبائر و صغائر تو کیا مشتبہ چیزون سے پرہیز کرنا الغرض زبان و دل اور ہاتھہ پاؤن کو خدا کے حکم کی موافق صرف کرنا جو اصول تقوی ہین اسلام نے انکو طرح طرح سے تعلیم فرمایا ہے۔ جس کا اثر اسلامیون پر یہ ہوا کہ غیر محرم عورت کو دیکھنا اور بے فائدہ بات منہ سے بولنا بہی دل کی سیاہ کرنے والی چیزون مین شمار کیا گیا۔ افسوس آجکل یورپ کے الحاد کا اثر بعض بے دینون کی وجہ سے ہندوستان کے اہل اسلام مین بہی نمودار ہونے لگا۔ اسوقت نو تعلیم یافتہ عبادت ریاضت تقویٰ و طہارت کی باتون پر ٹہٹھے اُڑاتے ہین جسکا اثر بے برکتی اور تاریکی در و دیوار سے نمایان ہے الٰہی اہل اسلام کو (کہ جن کی آنکھون مین دار آخرت کے مقابلہ مین سلطنت سکندری بہی ناچیز ہے کسی سلطنت کی دین برباد کرکے دو سو چار سو روپیہ کی نوکری تو کیا ہے) اپنے نبی عربی سید المتقین کے طفیل سے اس تاریکی روحانی اور سواد الوجہ جاودانی سے بچا آمین +

چونکہ ہر مذہب مین تقوے کا دعویٰ ہے۔ اور ہر شخص اپنے خیالات فاسدہ کی پیروی کو تقوے سمجھتا ہے اور باعث نجات جانتا ہے اس لئے خدای تعالی نے اسبات کو کہول دیا اور متقین کے اوصاف اصلی بتا دئے فقال +

الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝

متقی وہ ہین کہ جو ایمان لاتے ہین غیب پر اور قایم کرتے ہین نماز اور کچھہ ہمارے دیے ہوے مین سے خرچ کرتے ہین اللہ کی راہ مین

ترکیب

الذین موصول یومنون بالغیب جملہ معطوف علیہ ویقیمون الصلوۃ فعل با فاعل و مفعول جملہ ہوکر معطوف اور ینفقون فعل با فاعل اور مما رزقناہم اسکا مفعول مقدم فعل اپنے فاعل اور مفعول سے ملکر معطوف ہوا جملہ سابقہ پر پس تینون جملہ کہ جو ایک دوسرے پر معطوف ہے صلہ ہو۔ موصول اپنے صلہ سے ملکر صفت ہوئی متقین کی

تفسیر

تقوی کے دو جزو ہین ایک اچھی باتونکا عمل مین لانا دوسرا بُری باتون سے بچنا۔ پہر اچھی باتون کی (یعنی اعمال صالحہ کی) دو قسم ہین ایک اعلی دوسری ادنے۔ اعلی قسم ایمان ہے کہ جو قلب کا کام ہے اور بدن سے جدا ہونے کے بعد بہی اور ادراک کی طرح روح کے ساتھہ رہتا ہے اور جس طرح قلب کو جمیع اعضاء بدن پر شرف ہے اسیطرح قلب کے عمل کو بہی اعضا کے عمل پر شرف ہے۔ اعلی درجہ کو نظری کہتے ہین۔ ادنے قسم اعمال صالحہ ہین۔ پہر انکی بہی دو قسم ہین بدنی اور مالی۔ بدن کے اعمال مین سب سے بڑہکر نماز ہے اور مال مین زکوۃ۔ اور اس دوسرے مرتبہ کو عملی کہتے ہین پس خدا تعالی نے قوت نظریہ اور عملیہ کی تکمیل اس آیت مین بیان کردی۔ یومنون بالغیب سے قوت نظریہ یعنی اعتقادیات کی درستی بیان کردی اور جب عقائد اور ادراک صحیحہ سے روح پاک ہوگئی تو قوت عملیہ کے اعلی جزو کو یقیمون الصلوۃ سے بیان کیا اور مما رزقناہم ینفقون سے مالی عبادت کو ظاہر کردیا پس تینون جملون سے بترتیب تینون باتونکو بیان کردیا۔ اب رہا بُری باتون سے باز رہنا سو وہ یقیمون الصلوۃ سے سمجھا گیا کس لیے کہ جب انسان خدا تعالی پر اور اسکی ذات و صفات و ملائکہ اور قیامت کے دن پر اور جن چیزون کی اس نے اپنے رسول کی معرفت خبر دی ہے (اور یہ سب باتین یومنون بالغیب سے سمجھی جاتی ہین) اُن سب پر صدق دل سے ایمان لاتا ہے اور روح اور جسم اوسکی عبادت مین مصروف ہوتا ہے کہ جسکو نماز کہتے ہین تو اسپر وہ انوار الٰہی فائز ہوتے ہین کہ جن سے اسکی بہیمیت بالکل پست ہوجاتی ہے اور معاصی کی طرف نفس بہیمی کو نہین جانے دیتے چنانچہ خود اللہ تعالی ہی فرماتا ہے اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ کہ نماز ہر قسم کی فحش اور بُری باتون سے روکتی ہے اور اسی لیے صوفیہ محققین فرماتے ہین کہ جسقدر نفس بہیمیہ کو تہوڑی دیر کی یاد الٰہی اور ذکر قلبی سے پژمردگی حاصل ہوتی ہے وہ بہت سی مدت بہوکے اور پیاسے مرنے سے حاصل نہین ہوتی اور یہ ظاہر ہے کس لیے کہ ملکیت اور بہیمیت دو متضاد ٹکڑے حضرت انسان کی ترکیب مین رکہے گئے ہین جب ان مین سے ایک غالب ہوگا تو اسکا ضد قطعی مغلوب ہوگا۔ اور اس عالم عنصری مین باوجودیکہ فاعل و منفعل دونون ضعیف ہین پس جسقدر آگ کا اثر لوہے پر اور پہول کا مٹی پر ہوتا ہے اس سے ہزار درجہ روح کو ذات باری کے انوار سے اثر حاصل ہوتا ہے اور اسکا تقدس و تجرد اسمین پیدا ہوتا ہے پس یقیمون الصلوۃ مین بُری باتون سے باز رہنا بہی ذکر کردیا اور تقوی پورا بیان ہوگیا

یا یون کہو

کہ بُری باتوں سے باز رہنا تو لفظ متقین سے سمجھا دیا اور اعتقاد اور ایمان کو جو اعلیٰ جزو ہے یومنون بالغیب سے بتلا دیا اور بدنی عبادت کو یقیمون الصلوٰۃ سے واضح کر دیا اور مالی کو مما رزقناہم ینفقون سے منکشف فرما دیا۔ اور سعادت اور ان چیزوں کی برخلافی سے جو شقاوت پیدا ہوتی ہے اسکے معنی کو خوب اچھی طرح سے کھول دیا حکمت نظریہ اور عملیہ کہ جسکے حصول پر نجات کا مدار ہے اس ایک آیت میں بھر دی۔

تعلیقات

یومنون لغت میں ایمان تصدیق کو کہتے ہیں یعنی کسی چیز کو سچا جاننا اور یقین کرنا اور یہ امن سے مشتق ہے گویا ایمان لانیوالے نے جسپر وہ ایمان لایا ہے اسکو مخالفت اور تکذیب سے امن میں کر دیا اور شرع میں ایمان اُن چیزوں کا صدق دل سے یقین کرنا کہ جنکا دینی ہونا قطعی طور پر ثابت ہو گیا ہے یعنی قرآن مجید کی ظاہر عبارت سے یا حدیث متواتر سے یا اجماع قطعی سے جو بات ثابت ہے اسپر یقین کرنا جیسا کہ خدا تعالیٰ کی ذات و صفات علم و قدرت اور ملائکہ اور کتابیں آسمانی اور انبیاء اور مرنے کے بعد حساب و کتاب جزا و سزا کو برحق ماننا۔ پھر اس ایمان کے دو مرتبہ ہیں ایک ایمان اجمالی کہ مجملاً بلا تفصیل جزئیات دین محمدی کو برحق سمجھنا کہ جسکا خلاصہ صدق دل سے لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ کہنا ہے۔ دوسرا ایمان تفصیلی کہ جسقدر امور شرع سے یقیناً ثابت ہیں اور جو باتیں اللہ اور اُسکے رسول نے فرمائی ہیں ہر ایک کو برحق ماننا جس چیز پر ایمان اجمالی یا تفصیلی ہی ایمان لانا ضرور ہے جو اُسپر ایمان نہ لاویگا انکار یا تکذیب کریگا کفر شرعی ثابت ہو گا جسکی سزا ابدی جہنم ہے نعوذ باللہ منہا اور اہل ایمان تصدیق قلبی کا نام ہے جیسا کہ دلائل عقلیہ و نقلیہ سے ظاہر ہے کیونکہ ایمان کی ماہیت میں غور و فکر کرنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ صرف تصدیق ہے اور دلائل نقلیہ یہ ہیں وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِیْمَانِ۔ وَكَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ وَلَمَّا یَدْخُلِ الْاِیْمَانُ فِیْ قُلُوْبِكُمْ ان آیات میں ایمان کو قلب سے متعلق کیا گیا ہے اور قلب کا کام محض تصدیق ہے اور یہ بھی آیا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اس آیت میں اعمال صالحہ کا عطف ایمان پر کیا گیا اور معطوف اور معطوف علیہ میں مغایرت ہوتی ہے جس سے معلوم ہوا کہ اعمال صالحہ نفس ایمان کا جزو نہیں بلکہ وہ صرف تصدیق ہے اور بہت سی جگہہ اہل معاصی کو مومن بھی کہا ہے وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا جس سے معلوم ہوا کہ بُرے اعمال سے نفس ایمان زائل نہیں ہوتا ہے البتہ ترتب احکام شرعیہ کے لیے زبان سے اقرار کرنا بھی شرط ہے اور کمال ایمان کے لئے اعمال صالحہ بھی ضرور ہیں پس جو شخص دل سے تصدیق بھی کرتا ہو گا اور زبان سے اقرار اسکے ساتھ اعمال صالحہ بھی عمل میں لاتا ہو گا وہ بالاتفاق مومن کامل قرار دیا جاویگا کیونکہ تصدیق بالجنان اقرار باللسان عمل بالارکان سب پائے گئے۔ اور جو دل سے تصدیق اور زبان سے اقرار کرتا ہے مگر اعمال اُسکے خراب ہیں تو وہ جمہور اہل سنت کے نزدیک مومن فاسق ہے اور خوارج کے نزدیک کافر اور معتزلہ بلکہ شیعہ کے نزدیک کافر تو نہیں ایمان سے خارج ہے کیونکہ انکے نزدیک اعمال صالحہ نفس ایمان کا جزو ہیں یہ زیادتی اور تعصب ہے اور ادلہ شرعیہ کے مخالف ہاں ایمان کامل کا جزو اعمال صالحہ ہیں پس اگر اعمال صالحہ نہونگے تو ایمان کامل نہوگا نہ یہ کہ نفس ایمان بھی نہوگا اور جسکے دل میں تصدیق نہوگی تو وہ کافر ہے اور اگر دل میں تصدیق نہونے پر ظاہری اقرار بھی ہے تو اُس کا فر کو

عرف شرع مین منافق کہتے ہین ۔ اب یہ تصدیق خواہ اسکو تقلید سے حاصل ہو (اسکو ایمان تقلیدی کہتے ہین) یا تحقیق سے (اور اسکو ایمان تحقیقی کہتے ہین) اور خواہ یہ تحقیق استدلالی ہو یا کشفی سب صورتون مین محققین کے نزدیک ایمان معتبر ہوگا

یہ بحث کہ ایمان کم و زیادہ ہوتا ہے یا نہین اور اس قسم کے دیگر ابحاث محض نزاع لفظی ہین انکو بیان کرنے سے بجز اسکے کہ سامع کا دماغ پریشان ہو اور کچھ نتیجہ نہین

بالغیب یہ غاب یغیب کا مصدر ہے غائب کی جگہ اسکو مبالغۃً استعمال کیا گیا ہے اس سے مراد وہ مخفی چیز ہے کہ جو نہ حواس سے معلوم ہو نہ بداہت عقل اُسکی مقتضی ہو اسکی دو قسم ہین ایک وہ غیب کہ جسپر کوئی دلیل نہو جیسا کہ اس آیت مین مراد ہے وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ کہ خدا کے پاس غیب کی کنجیان ہین جنکو اُسکے سوا اور کوئی نہین جانتا ۔ البتہ اس قسم کے غیب کی بابت محض حکم الٰہی کی وجہ سے اجمالاً تصدیق کر سکتا ہے دوسرا وہ کہ جسکے لئے دلائل عقلیہ باواز بلند گواہی دے رہے ہون جیسا کہ خدا تعالی کی ذات و صفات اور جزا و سزا کا دن وغیرہ ذالک اسمین کچھ شک نہین کہ پورا انقیاد و کمال اطاعت بندہ کی جب ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے فرمانے سے اُن چیزون پر ایمان لاوے کہ جو اسکے مشاہدہ سے باہر ہین اور جنکے مشاہدہ کی اسکو طاقت نہین ورنہ آنکھ سے دیکھے ہوئے اور ہاتھ سے ٹٹولے ہوئے اور زبان سے چکھی ہوئی چیز کی تو ہر شخص تصدیق کرتا ہے اور یہی حکمت ہے کہ نزع کے وقت کا (جبکہ بندہ کو اس عالم کی غائب چیزین ملائکہ اور دوزخ و جنت دکھائی دینے لگین) ایمان مقبول نہین اور اسکو ایمان یاس کہتے ہین اور اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم آنیوالے لوگون کے ایمان کی زیادہ قدر دانی کرتے تھے چنانچہ مسند احمد بن حنبل وغیرہ کتب حدیث مین مذکور ہے کہ ایک روز حارث بن قیس نے جماعت صحابہ مین بیان کیا کہ اے اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمکو نہایت افسوس و حسرت ہے کہ ہم آنحضرت کے دیدار سے مشرف نہوئے ہائے اس دولت سے محروم رہ گئے عبد اللہ بن مسعود نے فرمایا یہ صحیح مگر ایک نعمت سے ہم محروم رہ گئے وہ تمکو نصیب ہے وہ یہ کہ تم بے دیکھے آنحضرت پر ایمان لائے خدا تعالی کی قسم جسنے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو آنکھ سے دیکھ لیا اُسکے نزدیک آپکی نبوت آفتاب سے زیادہ روشن ہو گئی ایمان تمہارا ہے کہ بغیر دیکھے ایمان لائے طبرانی نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ سفر مین صبح کے وقت ایکبار قافلہ مین وضو کو پانی نہ تھا آنحضرت نے ڈھنڈوایا تو ایک آدمی کے پاس صرف ایک آبخورہ پانی کا نکلا آپنے اسمین اپنی انگلیان ڈالدین تو وہ آبخورہ فوارہ کی طرح جوش مارنے لگا بلال کو حکم دیا کہ پکار دو سب آکر وضو کرلین سینکڑون صحابہ نے وضو کیا اور خوب پیٹ بھر کر پانی پیا جب نماز سے فارغ ہوئے تو آپنے لوگون سے پوچھا کہ تمام مخلوقات مین سے کس کا ایمان عجیب ہے لوگون نے کہا ملائکہ کا آپنے فرمایا اُنکے ایمان مین کیا تعجب ہے وہ بارگاہ الٰہی مین حاضر ہین اُسکے احکام کی تعمیل کرتے ہین وہ کیونکر ایمان نہ لاتے لوگون نے پھر عرض کیا کہ آپکے صحابہ کا آپنے جواب دیا کہ میرے صحابہ صدہا معجزات دیکھتے ہین انکے ایمان مین کیا تعجب ہے البتہ عجب انکا ایمان ہوگا جو میرے بعد پیدا ہونگے اور کالے کاغذ دیکھکر مجھپر صدق دل سے ایمان لاوینگے وہ میرے بھائی ہین اور تم اصحاب۔ ابوداؤد طیالسی نے روایت کیا ہے کہ ایک شخص عبد اللہ بن عمر رض کے پاس آیا اور کہا اے ابو عبد الرحمن تم نے ان آنکھون سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے؟ عبد اللہ نے کہا ہان پھر اُس نے کہا تمنے اپنی زبان سے آنحضرت سے کلام کیا ہے؟ اونہون نے کہا ہان پھر اُس نے کہا تم نے اپنے ہاتھونکو

حضرت کے ہاتھون مین دیکر بیعت کی ہے؟ انہون نے کہا ۔ یہ سنکر وہ شخص حضرت کے شوق مین زار زار رونے لگا اور ایک حالت وجد اسکو پیدا ہوگئی عبداللہ بن عمر رضی نے کہا مین تجکو ایک خوشخبری سناتا ہون کہ جو مین نے آنحضرت سے سنی تہی وہ یہ کہ آپ نے فرمایا ہے خوشحالی ہے اسکو کہ جس نے مجہکو دیکہا اور مجہپر ایمان لایا اور اس سے بہی زیادہ خوشحالی ہے اسکو کہ جو بغیر دیکہے مجہپر ایمان لایا ۔ یہ روحانی جذبہ جواب تک چلا آتا ہے حضرت کا معجزہ ہے +

یقیمون الصلوٰۃ اقامت سیدہا کہڑا کرنا ۔ یعنے تعدیل ارکان اور نہایت خشوع و خضوع اور حضور قلب سے نماز ادا کرتے ہین اور ہر جگہہ قرآن مین نماز کو بلفظ اقامت طلب کیا ہے تاکہ یہ معلوم ہو جاوے کہ نماز پڑہنا اور چیز ہے اور اسکو قایم کرنا اور بات ہے ۔ اُس کا قایم کرنا یہ ہے کہ حدث اصغر و اکبر سے کہ نجاست حکمی ہے اور پیشاب پخانہ وغیرہ سے کہ نجاست حقیقی ہے پاک ہو (کیونکہ اس سے روح کو صفائی اور خطرات رفع ہوتے ہین) اسکی طرف ہمہ تن متوجہ ہوکر اللہ اکبر کہے اور ہاتہہ اٹہاوے تاکہ اس طرف اشارہ ہو کہ دین و دنیا غیر اللہ سب سے ہاتہہ اٹہا کر اُسکے دربار مین حاضر ہوا ہون پہر ثنا اور اُسکی مدح کرے پہر الحمد پڑہے کہ جسمین اُسکی ثنا اور اپنے لیئے دعا ہے اُسکے بعد کچہہ اور قرآن مجید پڑہے کہ اوس سے ہمکلامی کا شرف حاصل ہو پہر زیادہ شوق مین آکر اُسکے آگے جہکے اور اُسکی بابت الفاظ سبحان ربی العظیم نہایت حمد و ثنا کرے پہر کہڑا ہوکر اُسکی حمد مین سمع اللہ لمن حمدہ کہے اور نہایت ادب اور محبت سے اُسکے پاؤن مین (وہ ان پاؤن سے پاک ہے) سر رکہکر عجز و نیاز سے سبحان ربی الاعلیٰ کہے تاکہ نفس کا تمام کبر و غرور خاک مین ملجاوے پہر اس تقرب کے شکریہ مین دوبارہ سجدہ کرے اور پہر دوسری رکعت اسی طرح ادا کرے اسکے بعد با ادب اُسکے روبرو بیٹہکر اُسکی نہایت حمد و ثنا اور شکریہ ادا کرے اور اپنے لیئے دعا مانگے اور سلام پہیرے کہ ایک سفر باطنی سے باز آنا ثابت ہو جاوے ۔ یہ مختصر سا حال اہل اسلام کی نماز کا ہے اور آگے صحابہ اور کاملین کا سجدہ مین رونا اور تمام عاشقانہ ہیئت بناکے ادب کے ساتہہ اُسکی جناب کبریائی مین جانا بیان سے باہر ہے ۔ اب اس نماز کو عیسائیون اور ہنود وغیرہم مذاہب کی نماز سے مقابلہ کرکے دیکہیے دین الٰہی اور دین واہی مین اسیوقت تمیز ہو جاوے ۔ ہنود و مجوس کے ہان تو عناصر اور آفتاب وغیرہ مخلوقات کی پرستش ہے اور حضرات عیسائی بلا طہارت گرجا مین جاکر باجا بجاتے اور خوب گاتے ہین ۔ آجکل دہلی مین پادریون نے ایک ہریم سبہا قائم کی ہے کہ جسمین طبلہ سارنگی اور آلات لہو و لعب بجاتے اور حضرت مسیح کے بہجن گاتے جاتے ہین جس سے کان کے رسیا دور دور سے سننے آتے اور مزے مناتے ہین ؎ ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا +

نکات

| ۱ | یؤمنون اور یقیمون اور ینفقون متقین کی صفت مین تین جملہ فعلیہ آئے کہ جو تجدد اور حدوث پر دلالت کرتی ہین تاکہ یہ بات سمجہی جاوے کہ صرف ایکبار ان باتون سے متصف ہو جانا متقی ہونے کے لئے کافی نہین بلکہ وقتاً فوقتاً ان اوصاف کو بالاختیار کام مین لانا چاہئے جیسا کہ جملہ فعلیہ تجدد اور حدوث پر دلالت کر رہا ہے اور یہ کہ متقی کسیکا ذاتی اور خاندانی حصہ نہین جیسا کہ بعض لوگ سمجہتے ہین بلکہ کسبی بات ہے جو ایسے کام کریگا متقی ہوگا اور جو نہ کریگا تو جناب کبریائی سے اس لقب سے محروم رہیگا خواہ برہمن ہو خواہ بنی اسرائیل ہو خواہ کیانی ہو خواہ بنی زادہ ہو

خواہ ولی زادہ یا پیرزادہ کیا خوب کہا ہے کسی نے ؎ ذات بہانت پوچھے نا کوئی ہر کو بھجے سو ہر کا ہوئی ٭

۲ این تینون جملون مین ترتیب طبعی کو ملحوظ رکہا ہے وہ یہ کہ جسکا مرتبہ مقدم تہا اُسکو مقدم اور جسکا موخر تہا اُسکو پیچہے ذکر کیا تفصیل اسکی یہ ہے کہ تمام عبادتون اور سب نیکیون کی جڑ ایمان ہے چند وجہ سے (۱) یونکہ یہ فعل قلب ہے جو تمام بدن کا بادشاہ ہے (۲) یہ قوت نظریہ سے متعلق ہے جو قوت عملیہ سے مقدم اور اشرف ہے کیونکہ موت کے بعد یہ ادراکات انسان کے ساتہ باقی رہتے ہین اور تکمیل نفس کرتے اور جہل کی ظلمت سے آزادی بخشتے ہین (۳) تمام نیکیون اور اعمال صالحہ پر جو چیز انسان کو حرکت دیتی اور متوجہ کرتی ہے وہ صرف ایمان ہے۔ لہذا شرع نے ایمان والے کو گو اُسکے عمل خراب ہون بدی جہنم سے محفوظ رکہا ہے اور جسکو ایمان نصیب نہین اُسکے اعمال صالحہ کا بہی اعتبار نہین کیا ہے پس ایمان کو سب پر جملہ یومنون بالغیب مین مقدم کیا پہر اعمال مین نماز مقدم ہے کیونکہ (۱) یہ کہ اُسکے جناب مین حضوری اور اُسکے دربار عالی مین باریابی ہے (۲) اسمین روزہ اور دیگر عبادات بہی شامل ہین کیسلئے کہ جبتک مومن نماز مین رہتا ہے نہ کہاتا ہے نہ پیتا ہے نہ جماع کرتا ہے اور زبان بہی اسمین غیر ذکر الہی سے بند رہتی ہے اور دل اور تمام حواس بلکہ ہاتہ پاؤن سر سب اعضا بہی مصروف ہوتے ہین اور نماز کے لیے کپڑے اور مکان یعنی مسجد وغیرہ مین اللہ کیلئے تمام مال بہی صرف ہوتا ہے (۳) یہ دن رات مین کم از کم پانچ بار ادا کرنی پڑتی ہے اور زکوۃ اور صدقہ کا تو کبہی کبہی اتفاق ہوتا ہے (۴) اسمین غنی اور فقیر سب شریک ہین اسلئے اسکو زکوۃ اور صدقہ پر مقدم کیا ٭

۳ مما رزقناہم ینفقون مین من تبعیضیہ کو پہلے ذکر کرکے یہ جتلادیا کہ ہم یہ نہین چاہتے کہ تم اپنے تمام مال کو دیکر فقیر ہو جاؤ اور پہر آپ مانگتے پہرو اور حیرانی اٹہاؤ کیونکہ یہ بات قانون شریعت کے برخلاف ہے نہ عام طبایع اسکو قبول کرسکتے ہین بلکہ یہ کہ کسیقدر خدا کی راہ مین دو اور باقی اپنے نفس اور اہل و عیال کے لیے رکہو۔ پس گویا صراحۃً اسراف اور فضول خرچیون سے منع کردیا اور اس کوتاہ اندیشی سے روکدیا کہ بیاہ شادی یا کسی اور تفاخر اور نامداری کے کام مین یا لڑکون کی بسم اللہ ختنہ عقیقہ دودہ بڑہانے مین اندہا بنکر صرف کرڈالو کہ پہر آج جنکے روبرو اتراتے ہو کل اُنہی کے آگے ہاتہ پہیلاتے پہرو۔ اپنی جائداد اور تنخواہ یا کسی اور آمدنی کو کسی سود خوار مہاجن کے پاس گرو رکہکر تمام عمر کے لیے آپکو اور اپنی اولاد کو اُسکا غلام بناؤ۔ ہم آجکل ہندوستان مین دیکہتے ہین کہ ان فضول خرچیون سے مسلمانون کے باغات اور دیہات اور مکانات ہندوؤن کے قبضہ مین آگئے جو ابتدا مین انکے ملازم تہے اور اب وہ آقا ہین یہ انکے خدمتگار ہین اور سود کی بلا مین گرفتار خسر الدنیا والآخرۃ

۴ مال کا صرف کرنا اور خدا کی راہ مین دینا بڑی جوانمردی کا کام ہے۔ بہت لوگ ایسے کنجوس ہین کہ سینکڑون روپے رکہوا لیتے بیشمار تہاتہ ہوئے مگر دینے کا کچہہ ذکر نکرو چمڑی جائے مگر دمڑی نہ جائے۔ اور یہ بخل دنیا و آخرت مین مضر ہے دنیا کا یہ ضرر ہے کہ جب اقارب اور ہمسایہ پہنچتی ہوتی ہے اور وہ اسکی طرف احتیاج لاتے ہین اور یہ موذی ٹلاتا ہے تو انکو نہایت رنج بلکہ حسد اور کینہ ہوتا ہے جس سے اسکے کاروبار مین کہ جو عزیز اور دوستون کی مدد اور اعانت سے متعلق ہین فرق آتا ہے اور یہ سب کی آنکہون مین حقیر اور مکروہ دکہلائی دیتا ہے اسکے مرنے کی آرزو لوگ کیا کرتے ہین الغرض انہین وجوہات سے اسپر بڑی مشکلین پیش آتی ہین اور حقدارون کی بددعائین اسکے لیے مصائب بنجاتی ہین بخلاف اسکے

وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝

اور متقی وہ ہین کہ جو تجھپر (اے محمد) نازل ہوا اُسپر اور جو تجھسے پہلے نازل کیا گیا اُسپر ایمان لاتے ہین اور قیامت کا یقین کرتے ہین

کہ جب یہ عزیزون اور دوستون اور اپنے بیگانون پر لطف و کرم کرتا ہے تو گویا انکے دلون مین اپنی محبت کا سکہ جماتا ہے اور ہزارون دلونکو اپنی مٹھی مین لے لیتا ہے اسی لیے سخی کے ہزارہا دوست اور بخیل کے اپنے عزیز و اقارب بھی دشمن ہوتے ہین اسکے علاوہ جب غریبون اور یتیمون اور بیکسون کی پرورش کا دستور نرہیگا اور نہ قوم کی درستی اور رفاہ عام کے لیے اور مخالفون کے دفع کے لیے کچھ سب ملکر جمع کیا جاویگا اور لوگ ندینگے تو یہ تمام قوم مصیبت مین گرفتار اور مخالفون کے غلام اور تابعدار بنجائینگے اور یہ دولت شخصی بھی نرہیگی۔ اور آخرت کی یہ حقیقت ہے کہ جب بے پیرمال کی محبت نقش ہوجاتی ہے تو جب روح اس جسم کو چھوڑکر اُس عالم مین جاتی ہے تو اس محبوب کی جدائی مین طرح طرح کے رنج اٹھاتی ہے اور یہی محبت اُس عالم مین سانپ اور بچھو اور آگ کی صورت مین ظہور کرکے خوب ستاتی ہے پس اسلیے اس اہم مقصود کی تعمیل آسان کرنیکو خدا تعالیٰ نے اپنے کلام مین دو لفظ بڑہادے کہ جس سے یہ کلفت عمل آسان ہوگئی (۱) من تبعیضیہ ذکر کرکے یہ جتلادیا کہ کل یا اکثر نہین بلکہ تہوڑا سا صرف کرو (۲) رزقنا کہہ کے یہ بتلادیا کہ جو تم دیتے ہو کچھہ اپنے گہر کا نہین دیتے ہو یہ ہم نے دیا تہا ہم پھر بھی دے سکتے ہین پھر توکل کرکے دو۔ ایک اور بھی اسمین نکتہ ہے وہ یہ کہ مال کے علاوہ اور جو علم و ہنر عقل و تدبیر قوم اور ملک کے کارآمد ہو اُسکو بھی ما رزقنا شامل ہے اُسکو بھی صرف کرنا چاہیے ۔

فائدہ - اس جگہ ما رزقنا ہم سے مراد عام ہے خواہ صدقہ ہو خواہ زکوۃ مفروضہ۔ اور زکوۃ کا امر اور اسکے فضائل و فوائد ہم آگے بیان کرینگے انشاء اللہ تعالیٰ

ترکیب

الذین موصول ثانی ہے اور ما انزل الیک معطوف علیہ اور ما انزل من قبلک معطوف۔ یہ معطوف اور معطوف علیہ دونون جملہ مفعول بحرف جر ہوئے یؤمنون کا یؤمنون اپنے فاعل ضمیر اور مفعول سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر صلہ ہوا الذین کا الذین موصول اپنے صلہ کے ساتھ ملکر معطوف ہوا پہلے الذین پر یا متقین پر ۔

تفسیر

چونکہ یؤمنون بالغیب سے متبادر اور قریب الفہم خدا تعالیٰ کی ذات و صفات اور ملائکہ تھے اور کتب الٰہیہ و قیامت کے دن پر بھی ایمان لانا ضروری تھا تو اسلیے اس عام بات مین سے انکو خاص کرکے ذکر کیا اور یہ فصاحت و بلاغت کی وہ بات ہے کہ کسی مطلب ضروری کو اگر وہ پہلی عبارت سے سمجھا جاتا ہو جدا گانہ بعد مین بھی خصوصیت کے طور پر ذکر کردیا جاوے یا یون کہو کہ جب یہ سورہ نازل ہوئی (یعنی مدینہ مین) تو صاحب تقویٰ دو گروہ تھے ایک قدیم عرب کہ جو پیشتر شرک و کفر مین گرفتار تھے اور پھر اسلام لائے۔ دوسرے اہل کتاب عبداللہ بن سلام وغیرہ کہ جو پہلے مذہب یہودی یا نصرانی مین تھے اور پھر دولت اسلام سے مشرف ہوئے اور دونون گروہون کو ان صفات مین شامل کرنا ضروری تھا اسلیے اول جملہ تو اول فریق کے لیے اور دوسرا دوسرے کے لیے ذکر کیا گیا اور یہ بات بتلادی گئی کہ تقویٰ بغیر اسکے تمام نہین ہوتا کہ جبتک

خدا کے تمام صحیفون پر ایمان لائے یعنی متقی وہ ہین کہ جو چیز تجہپر نازل ہوئی اور جو کتابین توریت انجیل وغیرہ پہلے انبیا پر نازل ہوئین سب کو برحق مانتے ہین

متعلقات

ما انزل الیک — سے مراد عام ہے خواہ وحی متلو ہو کہ جسکو جبرئیل علیہ السلام خدا کی طرف سے الفاظ مقررہ مین لاکرتے تھے جسکو قرآن کہتے ہین۔ خواہ وحی غیر متلو ہو کہ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام پر بلا توسط جبرئیل یا بغیر الفاظ مقررہ نازل ہوئی یا جو کچہ انکشاف روحانی کے طور پر آنحضرت ؐ کو معلوم کرایا گیا اور پھر آپنے اسکو ارشاد فرمایا سب پر ایمان لانا ضرور ہے۔ جو ایک بات پر بھی ایمان نہ لاویگا کافر ہوگا ۔

وما انزل من قبلک — سے مراد پہلے انبیا علیہم السلام کے صحیفہ ہین یعنی حضرت ابراہیم اور موسی اور داؤد اور عیسی علیہم السلام وغیرہم انبیا کی کتابین جو کہ انکو خدا کی طرف سے ملی تہین خواہ مضامین الہام ہوئے تھے اپنی عبارتون مین انہون نے جمع کرکے لکہوا دیا تہا یا عبارتین بہی ایسی ہی عطا ہوئی تہین ہرچہ باشد والعلم عند اللہ تعالی مگر سب کو برحق ماننا لازم ہے وہ بہت سے صحیفے تھے بہت سے انمین ایسے ہین کہ جنکے نام بہی باقی نرہے اور بعض کے نام اور کسیقدر صحیح اور الٹ پلٹ مضامین ابتک بہی باقی ہین مشہور کتب سابقہ یہی ہین۔ توریت جو حضرت موسی پر نازل ہوئی تہی۔ زبور جو حضرت داؤد کو عطا ہوئی تہی اور انجیل جو حضرت عیسی کو ملی تہی اور حضرت ابراہیم علیہم السلام کے صحیفے ۔

سوال یہ اخیر جملہ عبداللہ بن سلام وغیرہ علماء بنی اسرائیل کی مدح مین واقع ہے کہ وہ قرآن پر بہی اور اس سے پہلی کتابون پر بہی ایمان رکہتے ہین اس سے معلوم ہوا کہ جن کتابون پر وہ ایمان رکہتے تھے وہ برحق تہین اور اس زمانہ تک موجود تہین جبہی تو اور مواضع قرآن مین بہی توریت وانجیل پر عمل کرنے کی تاکید اور انکا محل نزاع مین طلب کرنا بیان ہوا ہے اور وہ جو اسوقت کتابین اہل کتاب مین موجود ہین وہ بہی ہین کہ جو آب ہین جنکے مجموعہ کو بائیبل اور اسکے دونون حصون کو عہد عتیق اور عہد جدید کہتے ہین۔ پس اہل اسلام پر اسوقت کی توریت انجیل زبور اور نامہ حواریون اور پولوس کے نامجات کی تصدیق ضروری ہوئی اور انمین کفارہ اور الوہیت مسیح اور تثلیث موجود ہے پس اسکا ماننا بہی مسلمانون پر فرض ہوا۔ اور پہر باوجود اس اقرار کیون قرآن نے ان مسائل کو رد کیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن آسمانی کتاب نہین۔

جواب اس سوال کا (کہ جسپر بہت سے پادری بڑے نازان ہین) یہ ہے کہ وہ کتابین بیشک برحق تہین ہمارا ابہی یہی ایمان ہے ہان یہ بات کہ اس زمانہ مین بہی وہ کتابین موجود تہین غیر مسلم ہے کیونکہ انجیل کی نسبت جو تمام عیسائیون کو بہی اقرار ہے اور خود انجیل موجود کے دیکھنے سے بہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ انجیل موجود حضرت مسیح (عیسی) علیہ السلام کی نہین نہ انپر نازل ہوئی نہ انہون نے اسکو تصنیف فرمایا نہ انکی زمانہ مین تالیف ہوئی بلکہ سالہا سال بعد لوگون نے سنے سنائے اور کسیقدر دیکہے ہوئے حالات حضرت عیسی علیہ السلام کی ابتدا ولادت سے موت تک تاریخ کے طور پر جمع کردیے ہین اور بہت سے لوگون نے جمع کئے تھے چنانچہ بعض کا اب نام ونشان بہی نہین جیسا کہ یوحنا کی انجیل کے اخیر سے ثابت ہے اور بہت سی انجیلین (تاریخ کی کتابین) اب بہی موجود ہین جیسا کہ انجیل برنباس وغیرہ مگر پہر با اینہمہ اکثر عیسائی انہین چارونکو زیادہ مانتے ہین اور بہت سے عیسائیون نے وقتاً فوقتاً انکا بہی انکار کیا ہے چنانچہ پولوس مقدس (کہ جنکو عیسائی بڑا رسول اور حضرت موسی علیہ السلام

بہی بڑہکر سمجہتے ہین) اپنے اُس خط مین کہ جو گلیتون کو لکہا ہے اُسکے پہلے باب مین یہ کہتا ہے کہ لوگون نے انجیل کو اُلٹ پلٹ کر دیا اور اے لوگو تم اور جعلی انجیلون کی طرف کیون مایل ہو گئے اصل انجیل بلا توسط کسی انسان کے حضرت مسیح سے مجہکو ملی ہے اُسکے سوا جو کوئی اور انجیل تمہین سناوے اوسپر لعنت انتہی ملخصًا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ یہ چارون انجیلین پولوس کی وہ انجیل نہین ہین پس یہ بہی نامقبول و مردود ہین جو شخص پولوس کے کلام کو الہامی مانتا ہو اُسپر لازم ہے کہ وہ ان انجیلون کو ہاتہہ بہی نہ لگاوے۔ یہان سے ثابت ہوا کہ پولوس اور برنباس و شمعون اور پطرس وغیرہم اکابر عیسائی ان چارون انجیلون کو تسلیم نہین کرتے تہے نہ حواریون کے زمانہ مین انپر کچہہ عمل درآمد رہا ہے۔ اور اسیطرح جسکو توراۃ کہتے ہین اُسکے بہی صدہا مقامات سے یہ ثابت ہے کہ یہ کتاب حضرت موسیٰ کے صدہا برس بعد کسی نے تاریخ کے طور جمع کی ہے چنانچہ بہت سے محققین اہل کتاب بہی اسبات کے قائل ہین۔ اور زبور مین بہی ایسا ہی اختلاف ہے اور یہی حال ور کتابون کا ہے اور انکا محل نزاع مین طلب کرنا اور انپر عمل کی مدح سو یہ اسلئے تہا کہ ان کتابون مین بلشبہہ عمدہ اور اصلی کتابون کے مضامین پائے جاتے ہین اور نیز مخاطبین انکو تسلیم کرتے تہے۔ اور اگر یہ کہئے کہ جب وہ اصلی کتابین موجود نہین تو انپر ایمان کیونکر لاسکتے ہین تو اسکا جواب یہ ہے کہ اگلے انبیا موجود نہین انپر کسطرح ایمان لاتے تہے اب ہم حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام پر ایمان کہتے ہین حالانکہ وہ موجود نہین پہر کیا کوئی ہمارے ایمان لانے سے یہ کہہ سکتا ہے کہ عبدالحق مؤلف تفسیر حقانی کے زمانہ مین حضرت موسیٰ و عیسیٰ موجود تہے۔ اور اگر آنحضرت صلعم کے عہد مین اصلی توراۃ و انجیل موجود ہوتی تو آپ حضرت عمر فاروق رضہ پر توراۃ کے اوراق پڑہنے سے ناخوش ہوتے اور نہ لاتصدقوا اہل الکتاب ولا تکذبوہم فرماتے۔ لیکن اصلی کتابین اُس عہد مین موجود نہین بلکہ اُنکے نام پر اَور کتابین لوگونکی تصانیف تہین کہ جن مین اصلی کتابون کے مضامین بہی مندرج تہے تو اُن مین کفارہ و تثلیث و الوہیت مسیح اگر ہو بہی تو کب معتبر ہو سکتی ہے نہ انپر ہم اہل اسلام کو ایمان لانا فرض ہے بلکہ لغو مضامین سے احتراز واجب ہے۔ اگر قرآن نے انکو رد کیا تو خوب کیا انکا اقرار کب کیا تہا؟ یہ قرآن کے حق ہونیکی دلیل قوی ہے۔ اس بحث کی تحقیق مقدمہ کتاب مین ہو چکی ہے جو چاہے وہان دیکہہ لے ؎

نکات

[۱] ایمان کے بارہ مین مبدا و معاد کو بترتیب اس آیت مین ذکر کیا۔ اول یومنون بالغیب سے ذات و صفات باری کیطرف اشارہ کر دیا وبالاخرۃ ہم یوقنون مین قیامت کو بیان کر دیا اور اس عالم کا ابتدا و انتہا بہی اشارۃً بتلا دیا ؎

[۲] بالآخرۃ ہم یوقنون مین صلہ کو مقدم کرکے اور یوقنون کو ہم پر مبنی کرکے اوراہل کتاب کی پشت پر ایک تازیانہ سا مار دیا کہ آخرت پر یقین کرنا اُنہین کا حصہ ہے کہ جو قرآن کے ذریعہ سے تمام تفاصیل آخرت پر مطلع ہو گئے ہین اور پہر ہر امر مین انکو آخرت دکہائی دیتی ہے دنیا اور اسکے منصب اور رسم کو اسکے مقابلہ مین کچہہ بہی نہین سمجہتے۔ تعصب اور عناد کو بہی اُسکے خوف سے نہین کام مین لاتے بخلاف تمہارے؎ اول تو تمہاری کتب موجودہ مین آخرت اور اُس عالم کی پوری کیفیت نہین ہے اس توراۃ مین بنی اسرائیل کا دوزخ اور جنت دنیا کی ناکامی (موت مرض قحط وغیرہ ہے)

سلہ ای عبداللہ بن سلام وغیرہ ۱۲

أُولَٰئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝

وہی لوگ (متقی) اپنے خدا کی طرف سے بڑی ہدایت پر ہیں اور وہی فلاح پانیوالے ہین ✣

یا کامیابی بتلائی ہے - اور جو پہلے حصہ مین کہین کچھہ ہے تو سمجھا ہے اور پہر دنیا کی محبت و رقوم اور رسم کی پابندی سے بے انصافی کرکے اُس نبی اور کتاب کو تم جھٹلاتے ہو کہ جو تمہارے انبیا اور کتب صلیہ کی تصدیق او مدح کرتے ہین جب یہہ تو تمہارا آخرت پر کیا خاک یقین ہے اگر آخرت آنکھون کے سامنے ہوتی تو یہ باتین نکرتے - جب خدا تعالی متقیون کے اوصاف بیان فرما چکا یعنی سعادت کی جب شرح ہو چکی تو اب سعادت کے اُس نتیجہ کو ذکر کرتا ہے کہ جو اُس پر مترتب ہوتا ہے تاکہ سامع کو رغبت پیدا ہو -

ترکیب

اولئک مبتدا اور علی ہدی من ربہم ثابتۃ کے متعلق ہو کر اُسکی خبر - مبتدا خبر ملکر جملہ اسمیہ ہوا - و حرف عطف اولئک ثانی مبتدا اور ہم المفلحون اسکی خبر - یا ہم مبتدا المفلحون خبر دونون ملکر اولئک کی خبر ہوئے - یہ مبتدا اپنی خبر سے ملکر جملہ اسمیہ ہو کر معطوف ہوا ✣

تفسیر

پہلے کہا تھا کہ قرآن ہدی للمتقین پرہیزگارون کے لئے ہدایت ہے اُسکے بعد پرہیزگارون کے اوصاف بیان کر دئے کہ وہ ایسے ایسے اوصاف حمیدہ رکھنے والے ہین اور یہ اوصاف قرآن سے حاصل ہوتے ہین کیونکہ طرح طرح کے پر اثر بیانون سے قرآن نے انسان کو ان اوصاف کا مشتاق کر دیا ہے اور جنمین یہہ اوصاف ہوتے ہین وہ ہدایت پر ہوتا ہے یہہ بدیہی بات ہے پس ہدی للمتقین ایک دعوی تھا اُسکا ثبوت تقوی کے معنے بیان کرکے کر دیا جسکا خلاصہ یہ ہوا کہ قرآن سے پرہیزگاری حاصل ہوتی ہے اور پرہیزگاری خدا کی ہدایت ہے - یہانتک سعادت کا بیان تمام ہوا اور کلام مدلل ہو گیا کہ قرآن سے ہدایت حاصل ہوتی ہے پھر ہدایت کا ثمرہ اولئک ہم المفلحون سے بیان فرمایا کہ جسکو ہدایت خدا کی نصیب ہوتی وہ فلاح دارین پاتا ہے ✣

نکات

[۱] پہلے الذین کے مقابلہ مین اولئک علی ہدی من ربہم لایا گیا اور جسطرح دوسرا الذین اوسکا تتمہ تھا اُسی طرح اُسکے مقابلہ مین تتمہ کے طور پر اولئک ہم المفلحون ذکر کیا تاکہ بالآخرۃ ہم یوقنون کی جزا وہان کی فلاح سنکر سامع کا دل بشاش ہو جاوے ✣

[۲] جسطرح بالآخرۃ ہم یوقنون مین ایماندارون کا اُنپر حصر کیا تھا اُسکے بعد فلاح کا ہم ضمیر مقدم کرکے انہین پر حصر کر دیا جس سے معلوم ہوا کہ فلاح بھی انہین کا حصہ ہے کہ جو ایسے لوگ اور ان اوصاف سے متصف ہین اور جو ایسے نہین وہ کیسی ہی ریاضت کرین چونکہ راہ راست پر نہین کبھی شہر فلاح کو نہ پہنچین گے پس جو رستے کہ اسلام کے مقابلہ مین ہین اور اسکے برخلاف ہین اونسے کبھی مقصود حاصل نہوگا خواہ کوئی کیسی ہی مشقت اُٹھائے اسی لئے ایک جگہہ فرمایا ہے کہ ان الدین عند اللہ الاسلام اور رستہ چونکہ صراط مستقیم نہین اُسنے وصول الی المطلوب بھی

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَیْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ۝

البتہ جو کافر ہوئے انکے حق مین آپ کا (اے محمد) ڈرانا اور نہ ڈرانا دونون برابر ہین وہ ایمان نہ لاوینگے ف۱

خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ ؕ وَعَلٰۤى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ؗ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۝

اللہ نے انکے دلون اور کانون پر مہر کر دی ہے (یعنی وہ حق جان نہیں سکتے اور نہ سن سکتے ہین) اور انکی آنکھون پر پردہ پڑا ہے اور انکے لیے بڑا عذاب ہے

نہی نہین سہ نہ رسم نہ رسمی بحیلہ ای اعرابی + کین رہ کہ تو میروی بہ ترکستان است +

۳ اسبات کے جتلانے کو (کہ اہل تقوی کو کامل ہدایت نصیب ہے اور وہ ہدایت خدا کی طرف کی ہے) لفظ علی بولا گیا تاکہ استعلا اور تمکین پر دلالت کرے اور پھر ہدی کو من ربہم کے ساتھ مقید کیا تاکہ خدا کی طرف سے ہونا ہدایت کا پایا جاوے اور پھر اولئک اسم اشارہ لاکر اور خبر کو معرفہ بناکر اور بیچ مین ہم فصل ذکر کرکے یہ بتلا دیا کہ یہ ہدایت اور فلاح متقین کا حصہ خاص ہے کہ جن مین اوصاف مذکورہ پائے جاتے ہین +

فائدہ

خوارج اور معتزلہ وغیرہ کہ جو کبیرہ کیا بلکہ صغیرہ سے بھی ابدی جہنم کا مستحق بناتے ہین (عیسائیون کا بھی اسی کے قریب عقیدہ ہے) اس آیت سے استدلال کرتے ہین کہ جنس فلاح کا موصوفین کورین پر حصر کر دیا ہے پس جو نماز نہ پڑھیگا زکوۃ نہ دیگا خارج از ایمان ہوکر ہمیشہ جہنم میں جاویگا۔ بعض ظاہری بھی انہین کے شریک ہین۔ انکا جمہور اہل اسلام کی طرف سے یہ جواب ہے کہ فلاح سے مراد بذریعہ الف لام فلاح کامل ہے پس ان اوصاف سے متصف نہوگا تو اسکو فلاح کامل نصیب نہوگی نہ یہ کہ مطلقاً فلاح سے محروم ہوگا کیونکہ انتفا فلاح کامل (یعنے مقید) سے انتفا فلاح مطلق لازم نہین آتا۔ علاوہ اسکے قرآن و احادیث کے متعدد مواضع سے گناہگاران اسلام کا فلاح پانا جنت مین جانا ثابت ہے +

جبکہ خدا تعالی نے اہل سعادت کا حال ومآل بیان فرمایا تو ضرور ہوا کہ اہل شقاوت کا بھی حال اور مآل بیان کیا جاوے تاکہ بحکم تعرف الاشیاء باضدادہا سعادت کا مقام خوب سمجھ مین آجاوے۔ سو اہل شقاوت دو طرح کے ہین ایک وہ کہ جو ظاہراً و باطناً حق کے مخالف ہین انکو زبان شرع مین کافر کہتے ہین اور ایک وہ کہ جو بظاہر موافق اور باطن مین حق کے سخت مخالف ہین اور انکو منافق کہتے ہین اور چونکہ مومنون سے پوری مضادت (یعنی ظاہراً و باطناً مخالفت) کفار سے ہے اسلیئے خدا تعالی پہلے کفار کا حال بیان فرماتا ہے +

ترکیب

اِنَّ اسم مشبہ بفعل الذین موصول کفروا اسکا صلہ۔ موصول وصلہ دونون ملکر اسکا اسم ہو۔ اور سواء بمعنی استواء اسکی خبر ہے اور اسکے مابعد جو ہے وہ اس مصدر کا فاعل ہوکر مرفوع ہے۔ گویا کلام یون ہوا ان الذین کفروا استوی علیہم انذارک وعدمہ۔ ختم فعل لفظ اللہ فاعل علی جار قلوب مجرور مضاف۔ ہم مضاف الیہ مضاف اور مضاف الیہ دونون ملکر معطوف علیہ و علی سمعہم معطوف۔ معطوف اور معطوف علیہ دونون مجرور ہوئے جار کے پھر متعلق ہوئے ختم سے۔ ختم فعل اپنے فاعل او متعلق سے ملکر جملہ فعلیہ ہوا غشاوۃ مبتدا موخر اور علی ابصارہم ثابت کے

ف۱ یعنے جو ازلی گمراہ اور سیاہ قلب ہین انکو قرآن ہدایت نہین بخشتا خواہ آپ انکو وعظ و نصیحت کرین یا نہ کرین انکے دلون مین ایمان قبول کرنے کی قابلیت نہین رکھی ۱۲ منہ

متعلق ہو کر اسکی خبر۔ مبتدا و خبر ملکر جملہ اسمیہ ہوا۔ اور جملہ سابقہ پر اسکا عطف ہوا۔ عذاب موصوف الیم صفت دونون ملکر مبتدا موخر اور لہم خبر مقدم جو متعلق ثابت کے ہے۔ مبتدا خبر ملکر جملہ اسمیہ ہو کے پہلے جملہ پر معطوف ہوا ✤

تفسیر

پیشتر خدا تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ قرآن متقین کے لئے ہدایت ہے اسپر یہ خیال گزرتا تھا کہ کافرون کے لئے یہ کیون ہدایت نہین حالانکہ ضرور انہین کے لئے ہدایت کا ہونا تھا کیونکہ متقی تو خود ہدایت پر تھے۔ اسکا اپنے کلام مین اشارۃً یہ جواب دیا کہ کافر و متقی سے مراد ازلی کافر اور ازلی متقی ہین گو بالفعل ایک شخص طرح طرح کی برائیون اور انواع و اقسام کے کفر و شرک مین مبتلا ہے مگر وہ ازل مین انوار الٰہی سے حصہ پاچکا ہے تو اسکو ضرور قرآن سے ہدایت ہوگی اور وہ ایمان بھی لاویگا اور اچھے اعمال بھی کریگا۔ اور جو ازل مین ان انوار سے محروم رہا وہ انجام کار محروم رہیگا اسکو قرآن اور حضرت کے وعظ و پند سے کچھہ نفع نہوگا کیسا ہی کہ اسمین ہر سبب اسکی صلاحیت ہی نہین ہے اس عدم صلاحیت اور اس ازلی بدنصیبی کو کہ جو ازل مین خدا کی طرف سے ظہور مین آئین مہر اور پردہ سے تعبیر کیا ہے۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ یہ عالم اور جسقدر اس عالم کی چیزین ہین بلکہ جسقدر اور صدہا عالم فرض کئے جائین سب خدا تعالیٰ کے وجود حقیقی کے اظلال و پرتوے ہین پس اس عالم حسی مین جو کچھہ وقتاً فوقتاً پایا جاتا ہے وہ اسیوقت موجود نہین ہوتا بلکہ عالم مثالی مین موجود ہوتا ہے وہان سے وقتاً فوقتاً ظہور کرتا اور پردۂ غیب سے باہر آتا ہے گو وہ شے حادث ذاتی یا زمانی سہی مگر اب پیدا نہین ہوئی ہے اور یہ بات تنزلات ستہ کے معانی مین غور کرنے سے بخوبی سمجھہ مین آسکتی ہے۔ پس اس عالم حسی سے ہزارہا سال پیشتر عالم مثالی مین خدا تعالیٰ کی ایک تجلی ہوئی کہ جسمین تمام کائنات عالم حسی اسکے دربار فیض آثار مین اپنی اپنی استعداد کے موافق ہر چیز سے فیضیاب ہوئے قسمت کیا ہر ایک کو قسام ازل نے ✤ جس چیز کا جو شخص کہ قابل نظر آیا ✤ اس جگہ حضرت آدم علیہ السلام سے تمام ذریت جو ہونہار تھی چیونٹیون کی طرح سے نکل پڑی اور اسکا آفتاب جمال ہر شخص پر نور افگن ہوا پس جن مین استعداد خداداد کی وجہ سے کچھہ بھی صفائی تھی انپر وہ نور پڑا اور چمکا اور جنکی اصل مین کدورت تھی انپر وہ نور نہ پڑا (جسطرح اس عالم مین آفتاب نکلتا ہے تو شفاف چیزین منور ہو جاتی ہین اور مکدر نہین چمکتین) اور ہر شخص نے اسکی ربوبیت کا اقرار کیا مگر جنپر وہ نور پڑا تھا وہ لوگ اس عالم حسی مین اہل سعادت یعنی مومن کہلائے اور جنپر وہ نور نہ پڑا وہ اسی شقاوت کی تاریکی مین اس عالم مین آئے اور

[1] چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خدا نے مخلوق کو ظلمت (طبیعت) مین پیدا کیا اور انپر نور ڈالا پس جس پر وہ نور پڑگیا اسنے ہدایت پائی اور جسپر نہ پڑا وہ گمراہ ہوا اور مین اسی لئے کہتا ہون کہ احکام ازلیہ پر قلم خشک ہوگیا۔ رواہ احمد والترمذی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا نے پشت آدم سے بمقام نعمان عہد لیا پس اسکی پشت سے تمام ذریت کو نکالکر اسکے سامنے پھیلا دیا اور غنی و فقیر سب کو دکھا دیا اور انبیا چراغون کی مانند چمکتے نظر آئے پھر خدا نے آدم کے روبرو سب سے عہد لیا کہ مین تمہارا رب ہون تم اسپر قائم رہنا پھر اسکے یاد دلانے کو دنیا مین انبیا بھیجون گا تاکہ تم قیامت کو یہ عذر نکرو کہ ہمکو معلوم نہ تھا یا یہ کہ ہمارے آبا و اجداد نے شرک کیا ہم انکے مقلد رہے ہمپر کیا گناہ ہے انتہیٰ ملخصاً رواہ احمد ۱۲ منہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر شخص کا ٹھکانا جنت یا دوزخ مین پہلے ہی سے علم الٰہی مین قرار پاچکا ہے (متفق علیہ) اور فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ میرے ہاتھہ مین یہ دو کتابین کیسی ہین؟ لوگون نے کہا نہین فرمایا کہ داہنے ہاتھہ کی کتاب مین خدا نے تمام اہل جنت کے نام لکھدیے ہین اور انکی قوم اور باپ کے نام بھی مندرج ہین اور بائین مین تمام اہل دوزخ کے نام ہین رواہ الترمذی ۱۲ منہ

کافر ومنافق کہلائے۔ پس قرآن حقائق اشیار کو نہیں بدل سکتا جو وہاں محروم رہا اُنکو یہان کون منور کر سکتا ہے اسلئے حضرت کی تسلی کے لئے
اللہ تعالی فرماتا ہے اور جو لوگ دراصل اہل سعادت ہین مگر عوارض رسم وغیرہ سے تاریکی ہین گرفتار ہین اُنکو اُبہارتا ہے کہ ہمارے قرآن اور آپکے
بیان ہین اسی نبی کچھ قصور نہین لیکن جو ازلی بدنصیب ہین اُنکی تقدیر ہین بہلائی نہین۔ واضح ہو کہ اس خداداد ہدایت و صلاحیت ازلی کے
لحاظ سے لوگونکی سات قسم ہین کس لئے کہ بنص قرآنی یا لوگ شقی ہین یا سعید فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَسَعِيدٌ اور اشقیار کو اصحاب الشمال یا اصحاب المشئمة
بہی کہتے ہین۔ پس ان اشقیار کی دو قسم ہین اول مطرودین کہ جنپر بہیمیت و تاریکی ہیولانیت نے ایسا غلبہ کیا ہے کہ انپر نور الہی پڑنے کی قابلیت
نہی ہی اور جو طرفہ اندہیریون و ہر قسم کی تاریکیون نے اُنکو ایسا گہیر لیا کہ گو وہ بظاہر جنس انسان ہین ہین لیکن درحقیقت جانور ہین انکو کافر بہی
کہتے ہین دیوار اور مہر اور پردہ جو قرآن ہین مذکور ہے اوس سے یہی ظلمات مراد ہین انہین کی نسبت فرماتا ہے ان الذین کفروا سواء علیہم اانذرتہم
ام لم تنذرہم لا یؤمنون۔ سوال ہمنے صدہا کافرونکو ایمان لاتے دیکہا ہے اکثر صحابہ پیشتر کافر تہے پہر ایمان لائے متقی اور ہادی و مہدی کہلائے
جواب یہ جو لوگ مشرف باسلام ہوئے وہ دراصل کافر نہ تہے اور اُنکو جو اُسوقت کافر کہا جاتا تہا تو بحکم حالت موجودہ کے ورنہ وہ حقیقت ہین متقی تہے
سو ہدایت پر آگئے اور ازلی کافر جیسا کہ ابوجہل وغیرہ ہرگز ایمان نہ لائے نہ لاوینگے نہ اونمین صلاحیت ہے اسلئے انکی نسبت خدا تعالی فرماتا ہے۔
وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ بِهَا أُولَٰئِكَ
كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ کہ ہم نے بہت سے جن اور آدمی جہنم کے لئے پیدا کئے ہین اُنکو دل ملے ہین مگر
سمجھتے نہین اُنکو آنکھین دیگئی ہین مگر اونسے دیکہہ نہین سکتے۔ کان دئے گئے اُنسے سُن نہین سکتے۔ وہ لوگ بمنزلہ چارپایون کے ہین بلکہ اُنسے بہی زیادہ
گمراہ اور یہی غافل ہین (دوم) وہ لوگ کہ جنہین کسیقدر استعداد ذاتی تو تہی کہ جو کبہی طبیعت کی تاریکیون ہین اسطرح چمکتے تہے جسطرح گنگہور گہٹا ہین
بجلی۔ مگر ان لوگون نے حب جاہ و مال اور شکوک و شبہات اور پابندی رسم و عناد نے اور شہوت پرستی اور بدبینی سے اُس نور کو چہپا دیا اور اُس
ذاتی استعداد کو مٹا دیا اس گروہ کو منافق کہتے ہین انکا تفصیل سے اگلی آیتون ہین ذکر آتا ہے ذرا انتظار کرو۔ اور سعیدون کی بہی دو قسم ہین ایک
قسم مقربین اور سابقین۔ دوسری اصحاب الیمین کہ جنکو اصحاب المیمنة و مقتصدین بہی کہتے ہین۔ پہر مقربین کی بہی دو قسم ہین۔ اول مجتبی دوم منیب
اللّٰهُ يَجْتَبِي إِلَيْهِ مَن يَشَاءُ وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَن يُنِيبُ مجتبی کو اہل سلوک محبوب و منیب کو محب بہی کہتے ہین اور کبہی مجذوب و سالک بہی کہتے
ہین یہ لوگ انبیاء و صدیقین ہین۔ اور اسیطرح اصحاب الیمین کی بہی کئی قسم ہین۔ اول اہل فضل و ثواب کہ خدا کے فضل سے مقصود کو پہنچے
ہین اور اسی امید پر ایمان و اعمال صالحہ کرتے ہین۔ دوم اہل عفو کہ جنکے اچہے اعمال ہین کچھ بُرے بہی شامل ہین مگر یا تو انکی قوت ایمان اور
توبہ و حسرت و بیقراری سے خدا تعالی اس گناہ کو معاف کر دیتا ہے یا توبہ اور اسکے مقابلہ ہین گریہ و زاری اور اعمال صالحہ سے وہ دفع ہوجاتا
ہے خَلَطُوا عَمَلًا صَالِحًا وَآخَرَ سَيِّئًا عَسَى اللّٰهُ أَن يَتُوبَ عَلَيْهِمْ کا یہی گروہ مصداق ہین اور فَأُولَٰئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ۔
انہین کے حق ہین فرماتا ہے۔ سوم وہ لوگ ہین کہ بقدر گناہ انکو عذاب ہوگا اور یہ عذاب کبہی تو دنیا ہی ہین بصورت نقصان مال و جان بیماری و خواری ظہور کرتا

اور گناہوں سے صاف کر جاتا ہے جیسا کہ آیات و احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ اور کبھی مومن کی روح پر ایک عجیب دہشت اور وحشت و سختی بیکلی اور تاسف لاحق ہوتا ہے سو وہ بھی اسکا کفارہ ہو جاتا ہے اور کبھی آخرت میں وہ بُرے اعمال آگ اور سانپ اور بچھو کی صورت میں ظہور کر کے اسکی روح کو صدمہ پہنچاتے ہیں اور جب ایک مدت تک اس تکلیف کو پا لیتا ہے تو پھر روح منور ہو جاتی اور جنت میں آرام پاتی ہے اور کبھی انبیاء اور اولیاء اور ملائکہ کی شفاعت سے خلاصی ہو جاتی ہے۔ ان پانچ گروہوں کا حال الذین انعمت علیہم میں اور ہدی للمتقین الخ میں ہو چکا۔ اور اشقیا کے اول فریق کا ان آیات میں بیان ہوا کہ قرآن سے انکو ہدایت نہیں اور اشقیا کے دوسرے فریق منافق کا اسکے بعد ومن الناس من یقول الخ میں خدا بیان فرماتا ہے

متعلقات

ختم اللہ علی قلوبہم ہر چند ختم کا اسناد اللہ کیطرف اہل حق کے نزدیک اسناد حقیقی ہے[1] لیکن مُہر کرنے سے اور انکی آنکھوں پر پردہ ہونے سے یہ مراد نہیں کہ درحقیقت خدا تعالیٰ نے انکے دلوں اور کانوں پر اسطرح سے مہر لگا دی کہ جسطرح کسی برتن کا مُنہ بند کر کے اسپر لاکھ سے اسلئے مُہر لگا دیتے ہیں کہ اسکے اندر اور کوئی چیز نہ جانے پاوے نہ اندر کی چیز باہر آنے پاوے۔ اور سچ مچ کا کوئی ٹاٹ یا ترپال کا پردہ انکی آنکھوں پر ڈالدیا ہے۔ شاید کسی کم فہم نے یہ بات سمجھکر قرآن مجید پر اعتراض کیا ہو تو کیا ہو۔ بلکہ اس سے مراد وہ جبلی کجروی اور طبعی تاریکی ہے کہ جسکی وجہ سے کفر اور معصیت کیطرف بجود ہو کر دوڑتا ہے اور امور فطرت سے اسکو دلی نفرت ہوتی ہے جس طرح کہ گوہ کے کیڑے کو خوشبو اور پھول سے جبلی نفرت اور گندگی سے رغبت ہوتی ہے گویا کہ خوشبو کی طرف رغبت کرنے سے اس کیڑے کے دل پر مہر ہو گئی ہے اور اسکی آنکھوں پر قضا و قدر سے حجاب پڑا ہوا ہے سو یہ ایک حالت ہے کہ جسکو خدا نے استعارہ کے طور پر ختم اور غشاوہ سے تعبیر کیا ہے اور کبھی اس حالت کو طبع سے تعبیر کیا ہے اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ طَبَعَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ اور کبھی اغفال سے وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَہٗ عَنْ ذِکْرِنَا اور کبھی قسا سے وَجَعَلْنَا قُلُوْبَھُمْ قٰسِیَۃً اس حالت کا خالق حقیقی خدا تعالیٰ ہی ہے کیونکہ جتنے امور جبلی ہیں سب قضا و قدر سے ہیں اور اسی لیے انکو خدا تعالیٰ کیطرف منسوب[1] کیا جاتا ہے اور اسمیں اسکی ذات پاک پر کوئی عیب بھی نہیں لگتا اور اسکا کاسب بندہ ہے اسکو کسیقدر اسمیں دخل ہے اسلئے اسکی طرف بھی نسبت کرتے ہیں اور بُرائی کا بوجھ اسکے سر پر دھرتے ہیں اور اسی لیے اتمام حجت کو اُنکے پاس بھی خدا کے انبیاء علیہم السلام پیغام ہدایت لاتے ہیں اور پھر وہ اپنی نافرمانی کی سزا دنیا و آخرت

---

[1] معتزلہ کے نزدیک اسناد مجازی ہے۔ اہل حق کے نزدیک مجاز لغوی یعنی مسند معنی مجازی میں مستعمل ہے۔ باقی اسناد حقیقی ہے۔ معتزلہ اور عیسائی کہتے ہیں کہ خدا کیطرف کفر کا پیدا کرنا اور مُہر اور گمراہ کرنا منسوب کرنا نہایت بے ادبی اور اسکی ذات مقدس میں عیب لگانا ہے لہذا اس قسم کی عبارتوں کو مجاز پر محمول کرنا چاہیے لیکن میں کہتا ہوں کہ یہ لوگ مسئلہ کو اچھی طرح سمجھے نہیں عقلا یوں کہ جب یہ تسلیم کر لیا گیا کہ اس عالم کا وہی خالق ہے تو اعیان و اعراض سب کچھ اُسیکا مخلوق ہوگا کیونکہ ممکن کو دوسرا ممکن پیدا کر سکتا خواہ وہ جوہر ہو خواہ عرض (کوئی کام وغیرہ) قدرت مستقلہ نہیں رکھتا تو وہ خالق مستقل ماننے پڑیں کہ جسکی تعلیم میں سب سے بڑھ کر بے ادبی ہے پس جب یہ ثابت ہوا کہ بندہ کو اپنے افعال پر قدرت مستقلہ نہیں ورنہ کبھی کوئی ناکامیاب ہوتا اور یہ بھی ظاہر ہے کہ بندہ اپنے افعال اور ارادہ میں پتھر اور لکڑی کی طرح مجبور نہیں اسکے ارادے کار و بار اسطرح سے خود مسرز نہیں ہوتے کہ جسطرح رعشہ میں خود ہاتھ ہلا کرتا ہے) تو ضرور یہ تسلیم کرنا پڑا کہ نہ جبر محض ہے نہ قدر محض بلکہ خالق چیز کا اور ہے اور کسیقدر اختیار بندہ کو بھی دیا ہے خواہ وہ ارادہ ہو یا کچھ اور جو کچھ ہو مگر اُسکی وجہ سے بندہ کو کاسب کہا جاتا ہے جسکی وجہ سے بھلائی برائی اسکی طرف منسوب ہوتی ہے اور جزا و سزا پاتا ہے۔ چلا عام سے میں تکی بول اُنکی تقدیر پر بلا میں پڑنے کی کچھ خدا نے الٹا جانا بس اس کے کہ اسکا وغیرہ افعال کو خالق ہونیکی وجہ سے خدا کیطرف بھی منسوب کر سکتے ہیں اور خالق ہونے میں کوئی برائی نہیں نہ اس برائی سے وہ متصف ہو سکتا ہے مثلاً تلوار بنا ہوا لیکن کوئی گناہ نہیں نہ اسکو قاتل کہہ سکتے ہیں بلکہ جسنے تلوار سے قتل کیا اسیطرح رنگریز کو اسود نہ کہیں گے بلکہ کپڑے کو کہ جسپر سواد سیاہی قائم ہوئی اور چونکہ بندہ کا سب ہے بمقام ذم اسکی طرف بھی نسبت ہوگی جسکی وجہ سے وہ برائی بھلائی سے متصف ہوگا۔ اور چونکہ شیطان یا کوئی اور گمراہ کرنے والا سبب ہوتا ہے تو مجازاً فعل کو سبب کیطرف بھی منسوب کیا جاتا ہے جسطرح کہ شیطان کو اسی علاقہ سے مضل کہتے ہیں اسی طرح قرآن یا نبی علیہ السلام کو ہادی۔ نقلاً یوں کہ قرآن و احادیث میں کثرت سے یہ انتساب موجود ہے اور حقیقی معنی کو جبتک کوئی مانع نہ ہو چھوڑنا جائز نہیں اور بائیبل میں بہت سے مقامات پر ایسی عبارتیں پائی جاتی ہیں کہ جن میں ان امور کو خدا کی طرف منسوب کیا ہے از انجملہ

رہن پاتے ہین ۔ اب جس طرح یہ سوال ہوتا ہے کہ خدا نے اپنے بندونکو مختلف استعداد پر کیون بنایا اور بعضون کی جبلت مین یہ تاریکی کیون رکھی اور پھر انکو عذاب کیون دیا ہے کسلیئے کہ یہ کسیقدر اختیار پر مبنی ہے ۔ اور مختلف استعداد اور رنگ برنگ کی قابلیت دینے مین وہ خود مختار ہے جسکو جو کچھ دیا اوسکا فضل ہے اور جسکو نہ دیا تو اسپر کچھ ظلم نہین کیا ۔ کیا برتن کمہار سے کہہ سکتا ہے کہ تو نے مجھپر ظلم کیا کہ جو آبدست کرنیکی بدھنی بنایا بادشاہون اور معشوقون کے پینے کا پیالہ نبایا ؟ اس مسئلہ جبر و قدر مین زیادہ گفتگو کرنے سے ممانعت ہے کیونکہ اسکے اسرار پورے پورے عقل مین مشکل سے آتے ہین اس لئے مین بھی قلم منہ زور کو روکتا ہون +

قلب لغت مین ایک گوشت صنوبری کو کہتے ہین کہ جو بائین جانب پہلو مین اُلٹا لٹکا ہوا ہے اور اسی لئے اسکو قلب کہتے ہین اور اسمین جگر سے آکر خون ٹپکتا ہے اور پھر اُسکے لطیف بخرہ روح حیوانی مین بنتے ہین اور شرائین کے ذریعہ سے تمام بدن مین دوڑتے ہین وحس و حرکت کا منشا بھی یہی روح ہے جس عضو مین وہ روح نہ جائے تو وہ بحس و حرکت ہو کر مر جائے ۔ اور یہ روح ہوائی کہلاتی ہے اور اسکو نسمہ بھی کہتے ہین اور روح حقیقی یعنی نفس ناطقہ کا اصلی مرکب یہی ہے اور اُسکا مرکب تمام جسم ہے جب اس روح ہوائی مین (کہ جسکو روح حیوانی اور روح طبی بھی کہتے ہین) سخت فساد آتا ہے تو روح حقیقی کا تعلق ٹوٹ جاتا ہے اور قطع تعلق کا نام موت ہے ۔ اور اصطلاح شرع مین قلب لطیفہ انسانی کا نام ہے کہ جس سے انسانیت قائم ہے اور جس سے شوق و محبت پیدا ہوتی ہے اور جس سے شرع کے اوامر و نواہی بجالاتے ہین ۔ اور کبھی قلب سے عقل بھی مراد ہوتی ہے جیسا کہ اس آیت مین اِنَّ فِی ذٰلِکَ لَذِکْرٰی لِمَنْ کَانَ لَہٗ قَلْبٌ اور کبھی نفس یا روح بھی مراد ہوتی ہے ۔ اس آیت مین یہی لطیفہ مراد ہے کیونکہ استدلال کرنا اسی کا کام ہے اور یہی الہام الٰہی کی جگہ ہے اور یہی حق شناسی کی دو رہگین ہین جب اسپر مہر ہو گئی تو یہ سب باتین مفقود ہو گئین +

نکات

[۱] کلام مدلل کیا کہ اول دعوے کے طور پر یہ فرمایا کہ کافرون کو برابر ہے آپ وعظ سنائین یا نہ وہ ایمان نہ لاوینگے ۔ بظاہر اس دعویکا ثبوت سمجھ مین نہ آتا تھا اسکے ثبوت مین فرمایا کہ یہ اسلیئے کہ خدا نے انکے دلون اور کانون پر مہر کر دی ہے اور انکی آنکھون پر پردہ پڑا ہے یعنی انکی جبلت مین تاریکی ہے اور بہیمیت کے اندھیرون نے انکو ہر طرف سے محیط ہو کر اس امر کے قابل ہی نہ رکھا ہے .

[۲] کسی چیز کا دریافت کرنا تین طرح سے ہوتا ہے یا حس سے معلوم کرے یا خبر صادق سے حال کھلجائے یا خود عقل غور کرکے دریافت کرے پس چونکہ اُمور آخرت اور خدا کی ذات و صفات حس سے نہین معلوم ہوتی انکو یا خود عقل یقین کرے یا خبر صادق سے انکی تصدیق ہو اور ایمان و کفر یعنی سعادت و شقاوت انہین امور آخرت اور خدا کی ذات و صفات پر یقین کرنے یا نکرنے پر مدار ہے اور ان لوگونکی بدبختی بیان کرنی ضرور تھی تو اسلئے پیشتر خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ وَعَلٰی سَمْعِھِمْ فرمایا اور قلب اور سمع کو بصر پر مقدم کیا انکے دلون پر مہر ہے عقل سے ان امور پر کیونکر یقین کرین اور انکے کانون پر بھی مہر ہے وہ مخبر صادق کی خبر کیونکر سنین اور کسطرح ایمان لاوین ۔ لیکن کسیقدر حس سے بھی ایمان حاصل ہونے کا طریق تھا وہ یہ کہ نبی علیہ السلام کے معجزات کو دیکھکر ایمان لاوین سو یہ بھی بات انکو نصیب نہین ہو ہرچند بیشمار معجزات دیکھ چکے ہین لیکن بمنزلہ نابینا ہین

وَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ وَبِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَا هُم بِمُؤْمِنِينَ ۝

اور بعض لوگ ایسے بھی ہین کہ جو کہتے ہین کہ ہم اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لائے حالانکہ وہ بالکل مومن نہین

ہین گویا کہ جسم کے اندھے ہین اُنکی آنکھون پر پردہ پڑا ہے کچھ دیکھتے ہی نہین ؛

۳ مہر ایسی چیز پر کیا کرتے ہین کہ جس مین ہر طرف سے تصرف ہو سکے پس مہر اسکو ہر طرف سے بند کر دیتی ہے چونکہ کان مین ہر طرف سے اور دل مین ہر طرف سے بات پڑ سکتی ہے اُنکے لئے کوئی جہت خاص نہین اسلئے اُنپر تو مہر لگانا فرمایا اور آنکھ چونکہ سامنے سے دیکھتی ہے اسکے لئے جہت خاص ہے تو اسلئے پردہ پڑنا فرمایا کہ سامنے سے پردہ پڑ گیا دیکھنا بھی جاتا رہا ؛

جب خدا تعالی حکم اور اسکی دلیل بیان فرما چکا تو بعد مین اُسپر جو اثر مرتب ہونیوالا ہے وہ فرمایا کہ ولہم عذاب الیم - یہ عذاب خواہ آگ سے ہو خواہ طوق و زنجیر سے خواہ اور کسی چیز سے کہ جسکی کیفیت ہمکو معلوم نہو جو کچھ ہو وہ سب اُنکی تاریکی اور اس جبلی کجروی کا اثر مرتب ہے جس طرح پانی کا اثر برودت اور آگ کا اثر حرارت کا پیدا کرتا ہے اسیطرح انسان کے برے اعمال کا اثر خاص ہے جو مرنے کے بعد معلوم ہوگا اعاذنا اللہ منہ

جب خدا تعالی اس فریق اشقیا کو بیان کر چکا تو اب دوسرے فریق منافقین کا حال بیان فرماتا ہے ؛

ترکیب

یقول فعل ضمیر ہو راجع من کی طرف اس کا فاعل اور آمنا باللہ الخ جملہ فعلیہ اسکا مقولہ فعل اپنے فاعل و مفعول سے ملکر جملہ فعلیہ ہو کر صفت ہوئی من نکرہ موصوفہ کی - من جار الناس مجرور جار مجرور متعلق ثابت یا ثبت کے ہوا جو رفع ہے من کا تقدیر کلام یون ہوئی ومن الناس ناس یقولون یہ جملہ خبریہ ہوا اسکا عطف الذین یومنون الخ پر ہے یعنی کفار مصرین پر ہے اور ممکن ہے کہ من کو موصولہ مانا جاوے ہم ما کا اسم اور بمومنین خبر اسم اور خبر ملکر جملہ خبریہ ہوا او و حالیہ کے ساتھ ملکر حال ہوا فاعل یقول سے جو من ہے - من لفظ مفرد ہے مگر معنی مین تثنیہ اور جمع کے بھی آتا ہے اسی لئے علم اصول مین اسکو عام گنا ہے پس باعتبار لفظ کے یقول صیغہ واحد بولا گیا اور باعتبار معنی کے ہم اور آمنا جمع کے صیغے بولے گئے - بعض یون بھی کہتے ہین کہ من یقول آمنا باللہ الخ مبتدا اور من الناس ثابت سے متعلق ہو کر اسکی خبر ہوئی تنبیہ کفار کے حال کو بطور عطف کے اسلئے نہین بیان کیا کہ وہان متقین کا حال بضمن کتاب تھا اسلئے مضادت مانع عطف ہوئی اور چونکہ کفار کا حال مستقلاً بیان کیا دوسری قسم منافقین کا عطف اُس پر زیادہ ہوا ؛

تفسیر

مدینہ مین کچھ لوگ ایسے تھے کہ جو بظاہر تو یہ کہتے تھے کہ ہم اللہ اور رسول اور قیامت پر ایمان لائے اور مسلمان ہوئے تاکہ مسلمانون مین ملکر منافع دنیا کا حاصل کرین اور ہر قسم کی سختی سے جو اُنپر پیش آنیوالی تھی اسلام کی آڑ بنا کر بچین مگر یہ بیان حقیقت ایمان نہ تھا اور بغیر خلوص دل کے زبان سے کہنا خدا تعالی علام الغیوب کے آگے کچھ بھی وقعت نہین رکھتا اسلئے خدا تعالی نے مسلمانون کو متنبہ کرنیکے لئے فرما دیا کہ یہ لوگ فریبی ہین

ہرگز مومن نہیں - ان لوگون کو شرع مین منافق کہتے ہین انہین سب کا سرگروہ عبداللہ بن اُبیّ بن سلول تہا - حضرتؐ کے مدینہ مین تشریف لانے سے پہلے لوگون نے چاہا تہا کہ اسکو سرداری کی پگڑی بندہوادین اور مدینہ کا سردار بنادین لیکن جب حضرتؐ تشریف لائے اور روح کو زندہ کرنے والی باتون سے تمام جہالت کی تاریکیان لوگون مین سے دور ہوگئین اور لوگونکو ایک نئی زندگانی کا مزہ آگیا تو پہر اُنکے روبرو اس دنیا پرست کی کچہہ بہی وقعت نرہی - اسلئے اُس شخص کو حضرتؐ اور اہل اسلام سے حسد اور رنج پیدا ہوا مگر غلبہ اسلام کی وجہ سے یہ خبث باطن کو ظاہر نکرسکا اور لوگون کے ساتہہ بظاہر آپ بہی اسلام مین شمار ہوگیا لیکن یہ اور اسکے رفیق یہود جو مدینہ کے آس پاس بستے تہے اور دس پانچ اور اسی کے ہمقوم ہمیشہ درپردہ اسلام کی بیخ کنی کرتے رہے اور اس آفتاب عالمتاب پر گرد اڑانی اور اس چراغ جاودانی کی بجہانے مین ہرطرح سے کوشش کرتے رہے سورۂ برات اور سورہ منافقون اور اس سورہ اور دیگر سورتون مین انکے اقوال و افعال ناشائستہ کا جواب مذکور ہے - اور جو کچہہ غزوات مین انہون نے فتور برپا کئے ہین وہ بہی مسطور ہے جس سے خدا نے نفاق کی جڑ کو بالکل کاٹ دیا -

متعلقات

نفاق کی چند قسم ہین اول یہ کہ زبان سے اسلام اور ایمان ظاہر کرے مگر درپردہ صاف منکر ہو - دوم یہ کہ درپردہ صاف منکر تو نہو مگر یقین بہی نہو بلکہ متردد اور مذبذب ہو سوم یہ کہ دل مین تصدیق ہو مگر کامل نہو اور گناہون اور حُبِّ دنیا اور غلبہ شہوات نے اسکو ایسا کردیا ہو کہ یہ دنیا کے منافع کو ایمان پر مقدم سمجہتا ہو دنیا کی خاطر لشکر اسلام کا مقابلہ اور اہل اسلام کی بربادی اور دین کی ہجو اسکے نزدیک کچہہ مشکل نہو - یہ تینون گروہ خدا کے نزدیک سخت کافر ہین اور جہنم کے سب سے اسفل طبقہ مین ہونگے اِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ان تینون قسم کے منافق مدینہ مین موجود تہے چہارم یہ کہ قال حال کے مطابق نہو زبان سے کچہہ کہے دل مین کچہہ اور ہو جسکو تقیہ کہتے ہین اگرچہ اس سے کافر نہین ہوتا مگر یہ بہی انہین منافقون کا شیوہ ہے اور سراسر ناراستی ہے - نور ایمان اور صداقت کی روشنی ذرا بہی فریب اور مکر کو گوارا نہین کرتی چہ جائیکہ اس پاک مذہب کا رکن قرار دیکر اُسکے نورانی چہرہ پر دہبہ لگایا جاوے بلکہ نبی صلعم کے فیض صحبت سے صحابہ رضؓ تو اپنی حالت قلبیہ مین ذرا فرق آنے کو بہی نفاق سمجہتے تہے چنانچہ امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ حنظلہ بن ربیع اسدی حضرت ابوبکر سے ملے ابوبکر رضؓ نے پوچہا کیا حال ہے اُس نے کہا مین تو منافق ہوگیا ابوبکر رضؓ نے فرمایا تو یہ کیا کہتا ہے اُس نے عرض کیا کہ جب ہم نبی صلعم کے پاس سے گہر مین آتے اور بیوی بچون مین مشغول ہوتے ہین تو وہ کیفیت جو وہان ہوتی ہے اسکو بہول جاتے

۹ اہل اسلام مین اول صدی کے اخیر مین جو کچہہ خلافت کی بابت زیادہ نزاع ہوئی تو ایک گروہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرفداری کا یہانتک دم بہرنے لگا کہ جسکو وہ خود بہی جائز نرکہتے تہے اور پہر رفتہ رفتہ وہ ایک فریق ہوگیا جسکو شیعہ کہتے ہین اور یہ فریق اکثر ایران مین پہیلا اور ایران مین مجوس کے ہان یہ تقیہ ہمیشہ سے چلا آتا تہا چنانچہ دساتیر نامہ ساسان اول کے (۴۰) جملہ مین مرقوم ہے اُنکی تقلید سے یہ مسئلہ اس گروہ نے بہی اپنے مذہب مین جاری کیا اور جہان کہین حضرت علی اور آئمہ اہل بیت سے خلفاء ثلاثہ کی مدح منقول ہے اُسکے جواب مین اس تقیہ سے کام لیا اور کہہ دیا کہ وہ تقیہ کرتے تہے اس لغوبات کو روشن دماغ شیعہ بہی ہرگز نہین تسلیم کرتے اور آئمہ کبار کی نسبت حق پوشی اور نفاق کا عیب لگانے سے از حد ڈرتے ہین ہان جو لوگ ملاؤن کی تقلید اور اُنکے رطب و یابس حکایات پر غش ہین وہ اسکو مانتے ہین ۱۲ منہ

يُخَادِعُونَ اللّٰهَ وَالَّذِينَ اٰمَنُوا ۚ وَمَا يَخْدَعُونَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ ۝

(اپنے نزدیک) دہوکا دیتے رہتے ہین اللہ کو اور مسلمانون کو۔ حالانکہ وہ خود اپنے ہی آپ کو دہوکا دے رہے ہین اور جانتے نہین ؛

ہین ابوبکرؓ نے کہا میرا بھی حال ہے تب تو وہ دونون نبی صلعم کی خدمت مین گئے اور حنظلہ نے یہ حال بیان کیا تو نبی صلعم نے فرمایا کہ ای حنظلہ اگر تم ہمیشہ اسی کیفیت مین ہو کہ جو میرے پاس ہوتی ہے اور یاد الہی مین ہو تو ملائکہ تم سے گلی کوچون مین اور بسترون پر مصافحہ کیا کرتے مگر یہ بات کبہی کبہی ہوتی ہے ؛

نکات

| ١ | منافقین دعوی کرتے تھے ہم اللہ اور قیامت پر ایمان رکہتے ہین پس خدا تعالی نے بہی اُنکی ادعا کی موافق باللہ و بالیوم الآخر کو خاص کیا تاکہ معلوم ہو کہ جسمین تم کو دعوی ہے اُسمین بہی تم سچے نہین کیونکہ خدا اور قیامت کے دن پر ایمان رکہتے تو اس مکر اور فریب کو خدا اور اُسکے رسول سے جائز نہ رکہتے پس ان باتون مین تو تمہارا کیا اعتبار ہے یعنی جہان تمکو سچائی کا دعوی ہے وہین جہوٹے ہو چہ جائیکہ جہان تمکو خود نفاق مقصود ہو (۲) اگرچہ سیاق کلام یہ چاہتا تہا کہ اُنکے جواب مین ما آمنوا کہا جاتا تاکہ جواب مطابق ہوتا مگر برعکس اسکے ماہم بمؤمنین فرمایا تاکہ اُنسے ایمان کی نفی اچھی طرح سے ہو جاے کیونکہ زمانہ ماضی مین اُنکو ایمان سے باہر بیان کرنا جیسا کہ ما آمنوا سے سمجہا جاتا اس قدر مفید نہ فائدہ نہین بخشتا کہ جو اُنکو ہمیشہ کے لئے ماہم بمؤمنین سے ایمان سے باہر کر دینا بخشتا ہے علاوہ اسکے ما آمنوا مین بمقابلہ جواب صرف اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لانے کی نفی سمجہی جاتی۔ اور جبکہ ماہم بمؤمنین کہا اور نفی کو باسے مؤکد کر دیا تو بالکل ایمان سے بے بہرہ ہونا ثابت کر دیا کہ نہ انکا ایمان اللہ پر ہے نہ قیامت پر نہ نبی اور قرآن اور اُسکے معجزات پر؛ اسکے بعد خدا تعالی اُنکے اس فعل سے جو غرض ہے اُسکو بیان فرماتا ہے

ترکیب

یخادعون فعل ضمیر ہم جو راجع ہے منافقین کی طرف اسکا فاعل اور لفظ اللہ اور الذین آمنوا (موصول صلہ ملکر معطوف ہو کر لفظ اللہ پر) مفعول فعل اپنے فاعل اور مفعول سے ملکر جملہ فعلیہ ہو کر کلام مستانف ہوا یا یہ حال ہے قائل یقول سے۔ اور ما یخدعون فعل با فاعل احد امفعول محذوف مستثنی منہ الا انفسہم مستثنی فعل فاعل و مستثنی منہ او مستثنی سے ملکر جملہ فعلیہ ہو کر بذریعہ واو حال ہوا فاعل یخادعون سے اور ما یشعرون جملہ فعلیہ بذریعہ واو کے اس ما یخدعون الخ سے حال واقع ہے۔

تفسیر

یعنے وہ منافقین جو یہ کہتے ہین کہ اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لائے اپنے زعم مین خدا سے اور مسلمانون سے فریب بازی کر رہے ہین اور حالانکہ یہ فریب اپنے تئین دے رہے ہین کیونکہ خدا علام الغیوب ہے اُس سے کوئی بات مخفی نہین رہ سکتی اور وہ مومنون کو آگاہ کرتا رہیگا سو انپر تو کچھ بہی اُس مخادعت (فریب بازی) کا اثر نہ پڑا اُلٹا انہین پر پڑا کہ دنیا مین بہی رسوائی ہوئی آخرت مین عذاب شدید مین مبتلا ہونگے مگر

فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ بِمَا كَانُوْا یَكْذِبُوْنَ ۝

انکے دلون مین مرض ہے پھر خدانے انکے مرض کو زیادہ کردیا اور انکو عذاب ہے دکھ دینے والا انکے جھوٹ بولنے کی وجہ

انکے حواس سلیمہ مین فتور آگیا کہ انکو یہ موٹی سی بات بھی دکھائی نہین دیتی کہ خدا تعالی کو کوئی فریب نہین دیسکتا اسکا الٹا وبال ہم ہی پر پڑیگا

متعلقات

خدع لغت مین بری بات چھپانا اور اسکے برعکس کھانا تاکہ کسیکو فریب دیا جاوے ✣

نفس ذات شئے کو کہتے ہین خواہ جوہر ہو یا عرض یا دونون سے بری جیسا کہ ذات باری تعالی لقولہ تعلم ما فی نفسی ولا اعلم ما فی نفسک الآیۃ اور روح کو بھی کہتے ہین کیونکہ حی کا نفس اسی سے قائم ہے اور قلب کو بھی کہتے ہین کیونکہ یہ محل روح ہے اور خون کو بھی کہتے ہین کیونکہ نفس کا قوام اسی سے ہے اور پانی کو بھی کیونکہ اسکی طرف نفس کو زیادہ حاجت ہے اور رائے کو بھی کیونکہ یہ نفس سے پیدا ہوتی ہے ۔

شعور احساس کو کہتے ہین اور انسان کے مشاعر اسکے حواس ہین اور اصل اسکی شعر (بال) ہے اور جو لباس جلد کے بالون سے ملا ہوتا ہے اسی لئے عرب اسکو شعار کہتے ہین ۔ اس مناسبت سے پھر اور وسیع معانی مین بھی اس لفظ کا اطلاق آتا ہے ✣

نکات

۱ چونکہ منافقین یہ ہمیشہ فریب بازی کرتے تھے اور آئندہ بھی یہ فعل متوقع تھا تو اس رمز کے لئے مضارع سے انکے حال کو تعبیر کیا تاکہ تجدد اور حدوث پر اور آئندہ کے صدور پر دلالت کرے ✣

۲ انکے پرلے درجہ کی حماقت ثابت کرنے کو ما یشعرون کہا ما یعلمون نہ کہا کیونکہ شعور محسوسات کے لئے استعمال کیا جاتا ہے اور علم محسوسات معقولات دونون کے لئے پس جب ما یشعرون کہا تو گویا یہ ثابت کردیا کہ اس مکر کی برائی ایک محسوس چیز ہے مگر چونکہ علی ابصارہم غشاوۃ یعنی انکی آنکھون پر پردہ پڑا ہے دیکھ نہین سکتے ✣ اب اگلی آیت مین اس فعل کی وجہ بیان فرماتا ہے کہ وہ ایسی باتین کیون کرتے ہین ✣

ترکیب

مرض مبتدا موخر فی قلوبہم خبر دونون ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا ۔ زاد فعل اللہ فاعل ہم مفعول اول مرضا مفعول ثانی فعل فاعل اور دونون مفعولون سے ملکر جملہ فعلیہ ہوا ۔ عذاب موصوف الیم اسکی صفت پھر بما کانوا یکذبون جملہ بتاویل مصدر کے ہوکر متعلق کائن کے ہوا اور الیم کی صفت ہوا ۔ موصوف اپنی صفات سے ملکر مبتدا لہم خبر مبتدا خبر ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا اور انکا عطف کلام سابق پر ہوا

تفسیر

یعنے انکی یہ فریب بازی اسلئے ہے کہ انکی فطرت مین صحت سلامتی نہین اور دل پر مرض نا راستی عارض ہے پس جون جون فطرت کو درست کرنیوالی اور روح کو صحت بخشنے والی باتین نبی علیہ السلام پر نازل ہوتی گئین انکی برخلافی سے اس اصلی مرض کو ترقی ہوتی گئی

ع۔ مرض بڑہتا گیا جون جون دوا کی۔ جس طرح جسمانی امراض کا نتیجہ موت ہے اسی طرح روحانی امراض کا ثمرہ اُس عالم مین عذاب الیم ہے۔ آسمانی پانی ہر درخت اور تخم کی بالیدگی کا باعث ہے مگر کسی درخت مین اُسی پانی سے کانٹے اور کڑوے پھل آتے ہین اور جسکا تخم اچھا ہوتا ہے اُس سے عمدہ اور خوشبودار پھول و پھل نکلتے ہین۔ اسی طرح قرآن جو تخم روح کے لئے آسمانی پانی ہے پس اُس سے مومنون کو شفا اور جنکی جبلت مین کجی ہے اُنکو زیادہ مرض پیدا ہوتا ہے پھر وہ مرض اُس عالم مین بصورت عذاب الیم ظاہر ہوتا ہے۔

متعلقات

مرض لغت مین بدن کی اُس حالت غیر طبعی کو کہتے ہین کہ جو افعال طبعیہ مین خلل انداز ہوتی ہے اور مجازاً اُن اعراض نفسانیہ کو بھی کہتے ہین کہ جو نفس کے کمالات مین مخل ہوتے ہین جیسا کہ جہل اور بدعقیدت اور کینہ اور حسد اور شہوت اور حب دنیا و جھوٹ و ظلم وغیرہ کیونکہ جس طرح مرض سے کمال بدن یا حیات زائل ہوجاتی ہے اسی طرح ان اعراض سے حیات ابدی اور اُس کے کمالات زائل ہوجاتے ہین اور روح پر تاریکی پیدا ہوتی ہے +

الیم ای مولم۔ الم (جسکو درد کہتے ہین) ادراک ناملائم ہے ہرچند بدن مین ناملائم حالت تفرق اتصال زخم و شگاف ہو مگر جبتک ادراک نہوگا جیسا کہ دوا بیہوشی کلوروفارم مین ہوتا ہے کچھ دکھ نہ معلوم ہوگا اسی طرح اس عالم مین روح کو طلسم دنیا کی کلوروفارم نے بیہوش کر رکھا ہے جب ممات کے بعد یہ بیہوشی دور ہوگی تو ہر شخص کو اپنے روحانی امراض کا دکھ معلوم ہوگا اور اس عالم کی سٹر نیچ راز مفہوم ہوگا۔ ؎ باش تا بند روے بکشایند + باش تا با تو در حدیث آیند + تا کیا نزا نشانند بر ورہا + تا کیا نرا گرفتہ در بر ہا +

کذب یعنی جھوٹ اُس خبر کو کہتے ہین کہ جو خلاف واقع ہو۔ بعض کہتے ہین کہ جو خلاف اعتقاد ہو۔ بعض کہتے ہین کہ جو اعتقاد اور واقعہ دونون کے برخلاف بیان ہو اُسکو کذب کہین گے۔

نکات

۱ اس آیت مین بھی خدا تعالی نے امر واقعی کی رعایت کی ہے فی قلوبہم مرض سے یہ بات بتلادی کہ دنیا مین ہدایت و گمراہی یا سعادت و شقاوت جو کچھ پیش آتا ہے وہ اصلی استعداد و جبلی قابلیت کے موافق پیش آتا ہے جو ازلی مریض ہین اور اُنکی روح کا مزاج فاسد ہے اُنسے اس عالم مین ویسے ہی افعال نامطلوب سرزد ہوتے ہین اور فزادہم اللہ مرضا سے اسباب کی طرف اشارہ کردیا کہ ان امور کا اصل خالق خدا تعالی ہے گو مجازاً اسورہ یا کسی اور کیطرف بھی اسناد ہوتا ہے اور ولہم عذاب الیم بما کانوا یکذبون سے یہ بات بتلادی کہ بندہ اپنے افعال مین مجبور محض نہین بلکہ اختیار رکھتا ہے کہ جسکی وجہ سے اسکے افعال پر سزا و جزا مرتب ہوتی ہے +

۲ جس طرح اس آیت بما کانوا الخ سے اُن لوگون کے خیال باطل کے رد کی طرف اشارہ ہے کہ جو کہتے ہین کہ یہ عالم محض اتفاقی اور خیالات ہین کسی چیز کی کچھ اصل نہین نہ کوئی کرم (فعل) موثر ہے نہ کوئی عمل آخرت مین نافع ہے نہ مضر جیسا کہ حکما اسوفسطائیہ اور بعض اتفاقیون کا

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ○

اور جب اُن (منافقون) سے کہا جاتا ہے کہ زمین مین فساد نکرو تو کہتے ہین ہم تو اصلاح کرنیوالے ہین - دیکھو وہی (منافق) خرابی کرنیوالے ہین مگر سمجھتے نہین

مذہب ہے اور عیسائی بہی بموجب فتوی پولوس شریعت سے آزاد ہین - اسیطرح فزادہم اللہ مرضًا سے اُس فریق کے خیال باطل کیطرف اشارہ ہے کہ جو افعال یا کرم (ہی) کو مؤثر بالذات جانتے ہین و خدا تعالی کے وجود و قدرت کے منکر ہین جیسا کہ بودہ مہاتما اہل ہند ہین سے اِسکے معتقد ہین

[۳] بما کانوا سے عذاب آخرت کی طرف اشارہ کر دیا تاکہ جو لوگ بطور تناسخ یا بطور ترقی مال جاہ اسی عالم ہین جزا و سزا کے قائل ہین انکا خیال باطل و ہو جائے ف عذاب کو جو کذب سے متعلق کیا اس سے جہوٹ کا حرام ہونا ثابت ہوا پس اسلئے اہل اسلام ہین بالاتفاق جہوٹ بولنا حرام قرار دیا گیا - یہ وہ فعل ہے کہ جسکی قبح پر اکثر بنی آدم متفق ہین + اب اگلی آیتون مین خدا تعالی اُنکے مرض قلب کو ثابت کرتا ہے کہ وہ بُری باتین کرتے ہین اور اُنکو بہلی سمجہتے ہین جس طرح کوئی مریض کڑوی چیز کو میٹہی یا بالعکس تصور کرتا ہے اور یہ جہل مرکب ہے حکما کے نزدیک یہ مرض لا علاج ہے پس فرماتا ہے +

ترکیب

اِذا حرف شرط قیل فعل مجہول لہم متعلق قیل کے لا تفسدوا فی الارض مفعول مالم یسم فاعلہ ہوا قیل کا یہ دونون ملکر شرط ہوئے اور قالوا فعل انما نحن مصلحون جملہ اسکا مفعول فعل اپنے فاعل ضمیر ہم اور مفعول سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر جواب ہوا شرط کا شرط و جزا ملکر جملہ شرطیہ ہوکر معطوف ہوا یکذبون یا یقول پر ۔ اِنّ مشبہ بفعل ہم اسکا اسم اور ہم المفسدون مبتدا خبر جملہ بنکر اسکی خبر ۔ ولکن کلمۂ استدراک ہے کا مابعد لایشعرون جملہ استدراکیہ - اَلا حرف تنبیہ جو صدر جملہ پر تنبیہ مخاطب کیلئے آتا ہے - یہ جملہ خبریہ مستانفہ ہے جواب مین اُنکے قول کے +

تفسیر

یعنے مرض قلب انپر یہانتک غالب آ گیا ہے کہ اُنکو نیک و بد مین بہی تمیز نہین رہی کیسلئے کہ جب کوئی مومن یا رسول یا خود خدا تعالی اُنسے یہہ فرماتا ہے کہ تم ملک مین فساد نہ ڈالو یعنی گناہ اور چغلخوری و غمازی نہ کیا کرو تو اُنکے جواب مین کہتے ہین کہ ہم تو بہلائی کرتے ہین وہ اس غمازی و گناہ کو بہلائی سمجہ گئے - خدا فرماتا ہے دیکہو یہی لوگ مفسد ہین مگر بے شعور ہین کہ اُنکو اپنے فساد اور صلاح مین تمیز نہین معاذ اللہ جب انسان اپنے عیب کو عیب نہین سمجہتا تو بڑی خرابی مین پڑتا ہے اور صدہا آدمی دنیا مین ایسے اندہے ہین کہ اُنکو حقیقت امر معلوم نہین ہے چشم باز و گوش باز و این ذکا + خیرہ ام در چشم بندی خدا + ایک عالم اس جہل مرکب مین گرفتار ہے کوئی خدا کا تقرب سمجہکر بتون کو پوجتا ہے کوئی توحید سمجہکر تثلیث کی دلدل مین گرفتار ہے کوئی بامید سلطنت آگ کی دہونی رما سے بیٹہا ہے کوئی کسی ہوس خام کو دل مین پختہ کرکے دریا کے کنارے آسن لگائے بیٹہا ہے ہزارون لوگ گنگا مین غوطہ لگا کر گناہون سے پاکی سمجہکر دور

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ ۭ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ ۝

اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ اور لوگون کیطرح تم بہی ایمان لاؤ تو کہتے ہین کیا ہم بیوقوفون کی طرح ایمان لاوین دیکہو یہی لوگ بیوقوف ہین لیکن جانتے نہین ✤

دراز سے آتے اور مشقت اُٹہاتے ہین۔ اہل دنیا شب و روز لین دین بیع و شرا مین غرق ہین نہ مرنے کی مہلت نہ جینے کی فرصت۔ صد ہا دنیا پرست حکام کی خوشامد اور ترقی مناصب مین شب و روز گرم اور اسی کو فوز کبیر اور مقصود اصلی سمجہتے ہین الغرض ہر کس بخیال خویش خبطے دارد لیکن جب اس طرف سے آنکہ بند ہوگی اور اس عالم کی چیزین دکہائی دینگی تو حسرت و افسوس ہوگا اللہم ارنا حقائق الاشیاء کما ہی ✤

متعلقات

فساد کسی شے کا اعتدال سے باہر ہونا اور جو نفع کہ اس سے مقصود ہے اُسکے قابل نہ رہنا اسکی نقیض صلاح ہے یعنی جس طرح فساد مین بگڑنا ہے ویسا ہی صلاح کے معنی مین سنورنا معتبر ہے۔ اس جگہہ فساد سے مراد بقول ابن عباسؓ و حسن و قتادہ معاصی ہین کیونکہ جب دنیا مین گناہگاری چوری قتل زنا فتنہ انگیزی شرک و کفر کی اشاعت ہوتی ہے تو انتظام عالم مین خلل آجاتا ہے اور قیل کا فاعل یعنے کہنے والے اس جگہہ مؤمن یا خدا تعالےٰ ہے نہ کفار و اشرار ✤

نکات

جسطرح کہ منافقین نے بزعم فاسد اپنے فساد کو صلاح بنایا اور انما نحن مصلحون مین صلاح کا انحصار اپنے ہی نفس پر کیا تہا اسی طرح اُسکے رد مین لفظ الا اور انہم ہم المفسدون کلمہ انحصار فرمایا کہ بلا شک یہی مفسد ہین تاکہ کلام مقتضی حال کے مطابق ہوجاے۔ یہ اُن منافقون کی دوسری حرکت ناشایستہ تہی اب تیسری حرکت ناشایستہ پیش کرکے ✤

ترکیب

اذا حرف شرط قیل فعل مجہول قول اسکا مفعول مالم یسم فاعلہ محذوف اور لہم متعلق ہے قیل کے اور آمنوا فعل با فاعل اُسکی تفسیر کما آمن الناس بتاویل آمنوا ایمانا مثل ایمان الناس مصدر محذوف کی صفت قالوا فعل با فاعل اور انؤمن الخ جملہ اسکا مفعول جواب ہوا شرط کا الا حرف تنبیہ انہم الخ اسم و خبر ان کی ہوکر جملہ خبریہ مستانفہ ہوا اور ولکن حرف استدراک لا یعلمون جملہ استدراکیہ ✤

تفسیر

یعنے جب ناصح اُنسے یہ کہتا ہے کہ ایمان حقیقی لاؤ کہ جس سے ترک فتنہ و فساد اور نفرت دنیا اور اعراض از لذائذ فانیہ حاصل ہوا ور مردان خدا کے

ف بعض جو تفسیر القرآن کے صفحہ ۲۲ مین نیچریہ مفسر کہتے ہین (قولہ و اذا قیل لہم ان آیتون مین اُس گفتگو کا اشارہ ہے جو منافق اور کافر آپسمین کرتے تہے یعنی کافر سمجہتے تہے کہ منافقون کا اسطرح ظاہر مین اپنے تئین مسلمان جتانا فساد ڈالتا ہے تو وہ اُنسے کہتے تہے کہ تم فساد مت ڈالو اور اپنے تئین مسلمان مت جتلاؤ یا جس طرح اور لوگ سچ مچ مسلمان ہوگئے ہین تم بہی ہوجاؤ الخ) سراسر غلط ہے چند وجہ اول تو یون کہ کافر منافقون کے اس بیان کو فساد نہین سمجہتے تہے بلکہ عین صلاح کہ مسلمانون سے فریب کرکے اُنکے راز ہاتھ لگتے ہین دوم اُنکے قول کی تصدیق کلام الٰہی مین نا اُنکی عظمت پر دال ہے حالانکہ یہ خلاف مقصود ہے۔ سوم کافر کبہی یہ ہرگز مرضی نہ تہی کہ تم سچ مچ کے مسلمان ہوجاؤ۔ علاوہ اسکے کوئی مفسر اسکا قائل نہین بلکہ تفسیر کبیر مین یون لکہا ہے قولہ و ہذا ... ولا یجوزان یکون القائل لہم ... الا بعض بالدین و النصیحۃ الخ خلاصہ یہ کہ جب اسقدر وقوف تہا تو تفسیر لکہنے کی کیا ضرورت تہی

ایمان کی مثل ہوکر جو نفع و نقصان دنیا کو آخرت کے مقابلہ مین کچھہ بھی نہین جانتے اس عالم کو فانی سمجھکر عالم باقی کے لئے جان و مال صرف کرنے مین کچھہ دریغ نہین کرتے اور درحقیقت یہی آدمی ہین ورنہ جو لوگ کہ عالم باقی کے مقابلہ مین ان چند روزہ نعمتون پر مفتون ہین مجنون ہین پس اسکے جواب مین وہ منافق کہتے ہین کیا ہم بیوقوفون کی مانند ایمان لائین خیالی جنت و دوزخ کے لئے مطالب و مقاصد دنیا چھوڑ بیٹھین ۹ میان دنیا دین سے مقدم ہے عالم آخرت اور وہان کے نعماء کس نے دیکھے ہین جسکو یہان عیش و آرام ہے اسکو ہر جگہ آرام ہے جسطرح ہو سکے دنیا ہاتھہ آوے ؎ خرس باش و خوک باش و یا سگ مردار باش + ہرچہ باشی باش عرفی اندکے زردار باش اور کسی نے کہا ہے ؎ ہمکو معلوم ہے جنت کی حقیقت واعظ + دل کے بہلانے کو لیکن یہ خیال اچھا ہے + یہ لطف زندگانی اور یہ مزے اور یہ جلسے کون چھوڑے ہے + آدھا بہ نقد کو کون ہاتھہ سے دے ہے اور کیا ہم اُن لوگون کی مانند ہو جاوین کہ جو دنیا اور ہر طرح کی عیش چھوڑ کر شب و روز خدا کی یاد مین مشغول ہین اپنے منافع پر بھی نظر نہین کرتے مناسب کہ دنیا سازی کی جاوے اگر ان مسلمانون کا دور دورا رہا تو انکے یار بنے رہے اور در پردہ مخالفون سے بھی سازش رہی کیونکہ اگر انکا وقت آئیگا تو بھی ہمارا مدعا ہاتھہ سے نجائیگا۔ ایک طرف ہو جانا عقلمندون کا کام نہین اسکے جواب مین خدا تعالی فرماتا ہے خبردار یہی لوگ احمق اور بیوقوف ہین کیونکہ ہر روز اپنی آنکھون سے دیکھتے ہین کہ کیسے کیسے نوجوان حسین اور کیسے کیسے باقبال اور ذی اقتدار اور کیسے کیسے بادشاہ ہفت کشور اور کیسے کیسے عیش و آرام اٹھانیوالے ہزارون من مٹی کے تلے آ دبجاتے ہین ؎ مقدور ہو تو خاک سے پوچھون کہ اے لئیم + تو نے وہ گنجہا ے گرانمایہ کیا کئے + اب نہ انکے وہ سامان عیش ہین نہ وہ اسباب و اجلاس جلسہ مین نہ وہ مال و زر انکے پاس ہے پھر جب آخر کار ایک روز یہ تمام عیش و آرام ہاتھہ سے جاتا ہے (غایۃ الامر دس بیس برس بعد) تو اس چہار روزہ دنیا پر دل لگانا عبث ہے ؎ قائل مین ہون مین تیرے گر اب جیا تو پھر کیا + خنجر تلے کسی نے ٹک دم لیا تو پھر کیا پس اس عالم بقا کے مقابلہ مین کہ جسکا زمانہ غیر متناہی ہے ان لذائذ حسیہ پر مفتون ہونا اور اُس یقینی امر کے لئے کچھہ بندوبست کرنا نہایت حماقت اور بیوقوفی اور بچہ پن کی سفاہت ہے جسطرح نادان بچے ذرا سی مٹھائی سے بہل جاتے اور عمدہ چیز کو ہاتھہ سے دیدیتے ہین اسی طرح یہ لوگ ہین اور جب عالم آخرت حق ہے اور وہان جانا بھی حق ہے اور اسکے ہادی بھی برحق ہین اور انکا وعدہ بھی سچا ہے تو پھر مذبذب رہنا اور بھی حماقت ہے مگر وہ امراض قلب مین گرفتار ہین انکو اس امر کی خبر نہین +

متعلقات

| سفہ | انکا مین عرب بولتے ہین سفہت الریح الشئ اُڑا لیگئی اُس چیز کو ہوا۔ پھر اسکا اطلاق بیوقوفی اور حماقت مین بسبب خفیف ہونے عقل کے آتا ہے۔ سفیہ بروزن فعیل اسم فاعل بمعنی بیوقوف سفہاء اسکی جمع ہے سفاہت کے مقابلہ مین اناءت (کہ جسکو دانائی بھی کہتے ہین) اور حلم آتا ہے جسکے معنی سوچ اور سمجھہ کے ہین +

| الناس | مین لام یا جنس کے لئے ہے جنس سے مراد کامل ہین کیونکہ جنس بولکر فرد کامل مراد لیا جاتا ہے ہمارے محاورہ مین بھی کہتے

وَاِذَا لَقُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاِذَا خَلَوْا اِلٰی شَیٰطِیْنِهِمْ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَکُمْ اِنَّمَا نَحْنُ

اور جب ملتے ہیں ایمان والوں سے تو کہتے ہیں ہم بھی ایمان لائے اور جب تنہائی میں ملتے ہیں اپنے شیاطین (سرداروں) سے تو کہتے ہیں قطعاً ہم تمہارے ساتھ ہیں (مسلمانوں سے)

مُسْتَهْزِءُوْنَ ۝ اَللّٰهُ یَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَیَمُدُّهُمْ فِیْ طُغْیَانِهِمْ یَعْمَهُوْنَ ۝

ہم صرف دل لگی کیا کرتے ہیں۔ اللہ انسے دل لگی کر رہا ہے اور ڈھیل دے رہا ہے انکو انکی سرکشی میں کہ جو اندھے ہو رہے ہیں

کہ فلاں انسان ہے اور فلاں آدمی نہیں یعنی کامل انسان ہے اور کامل آدمی نہیں۔ اور عرب میں بھی اس معنی کے لئے استعمال آیا ہے ایک شاعر کہتا ہے ؎ بلاد بہا کنا وکنا نحبہا ⁂ اذ الناس ناس والزمان زمان ⁂ یعنی ہمارا وطن عمدہ تھا ہم وہاں رہا کرتے اور اس سے محبت رکھتے تھے۔ جبکہ آدمی آدمی تھے اور زمانہ زمانہ تھا یعنی جب اچھا زمانہ اور اچھے لوگ تھے۔ الناس میں تقدیر سے اہل ایمان کو آدمی فرمایا کیونکہ جو ایسے نہیں وہ آدمی نہیں۔ یا لام عہدی ہے جس سے اشخاص معہود مراد ہیں یعنی صحابہ کبار رضی اللہ عنہم ؂

نکات

۱ فساد کے ذکر میں منافقین کو لایشعرون کا لقب دیا اور ایمان نہ لانے کے بارہ میں لایعلمون فرمایا اسمیں یہ نکتہ ہے کہ فساد ایک امر محسوس ہے اور لایشعرون بھی محسوسات میں بولا جاتا ہے بخلاف ایمان کے کہ اسپر مطلع ہونا از قسم علم ہے کہ جو نظر و تامل سے حاصل ہوتا ہے۔ دوم سفہ ایک قسم کا جہل ہے اسکے مقابلہ میں علم کا لانا کمال بلاغت ہے ؂

۲ منافقوں کے قبح بیان کرنے میں ایک اور نکتہ مرعی رکھا ہے وہ یہ کہ لایشعرون اور لایعلمون کے مفعول کو ذکر نکیا تا کہ انکی بے شعوری اور جہالت عام طور پر ثابت ہو جائے یعنی یہ بات نہیں جانتے بلکہ کچھ بھی نہیں جانتے ؂

۳ نصیحت کو پورا کر دیا اول جملہ میں لاتفسدوا اور دوسرے میں اٰمنوا فرمایا کیونکہ نیکی کے دو جز ہیں بُری باتوں سے بچنا اور اچھی باتوں کو عمل میں لانا ؂ اب خدا تعالیٰ انکی چوتھی خصلت نازیبا بیان فرماتا ہے ؂

ترکیب

و حرف عطف کہ جو کلام سابق پر ہے اذا حرف شرط لقوا کہ دراصل لقیوا تھا فعل با فاعل و الذین اٰمنوا موصول و صلہ جملہ اسکا مفعول یہ اپنے فاعل و مفعول سے ملکر شرط ہوا۔ قالوا فعل با فاعل اٰمنا مفعول سب ملکر جواب ہوا شرط کا اور جملہ شرطیہ ہوکر معطوف علیہ ہوا۔ اذا حرف شرط خلوا فعل با فاعل الی شیاطینہم متعلق ہوا خلوا کے یہ سب شرط ہوئی اور قالوا فعل با فاعل انا معکم جملہ اسمیہ اسکا مفعول انما نحن مستہزؤن جملہ اسمیہ اسکی تاکید یا بدل سب ملکر جواب ہوا شرط کا اور جملہ شرطیہ ملکر عطف ہوا پہلے جملہ پر۔ لفظ اللہ مبتدا یستہزئ بہم جملہ اسکی خبر معطوف علیہ و حرف عطف یمدہم جملہ فعلیہ معطوف فی طغیانہم متعلق ہے یمد کے یعمہون جملہ فعلیہ حال ہے یمدہم کی ضمیر ہم مفعول سے

تفسیر

یعنی جب وہ منافق مسلمانون سے ملتے تھے تو اُنکے خوش کرنے کو یہ کہتے کہ ہم بھی ایمان لائے اور پھر جب اپنے سردارون کے پاس جاتے تو نہایت تاکید سے یہ کہتے کہ ہم تمہارے ساتھ ہین ہم تو مسلمانون سے بطور دل لگی کے لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہدیتے ہین وہ بیوقوف سیدھے سادے لوگ ہین ہماری اِس بات کو سچ جانکر ہمین اپنے رازون ور دلی ارادون سے مطلع کرتے اور فوائد مین شریک بنالیتے ہین خدا تعالی فرماتا ہے کہ وہ مسلمانون سے کیا دل لگی اور مسخرہ پن کر رہے ہین خدا تعالی اُنسے دل لگی کر رہا ہے کہ اُنکو سرکشی خراب مین چھوڑ رکھا ہے کہ جس کا نتیجہ دین و دنیا مین خراب اور آخرت مین روح کو سخت عذاب ہے *

متعلقات

| اللہ یستہزئ بہم | استہزا اور مکر اور خداع وغیرہ اوصاف کو جو آیات قرآنیہ مین خدا تعالی کیطرف منسوب کیا گیا ہے تو مجازًا کیا گیا ہے کس لئے کہ یہ اوصاف ذمیمہ ہین اُنسے وہ پاک ہے مگر محاورہ مین ایک فعل پر کسی مناسبت سے دوسرے فعل کا اکثر اطلاق آتا ہے جیسے کہتے ہین جسقدر کوئی تمپر ظلم کرے اُسیقدر تم بھی اُسپر ظلم کرو حالانکہ ظلم کے مقابلہ مین جو کچھ جزا مناسب یجا سے وہ ظلم نہین مگر وہ دونو فعل باہم مناسبت کہتے ہین اسلئے اُسپر بھی ظلم کا اطلاق آیا قال تعالی۔ وجزاء سیئۃ سیئۃ پس وہ لوگ جو دینداروں کے ساتھ مکر اور ہنسی ٹھٹھا کرتے ہین خدا تعالی اُنکو اس فعل بد کی جزا دیتا ہے لیکن اس جزا پر ایک مناسبت سے مکر اور ٹھٹھے کا اطلاق آیا اور خدا تعالی کی طرف منسوب ہوا اور یہ ایک محاورہ کی بات ہے اسپر طعن کرنا سراسر بیوقوفی ہے۔ بعض پادری اور ہندو مسلمانون کو ان آیات سے اُن الزامات کا جواب دیا کرتے ہین کہ جو اُنکی کتب دینیہ سے ثابت ہوتے ہین جنمین خدا تعالی کی ذات مقدس مین جسمانیت اور حدوث اور جہل وغیرہ امور کو ثابت کیا ہے مگر یہ سراسر ناانصافی ہے یا ان آیات کے مطالب سے لاعلمی ہے یا عمدًا کجروی ہے۔

| طغیان | بالضم والکسر ایک جگہ مقرر سے تجاوز کرنا بولتے ہین طغی الماء جبوقت کہ پانی اپنے حد سے تجاوز کرتا اور حد سے بڑھجاتا ہے یہان اس سے مراد سرکشی اور کفر مین حد سے بڑھجانا ہے۔ لفظ شیطان کی تحقیق مقدمہ کتاب مین ہوچکی یہان اس سے مراد کفر کے سردار ہین

| عمہ | اور عمی دونون کے معنی اندھاپن اور نابینائی کے ہین مگر عمی کا اطلاق ظاہری آنکھون کے اندھا ہونے پر اور عمہ کا دل کی آنکھون کے اندھا ہونے پر آتا ہے

نکات

| ۱ | منافقین اپنی چالاکی سے ایماندارون کو اُنکے بھولے پن سے بیوقوف سمجھکر اپنا ایمان جتلانے مین قسم اور کلام مؤکد کی ضرورت نہ سمجھتے تھے سو اُس کو تو خدا نے آمنا کے ساتھ تعبیر کیا اور کفار بالخصوص کفر کے سردار تو بڑے چلتے پرزے اور پہلے درجہ کے ہوشیار تھے وہ بغیر قسم اور کلام مؤکد کے کا ہیکو اعتبار کرتے اسلئے اُنسے انا معکم تاکید کہا اور بجائے کفر کے معیت کو جتلایا *

| ۲ | خدا تعالی کے مقدس لوگون سے ہنسی کرنا خدا تعالی سے ہنسی کرنا ہے۔ اور اُنکا ادب اور اُنسے محبت کرنا خدا تعالی کا ادب اور اُس سے محبت کرنا ہے سو اُنکے جتلانے کو خدا نے یہ فرمایا کہ تم جو میرے بندون سے ہنسی کرتے ہو اُنکی طرف سے مین تمہارے ساتھ ہنسی کرتا ہون

اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰی فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِیْنَ ۝

یہ (منافق) وہ لوگ ہین کہ جنہون نے ہدایت دیکر گمراہی کو خریدا پس کچہہ نفع نہوا آنکی تجارت مین اور نہ وہ تجارت کرنا جانتے سکتے

کہ تم کو گمراہی مین چھوڑ رکہا ہے جسکو تم بہلا سمجہتے ہو اور نتیجہ اُسکا برا ہے ۔

۴۰ اللہ یستہزئ بہم مین لفظ اللہ کو مقدم کرکے یہ بات جتلادی کہ کوئی اور نہین بلکہ خدا تم سے ہنسی کر رہا ہے پھر دیکھو اُسکی ہنسی کیسی ہے جسطرح کوئی بادشاہ اپنے نمک حلال نوکر کیطرف سے اُسکے مخالف کو یون کہے کہ تجہہ سے بادشاہ مقابلہ کر رہا ہے تاکہ اُسکو خوف پیدا ہو اور اپنی حرکت ناشائستہ سے باز آئے ۔ (۴۱) اللہ یستہزئ نہ کہا کہ جو ظاہر مین مطابق تہا مگر اس نکتہ کے لئے یستہزئ جملہ فعلیہ فرمایا کہ تجدد اور حدوث پر دلالت کرے اور وقتاً فوقتاً خدا کیطرف سے مصائب کا نازل ہونا اُنکو معلوم ہو جائے کما قال اولا یرون انہم یفتنون فی کل عام مرۃ او مرتین الآیہ ۔ اب اگلی آیتون مین خدا تعالیٰ منافقون کے اس فعل بد کا نتیجہ بڑے لطف کے ساتہہ بیان فرماتا ہے کہ ان لوگون نے عمر عزیز صرف کرکے کیا حاصل کیا ۔

ترکیب

اولئک مبتدا ، الذین موصول اشتروا الخ جملہ فعلیہ اسکا صلہ مجموعہ ملکر خبر ہوئی ۔ فا تفریعیہ ما حرف نفی ربحت فعل تجارتہم فاعل ۔ مجموعہ جملہ فعلیہ خبریہ معطوف علیہ اور ما کانوا مہتدین جملہ اس پر معطوف ۔

تفسیر

یعنی وہ جو ہر انسان کو خدا کیطرف سے ایک فطری ہدایت ہے (کہ اگر اُسپر کوئی عوارض و موانع پیش نہ آئے تو اُسکی وجہ نیکی اور حیات ابدی کے رستہ پر چل سکے) ان منافقون نے اپنے اندر اخلاق رذیلہ اور ملکات فاسدہ پیدا کرکے اُس نور فطرت کو بجہا دیا (جسکو خدا تعالیٰ نے ہدایت کے بالعوض گمراہی خریدنے کے ساتہہ تعبیر کیا ہے) ان لوگون نے اپنے نزدیک بڑی عمدہ اور نفع دینے والی تجارت کی تہی کہ منہ سے کلمہ توحید کہدیا اور اُسکی بدولت منافع دنیا کو حاصل کیا خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس تجارت مین نفع نہوا کیونکہ عمر عزیز اور نور فطرت کہ جسکی کوئی قیمت نہین اُسکو صرف کرکے دنیا چند روزہ اور شہوات نفسانیہ حاصل کرنا ڈر بے بہا دیکر مٹی کا کہلونا لینا ہے جیسا کہ احمق اور لڑکے کرتے ہین سو آئے تہے کس کام کو کیا کر چلے ۔ تہمت چند اپنے ذمہ دھر چلے ۔ اور نہ سرے سے ان لوگون کو تجارت کرنی آئی کیونکہ تجارت یہ تہی کہ اپنی جان و مال کو خدا کی راہ مین صرف کرکے حیات ابدی حاصل کرتے جیسا کہ وہ خود تلقین فرماتا ہے ۔ کہ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰی تِجَارَةٍ تُنْجِیْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ ۝ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ الآیات اہل فطرت سلیمہ کو بہی یہ یاد کیا

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا فَلَمَّا أَضَاءَتْ مَا حَوْلَهُ ذَهَبَ اللَّهُ

انکی مثل اس شخص کی سی ہے کہ جسنے آگ سلگائی پس جب اسکے آس پاس روشنی ہو گئی تو خدا نے انکی روشنی

بِنُورِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِي ظُلُمَاتٍ لَا يُبْصِرُونَ ۝ صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ ۝

بجھا دی اور انکو اندھیریوں میں چھوڑ دیا کہ کسیطرح نہیں دیکھتے (وہ) گونگے ہیں بہرے ہیں اندھے ہیں پس کسیطرح راہ پر آوینگے

اور نفع بھی نہ ملا اب خدا تعالیٰ انکی حالت کو اور زیادہ تشریح سے بیان فرماتا ہے ۔

ترکیب

مثلهم مبتدا رکمثل الخ موصول وصلہ سے ملکر اسکی خبر کاف بمعنی مثل ہے اور ممکن ہے کہ محذوف کے متعلق ہو ۔ لما حرف شرط اضاءت فعل نارا اسکا فاعل ما حولہ ای حول المستوقد اسکا مفعول ممکن ہے کہ اضاءت لازمی ہو پھر ما اسکا فاعل قرار دیا جاوے اور تانیث اضاءت کی بلحاظ معنی ما ہو کہ جس سے مراد اشیا یا اماکن ہیں اس تقدیر پر ما ظرف ہوگا ۔ لفظ ما کی تین صورت ہیں ایک بمعنی الذی دوم نکرہ موصوفہ ای مکانا حولہ سوم زائدہ ۔ ذہب فعل اللہ فاعل بنورہم بواسطہ باے تعدیہ مفعول وہم ضمیر جمع راجع ہے طرف الذی کے کہ جو بمعنی جمع ہے یہ سب جملہ معطوف علیہ وترکہم فعل با فاعل مفعول اول فی ظلمات مفعول ثانی کیونکہ ترک متضمن معنی صیر ہے لا یبصرون جملہ فعلیہ حال ہے ہم مفعول سے یہ سب جملہ معطوف ہوا معطوف علیہ معطوف ملکر جواب ہوا لما کا صم الخ خبر مبتدا محذوف کی جو ہم ہے فہم مبتدا لا یرجعون خبر جملہ

تفسیر

یعنی ان منافقوں کی مثال ایسی ہے کہ جیسا کسی نے آگ جلائی اور جب اسکی روشنی چمکی تو جب ہی گل ہوگئی اور وہ شخص ہکا بکا حیران پریشان رہگیا اسی طرح انکا حال ہے کہ ان کا وہ نور فطرت (کہ جو خدا نے ہر انسان میں ودیعت کیا ہے) ذرا چمکا تھا یعنی ہر خیر و شر کے پہچاننے اور سعادت و شقاوت پر مطلع ہونے کا وقت آیا تھا تو توفیق خدا نے اسکو بجھا دیا یعنے انکے نفاق اور تعصب و عناد اور حب جاہ و مال کے اندھیا و ظلمت خیز نے اس چراغ فطرت کو بالکل گل کر دیا پس اب یہ بہرے ہیں کسی ہادی کی بات نہیں سن سکتے اور گونگے بھی ہیں کہ اپنی بیماری دل کو حکیم روحانی سے بیان کر کے علاج پذیر بھی نہیں ہو سکتے اور خود اندھے بھی ہیں کہ از خود خدا کے آثار قدرت دیکھکر راہ پر نہیں آسکتے جب یہ ہے تو اب انکے ہدایت پر آنے کی کوئی صورت نہیں ۔ یا یوں کہو کہ انہوں نے آگ جلائی اور ارد گرد روشنی ہوئی یعنی دنیا میں کلمۂ توحید کو اڑ بنا کر غنائم اور حفظ جان و مال وغیرہ فوائد حاصل کئے مگر مرتے ہی یہ چراغ فوائد گل ہوگیا تو جہوٹا دبدبہ زنی اور جہل مرکب و قبر کی اندھیریوں میں تنہا رہگئے اب وہاں کتاب حسنات کا کوئی ذریعہ نہ وہاں سے رجوع کر کے پھر دنیا میں آسکتے ہیں ۔

متعلقات

مثلہم مثل لغت میں بمعنی مثل و مانند بولتے ہیں مثل و مثل و مثیل جیسا کہ شبہ و شبہ و شبیہ ایک ہی معنی کے لئے آتا ہے پھر

مثل اُس کہاوت مشہور کو کہنے لگے کہ جسمین کسی غرابت (عمدگی) کی وجہ سے موقع بیان کو اصلی حال کے ساتھ تشبیہ دینا منظور ہو۔ جسطرح ہمارے محاورے مین جہان کوئی برعکس معاملہ ظہور مین آتا ہے تو یہ مثل کہتے ہین بیل نہ کودا کودی گون یہ تماشا دیکھے کون یعنے جسکا حق کرنے کا تھا اُسنے یہ کام نہ کیا۔ اب اس موقع کو اُس اصلی حال کے ساتھ کہ جہان گون کودنا فرض کیا گیا ہے تشبیہ دی گئی ہے۔ اور مثل میں شرط یہ ہے کہ کوئی نادر بات ہو اسلئے اصل کلام کو نہین بدلتے ✤

تشبیہ اور مثل مین علماء بلاغت کے نزدیک یہ فرق ہے کہ مثل کلام مرکب ہوتا ہے اور تشبیہ مفرد کو شامل ہے جیساکہ زید کو شیر کہا جاوے امثال کے بیان کرنے سے دل مین معانی کا عمدہ طور پر جما دینا ہوتا ہے کیونکہ ایک خیالی اور معنوی بات کو محسوس بنا کر کہا یا جاتا ہے دیکھیئے اگر کسیکا ضعف یون سے بیان کیا جاوے تو وہ اسقدر موثر نہیں ہوتا جسقدر کہ اُسکو مکڑی کے جالے کے ساتھ تشبیہ دیکر بیان کرنے سے ہوتا ہے اور اسی رمز کے لئے حکماء اور خطباء اپنے کلام میں اکثر مثال لاتے ہیں اور اسی غرض سے کلام الٰہی مین بھی اسکا اکثر استعمال ہوا ہے اینک بائیبل میں بھی بیشمار امثال ہیں قرآن میں بھی ہیں ✤

نار | آگ کو کہتے ہیں اور نور اسی سے مشتق ہے جسکے معنی روشنی کے ہیں (ظلمات) ظلمت کی جمع ہے کہ جسکے معنی اندھیرا ہے۔ اور چونکہ نار کو نور لازم ہے اسلئے ایک کا دوسرے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے ✤

نکات

| ۱ | استوقد نارًا کے بعد جواب شرط مین ذہب اللہ بنورہم فرمانا اور نارہم نہ کہنا یہ بات بتلا دینا ہے کہ آگ جلانے سے اُنکا مقصود روشنی ہی اُس مقصود کو خدا نے فوت کر دیا۔ انتفاء لازم سے انتفاء ملزوم کو خوب ثابت کر دیا۔ اور ذہب کو با کے ساتھ متعدی کیا نہ کہ ہمزہ کے ساتھ تاکہ اُسکے بالکل بجھ جانے پر دلالت کرے کہتے ہیں ذہب السلطان بمالہ جبکہ بالکل کچھ نہ چھوڑے اور اسی لئے ضوء کو ذکر نہ کیا کیونکہ اگر ذہب اللہ بضوءہم کہتے تو احتمال تھا کہ اصل نور باقی رہگیا ضوء جاتی رہی ہو ✤

| ۲ | مثال میں نور کے گم ہونے کو خدا تعالیٰ کیطرف منسوب کیا (ذہب اللہ بنورہم یعنی خدا نے ان آگ جلانیوالوں کی آگ بجھا دی حالانکہ اسی موقع پر آگ یا چراغ جو بجھ جاتا ہے تو خود بخود یا ہوا سے بجھتا ہے) اسمیں یہ باریک نکتہ ہے کہ دنیا میں جسقدر چیزیں اپنے اسباب و علل پر مرتب ہوتی ہیں جنکی آنکھ میں نور حقیقی نہیں وہ تو اس چیز کا سرزد ہونا اُسی سبب و علت سے جانتے اور اُسی کو فاعل حقیقی یا موجد سمجھتے ہیں مگر جنکو چشم بصیرت عطا ہے وہ اپنی نظر کو قاصر نہین کرتے بلکہ جسپر ان اسباب و علل کا سلسلہ تمام ہوتا ہے یعنی جو ان اسباب و علتون کا پیدا کرنیوالا اور ان سب کی علت ہے اُسکی طرف نظر ڈالتے اور ان درمیانی اسباب و علل کو واسطہ محض جانکر اُس فعل کو اس مسبب الاسباب کیطرف منسوب کر دیتے ہیں پس اس سر بتلانے کے لئے خدا نے ذہب اللہ بنورہم فرمایا اور اسی طرح دیگر مقامات میں ان افعال کو جو بظاہری اور فاعل سے سرزد ہوئے ہیں اپنی طرف منسوب کیا ہے منجملہ اُنکے وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمٰی ہے کیا خوب کہا ہے کسی

أَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَاءِ فِيهِ ظُلُمَاتٌ وَرَعْدٌ وَبَرْقٌ يَجْعَلُونَ أَصَابِعَهُمْ فِي

یا (انکی مثال اُن لوگون کی سی ہے کہ جنپر) آسمان سے مینہ برسا کہ جسمین اندھیریان اور کڑک اور بجلی ہے بجلی کی کڑک سے موت کے ڈر سے

آذَانِهِم مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ ۚ وَاللَّهُ مُحِيطٌ بِالْكَافِرِينَ

اپنے کانون مین انگلیان کرتے ہین اور خدا کافرون کو گھیرے ہوئے ہے۔

عارف نے ۵ گر گزندت رسد ز خلق مرنج ❊ کہ نہ راحت رسد ز خلق نہ رنج ❊ از خدا دان خلاف دشمن و دوست ❊ کہ دل ہر دو در تصرف اوست ❊ گرچہ تیر از کمان ہمی گذرد ❊ از کماندار بیند اہل خرد ❊ ف بعض مفسرین یہ کہتے ہین کہ ذہب اللہ الخ الگ جملہ ہے مثال اس سے اول تمام ہو چکی یہ جملہ صرف منافقون کی حالت بیان کرنے کے لیے آیا ہے۔ اب خدا تعالی ان منافقون کے لیے ایک اور مثال بیان کرتا ہے تاکہ اس حال کی اور بھی وضاحت اور توضیح قباحت ہو جاوے پس فرماتا ہے۔

ترکیب

مثلہم مبتدا محذوف کصیب اسکی خبر۔ تقدیر کلام یون ہے۔ او مثلہم کمثل اصحاب صیب۔ عطف جملہ کا پہلے جملہ پر ہوا اور یہ کاف موضع رفع مین ہے۔ من السما کائن کے متعلق ہو کر صیب کی صفت۔ ظلمات و رعد و برق بواو عاطفہ مبتدا مؤخر فیہ خبر مقدم اور ضمیر فیہ کی راجع ہے صیب کیطرف یہ جملہ صیب کی صفت ہوا یجعلون فعل با فاعل اصابعہم مفعول فی آذانہم ظرف اصابع من الصواعق متعلق یجعلون کے۔ حذر الموت مفعول لہ ہے یجعلون کا۔ یہ جملہ مستانفہ ہے جو انکا حال ظاہر کرتا ہے اور ممکن ہے کہ حال ہو ضمیر فیہ سے۔ اللہ مبتدا محیط بالکافرین۔ خبر جملہ معترضہ ہے۔ محیط اصل مین محوط تھا حا طحوط سے کسرہ واو حا کیطرف نقل ہوا تو واو یا بنگیا ❊

تفسیر

یعنی ان منافق لوگونکی یا اُن لوگونکی مثال ہے کہ جو بارش سے ڈر کر (کہ جس مین سراسر نفع ہے گو بظاہر بجلی اور کڑک اور بادلون و بارش اور رات کی اندھیریان بھی ہین) کسی قحط سالی کی جگہ چلے جاوین اور اس ظاہری تکلیف کو اصلی فائدہ کے مقابلہ مین لحاظ کرین پس اسی طرح یہ لوگ ہین کہ قرآن سے کہ جو آسمانی بلکہ روحانی پانی اور روح کی تر و تازہ کرنے والی بارش ہے اُسکے اوامر و نواہی و عبادات و احکام کی مشقتون سے ڈر کر کفر کے گھر مین اور نفاق کی اندھیری کوٹھری مین چھپنا چاہتے ہین اور قرآن کی نفس کش باتون سے کہ جو کڑک کے مشابہ ہین اور اُسکی قدرتی اور روحانی روشنی سے کہ جو برق کی مانند ہے ڈرتے اور اُسکو موت کا باعث خیال کر کے نفاق اور غفلت کی انگلیان اپنے کانون مین ڈالتے ہین تاکہ یہ آواز کان مین نہ پڑے اور اس سے مر نہ جائین اور یہ موت نفس امارہ نہ موت روح بلکہ اُسکے لیے تو زمین کے سبزہ کیطرح تازگی اور حیات ابدی ہے اور جو موت بھی ہو تو خدا سے کیونکر بھاگ سکتے ہین اُسکے احاطۂ قدرت سے

کوئی باہر نہین اور بالخصوص ان کفار کو تو وہ ہر طرف سے گھیرے ہوے ہے۔ پھر یہ حرکت سراسر حماقت اور نہایت درجہ کی سفاہت ہے

متعلقات

او اصل مین شک کے لیئے وضع کیا گیا ہے کہ جہان دو باتون مین شک کے طور پر برابری ہو وہان اسکا استعمال ہوتا تھا پھر اسکا مطلقاً دو چیزون کی برابری بیان کرنے مین استعمال ہونے لگا کہ جہان شک مقصود نہین جیسا کہ بولتے ہین جالس الحسن او ابن سیرین کہ خواہ تو حسن کے پاس بیٹھ جا یا ابن سیرین کے پاس یعنی دونون کے پاس بیٹھنا برابر ہے اس مقام پر بھی یہ کلمہ اسی معنی مین مستعمل ہوا ہے کہ منافقون کو خواہ آگ جلانے والون سے تشبیہ دو خواہ مینہ سے بھاگنے والون سے دونون برابر ہین +

صیب فیعل کے وزن پر صوب بمعنی نزول سے مشتق ہے جسکے معنی بارش اور بادل ہین مگر یہان مراد بارش ہے +

السماء چند معانی مین مستعمل ہوتا ہے اُفق کو بھی کہتے ہین اور بادل کو بھی اور آسمان کو بھی اصل مین سماء کا اطلاق اوپر والی چیز پر ہوتا ہے خواہ وہ بادل ہو خواہ آسمان۔ اس جگہ بادل مراد ہے کیونکہ بارش وہین سے نازل ہوتی ہے اور آسمان مراد لینا بھی ممکن ہے

رعد اُس آواز یا گرج کو کہتے ہین کہ جو باہم بادلون کی رگڑ سے پیدا ہوتی ہے جب کہ وہ ہوا سے چلتے ہین +

برق وہ چمک اور روشنی ہے کہ جو بادلون کی رگڑ سے پیدا ہوتی ہے جسکو بجلی کہتے ہین۔ حکما کہتے ہین کہ قوای فلکیہ جب عناصر مین تسخین و تبخیر کرتے ہین تو عناصر باہم مخلوط ہو جاتے ہین پھر اُنسے گوناگون مخلوقات پیدا ہوتی ہے چنانچہ جب آفتاب کی گرمی پانی اور زمین پر پڑتی ہے تو دریا سے ابخرہ اور زمین سے دہوان سا اُٹھکر آسمان کیطرف جاتا ہے پس دہوان کبھی کرہ ہوا سے بھی گذر جاتا اور کرۂ آتش تک پہنچتا ہے تو اُسمین آگ لگ اُٹھتی ہے پس وہ شعلہ ہو کر کبھی تو رات کو دُمدار ستارہ سا نظر آتا ہے اور کبھی نیزہ اور کبھی کوئی اور جانور یا درخت کی صورت مین دکہائی دیتا ہے پس اگر وہ قدر قلیل ہے تو جلد جلکر تمام ہو جاتا ہے اور جو مادہ زیادہ ہے تو مدت تک دکہائی دیتا ہے اور اُسکی راکھ بھی بسا اوقات جھڑتی ہوئی لوگون نے دیکھی ہے اور کبھی اس ہوا مین شعلہ نہین پیدا ہوتا تو آسمان و زمین کے درمیان ایک عجیب سرخی نمودار ہوتی ہے اور بخارات جو پانی سے اُٹھتے ہین تو کبھی وہ لطیف ہوتے ہین اور اسقدر اونچے جاتے ہین کہ جہانتک زمین کی گرمی نہین پہنچتی[1] پس وہان کی سردی سے وہ بخارات منجمد ہو جاتے ہین اور اُنکو ابر یا بادل کہتے ہین اور اُنمین سے جو قطرات ٹپکتے ہین اُنکو بارش کہتے ہین۔ اور جب کبھی وہ قطرات برودت کی وجہ آتے ہوے منجمد ہو کر گرتے ہین تو اُنکو اولے کہتے ہین یا یون کہو کہ اگر سخت سردی (مجتمع ہونے کے بعد) ان بخارات پر پڑتی ہے تو وہ برف بنکر زمین پر گرنے لگتے ہین اور جو پہلے ہی سے سخت ٹھنڈک پہنچتی ہے تو اولے بنکر گرتے ہین۔ اور کبھی وہ بخارات طبقہ زمہریریہ تک نہین پہنچتے بلکہ نیچے ہی کسی جگہ سردی مین برودت کی وجہ سے بادل بنجاتے ہین جیسا کہ لوگون نے بلند پہاڑون پر دیکھا ہے کہ نیچے بخارات سے بادل بنا اور برسنے لگا۔ اور جب وہ ابخرے بہت ہی کم ہوتے ہین تو شب کی سردی سے شبنم بنکر ٹپکتے ہین۔ اور جب ان بخارات کے ساتھ زمین سے دہوان بھی ملکر اوپر چڑہتا ہے

[1] یہ ہوا وہ طبقہ ہے کہ جو نہایت ٹھنڈا ہے جہان نہ زمین کی گرمی پہنچتی ہے نہ کرۂ آتش کی حرارت اثر کرتی ہے ۱۲ منہ

يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ أَبْصَارَهُمْ ۖ كُلَّمَا أَضَاءَ لَهُم مَّشَوْا فِيهِ وَإِذَا أَظْلَمَ عَلَيْهِمْ

بجلی اُنکی بینائی کو اُچکے لیتی ہے جب اُنکو روشنی معلوم ہوتی ہے تو اُسمیں چلنے لگتے ہیں اور جب اُنپر اندھیرا چھا جاتا ہے تو ٹھہر جاتے ہیں

قَامُوا ۚ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَأَبْصَارِهِمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ○

اور اگر خدا چاہے تو اُنکی شنوائی اور بینائی کو کھووے بیشک اللہ ہر بات پر قادر ہے۔

اور طبقۂ زمہریر میں بخارات تو سردی کی وجہ سے جم کر بادل ہو جاتے ہیں اور وہ دہوان بنی حرارت کے اوپر یا نیچے بادل کو توڑ کر جانا چاہتا ہے تو ایک سخت آواز پیدا ہوتی ہے کہ جسکو رعد کہتے ہیں یعنی گرج اور کڑک اور جو اس ہوے میں دہنیت (چکنائی) کی وجہ سے اس حرکت عنیفہ سے نکلتا ہے پس اگر وہ لطیف ہے تو اُسکو برق[1] کہتے ہیں یعنی بجلی اور جو کثیف ہے تو اُسکو صاعقہ کہتے ہیں جسکی جمع صواعق آتی ہے۔ یعنی وہ بجلی کہ جو زمین پر گرتی اور آدمی کیا بلکہ درختوں کو بھی جلاتی اور پہاڑوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتی ہے اور اسی طرح زلزلہ اور چشموں کے جاری ہونے اور پہاڑوں میں سے آگ نکلنے اور دیگر عجائبات قدرت کے اسباب بھی بیان کرتے ہیں +
لیکن غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان چیزوں کے پیدا ہونے کے یہی اسباب نہیں بلکہ انکے ساتھ اور بھی اسباب و علل ہیں اور وہ یہ کہ خدا کی طرف سے کہ جو سب اسباب و علل کا پیدا کرنیوالا ہے اُسنے ان مواد اور صورتوں پر ارواح مدبرہ موکل کر رکھی ہیں کہ جنکو زبان شرع میں ملائکہ کہتے ہیں پس اُنکے ارادہ اور اختیار سے یہ چیزیں پیدا ہوتی ہیں ورنہ صدہا بار ایسے بخارات اور دخنہ اُٹھتے ہیں پھر کیا وجہ ہے کہ یہ چیزیں پیدا نہیں ہوتیں؟ پس وہ جو حدیث میں آیا ہے کہ ملائکہ بادلوں کو کھینچتے ہیں اور رعد فرشتہ کا کوڑا ہے اُن سے یہی مراد ہے پس جو عقل کہ نور الہام سے منور نہیں وہ تو انہیں اسباب ظاہرہ تک پہنچکر رہجاتی ہے اور اسی لیے سیکڑوں کم عقل خدا کے منکر ہو کر دہریہ ہو گئے مگر عقل الہامی ان اسباب و علل کا سلسلہ جناب باری تک پہنچا کر ہر ایک چیز کو اُسکی ید قدرت جانتی اور پھر ان عجائبات قدرت سے اُسکی عظمت و جلال پر ایمان لاتی ہے انبیاء اور حکماء میں یہی فرق ہے اب اس آیت میں خدا تعالیٰ اس مثال کی اور زیادہ تشریح کرتا ہے +

ترکیب

یکاد فعل البرق اسم یکاد یخطف ابصارہم جملہ فعلیہ اسکی خبر یکاد اپنے اسم و خبر سے ملکر جملہ مستانفہ ہوا گویا کوئی پوچھتا تھا کہ اس کڑک میں اُنکا کیا حال ہے؟ فرمایا کہ گویا بجلی کی چمک سے اندھے ہی ہو جاوینگے۔ کلما کلمہ شرط اضاءلہم بمعنی لمع لہم شرط مشوا فیہ جملہ جواب شرط فیہ ای فی ضوء البرق یہ جملہ بھی مستانفہ ہے گویا کوئی سوال کرتا تھا کہ اس چمکنے اور تھم جانے میں وہ کیا کرتے ہیں؟ فرمایا ذرا روشنی ہوئی

[1] ممکن ہے کہ برق اور رعد اور صاعقہ اسوجہ سے بھی ہوتی ہو اور باہم بادلوں کی باہمی سخت رگڑ سے بھی ۱۲ منہ سلمہ بعض حمقا نے جو علم طبعیات کے دو چار رسالے پڑھ لئے ہیں یہ کہا کہ خدا کی کیا ضرورت ہے اگر توپ کے ہزار دو ہزار فیر کر دیے جاویں تو دہویں کا بادل بنکر برسنے لگے چنانچہ امریکہ میں فلانے نے ایسا کیا اور بچہ ہونے کے لیے فلان مسٹر نے ایک آلہ ایسا تیار کیا ہے اگر اسمیں منی ڈالدیجاتی ہے تو بچہ بنجاتا ہے الخ افسوس کہ یورپ کی روشنی نے ان حمقا کو اور بھی اندھا کر دیا ۱۲ منہ +

تو چل پڑے ورنہ وہیں کھڑے رہے۔ اذا کلمہ شرط اظلم علیہم جملہ شرط قاموا جملہ فعلیہ جواب شرط۔ لو حرف شرط شاء فعل اللہ فاعل لذہب الخ جملہ اسکا جواب اور مفعول شاء کا ان یذہب بسمعہم محذوف کیلئے کہ جواب اسپر دلالت کرتا ہے ان مشبہ بفعل اللہ اسکا اسم اور علی کل شیء قدیر اسکی خبر

تفسیر

یعنے جسطرح بارش میں بجلی کی چمک سے آنکھیں چوندہیا ہیں اور بند ہوتی جاتی ہیں اور جب بجلی کی چمک ہوتی ہے تو انسان چلنے لگتا ہے ورنہ خوف راہ سے اندہیرے میں ٹھر جاتا ہے یہی حال ان منافقوں کا برق ایمان اور نور قرآن سے ہے کہ انکی آنکھیں خیرہ اور چوندہیا جاتی ہیں اور اس روشنی حق کے دیکھنے کی تاب نہیں لاسکتی ہیں۔ جب اسلام کی بجلی چمکتی ہے تو چلتے ہیں یعنی جب فوائد ظاہریہ غنیمت وغیرہا پیش آتے ہیں تو راہ اسلام پہ چلنے لگتے ہیں ورنہ پھر اپنی جبلی کجروی سے رک جاتے ہیں۔ یا یوں کہو کہ جب آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزات وآیات بینات کی برق چمکتی ہے تو اسوقت اضطرارًا دل سے تصدیق کرلیتے ہیں ورنہ پھر تاریکی شکوک وشبہات میں آکر رک جاتے ہیں اور برق قرآن کی روشنی سے آنکھیں بند کرنا بیفائدہ ہے اول تو اس سے بصیرت دور نہیں ہوتی اور جو خدا چاہے تو انکو یوں بھی اندھا اور بہرا کرسکتا ہے کیونکہ وہ ہر بات پر قادر ہے۔

نکات

۱ لفظ لو سے یہ بات ثابت کردی کہ ہرچند انسان کے آلات ادراک خدا تعالی کی طرف سے عطا ہیں مگر جب وہ انکو اس کے حکم کے موافق استعمال میں نہیں لاتا تو خوف کرنا چاہئے کہ خدا تعالی انکو معدوم نکردے اور جبتک دیر وہ معدوم نہیں ہوئے ہیں غرہ نکرنا چاہئے کس لئے کہ ہر گناہ کی سزا میں جو دیر ہو تو مغرور نہونا چاہئے کیونکہ وہ سزا اسکی قدرت سے باہر نہیں یہ دیر کسی مصلحت یا رحمت سے ہے یا کچھ بعد اسکے حق میں شدنی ہے ۲ اس جملہ ولو شاء اللہ الخ کو ذکر کرکے بعد میں ان اللہ علی کل شیء قدیر کہنا دعوی کو دلیل سے ثابت کردینا ہے اور اسکا لطف ارباب فہم پر مخفی نہیں ✦

۳ اگرچہ کلما واذا کلمات شرط ہیں مگر تاہم باہم فرق ہے کلما میں معنی شرط زائد ہیں اسلئے اسکو تو اضاء لہم کے ساتھ اور اذا کو اظلم کے ساتھ ذکر کرکے اس طرف اشارہ کردیا کہ انکو اس برحمت سے بھاگنے کی نہایت حرص اور سخت رغبت تھی اور ذرا مینہ میں ٹھیرتے تھے تو بجبر جابر اور قصر قاصر ورنہ بالطبع اس حیات بدی کے مینہ سے بھاگتے تھے ✦

ربط

سب سے پیشتر نبی کو یہ ضرور ہے کہ اپنی کتاب کا الٰہی ہونا ثابت کردے اور جب اسکو محکم دلائل سے ثابت کرچکے اور یہ اول مرحلہ طے ہوچکے تو پھر جو کچھ مقصود اصلی ہو اسکو بیان فرماوے کہ جسکے لئے وہ دنیا میں بھیجا گیا ہے اور جس لئے اسکی اطاعت بندگان خدا پر فرض ہوئی ہے۔ اسلئے خدا تعالی نے الم ذلک الکتاب الخ میں قرآن کا کتاب الٰہی ہونا بیان کیا اور اسکی خاصیت بتلائی

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ فِرَاشًا

اے لوگو عبادت کرو اپنے رب کی کہ جسنے تمکو اور جو تم سے پہلے تھے اُنکو پیدا کیا تاکہ تم پرہیزگار ہو جاؤ جسنے کہ تمہارے لئے زمین کو فرش کیا

وَالسَّمَاءَ بِنَاءً وَأَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَّكُمْ فَلَا تَجْعَلُوا لِلَّهِ أَندَادًا وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ

اور آسمان کو ڈیرہ بنایا اور آسمان سے پانی برسایا پھر اوس سے تمہارے کہانے کے لئے پہل نکالے پس نہ بناؤ کسیکو خدا کا شریک حالانکہ تم جانتے ہو

کہ اس سے ازلی نیکبختون یعنی متقیون کو ہدایت ہوئی ہے اور وہ ان اوصاف سے متصف ہوتے ہین اور جب ان نیکون یعنی متقیون کا ذکر کیا تو اُنکے مقابلہ مین بحکم تعرف الاشیاء باضدادہا بدبختون کے دونون گروہون کفار و منافقین کا بہی ذکر کیا تاکہ تقوی اور ہدایت کی بھلائی اور کفر و نفاق کہ جو تمام گناہون کی جڑ ہے مخاطب کے سامنے محسوس ہو جاوے پس جب یہ مرحلہ طے ہو چکا اور بندے کو سعادت اور ہدایت کا ازبس مشتاق کر دیا تو مقصود اصلی یعنی عبادت کا ذکر کیا اور یہ بتلا دیا کہ اس عبادت سے وہ صفت تقوی کہ جس کے تم مشتاق ہو اور جو سعادت ابدی اور ہدایت قرآنی کا ذریعہ ہے تم کو حاصل ہو جاویگا پس فرمایا +

ترکیب

یا حرف ندا ایہا الناس منادی اعبدوا فعل با فاعل ربکم مفعول موصوف الذی موصول خلقکم صلہ جملہ فعلیہ معطوف علیہ۔ والذین من قبلکم اسے والذین خلقہم من قبل خلقکم صلہ موصول جملہ ہوکر معطوف ہوا معطوف علیہ اور معطوف ملکر دونون صفت ہو ربکم کی۔ لعل مشبہ بفعل کم اسم تتقون جملہ اسکی خبر۔ الذی موصول جعل فعل با فاعل لکم متعلق بجعل الارض مفعول اول فراشا مفعول ثانی و حرف عطف السما معطوف بر الارض یعنی جعل السما بناء مفعول ثانی یہ سب جملہ صلہ ہوا الذی کا وانزل فعل با فاعل من السماء من ابتدائیہ متعلق ہے انزل کے ماءً مفعول ہے انزل کا فاخرج فعل با فاعل بہ ای بالماء متعلق ہے اخرج کے من الثمرات مین من تبعیضیہ بمعنی بعض الثمرات مفعول ہوا اخرج کا اور رزقا لکم مفعول لہ ہوا یا رزقا مفعول بہ ہے اخرج کا اور من الثمرات اسکا بیان ہے فلا تجعلوا فعل با فاعل للہ متعلق ہے لاتجعلوا کے اندادا مفعول ہے اور انتم تعلمون جملہ فعلیہ خبریہ حال ہے ضمیر فاعل لاتجعلوا سے پس انزل مع جمیع متعلقات معطوف ہوا جعل پر اور صلہ مین داخل ہوا۔ اور یہ موصول و صلہ دوسری صفت ہے رب کی +

تفسیر

یعنے اے لوگو اپنے رب کی عبادت کرو کہ جس نے تمکو اور تم سے جسقدر پہلی چیزین ہین سب کو معدوم سے موجود کر دیا پس جو اسقدر قدرت و عظمت رکھتا ہے وہی مستحق عبادت ہے نہ کہ تمہارے خیالی معبود اور وہی پروردگار اور عبادت اسلئے کرو کہ اس سے تمکو صفت تقوی حاصل ہو جائیگی (کیونکہ عبادت ہمہ تن جناب باری کی طرف بعجز و انکسار متوجہ ہونے کو کہتے ہین پس جب بندہ اپنی روح سے اور اپنے

جسم سے اُسکی طرف متوجہ ہوتا اور اُسکے آگے سر عجز و نیاز رکھتا ہے تو اُسکی روح پر انوار باری تعالی کی ایسی چمک پڑتی ہے جیسی آفتاب کی آئینہ مین پس جب یہ حال ہوگا تو بالضرور متقی ہو جاویگا اور سعادت ابدی کا حصہ پاویگا ۔ دنیا مین دیکھیے جب گہڑی دو گہڑی لوہا آگ مین رہتا ہے تو اُسکی صحبت سے گرم بلکہ انگارا ہو جاتا ہے اور جب پھول کو کسی کپڑے مین کستے ہین تو وہ خوشبو سے بس جاتا ہے الغرض ہر مؤثر کا متاثر مین اثر آتا ہے پھر جناب باری کا اثر روح پر نہ پڑنے کی کوئی وجہ نہین بلکہ ضرور قوی اثر پڑتا ہے کہ جس سے کبھی کبھی بندہ قانون اسباب کے برخلاف کوئی کام بھی اسی روحانی قوت سے کرنے لگتا ہے اور چونکہ عبادت بندہ اور خالق مین ایک عجیب رابطہ اور نسبت شریفہ ہے تو اسلئے ضرور ہوا کہ یہ فعل کسی اور کے ساتھہ نکیا جاوے لہذا معبود کی شناخت بھی بیان کردی کہ رب وہ ہے جس نے تمکو اور تم سے سب پہلون کو پیدا کیا اور وہ ہے کہ جس نے تمہارے آرام کے لئے زمین کو فرش بنا دیا یعنی اُسکے ایک ٹکڑے کو چوطرفہ پانی سے باہر لایا اور پھر اُسکو نہ ایسا نرم کیا کہ جیسا گارا یا ہوا نہ ایسا سخت و ہموار کیا کہ جس پر سے انسان لڑھک پڑے بلکہ ایسا کہ اُس پر تمام لوگ رہتے اور سوتے اور بیٹھتے چلتے پھرتے ہین یہ بھی بڑی بھاری نعمت ہے اور رب وہ کہ جس نے آسمان کو تمہر خیمہ کی مانند بنا دیا گویا زمین فرش اور آسمان اُسکی چھت ہے اور پھر اُس رب نے اس گھر مین کھکر تمہاری روزمرہ دعوت و ضیافت کا بھی عجیب سامان کیا کہ اوپر سے پانی برسایا اور اُس سے رنگ برنگ کے پھل و پھول پیدا کیے کہ جنکو تم کھاتے آرام و راحت پاتے ہو اور جسمین یہ تین وصف نہین وہ حقیقی رب نہین اوّل تمام مخلوق کا پیدا کرنا دوم آسمان کو خیمہ اور زمین کو فرش بنا کے اس پرتکلف مکان مین رکھنا ۔ سوم قسم قسم کے کھانے کھلانا اور جو رب نہین وہ عبادت کے قابل نہین اس لطیف بیان سے تمام خیالی معبودون کی عبادت اور بتون کی پرستش کو باطل کردیا +

متعلقات

لعل زبان عرب مین اُس جگہہ بولتے ہین کہ جہان کسی چیز کے حاصل ہونے کی توقع اور اُمید ہوتی ہے اور یقین نہین ہوتا ہے تو اس لحاظ سے جناب باری تعالی کا اس کلمہ کو استعمال مین لانا محال معلوم ہوتا ہے مگر خدا تعالی کا استعمال کرنا جب محال ہوتا کہ جب اُسکو کسی چیز کی علم مین شک و تردد ہوتا لیکن چونکہ وہ بندون کے محاورہ مین کلام کرتا ہے اور جس موقع پہ بندے اس کلمہ کو استعمال کرتے ہین وہ بھی کرتا ہے جس طرح کہ رحمت و غضب ساق و قدم وغیرہا الفاظ کا استعمال ہوا ہے ۔

تو اب یہ تاویلات کرنا کہ لعل بمعنی کے ہے یا توقع بحال مخاطب ہے بے فائدہ ہے +

انداد ند کی جمع ہے اور ند اُسکو کہتے ہین کہ جو برابر کا مخاطب ہو مشرکین گو کسیکو خدا کی برابر ذات مین نہ سمجھتے تھے مگر جب عبادت و استعانت نذر و نیاز و تعظیم اُنکی بھی اسی طرح کرتے تھے کہ جس طرح خدا کی تو گویا اُنہون نے اپنے معبودون کو خدا کی برابر سمجھا +

تعلکم تتقون اگرچہ بظاہر عبادت و تقوی ایک ہی چیز ہے اور اس تقدیر پر کلام کی یہ صورت ہو جاویگی عبادت کرو تاکہ تم عبادت

کرنیوالے ہوجاؤ لیکن ابتداکے لحاظ سے تقوی اورعبادت دو چیزہیں کسلئے کہ عبادت کے معنی نسبت عبودیت کی تصحیح کرنا ہے اور اسکا درجہ اخیر تقوی ہے۔ اور ممکن ہے کہ تقوی کے لغوی معنی مراد لئے جاویں یعنی عبادت کرو تاکہ روح کو قوت اور نفس بہیمیہ کو ضعف حاصل ہو جس سے گناہوں سے بچو اور غضب الٰہی سے مامون و محفوظ رہو اور اسی لئے ارباب کشف نے فرمایا ہے کہ جسقدر ذکر الٰہی اور اُسکی طرف توجہ کرنے سے روح کو صفائی اور گناہوں سے نفرت ہوتی ہے وہ مہینوں کی ریاضت اور نفس کشی اور فاقہ سے حاصل نہیں ہوتی چنانچہ کلام ربانی میں بھی آیا ہے اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَاۗءِ وَالْمُنْكَرِ کہ نماز زنا اور بُری باتوں سے روکتی ہے منجملہ اور فوائد عبادت کے ایک بڑا فائدہ انسان کے لئے یہ بھی ہے اسلئے خدا نے اسکو فرض کیا

نکات

۱ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو اس آیت میں عبادت کا حکم دیا کہ جو خدا اور بندہ میں نہایت عمدہ رابطہ ہے اور چونکہ عبادت نفس پر نہایت شاق اور سخت گراں گزرتی ہے۔ اور علاوہ اسکے آنحضرت علیہ السلام کے عہد میں تمام عالم میں مخلوق پرستی کی اندھیریاں ابر سیاہ کی طرح محیط تھین بالخصوص مکہ میں عموماً بت پرستی تھی اور صدہا لوگ الحاد و دہریت کے وادی ضلالت میں حیران و سرگردان تھے نہ عالم کی ابتدا و انتہا مانتے تھے نہ اس عالم کے بانی کا وجود تسلیم کرتے تھے نہ عالم آخرت کے ثواب و عقاب جزا و اعمال کے معتقد تھے جیسا کہ آجکل یورپ میں ایسے ہزاروں آدمی ہیں پس ان لوگوں کو مخاطب بنا کے بلا دفع شکوک عبادت کا حکم دینا اپنی ذات و صفات کا ثبوت نکرنا مفید بدحانہ تھا اسی لئے خدا تعالیٰ نے اسی آیت میں ان باتوں کا تدارک کر دیا یعنی یوں نکہا کہ میری عبادت کرو یا خدا کی عبادت کرو بلکہ یوں فرمایا کہ اپنے رب یعنی ہر وقت پرورش کرنیوالے کی عبادت کرو اور یہ جبلی بات ہے کہ جب کسی شخص سے طاعت اپنی مقصود ہوتی ہے تو اُسکو اپنی نعمتوں اور بخششوں کو یاد دلاتے ہیں اُسوقت آقا و ولی نعمت کے طاعت کرنے کو از خود دل چاہا کرتا ہے پس اسلئے اعبدوا ربکم فرمایا اسکے بعد نفس کو اور بھی مغار بیحد کو یاد دلاکر عبادت کا مشتاق کیا اور مشقت عبادت کو آقا و نامدار کے بیحد احسانوں کے مقابلہ میں نہایت سبک کر دیا کہ الذی خلقکم والذین من قبلکم تمہارا رب وہ ہے کہ جس نے تمپر بیحد احسان کیا کہ تم کو اور تمہارے بزرگوں کو پیدا کیا نہ یہ کہ کچھ دام دیکر مول لیا پس جس حالت مین کہ چند روپے دیکر خرید لینے سے غلام پر کیسے کچھ حقوق عبادت و طاعت فرض ہو جاتے ہیں چہ جائیکہ جس نے زندگی عطا فرمائی اور ہاتھ پاؤں آنکھ کان ناک وغیرہ صدہا بے قیمت نعمتیں عطا کیں اور یہ عنایت نہ صرف تمپر بلکہ تمہارے آباء و اجداد پر بھی ہے یعنی تم قدیمی خانہ زاد و پروردہ نعمت ہو پس جب بندہ ان معانی کا لحاظ کریگا تو اُس پر سو جان سے فدا ہوگا ؎ این جان عاریت کہ بحافظ سپرد دوست * روزے رخش ببینم و تسلیم وے کنم * ؎ ای خدا قربان احسانت شوم * این چہ احسان است قربانت شوم * اس جملہ سے جس طرح نفس کو مشقت عبادت اُٹھانے پر آمادہ کر دیا اسیطرح اس سے یہ بھی ثابت کر دیا کہ عبادت خاص اُسیکا حق ہے کس لئے کہ خدا کے سوا

جن چیزوں کی تم عبادت کرتے ہو انہیں کسی نے بھی نہ تم کو پیدا کیا ہے اور نہ تمہاری پرورش کی ہے کیونکہ جسطرح تم محتاج اسیطرح وہ چیزیں بھی پھر اُنکو بلا وجہ کسی امر کا مالک سمجھکر عبادت کرنا خیال باطل اور ظلمت ہیولانیہ کا مقتضی ہے سیکڑوں جاہل اولیاء وانبیاء ملائکہ و دیگر غیر محسوس چیزوں اور ارواح غیر مرئیہ وجن و شیطان کو یہ سمجھتے ہیں کہ وہ ہماری حاجات کو پورا کرتے ہیں اگر ہم اُن کی پرستش نکریں تو ہمارے کاروبار میں فرق آجاوے اور وہ لوگ ہمکو مضرت پہنچاویں اور اسپر اتفاقاً مراد کا حاصل ہوجانا یا کبھی عبادت میں اتفاقاً کوئی حادثہ پیش آنا اُنکے خیال باطل کی اور بھی قوی دلیل ہوجاتا ہے مگر درحقیقت یہ قوت وہمیہ کی کارگیری ہے اور کچھ نہیں جسطرح کہ شب کو تنہا مکان میں مُردہ سے ڈراتی اور بلند مکان پر چلنے سے پاؤں لڑکھڑاتی ہے اسی طرح ان لوگوں سے نفع نقصان پہنچنے کا اعتقاد بھی یہی دلاتی ہے ورنہ امکان و احتیاج میں دونوں برابر پھر عبادت ناحق ہے اور جس طرح اس آیت نے شرک کی جڑ کو کاٹ دیا اسی طرح اس نے الحاد اور دہریت کے درخت کو بھی جڑ پیڑ سے اُکھاڑ دیا کیونکہ اپنا حادث ہونا اور عالم نیستی سے ہست میں آنا تو ایسا بدیہی امر ہے کہ جسمیں کسی ملحد یا دہریہ کو کچھ بھی شک نہیں جس دہریہ سے چاہیے پوچھ دیکھیے کہ تمہاری کتنی عمر ہے وہ ضرور بیس تیس چالیس پچاس کوئی عدد یقینی یا تخمینی بیان کریگا جسکے یہ معنی کہ ہمکو موجود ہوئے اتنے برس ہوئے اب اس سے پوچھیے کہ آیا آپ خود بخود پیدا ہوگئے یا کسی نے تم کو پیدا کیا ہے اور پھر وہ پیدا کرنیوالا ممکن ہے یا واجب یہ تو ظاہر ہے کہ وہ خود بخود پیدا نہیں ہوا ورنہ واجب الوجود ہوجاتا اور ہمیشہ سے پایا جاتا اور پھر معدوم نہوتا کیونکہ جسکا وجود اپنا ہوتا ہے وہ ہمیشہ رہتا ہے یہ بدیہی بات ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اُسکا پیدا کرنیوالا ممکن نہیں ورنہ تسلسل لازم آوے اور پھر اُس ممکن کے پیدا کرنیوالے اور پھر اُس کے پیدا کرنیوالے میں کلام کیا جاوے لاچار یہ سلسلہ کسی واجب الوجود کی طرف منتہی مانا جاویگا پس سوقت میں اور تیسری شق میں واجب الوجود کا ضرور ماننا پڑا کہ جس نے ہمکو اس خوبی اور محبوبی کی شان میں پیدا کیا جسکا ہر زبان میں ایک جدا نام ہے کوئی اُسکو اللہ کوئی خدا کوئی ایشر کوئی گاڈ کہتا ہے اور جب وہ خالق ہے تو اسمیں علم و قدرت حیات ارادہ وغیرہ وغیرہ عمدہ صفات بھی ہیں خواہ وہ عین ذات ہوں یا غیر خواہ لاعین ولا غیر ٭

(۳) خدائے پاک نے منکر کے رد پر اس آیت میں چند دلائل سے اپنا وجود اور اپنی صفات کا ثبوت نہایت خوبی سے ثابت کردیا اور لطف یہ ہے کہ وہ دلیلیں بیان کیں کہ جو اُسکے انعام ہیں اور لطف سرمد کو بیان کرتی ہیں اور وہ دلیلیں یہ ہیں (۱) مکلفین کا پیدا کرنا (۲) اُنکے بزرگوں کا اور اُنسے پہلے جسقدر چیزیں ہیں کہ جنکو اُسکے وجود سے نہایت تعلق ہے اور جنکو جاہل خالق یا شریک خالق سمجھ بیٹھے ہیں پیدا کرنا (۳) زمین کا اس ہیئت سے پیدا کرنا کہ جسپر لوگ زندگی بسر کرسکتے ہیں (۴) آسمان کا پیدا کرنا کہ جسکی تاثیرات سے زمین کی چیزیں نشو ونما پاتی ہیں (۵) بارش سے ہر قسم کا غلہ اور پھل اور اناج کا پیدا کرنا کہ جو جانوروں کی زندگانی کا سبب ہے ٭

(۴) ان دلائل کے بیان کرنے میں بھی ایک عجیب لطف رکھا ہے وہ یہ کہ مخاطب کے ذہن میں جو چیز مقدم تر قابل استدلال تھی اُسکو مقدم کیا اور جو مؤخر تھی اُسکو بعد میں ذکر کیا پس سب سے مقدم انسان اپنی ذات اور اپنے حالات پر بخوبی غور کرسکتا ہے اور

اسی لیے کسی عارف نے فرمایا مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ اس لیے سب سے پیشتر یہ فرمایا کہ الذی خلقکم پس انسان جب اپنے حالات پر غور کریگا اور یہ دیکھیگا کہ میں ہمیشہ سے نہیں ہوں بلکہ آنا فانا میرا وجود اور اُسکے متعلق سب باتیں کہیں اور سے عطا ہوتی ہیں - اور یہ ضرور ہے کہ وہ معطی نہ انسان ہے کیونکہ انسان باہم برابر ہیں نہ کوئی اور ممکن ہے کیونکہ ہر ممکن محتاج ہے اور ایک محتاج دوسرے محتاج کی حاجت روائی نہیں کر سکتا پھر اسی طرح جب اپنے قوی باطنہ اور ظاہرہ میں غور کریگا تو بلاشک اُسکی ذات و صفات کا یقین کامل پیدا ہوگا اسکے بعد پہلے لوگوں کا مخلوق ہونا قریب الفہم ہے پس جب یہ خیال کریگا کہ نہ تنہا میں بلکہ مجھ سے سب پہلے از خود نہ تھے بلکہ کسیکے پیدا کرنے سے پیدا ہوے اور کسیکے فنا کرنے سے فنا ہوگئے تو اور بھی یقین مستحکم ہوگا اور سب کو علی التساوی مخلوق الٰہی جانے گا اور ایسے تک اقوال سے نفرت کریگا کہ سب سے پہلے بشن کی ناف سے کنول کا پھول نکلا اور پھر اُس نے برہما کو اور برہما نے تمام خلقت کو پیدا کیا الخ پھر جب انسان اپنے اور اپنے پہلے لوگوں کے حالات پر غور کرنے سے خوب سمجھ گیا کہ ضرور ہمارا خالق اور مربی کوئی اور شخص ہے تو یہ بھی سمجھیگا کہ اُس قادر مطلق نے کہ جس نے ہمکو پیدا کیا ہمارے لیے رہنے کو کوئی مکان بھی تجویز کیا ہے اور پھر کھانے پینے کا بھی کوئی سامان کیا ہے ورنہ جسکو انسان جیسے ذات شریف کے پیدا کرنے کی قدرت ہو اور اُسکو اُسکے مکان و اسباب معاش کا دھیان نہو اور اُسکے پاس کوئی سامان نہو بعید از فہم ہے پس جب اسبات کا دل کو یقین کامل ہوا اور اُس مکان و سامان کی طرف دیکھا تو ہمکو ایک نہایت پر فضا اور وسیع کمرہ نظر آیا جس کا فرش زمین اور چھت آسمان ہے اور ابر و بارش کے ذریعہ سے طرح طرح کی نعمتیں مہیا کر رکھی ہیں اور چونکہ فرش چھت سے قریب تر ہے اسلیے پیشتر زمین کا بنانا اور اُسکے بعد آسمان کا مخلوق ہونا اور اُسکے بعد پانی سے ثمرات کا پیدا ہونا بیان کیا جس سے ہمکو یقین کامل ہوگیا کہ جس نے ہمکو بنایا اوسی نے آسمان و زمین کو بھی پیدا کیا اور وہی ہر روزہ روزی کا سامان کرتا ہے اب ان دلائل کے بعد گو ہم نے اُسکو آنکھ سے نہیں دیکھا (اور نہ وہ دکھائی دیسکتا ہے) لیکن آنکھ کے دیکھنے سے زیادہ یقین اُسکے وجود اور صفات پر ہوتا ہے جسطرح گو ہم مکان کے بنانے والے معمار کو آنکھ سے نہ دیکھیں لیکن دیکھنے کے برابر یقین ہے کہ ضرور کسی کاریگر نے اسکو بنایا ہے جس میں علم و قدرت تھی +

۴ جب انسان اور زمین و آسمان ہر چیز کا مخلوق الٰہی ہونا ثابت کر دیا (اور یہ بات ہر شخص جانتا ہے کہ عبادت خاص خالق مختار کا حصہ ہے کہ جو ہر طرح کی نعمتیں عطا کرتا ہے) تو اُسکے بعد فلا تجعلوا اللہ اندادا وانتم تعلمون فرمانا اور شرک کی نفی کرنا نہایت ہی دلچسپ اور بڑی ذہن نشین تقریر ہے کہ جس سے سوائے معاند یا جاہل کے اور کسیکو انکار نہیں ہو سکتا کیونکہ جب یہ بات عیاناً دکھادی کہ اُسکے سوا نہ کوئی خالق ہے نہ رازق ہے اور وہ پیدا کرکے غافل بھی نہیں ہوگیا بلکہ ہر وقت خبرگیری کرتا ہے پھر اُسکی مخلوق میں سے کسیکو اوسکا شریک قرار دینا اور اُسکی برابر کا سمجھنا اور اُسی سے اُسی عبادت اور تعظیم سے پیش آنا نہایت حماقت ہے -

۵ آیت کریمہ میں عبادت کا حکم اور اُسکا انجام کار بھی بیان کر دیا اور اُسکے ضمن میں اپنی محبت پیدا کرنے کے مضامین

وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ

اور اگر تمکو اس چیز مین کہ ہمنے اپنے بندہ پر نازل کی شک ہے تو تم بھی اُسکی مانند کوئی سورۃ تیار کر لاؤ اور خدا کے سوا جسقدر تمہارے حامی ہین سبکو بلاو

كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ

اگر تم سچے ہو پھر اگر تم نکر سکو اور ہرگز نکر سکوگے تو بچو اُس آگ سے کہ جسکا ایندہن آدمی اور پتھر ہین تیار کی گئی ہے کافرون کے لیئے ۔

بھی یاد دلائے اور اپنا استحقاق بھی جتلا دیا اور آسمان و زمین بلکہ اس عالم کی ابتدا بھی بیان کردی ورنہ وجود اور قدرت و علم صفات کمال کو بھی ظاہر کر دیا اور بت پرستی کو بھی ممنوع کر دیا۔ سبحان اللہ عجیب کلام ہے کہ ہر پہلو مین ہزارون معانی ہین +

تنبیہ حکما کہتے ہین کہ زمین گول ہے اور اسی طرح کل عناصر اور بسائط کی شکل طبعی گول ہے اسطرح پر کہ اول ایک گول سا جسم رکھا کہ جسکو زمین کہتے ہین اور پھر اُسکے گرد دوسرا گولا پانی کا لپیٹا کہ جس نے اُسکو ہر طرف سے ڈھانک رکھا یعنی سمندر نے لیکن تخمینا چوتھائی زمین اس پانی کے گولے سے اوپر کو نکل گئی ہے جسپر آبادی ہے اور اِسکی نسبت خدا فرش ہونا فرماتا ہے لیکن جب نہایت وسیع ہوتا تو اُسکی گولائی اُسکے فرش ہونے مین مانع نہین ہوتی اس پانی کے اوپر ہوا کا گولا اور اُسکے اوپر آگ کا گولہ لپیٹا اور اُسکے اوپر آسمان اول پھر دوم سوم چہارم پنجم ششم ہفتم ہشتم نہم۔ خیر یہ حکما کی تحقیقات ہین لیکن خدا تعالی کو ہیئت بیان کرنا مقصود نہین صرف فوائد بتلانا مطلوب ہے **مسئلہ** خدا تعالی کی عبادت فرض ہے نہ اس لئے کہ اسمین کچھ اُسکا نفع ہے بلکہ بندہ کے نفع آخرت کے لئے اور عبادت عام ہے خواہ جان سے ہو خواہ مال سے **مسئلہ**۔ شرک حرام ہے خدا تعالی کے سوا نہ کسیکی عبادت کرنا چاہئے نہ کسیکو اُسکی ذات و صفات مین حصہ دار ٹھیرانا چاہئے **ف** چونکہ اعمال صالحہ کے لئے ایمان شرط ہے بعض علما کہتے ہین کہ اس آیت مین یا ایہا الناس اعبدوا جو وارد ہے اور وہ کفار کو بھی شامل ہے حالانکہ کفار کی عبادت بلا ایمان درست نہین تو اسلئے مراد اس سے توحید ہے کہ توحید اختیار کرو۔ مگر یہ توجیہ بعید ہے بلکہ کفار بھی اعمال سے مخاطب ہین اور اُنکا کفران عبادات سے مانع نہین جسطرح کہ حدث وجوب صلوۃ سے مانع نہین بلکہ یہ معنی کہ اے کفار عبادت کرو ایمان لاکر نماز پڑہو یعنی وضو کرکے فان من لوازم وجوب الشئے وجوب ما لا یتم الا بہ ہان یہ مسلم ہے کہ ایمان لانے کے بعد حالت کفر کی عبادات کی قضا اسپر لازم نہین آتی +

ربط

اس سے پہلی آیت مین خدا نے عبادت کا حکم دیا تھا اور عبادت مقبول عند اللہ اور غیر مقبول عند اللہ کا فرق صرف عقل سے نہین ہوسکتا اسمین نبی اور الہام کی سخت ضرورت ہے جبتک کہ نبی کا دامن ہاتھہ مین نہوگا کوئی شخص اس دریا بیکنار سے پار نہو سکیگا۔

سعدی محال ست سعدی کہ راہ صفا + توان رفت جز در پئے مصطفی + پس اسلئے ضرور ہوا کہ جناب نبی علیہ السلام کی نبوت اس

دلیل سے ثابت کیجاوے کہ جو قرآن کا منجانب اللہ ہونا بھی ثابت کرے تاکہ نبی اور اُسکی کتاب کی پابندی اور اتباع سے خدا تعالیٰ کی عبادت مرغوبہ سرزد ہو اور متقی ہو کر دارین میں صلاح و فلاح پاوے ✤

یا یوں کہو کہ بندہ اور خدا تعالیٰ میں کوئی مناسبت نہیں نہ یہ اُس سے بات کر سکتا ہے نہ اُسکی مرضی و غیر مرضی کو دریافت کر سکتا ہے نہ عقل اس مرحلہ کو طے کر سکتی ہے وہ تجربہ اور حالت صحت و مرض بدن میں جدا گانہ طور رکھتی ہے کبھی وہم اور رسوم و تقلید کی پنجے سے نجات پاتی ہے اور اسی لئے ہر امر نظری میں عقلاء کا باہم اختلاف شدید ہے کسیکی عقل ستاروں و غیر مرئی ارواح کی پیتل و تانبے چاندی کی یا پتھر کی تصویریں بنا کر انکو وسیلہ جانکر عبادت کرنا بتلاتی ہے کسیکی عقل اسکو کفر کہتی ہے کوئی گوشت گائے کا حرام کہتا ہے کوئی حلال و مباح جانتا ہے الغرض بغیر کسی ایسے شخص کے (کہ جو اپنی روحانی قوت میں فرشتوں سے بھی بڑھکر ہو اور وہ خدا سے کلام بھی کر سکتا ہو اور جسپر عالم غیب کے اسرار منکشف ہوں کہ جسکو عرف شرع میں نبی کہتے ہیں) ان امور کا فیصلہ ممکن نہیں اور اسی لئے یہ بات شرع میں قرار پا چکی ہے کہ انسان کی نجات کے لئے اقرار نبوت بھی شرط ہے تنہا توحید یا اتباع فطرت کافی نہیں پس جب عبادت کے دو جزو ٹھہرے ایک توحید کہ جو پہلی آیت میں گزری دوسرا اقرار رسالت جناب محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام تو ان دوسرے جزو کا اثبات خدا تعالیٰ نے اس آیت میں اس خوبی کے ساتھ کیا کہ جس سے قرآن کا منجانب اللہ ہونا ثابت کر دیا ✤

سلہ ۵ شہر کلکتہ میں عرصہ تخمیناً چالیس برس کا گزرا کہ ایک دولتمند تیز طبع راجہ رام موہن نام بنگالی اہل اسلام اور پادریوں کی کتابوں سے واقف ہو کر اپنے قدیم مذہب بت پرستی اور عجائب پرستی سے بیزار ہوا مگر چونکہ یہ شخص با خدا نہ تھا اسلئے اُس نے مذہب حقانی اسلام کو قبول کرنا اپنی قوم کے روبرو نہایت شاق جانکر ایک نیا مذہب اسلام سے اخذ کیا اور اسمیں کسیقدر یورپ کے ملحدوں کے خیالات اور کچھ عیسائیوں کی عبادات کو بھی ملا کر ایک معجون مرکب بنایا اور برائے نام اسکو قدیم مذہب ہنود کا عطر کہہ کے براہم دھرم نام رکھا اور حکیمانہ تقریروں پر اسکی شہرت اور شیوع کا دارمدار رکھا پھر اسکے بعد ایک شخص دیوندر ناتھ اسکے خلفا میں سے کھڑا ہوا اور اس مذہب کو فروغ دیتا رہا اسکے بعد ۱۸۵۵ء میں بابو کیشب چندر سین جو انگریزی میں خوب ید طولیٰ رکھتے تھے اس مذہب کے سرپرست بنے اور لندن وغیرہ بعض یورپ کے شہروں میں اپنے خیالات حکیمانہ کو پھیلاتے پھرے یورپ کے لوگ چونکہ مذہب عیسوی کے بیہودہ عقائد سے از حد نفور ہیں انہوں نے شاید انکو غنیمت جانکر قبول بھی کیا ہو۔ اس مذہب کے اصول یہ ہیں۔ آسمانی کتاب قرآن یا وید یا توریت کوئی نہیں بلکہ آسمانی دو کتاب ہیں اول طبعی خیالات دوم وہ اصلی صداقتیں جو اخلاق خدا اور بقا کی بابت ہیں۔ انبیاء علیہم السلام سے نہ معجزہ ممکن ہے نہ کبھی سرزد ہوا اور نہ اُنسے خدا نے بطریق وحی یا الہام کلام کیا ہے نہ اس قسم کی نبوت کی کچھ ضرورت ہے بلکہ عقل کافی ہے انبیاء اپنے اپنے وقت میں بزرگ اور ناصح اور امورات دینی میں فائدہ بخش تھے مگر وہ معصوم نہ تھے نہ اُنپر دینی ترقی کا خاتمہ ہو گیا بلکہ ہر زمانہ میں ایسے لوگ پیدا ہونگے اسمیں حضرات موسیٰ و عیسیٰ و محمدؐ و نانک و کبیر سب شریک ہیں یعنی نبوت کے جو معنی اہل اسلام اور اہل کتاب کے ذہن میں ہیں یہ اُسکے منکر ہیں۔ اس مذہب میں ہندو مسلمان عیسائی مجوسی جو ان باتوں کے معتقد ہیں سب شریک ہیں۔ مرنیکے بعد صرف عمدہ کمالات کی خوشی کا نام جنت اور بری ملکات سے تاسف کرنے کا نام جہنم ہے۔ وسیلہ نجات عبادت ہے اور عبادت کے چار رکن ہیں حمد الٰہی روح الٰہی کا اپنی روح میں مراقبہ کرنا خالق کا ہر دم شکرگزار رہنا اور اُسی سے دعا مانگنا۔ یہ برہمو سماج مذہب کا خلاصہ ہے اور جو تفصیل چاہے تو انکے رسائل و کتب کو دیکھے بالخصوص رسالہ خلاصۃ الاصول کو دیکھئے۔ اب چندروز ہوئے کہ بابو کیشب چندر مر گئے۔ مگر صدہا بنگالی اور بہت سے اور لوگ بھی اسکی فصاحت

ترکیب

ان کنتم فی ریب الخ شرط فاتوا بسورۃ من مثلہ اسکی جزا یعنی جواب۔ مما نزلنا موضع جر میں صفت ہے ریب کی اے ریب کائن مما نزلنا اور عائد محذوف ہے اے نزلناہ اور ما بمعنی الذی ہے من مثلہ صفت ہے سورۃ کی اے بسورۃ کائنۃ من مثلہ۔ اور ضمیر مثلہ کی یا ما نزلنا کی طرف رجوع کرتی ہے اور من تبعیضیہ ہے یا بیانیہ اے بسورۃ مماثلۃ للقرآن فی البلاغۃ یا ضمیر مثلہ کی عبدنا کی طرف رجوع کرتی ہے پس اسوقت من من ابتدائیہ ہے اب یہ معنی ہوے کہ کوئی سورۃ

وبلاغت سے انکو اس زمانہ کا نبی مانتے ہیں نعوذ باللہ منہ۔ اس مذہب کے ایجاد سے موجد کی دو غرض تھیں ایک یہ کہ یہ مذہب صلح کل ہے رعایا و گورنمنٹ میں جسقدر رخنہ مخالفت مذہبیہ سے پیش آتے ہیں وہ سب فرو ہوجاوینگے اور گورنمنٹ کی خوشنودی حاصل ہوگی دوم یہ کہ یہ مذہب برائے نام وہی قدیم مذہب ہنود بھی رہا اور مخالفوں کے ان اعتراضات سے کہ جو بیشتر اس مذہب پر پڑتے تھے نجات حاصل ہوگئی کھانے پینے کی جو بیجا قیودات اس مذہب میں تھیں سب اٹھ گئیں سفر یورپ اور وہاں سے تعلیم پانے کے موانع جاتے رہے ۔۔

مذہب نیچری

شہر دہلی جب شاہ عالم بادشاہ کے عہد میں نہایت تنزل کو پہنچا اور وہاں کے علماء شرفا اہل ہنر جو عہد سلطنت حضرت شاہجہاں سے آباد تھے ادھر ادھر پریشان ہوکر نکل گئے تو اس زمانہ میں خاص کشمیر یا اسکی نواح کے کچھ لوگ یہاں آ بسے۔ فدا حسین سول شاہی اور دیگر قلندر رنگ لوش سیلی ٹوپی والے آزاد اسی قوم میں گزرے ہیں ان میں سے بعض خانصاحب و بعض مرزا اور بعض سید اور میر صاحب کہلاتے ہیں۔ اس قوم کے بعض لوگوں نے اس اجڑی سلطنت میں کچھ رسوخ بھی حاصل کیا تھا اور کوئی معزز لقب بھی خریدا[1] ایسی ہی کنبے میں سے ایک شخص سید احمد خان صاحب بہادر بھی پیدا ہوے۔ یہ شخص ابتدا میں مولوی مخصوص اللہ صاحب نبیرۂ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کی خدمت میں حاضر ہوکر کسیقدر صرف و نحو سے آشنا ہوئے اور تعویذ گنڈے بھی سیکھے لیکن جب یہ نسخہ نہ چلا تو گورنمنٹ برٹش کی طرف رجوع کیا اور اپنی لیاقت خداداد سے کوئی اچھا عہدہ بھی پا یا پھر تو پکے وہابی متبع مولوی اسمٰعیل صاحب مرحوم ہوگئے اور ایک کتاب آثار الصنادید لکھکر شہر کے اہل علم وفضل میں بھی شہرت اور عزت حاصل کی۔ اس عرصہ میں غدر ہوگیا اور سید صاحب اپنی خیر خواہی اور حکام رسی کے ذریعہ سے بڑی ترقی کرگئے۔ اور اپنی خوش بیانی اور عالی دماغی کی وجہ سے انگریزوں میں بڑے فاضل یا فلاسفر یا رفارمر مانے گئے اور سی۔ ایس آئی کا لقب حاصل کیا۔ اور کچھ عجب نہیں کہ گورنمنٹ برٹش سنہ ۱۸۵۷ء کے فساد سے (کہ جسکا منشا صرف توہمات جاہلانہ تھے) بدحذر ہو اور سید صاحب نے مسلمانوں کی طرف سے گورنمنٹ کو اطمینان دلایا اور نہ صرف خیالات فاسدہ بلکہ اسلام قدیم کے گرانے کا بھی بیڑہ اٹھا یا ہو یا اپنی ترقی اور خیر خواہی کے لیے یہ خیال از خود سید صاحب کو پیدا ہوا ہو اور غالباً یوں ہی ہوگا کیونکہ گورنمنٹ کو ان باتوں کی طرف چنداں خیال نہیں خیر ہرچہ باشد مگر اس شخص نے اسی ارادہ سے ایک کتاب تبیین الکلام بائیبل کی تفسیر میں لکھکر عیسائیوں اور مسلمانوں کو باہم ملانا اور ایک بنانا چاہا لیکن اس امر محال کے وقوع میں سید صاحب ناکام رہے اس عرصہ میں سید صاحب نے

---

[1] قلعہ میں عہد شاہ عالم سے از حد افلاس تھا وزارت اور عہدۂ دیوانی اور القاب معززہ روپیہ سے فروخت ہوا کرتے تھے یعنی جو شخص مقدر روپے دے تو یہ عہدہ سرکار سے حاصل کرے چنانچہ بہت سے لوگوں نے اسبات کو غنیمت جانکر روپیہ صرف کرکے یہ عہدے اور القاب حاصل کئے تھے اور یہ بات اخیر بادشاہ ابوظفر بہادر شاہ مرحوم تک بھی مروج تھی۔ ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالیٰ ۔۔

مثل محمد صلعم سے بنواکر لاؤ کہ جو اُمّی ہو اور جسنے کبھی شعر و سخن کی مشاقی بھی نہ کی ہو وادعوا شہداءکم جملہ انشائیہ معطوف ہے فاتوا پر۔ من دون اللہ موضع حال مین ہے شہداء سے یعنی شہداءکم منفردین عن اللہ ان کنتم صادقین شرط اسکا جواب محذوف ہے اُس پر کلام سابق دال ہے اعنی فاتوا وادعوا + فان لم تفعلوا شرط اور فاتقوا النار الخ اس کا جواب اور لن تفعلوا جملہ معترضہ۔ اُعدت للکافرین جملہ خبریہ موضع حال مین ہے۔ النار سے اور عامل اسمین فاتقوا ہے ۔

کلکتہ مین برہمو سماج مذہب کو ہونہار دیکہا اور اُسکے اصول کو یورپ کے فلاسفرون و رشیا کے معلمون کے مطابق خیال پاکر اُسکو از حد پسند کیا اور جو دل مین مراد تہی اُسکو بلا محنت و مشقت پا لیا لیکن یہ بات نہ تہا اُنکے دلی مقصد بلکہ آنکے شان کی بہی خلاف تہی کہ وہ کہلم کہلا اسلام کو ترک کرکے ایک بنگالی بابو کے مرید اور اُمت کہلاتے مگر دل مین یہ سوچا کہ برائے نام تو اسلام ہو مگر اُسکو برہمو سماج مذہب کے مطابق کیجیے لفظ نبی اور ملائکہ اور جبرئیل و جنت و دوزخ وحی و الہام و شیطان بلکہ سما، و جن کو تو بحال خود رہنے دیجیے اور ہر مسلمان سے کہیے کہ مین ان چیزون پر ایمان رکہتا ہون تاکہ مسلمانون کو مجال تکفیر نہو اور ان الفاظ کے معانی بالکل پلٹ دیجیے۔ نبی صرف ریفارمر کہ جس مین بڑہی لُہار کے کام کی مانند اس وعظ گوئی کا ملکہ ہو اور نبوت ہر زمانہ مین پائی جاتی ہے بلکہ ہر قوم اور پیشہ مین دیکہو نظامی و جامی کو پیمبران سخن کہتے ہین۔ اس زمانہ مین بابو کیسب چندر سین بہی نبی ہین اور انگلنڈ مین بہی فلان فلان شخص نبی ہین۔ نبی کے لیے معجزہ یا کرامت جسکو خرق عادت کہتے ہین شرط نہین یہ صرف بُرا نے خیالات ہین بلکہ خرق عادات ممکن ہی نہین الہام یا وحی خیالات فطری کا جوش ہے اور جبرئیل جو اُسکو لاتا ہے کوئی شخص خاص نہین وہ اُس نبی کی قوت ہے جو فطرت کے موافق فوارہ کی طرح اُچہلکر اُسی پر گرتی ہے اور یہی معنی نزول کے ہین۔ ملائکہ اشخاص متحیزہ بالذات نہین قرآن مین جو لفظ ملک یا ملائکہ یا جبرئیل آیا ہے اُس سے انسان کی قوت ملکیہ مراد ہے جس طرح شیطان سے قوت بہیمیہ اور جن سے ایک جنگلی قوم کہ جو لوگون سے پوشیدہ رہتے تہے اور جنت و دوزخ صرف خوشی و غمی کا نام ہے باقی حورین اور نہرین و میوہ جات جو قرآن اور نبی اسلام نے بیان فرمائی ہین وہ محض رغبت اور خوف دلانے کو اس خوشی و غم کی ان چیزون کے ساتہہ تفسیر یا تشریح کردی ہے ورنہ کچہہ نہین آسمان سے مراد بلندی اور جو ہے اور چونکہ یہ بعد غیر متناہی اور متصل یکے بعد دیگرے ہے اسلئے اسکو سبع سموات کے ساتہہ تعبیر کیا وقس علی ہذا یہ باتین سید صاحب کی تفسیر اور پرچہ تہذیب الاخلاق مین موجود ہین مقدمۂ تفسیر مین انکے حوالہ بقید صفحہ و سطر مندرج ہین اور آئندہ بہی ہم اقوال کو نقل کرینگے۔

اب یہ کچہہ ضرور نہین کہ سید صاحب حرف بحرف بنگالی بابو کے مقلد ہون بلکہ ممکن ہے کہ اُن سے بہی ترقی کر جاوین کیونکہ اول تو سید صاحب دلی کے رہنے والے۔ دوم اُس خاندان کے نونہال (یا اب شجر کہنہ) کہ جو مذاہب مین پیشوا ہونے کی جبلی لیاقت رکہتا ہے پہر کیا وجہ کہ ایک بنگالی دال بہات کہانے والے سے کہ جنکا بڑا سرمایہ انگریزی ہے پیچہے رہجائین؟ اسلئے سید صاحب نے ایک جدید اسلام کی بنیاد ڈالی اور پرچہ تہذیب الاخلاق مطبوعہ سنہ ۱۲۹۰ ہجری صفحہ ۱۸ سے ۴۴ و ۱۰۰ مین یون فرمایا۔ الاسلام ہو الفطرۃ والفطرۃ ہی الاسلام یعنی اسلام جو ہے وہ فطرت ہے اور فطرت جو ہے وہ اسلام ہے اور فطرت اسلام کا دوسرا نام ہے لامذہبی بہی درحقیقت اسلام ہے کیونکہ لامذہب بہی کوئی مذہب رکہتا ہے اور وہی اسلام ہے الخ اور وہی عین فطرت و نیچر ہے جو آدمی نہ کسی نبی کو مانتا ہو اور نہ کسی اوتار کو اور نہ کسی کتاب الہامی کو اور نہ کسی حکم کو کہ جو مذاہب مین فرض اور واجب سے تعبیر کئے گئے ہین بلکہ صرف خدائے واحد پر یقین رکہتا ہو وہ آدمی کسی مذہب مین نہین ہے مگر مسلمان ہے اور جو لوگ خدا کے بہی قائل نہین ہین وہ بہی مسلمان ہین کیونکہ الخ انکے اہل جنت ہونے مین کیا شک باقی رہا انتہی۔ اسکی تائید مین سید صاحب اُس

تفسیر

یعنی اگر تمکو ہمارے اس کلام میں کہ جسکو ہم نے اپنے بندے محمد صلعم پر نازل کیا ہے (قرآن) کچھ شک ہو کہ آیا یہ خدا
کی طرف سے ہے یا نہیں اور یہ نبی برحق ہے یا نہیں تو قطع نظر اور معجزات و آیات بینات کے کہ جن میں تمہارا عجز ظاہر ہے
تم خاص اس کلام کا ہی مقابلہ کرکے دیکھو کہ جسکی تعمیل (معجزات سے) مقصود بالذات ہے کیونکہ ہر قسم کے کلام مرکب
کرنے میں تم آنحضرت صلعم سے کسی بات میں کم نہیں تم بھی اہل زبان ہو اور تم بھی خاص اسی شہر اور اسی ملک اور اسی

حدیث کو پیش کرتے ہیں من قال لا الہ الا اللہ دخل الجنۃ وان زنی وان سرق علی رغم انف ابی ذر سید صاحب کی تعریف اسلام جدید کے بموجب
تو جو شخص جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا منکر بلکہ سخت مخالف ہو جیسا کہ ابوجہل وغیرہ وہ بھی مسلمان اور جنتی ہے بلکہ کل بنی آدم اول سے اخیر
تک مسلمان اور جنتی ہیں خواہ وہ کیسا ہی عقیدہ رکھیں اور کچھ ہی کریں۔ اس اسلام جدید کی اسقدر حدود وسیع کرنے سے سید صاحب
کے چند اغراض اور ایک وجہ ہے۔ غرض اول یہ کہ تنہا بنگالی بابو نے اپنے مذہب کو ایسا وسیع کیا کہ کسی طرح ہندو دھرم میں
سے باہر نہیں ہوتا خواہ گائے کا گوشت کھائے خواہ وید اور اوتاروں کا منکر ہو بلکہ سید صاحب نے بھی اس سے بڑھکر اسلام جدید کو
وسعت دی کہ کفر منصوص کو بھی اسلام کا مصداق بنا دیا تاکہ انکے مریدوں کو ہر قسم کی آزادی حاصل رہے۔ دوم یہ کہ جو چیزیں اسلام
حقیقی کے بالکل برخلاف ہیں اور انپر پابندی کی سخت تاکید اور انکی مخالفت پر بڑی تہدید ہے انکے ترک و استعمال سے کچھ محذور لازم نہ
آوے پس حکام کی خوشنودی یا نفس کی خواہش سے انکو عمل میں لاوے تو کچھ مضائقہ نہیں کوئی خانہ کعبہ ہی کیوں نہ گرادے اور قرآن
مجید اور اسکی ہدایتوں پر ٹھٹھہ ہی کیوں نہ اڑاوے نعوذ باللہ آنحضرت علیہ السلام سے جسقدر چاہے دشمنی کرے اور سور کھائے شراب پئے
تو بھی پکا مسلمان جنتی رہتا ہے اسپر اور مسلمانوں کو کوئی اعتراض کا محل نہیں۔ سوم اسوقت جو عیسائی حاکم ہیں انکو غیر نہ جانیں
نہ مخالفت مذہبی انکے تعصبات کو خیال میں لائیں کیونکہ وہ بھی تو مسلمان ہیں حقیقت میں حکام رسی کا یہ عمدہ ذریعہ سید صاحب کے ہاتھ
آیا ہے صرف برائے نام مسلمان رہکر جو چاہو سو کرو اور وجہ یہ ہے کہ جب سید صاحب بابو کیشب چندر سین کی تقلید میں لندن تشریف
لیگئے اور وہاں خطبات احمدیہ ایک کتاب لکھکر بابو صاحب کی طرح یورپ میں لوگوں کو اپنا مرید بنانا چاہا تو لوگوں نے سید صاحب پر
اعتراض کیا کہ پیغمبر اسکو تسلیم نہیں کرتا کہ بغیر اتباع نبی عربی کوئی شخص مہذب اور نہایت عالم کا ماہر نجات نہ پائے اور باستثناء اہل
اسلام تمام یورپ بلکہ کل بنی آدم جہنم میں جائیں اسلیئے سید صاحب نے اسلام جدید کو وسیع کیا پھر سید صاحب نے اپنے خیالات کی ترقی کے لیے ایک
مدرسہ علیگڈھ میں قایم کیا اور ایک اخبار تہذیب الاخلاق جاری کیا اور اسپر بس نہ کرکے قرآن مجید کی تفسیر لکھکر قرآن کو اپنے اسلام
جدید کے موافق بنایا۔ اس زمانہ کے امرا تو نام پر مرتے ہیں جہاں انکو سبز باغ دکھایا کہ اس مدرسہ سے اہل اسلام کو دینی و دنیوی
ترقی ہوگی جھٹ معین و مددگار ہوگئے اور گورنمنٹ برٹش میں انکی معیت کو عمدہ ذریعہ تقرب سمجھا اور بعض وہ لوگ کہ جنکو انگریزی
خیالات نے بے قید کردیا اور وہ برائے نام مسلمان ہونا کافی سمجھتے ہیں اس مذہب کے معین و مددگار بنگئے اور بعض تو صرف
کوٹ پتلون پہنکر جنٹلمین کہلانے کے لیے سید صاحب کے دین میں آگئے۔
ایک پادری صاحب نے ایک رسالہ تنقید الخیالات مطبوعہ الہ آباد مشن پریس ۱۸۸۲ء میں سید صاحب کے اس ایجاد خانہ زاد کو اور [illegible]
پر محمول کرتے ہیں وہ یہ کہ سید صاحب کی نظروں میں پادریوں اور حکماء یورپ کی روشنی علم و تحقیقات سے اصول اسلام نہایت کمزور
اور لغو معلوم ہوئے لیکن سید صاحب نے اسلام کا ترک کرنا مناسب نہ جانا برائے نام اسکو قائم رکھکر ایک نیا اسلام ایجاد کیا کہ جو اصول
حکماء یورپ پر مبنی ہو اور جسپر کسی قسم کا اعتراض وارد نہو اور نیز باعتبار مشقت عمل و قید حلال و حرام کی بھی بہت آسان ہو مگر [illegible]

قوم کے لوگ ہو کر جنکے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں بلکہ تم اُنسے اس امر میں کہیں بڑہکر ہو کیونکہ اول تو تم شعر و سخن کے مشتاق ہو اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تم ابتدا عمر سے عبادت و ریاضت اور گوشۂ تنہائی میں ساکت و صامت دیکھتے ہو دوم ہر مجلس و میلہ اور ہر ایک قسم کے مجمع میں کہ جہاں اہل سخن جمع ہوا کرتے ہیں اپنے اشعار کو جلا دیتے اور اُسکی مشاقی بہم پہنچاتے ہو اور حضرت تو اس قسم کے مجامع میں مدت العمر ایکبار بھی تشریف نہیں لے گئے۔ سوم تم کو مبالغہ اور زیادہ گوئی میں اور ہر قسم کی لفاظی میں کچھ بھی احتیاط نہیں اور یہی امور فصاحت و بلاغت کے سامان اور خوش بیانی کے مصالح ہیں پس باوجود اسکے تم سے ایک

صاحب کا یہ خیال خام ہے کیونکہ سید صاحب کو مذہب عیسوی کی حقیقت معلوم ہے شاید حکما یورپ و دہریان فرنگ کی ملمع کار خیالات نے پریشان کیا ہو تو کیا ہوا اور اُنکی بے حاصل تقریروں نے انکی دماغ کو مخبوط بنا یا ہو تو بنا یا ہو جیسا کہ اُنکی بعض عبارات بالخصوص علیگڈہ اخبار سے جو سفر پنجاب کے بارہ میں لکھا تھا ثابت ہے مگر ان بیہودہ اعتراضات سے اسلام کو کچھ بھی ضرر نہیں پہنچا۔ اسلام میں کوئی ایسی بات خلاف عقل نہیں کہ جس پر مسلمانوں کو اُنکے رد برد نیچا دیکھنا پڑے اور جو معجزات انبیاء علیہ السلام اور آسمان و زمین کی بابت کچھ کسیکو اعتراض ہے تو وہ بھی بیجا ہے۔ اول تو انہوں نے کوئی تسلی بخش دلیل ابتک اپنی تحقیقات پر بیان نہیں کی دوم قرآن نے ہیئت یا طبیعات کے غلط مسائل کا دعوی نہیں کیا۔ سوم اسمیں کل مذاہب سماویہ شریک ہیں توریت و انجیل بھی اس حملہ کی مدافعت میں مساوی ہیں یورپ کے عیسائی فلاسفروں پر بھی اسکی ذمہ داری ہے۔ اب میں پادری صاحب کے اقوال کو نقل کرتا ہوں تاکہ ناظرین کو میری رائے کی تصدیق ہو قولہ سید صاحب تہذیب الاخلاق جمادی الاول ۱۲۹۶؁ صفحہ ۲۰ و ۱۲۹۶؁ ہجری صفحہ ۲۰۲ وغیرہ میں فرماتے ہیں۔ کہ اسلام کی وہ حالت مجموعی جو تیرہ سو برس سے دنیا میں کہلایا در حقیقت وہ اسلام نہ تہا وہ تو علما محمدیہ کا تراشا ہوا یا قرآن حدیث کے درست مطلب نہ سمجھکر نکالا ہوا اسلام تھا اگرچہ اسمیں درست بھی تھا تو اسقدر درست تھا جسپر کچھ اعتراض نہ پڑتا ہوا اور جتنی باتوں پر علوم سے یا غیر اشخاص سے اعتراض واقع ہوتے ہیں وہ سب نقصان کی باتیں ہمارے بزرگ عالموں کی غلطی سے اسلام میں قرار پکڑے ہوئے تھیں وہ حقیقی خیالات اسلام کے نہ تھے وہ گویا کاٹھ کی ہنڈیا تھی جو اسوقت جل رہی ہے +

مراد انکی یہ ہے کہ جسکو آجتک اُمت محمدیہ نے اسلام سمجھا وہ اسلام نہ تھا اسی لیے تو جو جو اعتراض دنیاوی علوم کی روشنی سے یا مخالفوں سے اُسپر وارد ہوئی وہ سب برحق نکلے اور وہ اسلام پوری شکست کھا گیا فی الحقیقت جو سچا اسلام ہے وہ درست ہے اور مضبوط گویا وہ اسپات کی ہنڈیا ہے اور وہ آجتک سب محمدی علماء سے پوشیدہ رہا اب ہم اُسکو تیرہ سو برس بعد ظاہر کرتے ہیں اور اسکا خیال اس زمانہ میں صرف مجھہ سید احمد خان ہی کو آیا ہے اور میں اپنا فرض سمجھکر ان خیالوں کو ظاہر کرتا ہوں الخ لیکن سید صاحب نہیں بتا سکتے کہ کس عہد تک اس درست راہ پر مسلمان رہے تھے تاکہ ہم اُس عہد کے خیالات کا مقابلہ سید احمد خان صاحب کے خیالات سے کریں الخ۔

پس میں نے سید صاحب کے خیالات پر حتی القدور بہت فکر کیا کہ وہ کیا کہتے ہیں پر مجھے معلوم ہوا کہ سید صاحب کا خیال ہرگز درست نہیں محض غلط بات ہے کہ اسلام قدیم اسلام نہ تھا اور اسلام جدید جو سید صاحب دکھلاتے ہیں درست اسلام ہے + قدیمی اسلام جسکو وہ کاٹھ کی جلتی ہنڈیا بتلاتے ہیں یقیناً وہی حقیقی اسلام ہے جو محمد صاحب نے اپنی اُمت کو دیا تھا پر وہ نیا اسلام جسکو انہوں نے اس زمانہ میں نکالا اور اہل ہند کے سامنے پیش کیا ہے وہ ہرگز اسلام نہیں ہے بلکہ اسمیں اکثر وہ خیالات بھرے گئے ہیں جو ہندوؤں کے ایک برہمو فرقہ کے ہیں اور وہ بھی چند روز سے شہر کلکتہ میں نکلے ہیں الخ یا اُن لوگوں کے بعض خیالات اسلام میں داخل کئے ہیں جو قدیم زمانہ سے آجتک انبیائی سلسلہ کے مخالف ہیں جنکو دنیا کی عقلمند کہتے ہیں۔ ان خیالوں کو سید صاحب

سورۃ کی برابر بھی کلام مرکب نہیں کیا جاتا اور تمکو نہایت زور اور دعوی سے کہا جاتا ہے اور اسکے ساتھ یہ بھی اجازت
دی جاتی ہے کہ ایک نہیں بلکہ سب ملکر بنا لاؤ اور اپنے اُن معبودوں سے بھی مدد لو کہ جنکو تم ہر قسم کی قدرت اور اختیار
کا مبدء اور ہر طرح کا حاجت روا جانکر پوجتے ہو پھر جب بھی تم سے ایک سورۃ کی برابر بھی نہ بن سکا اور نہ کبھی بن سکیگا
تو یقین کرلو کہ یہ اُس شخص کا کلام ہے کہ جو تمام لوگوں اور غیر اللہ سب معبودوں سے بڑھکر ہے اور وہ خدا تعالے
ہے کہ جو ہر بات میں سب سے نرالا ہے پس جب یہ ہے تو خدائے قادر کا مقابلہ اور اُسکے کلام کو جھٹلانا جہنم میں (کہ جسکی

فقرات میں لپیٹ کر اسلام میں شامل کرنا چاہتے ہیں یہ دعوی سنکر شروع میں مجھے خیال آیا تھا کہ شاید سید صاحب اسلام کے وہ زوائد جو پیچھے
سے اسمیں پیدا ہوگئے ہیں کاٹ چھانٹ کر دکھا دینگے لیکن اب جو کچھ کہ اُنہوں نے دکھلایا اس سے معلوم ہوا کہ وہ تو کہیں سے کہیں چلے
گئے حقیقی اسلام اُنکے ہاتھ سے نکل گیا اور ایسا چھوٹا کہ بہت ہی دور رہگیا اسلئے علماء محمدیہ نے اُنکی نسبت سخت فتوے لکھے ہیں اسلام
فی الحقیقت وہی ہے کہ جسکو مسلمانوں نے محمد صاحب سے پایا یا یوں کہو کہ اسلام وہ ہے کہ جو قرآن وحدیث سے متبادر اہل زبان کے
ذہن میں آیا اور ابتداء دعوی نبوت سے تیس برس تک دنیا میں محمد صاحب نے قولاً وفعلاً اُسکی تعلیم دی ہے ۔ یہ بات تو دیکھی جاتی ہے کہ کسی
مرشد برحق یا غیر برحق کے خیالات پر اہل غرض اور بے احتیاط مفسر کبھی کبھی اپنے خیالات کی قلعی چڑھا لیا کرتے ہیں الخ اگر سید صاحب
زوائد اسلام کو خارج کرکے خالص اسلام جو قرآن وحدیث میں ہے دکھلاتے اور پھر ثابت کرتے کہ علوم کی روشنی اور مخالفوں کے اعتراض
سے محفوظ ہے تو اُنکی یہ کوشش قابل تحسین وشکر تھی لیکن سید صاحب نے ملحدوں ولا مذہبوں اور حکماء مخالفین انبیاء کے اصول ور کلکتہ کے
بنگالیوں کے خیال جنکے دلوں میں سے بت پرستی کو انگریزی تعلیم نے نکالا اور ملحد انگریزوں کے اصول کو جمع کرکے قرآن وحدیث میں
چھپاں کرنے کا پورا بندوبست کرلیا اور یہ بھی اسطرح پر کہ قرآن وحدیث کے صاف وصریح مطلب کو تحریف معنوی اور اجنبی تاویلوں
سے دھکے دیکر وہاں سے نکالتے ہیں اور اپنے مرغوب خیالوں کو وہاں بٹھلاتے ہیں جو ہرگز بیٹھ نہیں سکتے ؛
اور یہ کام اس مراد سے ہے کہ اسلام قدیم کے اصول مخالفوں سے شکست کھا چکے ہیں لیکن جب وہ اس طرح کی اُلٹ پلٹ اسمیں کرلینگے
تو پھر اس اسلام جدید پر یہ اعتراضات نہونگے کیونکہ سید صاحب کے گمان میں ملحدوں کے خیالات انبیائی خیالات سے مضبوط اور استوار
ہیں ۔ اس صورت میں سید صاحب کو ایک بڑی مشکل پیش آئی کہ تمام کتب مسلّمہ اہل اسلام کو چھوڑنا پڑا اور بہت سی تواریخی باتوں کو
بھی تبدیل کرکے اپنے دل سے نئی تواریخ تصنیف کرنی پڑی تاہم ایک سخت مشکل باقی رہگئی کہ اُن خیالات کی سند جنکو وہ دکھلاتے
ہیں محمد صاحب تک نہ پہنچی گویا کہ قرآن تو محمد صاحب نے دیا اور معنی اسمیں تیرہ سو برس بعد سید صاحب نے ڈالے اور سند اُن معنوں کی نہ
محمد صاحب تک مگر اہل الحاد تک پہنچی اسکے علاوہ اسلام جدید میں اسلام قدیم کے برخلاف نیا الہام اور نئی وحی اور نیا خدا اور نیا
نبی تجویز کرنا اور اسی طرح دوزخ اور بہشت اور اصولی باتوں میں بہت ہی بڑی تبدیلی کرنی پڑی باوجود اسکے یہ اسلام جدید زیادہ تر محل اعتراض
ہے ۔ اپنی تصانیف میں جہاں تک سید صاحب نے علوم کی روشنی سے اسلام قدیم کی شکست دکھلائی ہے میرے گمان میں یہ تو اسکی
کچھ بھی شکست نہیں کیونکہ حکماء مخالفین انبیاء کے چند خیالات ہیں جن سے کوئی مذہب مدعی الہام ونبوت شکست نہیں کھا سکتا
بلکہ وہ حکماء ہی طالبان حق کی نظروں میں حقیر ہیں اور رہیں گے اور مثلاً خدا کا محالات عادیہ پر قادر ہونا حکیم نہیں مانتے اسلام
اسکا قائل ہے اس گروہ خیال سے اسلام کو شکست نہیں ہوئی بلکہ اس خیال گروہ کو الخ انتہی ملخصاً ؛ پھر یہ پادری صاحب اپنے
اول اس رسالہ کے ۲ صفحہ میں یہ کہتے ہیں ۔ قولہ پہلے سید صاحب نے تبئین الکلام ایک کتاب لکھی تھی اور اسمیں خدا کے کلام برحق کی

آگ یہان کی آگ سے سخت اور تیز ہے جسمین پتھر اور آدمی جلتے ہین) ٹھکانا بنانا ہے اب تم کو لازم ہے کہ اُس آگ سے
بچنے کا سامان کرو یعنی اس کلام پاک پر صدق دل سے ایمان لاؤ اور اس حیات بخش کلام کو اپنا دستور العمل بناؤ ؀

متعلقات

معجزہ اُس امر خارق عادت کو کہتے ہین کہ جو مدعی نبوت سے سرزد ہو خواہ وہ کلام ہو یا کوئی کام ہو اور چونکہ مخالف کو خدا تعالےٰ
کی طرف سے ویسے امر بنانے کی قدرت نہین ہوتی بلکہ وہ عاجز ہوتا ہے اسلئے اُسکو معجزہ کہتے ہین اور اسی لئے یہ معجزہ اسبات
کی دلیل ہوتا ہے کہ جسکے ہاتھ سے یہ سرزد ہوا ہے وہ موید من اللہ ہے - یعنی اس عالم اسباب مین جسقدر امور واقع
ہوتے ہین وہ اسباب پر مبنی ہوتے ہین اور اُن اسباب کا سلسلہ جناب باری پر ختم ہوتا ہے اسلئے ان اُمور کو ظاہر
اسباب پر نظر کرکے اسباب کی طرف منسوب کر دیتے ہین اور جنکی چشم حق بین نور الہام سے روشن ہے وہ ان اسباب
سے قطع نظر کرکے اس مسبب الاسباب کی طرف اس فعل کو منسوب کرتے ہین لیکن جب خدا تعالےٰ کو اپنے ہادی کی

تفسیر اکثر مقامات مین کچھ اپنے طور سے کی کہ عیسائیون اور محمدیون کو قریب قریب ایک حکمت سے لایا چاہتے ہین لیکن جو تفسیر خلاف حق ہو وہ
کب مقبول ہو سکتی ہے اسلئے انہون نے اپنے پہلے خیال کو چھوڑ دیا اور اب وہ اسلام کی مرمت کے درپے ہین مگر یہ بھی انہونی بات ہے -
کیونکہ نام تو مرمت کا لیا ہے مگر ایک ورہی بنیاد ڈالی ہے جسکو ہرگز اسلام نہین کہہ سکتے - یہی سبب ہے کہ علماء محمدیہ اُنکے برخلاف ہین ہان
بعض محمدی کہ جو اہل یورپ کے خیالات سے بہرہ یاب ہین وہ سید صاحب کے ساتھ موافق ہین نہ اسلئے کہ سید صاحب ٹھیک اسلام کے موافق
بول رہے ہین بلکہ اسلئے کہ انگریزی خیالات سے اُنکے خیالات کچھ اور ہی طرح کے ہو گئے ہین اور محمدی اسلام انہین اچھا نہین معلوم ہوتا
اور کسی مذہب یا دین اسکو چھوڑکر کسی وجہ سے شامل ہونا بھی نہین چاہتے انکو تو صرف قومی آرام اور آسایش دنیا اور آبائی نام کے لئے
اسلام کا نام ہی کافی ہے جس عقلی راہ پر انکو چاہو لیچلو وہ تیار ہین کیونکہ وہ ایسی اُس طبیعت کے مطیع ہین جو انگریزی خیالون سے اُن مین
پیدا ہو گئی ہے وہ ان خیالات کے کچھ درپے نہین کہ جو اُنکے آبا کو محمد صاحب سے وسلے تھے انہین لکھنا ؀
اقول حقیقت مین سید صاحب نے وہ بڑا کام کیا کہ جو انکے اسلاف مین سے کسی سے نہو سکا ہے فکر ہر کس بقدر ہمت اوست - اُنکی ہمت صرف
رسول شاہیون مین مشائخ کہلانے ہی تک تھی جنا بہای ہمت عالیہ نے ہندوستان کے مسلمانون کا نبی اور رسول بننے کا تقاضا کیا جس طرح
کہ سید محمد جونپوری مہدی بنا اور میر محمد حسین بیاوک بنا - کیا عجب ہے کہ سید صاحب کی ذریت مین سے کوئی خدائی کا دعوی بھی کرے
مگر جو امید کے لئے سید صاحب نے یہ کام کیا تھا وہ حاصل نہوئی - ہر چند گورنمنٹ کو ان لوگون نے مغالطہ مین ڈالا کہ اُس نے سید
صاحب کو اور اُس کے بعض خلفا کو اہل اسلام کا رکن اور معتبر جانکر اہل اسلام کے اتحاد اور ارتباط کے لئے وسیلہ بنایا مگر
انکا اعزاز اہل اسلام مین اُسی قدر ہے کہ جسقدر دشمنان اسلام پادریون یا دہریون کا ہے یعنی تمام مسلمان انکو سخت کافر اور بے دین
جانتے ہین اور انکی کوٹ پتلون اور انکے تکبر و تجبر کو نہایت ذلت اور حقارت کی نگاہون سے دیکھتے ہین اسلئے انجام کار ناکامی ہوتی
ہے - یہانتک جو حال اس فرقہ کے موجد کا تھا مین نے مختصر ٹھیک ٹھیک کہا اور اگر کوئی بات خلاف واقع ہو تو مین اوسکا ذمہ دار نہین -
اب مین اس تمہید کے بعد سید صاحب کے اقوال کو نقل کرکے جواب دونگا ؀ ۱۲ منہ

(ملہ) جیسا کہ سمیع اللہ خان صاحب ۱۲ منہ)

عام لوگون کے رو برو تصدیق منظور ہوتی ہے تو وہ خلاف عادت ان اسباب کو درمیان سے اُٹھا کر بغیر انکے کوئی کام اُس نبی کی معرفت سرزد کرا دیتا ہے تاکہ اسباب کی طرف نظر نہ پڑے اور یہ فعل اسی کا معلوم ہو +

مگر یہ کام خدا کا ہے جب چاہے کرتا ہے نبی کو چاہے اور وہ کسی مصلحت سے نہ چاہے تو نہیں کرتا۔ یورپ کے بہت حکما کہ جنکو صرف ظاہر بین آنکھین عطا ہوئی ہین اس امر خارق عادت کا انکار کرتے ہین اور اُنکی تقلید سے فرقہ نیچری بھی منکر ہے اور انکی تقلید سے سید احمد خانصاحب غفر لہم بھی اصول اسلام کے برخلاف اسکا انکار کرتے ہین اور بلا دلیل ناممکن اور محال بتلاتے ہین اور لطف یہ کہ ابتک امکان و وجوب و محال کے معانی سے بے خبر ہین۔ یہ انکار اسلئے ہے کہ انہون نے کبھی معجزہ یا خارق عادت بات دیکھی نہین اور یہ طبائع عامہ جبلی خاصہ ہے کہ وہ جس چیز کو مدت العمر دیکھتے نہین اُسکے وجود بلکہ امکان مین بھی شک کرتے ہین چنانچہ عرب کے ریگستان مین کہ جس نے مدت العمر کوئی ندی یا دریا نہ دیکھا تھا دریا کا مفہوم منکر بڑا التعجب کیا اور پھر سمندر کا حال سنکر دونون کانون پر ہاتھ دھر کر یہ کہدیا واللہ لایکن ثم باللہ لایکن +

اہل اسلام کا اسبات پر اتفاق ہے کہ قرآن مجید معجزہ ہے اور اسکی مانند بنانا طاقت بشریہ سے خارج ہے خواہ مضامین کی خوبی سے ہو یا اُسکے ساتھ عبارت بھی حد اعجاز کو پہنچ گئی ہو یا کوئی اور سر ہو مگر جمہور اہل اسلام یہ بھی کہتے ہین کہ قرآن اپنی فصاحت و بلاغت مین بے مثل ہے اور اس کا مثل بنانا بشر سے محال ہے۔ اور یہ بات خدا نے اسلئے قرآن مین رکھی کہ عرب کو اپنی فصاحت و بلاغت پر بڑا گھمنڈ تھا پس خدا تعالیٰ نے انہین اُنکو عاجز کر کے اسکا منجانب اللہ ہونا بتلا دیا[1]

نکات

سورہ شرع مین قرآن مجید کے اُس حصہ کو کہتے ہین کہ جسمین کم از کم تین آیتین ہون اور اُس حصہ کا کوئی نام معین بھی ہو جیسا کہ فاتحہ بقرہ۔ بعض اہل لغت کہتے ہین کہ اسکا واو اصلی ہے اس تقدیر پر یہ سور البلد (شہر پناہ) سے ماخوذ ہے

[1] سید صاحب فرماتے ہین قولہ صفحہ ۳۲ مگر یہ بات کہ اسکی مثل کوئی نہین کہہ سکتا یا کہہ سکتا اسکے من اللہ ہونے کی دلیل نہین ہو سکتی کسی کلام کی نظیر نہونا اسبات کی تو بلاشبہ دلیل ہے کہ اسکی مانند دوسرا کلام موجود نہین ہے مگر اسکی دلیل نہین کہ وہ خدا کی طرف سے ہے بہت سے کلام انسانون کے دنیا مین ایسے ہین کہ اُنکی مثل فصاحت و بلاغت مین دوسرا کلام نہین ہوا مگر وہ من اللہ تسلیم نہین ہوسکتے الخ۔ اول انسانون کا کوئی ایسا کلام ہے کہ جسکا مثل فصاحت و بلاغت مین آجتک باوجود تحدی کے دوسرا کلام نہو سکا ہان یہ اور بات ہے کہ کسی نے کوئی عمدہ کتاب تصنیف کی مگر اُس وقت کے تمام فصیح بلیغون کو عار دلا کر اُسکے مثل بنانے کا اشتہار نہ دیا اتفاقاً ابتک کسی نے اس عبارہ مین قلم نہ اٹھایا یا بلا شک اسوجہ سے یہ کتاب من اللہ تسلیم نہین ہوسکتی اور جبکہ بڑے زور سے دعویٰ کیا ہو اور سب کو اس مین شریک ہونے کی اجازت دی ہو اور اپنے کلام کے ایک ٹکڑے کے برابر بنانے کی درخواست کی ہو اور لوگون نے اس امر مین حوصلہ بھی کیا ہو اور پھر اپنے مسودات اور کلمات کو معیوب سمجھ کر پیش نہ کر سکے ہون بلکہ خود انہین کے لوگون نے اُس پر قہقہہ اُڑایا ہو۔ پس یہ من اللہ ہونے کی صریح دلیل ہے دوم اگر بادی ہونے مین تحدی تھی تو یہ بھی کلام یعنے قرآن سے منقول تھی پھر اسکا مثل بنانا وہی بات ہے سر کے پیچھے سے ہاتھ پھیر کر ناک بتلانی فضول امر ہے ۱۲ منہ

اس مناسبت سے کہ سور البلد جس طرح شہر کو ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہے اسی طرح سورہ بھی چند آیات با ہر قسم کے مضامین کو گھیرے ہوئے ہے یا سورہ بمعنی رتبہ سے ماخوذ ہے کیونکہ کل سورتین بمنزلہ منازل اور مراتب کے ہیں یا ان کے باہم شرف اور طول وقصر میں مراتب جداگانہ ہیں ÷

بعض کہتے ہیں کہ یہ واو اصلی نہیں بلکہ ہمزہ تھی اسکو واو بنا لیا ہے اور باہم مبادلہ ہوگیا ہے اس تقریر پر اسکی اصلی سورۃ ہے جسکے معنی کسی چیز کا بقیہ اور ٹکڑا ہے یعنی یہ قرآن کا ایک ٹکڑا ہے اسلیئے اسکو سورہ کہنے لگے - یہانتک وجہ تسمیہ کا بیان تھا۔ اور قرآن مجید کا سورتوں پر منقسم ہونا اُس حکمت کے لئے ہے کہ ایک مضمون دوسرے مضمون سے جدا ہو جاوے اور ایک قسم کی نظم جو باہم مناسبت رکھتی ہے دوسری قسم سے علیحدہ شمار ہو جاوے اور پڑہنے والیکو سہولت اور فرصت اور حفظ کرنے میں سہولت اور فراغت حاصل ہو کیونکہ جب وہ ایک سورہ کو تمام کریگا تو دل میں فرحت پیدا ہوگی جس طرح مسافر جب ایک منزل طے کر لیتا ہے تو دل میں خوش ہوتا ہے کہ اس مسافت کا اسقدر حصہ میں نے طے کر لیا اسی مقصد کیلئے مصنفین اپنی کتابوں مین فصل اور باب مقرر کرتے ہین ورنہ ایک کلام مسلسل سے دل گھبراتا ہے اسکے علاوہ اور بہت سی حکمتین ہین سورتون کے آنحضرت علیہ السلام کے عہد مین نام مقرر ہو چکے تھے ÷

شہداء | شہید کی جمع ہے جسکے معنی حاضر اور گواہی دینے والا اور مددگار نیوالا اور حاکم کے ہیں - اسکا سر یہ ہے کہ لفظ شہید یعنے اس ترکیب میں حاضر ہونے کے معنی ملحوظ ہیں خواہ یہ حضور بالذات ہو یا بالتصور پس مدد کرنے والے اور حاکم اور حاضر میں تو بالذات حضور پایا جاتا ہے کس لئے کہ حاضر تو موقع پر حاضر ہوتا ہے مگر مدد کرنیوالا بھی موقع پر حاضر ہوتا ہے اور حاکم کے حضور (روبرو) مقدمات فیصلہ ہوتے ہیں اور گواہی دینے والے میں حضور کے معنی بالتصور پائے جاتے ہیں یعنی جب وہ گواہی دیتا ہے تو اپنے خیال میں اُس بات کو حاضر کرتا ہے اور جو شخص خدا کی راہ میں مارا جاوے اُسکو بھی اسلیئے شہید کہتے ہین کہ وہ خدا تعالی کے پاس حاضر ہوگیا اور اُسکا بدلہ ثواب آخرت اور اُسکے مصاحب ملائکہ اُس کے پاس حاضر ہو جاتے ہیں اللهم ارزقنی شہادۃ فی سبیلک ÷ اس مقام پر یہ چاروں معانی مراد ہوسکتے ہیں یعنی تم قرآن کی سورہ کے مثل بنانے مین جو لوگ اسوقت بڑے فصیح و بلیغ حاضر اور موجود ہیں اُنکو بلاؤ اور اُن سے مدد لو اور جو تمہارے کلام پر سورہ کے مثل ہونے کی گواہی دیں اُنکو بھی بلاؤ اور جو لوگ تمہارے زعم مین تمہارے مددگار اور حاجت روا ہیں اور جنکے نام کی تم دہائی دیتے ہو اور جنکی عبادت کرتے ہو اُنسے بھی مدد لے دیکھو الغرض سب کو ملا لو اور پھر حاکموں کے پاس اس منازعت کے فیصلہ کے لئے چلو دیکھو وہ کیا کہتے ہیں؟

دون اللہ | دون کے معنی پاس اور قریب جگہہ کے ہیں اور اسی لئے کتابوں کے تصنیف کرنے کو تدوین کہتے ہیں کہ ایک مضمونکو

دوسرے مضمون کے ساتھ متصل اور پاس کیا جاتا ہے پھر بطور مجاز کے رتبہ میں بھی اس لفظ کا استعمال ہونے لگا کہتے ہیں
زید دون عمر یعنی زید عمر سے کم مرتبہ ہے اور اسی لئے حقیر چیز کو دون یا دنی بولتے ہیں اور اسی لئے اس عالم کو کہ حقیر و ذلیل ہے
دنیا کہتے ہیں (مؤنث کا صیغہ) یا اسلئے کہ یہ قریب ورباہی اور وہ عالم بعید ہے ۔ پھر اس میں بھی وسعت دی گئی اور اس کلمہ کا ایک
چیز چھوڑکر دوسرے کے اختیار کرنے پر اطلاق ہوا اور لفظ غیر کے قریب المعنی ہوگیا ۔ اسمقام پر اسکے معنی غیر کے ہیں یعنی خدا کے
غیر اور اسکے سوا جسقدر تمہارے مددگار ہیں سب سے مدد لو ۔

ما نزلنا نزول اوپر سے نیچے کسی چیز کا اُترنا اس جگہ قرآن مجید مراد ہے کہ بواسطہ جبرئیل[1] عالم بالا سے حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اُترا

نکات

۱ نزلنا فرمایا انزلنا نہ کہا اسلئے کہ تنزیل کے معنی ٹکڑے ٹکڑے کرکے نازل کرنا اور انزال کے معنی اکیبار نازل کرنا ہے ۔
گو قرآن مجید لوح محفوظ سے بیت المعمور تک یکبار نازل ہوا مگر وہاں سے دنیا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حسب حاجت ٹکڑے ٹکڑے
نازل ہوتا تھا اور اسبات سے بیوقوفوں کو شک پیدا ہوتا تھا کہ یہ تو شاعروں اور دیگر مصنفین کی طرح تھوڑا تھوڑا تصنیف کرکے
سناتا ہے اگر منجانب اللہ ہوتا تو تمام قرآن کو ایکباری دکھلاتا بلکہ کاغذوں پر لکھا ہوا اور جلد بندھا ہوا لاکر سامنے دھر دیتا کہ

[1] تفسیر القرآن کے مؤلف نے اس مقام پر صفحہ ۱۲ سے لیکر ۱۴ تک اپنے خیالات فاسدہ کو بہت کچھ طول دیا ہے اور چند ابحاث لکھی ہیں (۱) ما نزلنا پر جسکا خلاصہ
امام رازی پر نزول وحی کے بارہ میں اعتراض اور تمام علماء اسلام پر طعن کے بعد یہ ہے کہ خدا اور پیغمبر میں جبرئیل وغیرہ کوئی واسطہ نہیں صرف انہی کے خیالات جس طرح کہ مجنونوں کو مجسم نظر
آیا کرتے ہیں اور کوئی باتیں کرتا معلوم ہوتا ہے آوازیں سنائی دیتی ہیں اسی طرح اس نبی کو نظر آتے باتیں کرتے ہیں اسی کے دل سے خیالات اٹھکر دل پر فوارہ
کی طرح اُچھلتے ہیں اور یہی نزول وحی ہے (۲) بحث نبوت کی بابت کی ہے کہ نبوت خدا کی طرف سے ایک عہدہ سمجھنا کہ وہ جسکو چاہتا ہے دیتا ہے (جیساکہ اللہ تعالیٰ
فرماتا ہے حیث یجعل رسالتہ ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء) اہل اسلام کا غلط عقیدہ ہے بلکہ نبوت ایک فطری ملکہ ہے کہ جس طرح انسان کے اندر اور صدہا فطری ملکات
ہیں یہ بھی ایک ملکہ ہے کہ جو جسم کے قوی و ضعیف ہونے سے قوی و ضعیف ہوتا ہے پس جس میں اخلاق انسانی کی تعلیم و تربیت کا ملکہ بمقتضاء اسکی فطرت کے خدا سے عنایت
ہوتا ہے وہ پیغمبر کہلاتا ہے (پھر یہ پیغمبری کسی شخص اور کسی زمانہ میں منحصر نہیں بلکہ ہر ملک و ہر زمانہ میں ایسے لوگ کہ جو ریفارمر کہلاتے ہیں نبی ہیں چنانچہ ہندوستان
میں دیانند سرستی اور بنگالہ میں بابو کیشب چندر سین اور انگلستان میں فلاں فلاں صاحب بھی نبی ہیں تہذیب الاخلاق مطبوعہ ۱۲۹۰ھ (۳) لفظ اُعدّت سے
دوزخ اور جنت کا بالفعل موجود ہونا خیال کرنا جیساکہ جمہور اہل سنت والجماعت عقیدہ رکھتے ہیں غلط ہے کیونکہ قطعی الوقوع چیز کو قرآن بلفظ ماضی تعبیر کرتا ہے ۔
(۴) بحث دوزخ و جنت کی بابت کی ہے کہ جنت کی حقیقت کا بیان کرنا خدا کو بھی محال ہے جنت و دوزخ صرف راحت و تکلیف کا نام ہے موسیٰ نے اسکی تفسیر
کثرت اولاد اور پیدائش مال کے ساتھ کی ہے اور دوزخ ان چیزوں کے نقصان اور مرضیہ وغیرہ مصائب کو بتلایا ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن میں لوگوں کو
رغبت و رخوف دلانے کے مصلحت سے اسکی تفسیر حور و قصور باغ اور نہریں و شعلہ آتش و زقوم و حمیم کے ساتھ کردی اور دراصل یہ چیزیں جنت و دوزخ میں نہیں اور
اگر یہی جنت ہے تو اس سے ہماری خرابات بہتر ہے الخ اقول یہ انکے اقوال کا خلاصہ مطلب ہے ناظرین کہہ ہیں کہ یہ باتیں جو بلا دلیل خانصاحب نے بیان کی ہیں محض
فرقہ برہمو سماج کی تقلید ہے یا نہیں ؟ اور ان خیالات کو نہ تنہا اسلام بلکہ کل آسمانی مذاہب سے کسقدر مباینت ہے اور اسوقت جو الحاد یورپ کے دریا ہمکنار کی موجیں
ہندوستان کو تہ و بالا کر رہی ہیں (جس سے ہزاروں کوڑ مغز نے کہ جنکو نہ علوم اسلامیہ سے بہرہ نہ فنون عقلیہ سے حصہ نہ دینی بیکنوں سے تعصب بلکہ نکو دنیا و ریاست و مال
کے بندے نفسانیت سے بہرے ہوئے کسقدر شروت دنیا حاصل کرکے بانی مذہب جدید ہوگئے اور سینکڑوں بندگان خدا کو گمراہ کردیا اور جیا بلا ہدی سے محروم
بنادیا) اسلئے کسقدر مناسب ہے ان خیالات کا ابطال مقدمہ کتاب میں ہو چکا ہے تمن شاء فلیرجع الیہا ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالے ✦ ✦

دیکھو یہ کتاب مجھپر خدا کی طرف سے نازل ہوئی ہے قال الذین کفروا لولا نزل علیہ القرآن جملۃً واحدۃً چونکہ وہ جاہل اس پارہ پارہ نازل ہونے کے سر سے واقف نہ تھے اور نہ یہ جانتے تھے کہ کسی نبی پر آجتک اس طرح سے بنی بنائی کتاب نازل نہین ہوئی ہے اسلیئے خدا تعالی نے اس امر سے درگزر فرماکر اسی تقدیر پر قائل کیا کہ اچھا یون ہی سہی تم بھی پوری کتاب نہین بلکہ اسکے ایک ٹکڑے کی برابر بناکے لاؤ پس اسلیئے لفظ نزلنا فرمایا انزلنا نہ کہا +

۲ اس تحدی (معارضہ) کو خدا تعالے نے ایک نکتہ کے لیئے کئی سورتون مین مختلف طور سے بیان کیا اس سورۃ مین اور سورۂ یونس مین تو اسطرح سے فرمایا اور سورۂ ہود مین یون فرمایا فاتوا بعشر سور مثلہ مفتریات وادعوا من استطعتم من دون اللہ ان کنتم صادقین کہ اسکے دس ہی ٹکڑون کی مانند بناکے لاؤ اور خدا کے سوا جس سے چاہو مدد لو اور سورۂ اسریٰ مین یون فرمایا قل لئن اجتمعت الانس والجن علی ان یاتوا بمثل ہذا القرآن لا یاتون بمثلہ ولو کان بعضہم لبعض ظہیرا کہ اگر تمام جن وانس اس قرآن کی مثل بنانے پر متفق ہوجاوین اور ایک دوسرے کی مدد کرے تب بھی اسکی مانند نہ بنا سکینگے - اور سورۂ قصص مین یون فرمایا قل فاتوا بکتاب من عند اللہ ہو اہدی منہما اتبعہ ان کنتم صادقین کہ اُنسے کہہ اگر تم سچے ہو تو خدا کے ہان سے کوئی اور کتاب لاکے دکھاؤ کہ جو قرآن و توریت سے زیادہ ہادی ہو مین بھی اُسکو مانونگا - پس ان سب آیات کو ملاکر یہ نکتہ پیدا ہوا کہ خواہ تم ایک سورۃ کی برابر خواہ دس کی برابر خواہ اس تمام قرآن کی برابر بناکے دکھاؤ پس یہ سخت معارضہ ہے گویا یون فرمایا کہ اسکی برابر بناؤ یا اسکے نصف کی برابر یا اس کے ربع کی برابر بناؤ +

۳ وقودھا الناس والحجارۃ فرمایا کہ آتش جہنم مین آدمی اور پتھر جلتے ہین اسمین یہ اشارہ ہے کہ جو لوگ غیر اللہ کو پوجتے ہین اور اُنکو حاجت روا سمجھتے اور اُنکے نام کی دہائی دیتے اور نذر و نیاز کرتے ہین وہ عابد اور معبود دونون خداے جبار کے قہر مین مبتلا ہین خدا کا قہر آگ کی صورت مین متمثل ہوکر اُنکو جلاویگا اور جہنم کا ایندھن بناویگا - اور عرب کے لوگ اکثر پتھر کے بت بناکر پوجتے تھے اسلیئے حجارۃ کہا - الغرض اس لطف کے ساتھ اُنکی بت پرستی کی سزا اور بتون کی وقعت و اقتدار کا اندازہ ظاہر کردیا +

اس تھوڑے سے کلام مین خدا تعالی نے ان چند مقاصد ضروریہ کو کس خوبی کے ساتھ ادا کردیا کہ جسکا کچھ بیان نہین (۱) جس امر مین مخالفین کو بڑا دعوی تھا اُسمین اُنکو عاجز بناکر قرآن کا منجانب اللہ ہونا ثابت کردیا (۲) اسکے ضمن مین اس معجزہ قرآنیہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو مخالفون کے روبرو متحقق اور ثابت کردیا حتے کہ پھر جو کوئی انکار کرتا تھا تو محض عناد سے کرتا تھا لانہم کانوا یعرفونہ کما یعرفون ابناءہم (۳) وادعوا شہداءکم سے خدا کے سوا جسقدر معبود لوگون نے بنا رکھے ہین اور اُن سے مرادین مانگتے اور اُنکو حاجت روا یا قادر مطلق یا قادر مطلق کا مختار عام یا داروغہ با اختیار جانتے ہین (جیسا کہ ہنود کالی بھوانی بھیرون -

ہنومان کرشن بلکہ مہادیو راجہ رام چندر کو اکب وعناصر وارواح وغیرہا اشیا کو ابتک لیا جانتے اونکے نام کے پتھر تانبے
پیتل کے بت بنا کے پوجتے ہین جسکو یقین نہ آئے تو بنارس[لہ] جاکر دیکھ لے اُنکا عاجز ہونا ثابت کردیا گویا یہ توحید کے لئے
ایک برہان قاطع اور ابطال شرک کے لئے دلیل ساطع ہے (۴) ولن تفعلوا سے قیامت تک کی پیشین گوئی کرکے آنحضرت
علیہ السلام کو کامل اطمینان دلایا جس سے آنحضرتؐ نے اس دعوی کو نہایت اطمینان سے تمام لوگون کو سنا کر اپنی نبوت کو ثابت کردیا
(۵) فاتقوا النار سے عالم آخرت اور وہان کے احوال عذاب وثواب وبہشت اور کفر کی سزا جہنم ابدی کو بیان اور نتیجہ اعمال کو
عیان کردیا (۶) التی وقودها الناس والحجارة سے یہ ظاہر کردیا کہ وہ آگ یہان کی آگ سے بہت تیز ہے یہان کی آگ لکڑیون
سے جلتی ہے وہ آگ ارواح کفار اور سخت سخت پتھرون سے سلگتی ہے ۔ اور یہ کہ وہ معبود کہ جنکو وہ لوگ پوجتے ہین محض بے حقیقت
ہین اور کیا تو کیا بھلا کرین گے اپنے ہی تئین مواخذہ سے بری نہ کرسکین گے ۔ جب کہ ہین حضرتؐ نے انوار توحید کو پھیلایا اور آفتاب
نبوت بلند ہوا تو بتون مین سے آوازین آیا کرتی تھین کہ اب ہماری پرستش کا زمانہ تمام ہوگیا چنانچہ اسلام لانے سے تھوڑے
دن پہلے حضرت عمرؓ جب ایک بت کے آگے قربانی لیکر گئے تو اسکے اندر سے نوحہ کی آواز آئی اور چند اشعار نبی صلی اللہ علیہ وسلم
کی شوکت کی بابت سنائی دیے اور اسی آواز غیبی نے پھر کلمات الوداع پڑھکر حسرت وافسوس ظاہر کیا اس قصہ کو بیہقی نے دلائل
النبوة مین روایت کیا ہے ۔ (۷) اعدت للکافرین سے یہ بات ثابت کردی کہ جنت و دوزخ بلکہ جو کچھ عالم ظہور مین آنیوالا ہے
وہ سب کچھ عالم مثالی مین قایم ہوچکا ہے ۔ یہ مسلم کہ قرآن مجید مین آیندہ ہونیوالی چیزون کو کہ جو قطعًا واقع ہونگی ماضی کے صیغہ
سے تعبیر کیا ہے مگر اس سے یہ لازم نہین آتا کہ جس چیز کو اس لفظ سے بیان کیا وہ ہنوز واقع نہین ہوئی آیندہ ہوگی پس ان دونون
چیزون مین مساوات سمجھکر یہ کہدینا کہ دوزخ وجنت ہنوز پیدا نہین ہوئی بڑی غلطی ہے اسلئے جمہور اہل سنت کا اسبات پر اتفاق
ہے کہ جنت و دوزخ اب بھی موجود ہین نہ یہ کہ قیامت کو موجود ہونگے جیسا کہ معتزلہ کہتے ہین کہ اگر یہ ہو تو جسقدر عہد آدم
علیہ السلام سے لیکر قیامت تک لوگ نیک اور متقی مرے ہین وہ جنت اور وہان کے نعماء سے محروم رہین اور برے لوگ جہنم سے
بچے رہین یہ سمجھ مین نہین آتا کہ اتنے عرصہ دراز تک کیون اعمال کی جزا وسزا نہین ملتی ۔؟
علاوہ اسکے قرآن واحادیث اسپر گواہ صادق ہین ۔ خود حضرت آدم علیہ السلام جنت مین رہ چکے تھے ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج مین
جنت و دوزخ کی سیر کی اور ایکبار نماز پڑھتے مین دوزخ وجنت کو دیکھا ۔ اور یون بعض شخصون کو دوزخ وجنت مین دیکھکر خبر
دی ۔ اور ان باتونکو ایک دو صحابی نے نہین بلکہ بہت سے لوگون نے روایت کیا ہے اور کتب احادیث صحاح ستہ وغیرہا مین بہت سے طرق سے یہ روایات مروی ہین

جنت و دوزخ کے لئے اس عالم کی کوئی دوسری زمین اور دوسرا آسمان نہین کہ اسکا بعد مسافت اس سے پایا جاوے یا اس آسمان و

لہ بنارس جانے ہی کی کیا ضرورت ہے ہر گاؤن اور شہر مین یہی صورت ہے ۱۲ منہ

وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ

اور خوشخبری سنا اُن لوگون کو کہ جو ایمان لاے اور اچھے کام کیے یہ کہ اُنکے لیے باغ ہیں کہ جنکے نیچے نہرین جاری ہین جب اُنکو وہان سے کوئی پہل کہانیکو

ثَمَرَةٍ رِّزْقًا قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا وَلَهُمْ فِيْهَا اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّهُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ

ملیگا تو کہین گے یہ تو وہی ہے کہ جو ہمکو پہلے ملا تہا اور اُنکو وہ پہل باہم (رنگ صورت مین) ملتے ہوے دیے جاوینگے اور اُنکے لیے وہان پاکیزہ بیبیان ہین اور وہ وہان ہمیشہ رہینگے

زمین کے دائیں بائیں نیچے اوپر اُسکی جگہ متعین کی جائے کیونکہ جنت کا چوڑان جب آسمان وزمین کے برابر ہے تو اُسکے طول کی اس عالم میں کہان گنجایش ہے قال تعالی جنۃ عرضہا کعرض السموات والارض۔ بلکہ اس عالم حسی کا دوسرا پہلو عالم آخرت ہے کہ جسکی وسعت کی کوئی نہایت نہیں مرکر وہین انسان کی روح جاتی اور وہین ثواب عقاب حسب اعمال باقی ہے اور وہین دوزخ وجنت ہے اور وہین سب راحت ورنج موجود ہوجاتے ہین اور وہین اسکے اعمال اپنے مناسب صورتون مین ظاہر ہوکر پیش آتے ہین جس طرح خواب میں معانی اور خیالات اپنے مناسب صورتون میں دکہائی دیتے ہیں۔ وہ عالم جسقدر اس عالم حسی سے دور ہے اسی قدر نزدیک بھی ہے۔ احادیث صحیحہ میں جو بعض انبیا وصالحین کا مقام آسمانون پر آیا ہے یا ارواح مومنین کا آسمانون تک جانا یا خود حضرت کا آسمانون کے اوپر جانا اور پھر جنت کو ملاحظہ فرمانا جو مذکور ہے اُس سے یہ مراد نہیں کہ آسمانون کے اوپر جنت اور زمین کے نیچے جہنم ہے اور جو کسی حدیث یا کسی بزرگ کے قول میں آیا بھی ہے تو اس سے یہ مراد ہے کہ افلاک چونکہ لطیف ہیں اور وہاں ملائکہ اور عالم قدس کے اکثر لوگ مقیم ہین اس لطائف کے اعتبار سے اُس عالم یا جنت کو بلاشک آسمانون سے نہایت قرب ہے اور چونکہ اُس عالم کی لطافت اعلے ہے تو کہہ سکتے ہیں کہ جنت آسمانون سے بالا ہے۔ اس عالم مین جو کچہہ تمثیلین ہین قرآن واحادیث مین اُنکی اسقدر تصریح وتشریح ہے کہ کسی کتاب الہامی مین نہیں گو انگور کا شیرہ پینا وغیرہ اشارات انجیل مین بھی ہین اور مکاشفات یوحنا میں بھی معاملے طور پر قرآن واحادیث کی تصدیق ہے۔ پس بلادلیل محض فلاسفہ بے دین کی تقلید سے وہاں کی نعماء کا انکار کرنا کہ جہان عقل کا قافیہ تنگ ہے حماقت پر حماقت ہے یہ جو کچہہ مین نے بیان کیا قرآن واحادیث سے بعد وفہم سلیم سمجہا جاتا ہے ؛

ترکیب

بشّر فعل با فاعل الذین آمنوا وعملوا الصالحات صلہ وموصول جملہ اس کا مفعول۔ جنّٰت اسم ہے اَنّ کا موصوف تجری من تحتہا الانہار جملہ فعلیہ اسکی صفت لہم خبر اَنّ کی پس یہ اَنّ اپنے اسم وخبر کے ساتھہ مجرور ہے با کا تقدیرہ بانّ اور متعلق ہے بشّر کے کلما کلمہ شرط رزقوا الخ شرط قالوا ہذا الذی رزقنا من قبل جملہ فعلیہ اسکا جواب شرط وجزا ملکر دوسری صفت ہوئی جنّٰت کی

سلہ دراصل اُس عالم کی آدمی نے نمونہ کے آگے اس عالم کی سلطنت بھی ایسی ہیچ ہے وہ باقی یہ فانی وہ اصلی یہ نقلی یہان کی ایک راحت میں سو رنج و غم مضمر وہان سرور دائمی جا بجا ذکر ہے ۱۲ منہ

یا خبر ہے مبتدا محذوف کی ای ہم اوہی یا جملہ مستانفہ ہے رزقاً مفعول بہ ہے رزقوا کا اور منہا من ثمرۃ میں من ابتدائیہ دونون حال ہین رزقاً سے علی سبیل تداخل) یہ تمام جملہ عطف ہے جملہ سابقہ پر واتوا بہ متشابہا جملہ معترضہ ہے گویا کہ اس کہنے کا سبب اسمین بیان ہے یعنی وہ یہ بات اسلئے کہین گے کہ انکو یہ پھل یکسان صورت کے دیے جاوینگے ضمیر بہ کی یا رزقوا کی طرف راجع ہے متشابہا حال ہے ضمیر بہ سے ازواج موصوف مطہرۃ صفت دونون ملکر مبتدا لہم خبر مقدم - جملہ مستانفہ ہے ہم مبتدا خالدون خبر فیہا اسکے متعلق یہ جملہ مستانفہ ہے یا حال ہے لہم سے ۞

ربط

پہلی آیت میں کفار کا حال بیان ہوا تھا کہ انکو چاہیئے کہ اس آگ سے کہ جسکا ایندھن انسان اور پتھر ہیں بچین) تو مناسب ہوا کہ جو لوگ مومن ہین بیان کیا جاوے کہ جس طرح نافرمانی کا وہ نتیجہ ہے فرمانبرداری کا یہ ثمرہ ہے - کیونکہ ترہیب کے ساتھ ترغیب ایسی ہے کہ جیسے شگاف کے ساتھ مرہم - یا یون کہو کہ معاد کا ذکر آیا تھا مگر وہ ناتمام تھا کیونکہ ایک فریق (کفار) کا حال تھا دوسرے کا نہ تھا اسلئے اُس بیان کو تمام کرنے کے لئے یہ فرمایا ۞

تفسیر

کہ اے نبی صلی اللہ علیک وسلم جو لوگ ایمان لائے اور اُنہون نے اچھے کام عبادت وسخاوت وغیرہا کئے ہین اُنکو یہ مژدہ سنادو کہ انکو مرنے کے بعد اُس عالم مین ایسے باغ عنایت ہون گے کہ جن مین نہرین بہتی ہونگی اور ان باغون کے میوہ مین عجیب لطف ہوگا کہ شکل وصورت رنگ و بو یکسان اور مزے الگ الگ ہونگے یہانتک کہ جب کوئی میوہ انکو ملیگا تو اس مشابہت کے سبب یہ سمجھینگے کہ یہ تو ہم ابھی کھاچکے ہین مگر جب کھاوینگے تو نیا لطف پاوینگے - اور انکو جس طرح مکانات اور کھانے عمدہ عنایت ہونگے اسی طرح اُنس وصحبت کے لئے پاکیزہ بیویان ملین گی کہ جو نفرت کی باتین ہوتی ہین وہ ان مین نہونگی نہ صورت مین نہ سیرت مین اسپر انکو بڑھاپے اور موت یا افلاس کا غم نہوگا بلکہ وہ اسی عیش وآرام کے ساتھ ہمیشہ رہینگے ۞

نکات

| ۱ | کتب الہامیہ کا زیادہ تر مقصود تین چیزون کا بتلانا ہوتا ہے (۱) علم مبدا کہ پیشتر کیا تھا اور اس عالم کو کس نے بنایا اور مین کون ہون کہان سے آیا ہون (۲) علم معاش کہ مین یا اور چیزین پیدا ہونے کے بعد خودمختار ہین اور ہر چیز کی قدرت مستقلہ رکھتے ہین یا ہر دم معاش مین پھر اسی کے وہ محتاج ہین وہی اسباب معاش پیدا کرتا ہے اور ہماری سعی و کوشش تو صرف یہ ہے کہ ہم ان اسباب کو کام مین لاتے ہین جس سے معلوم ہوا کہ کسی وقت اُس سے بے پروائی اور استغنا نہیں ہوسکتا (۳) علم معاد کہ آخر کار میرا کیا ہے ؟ مجھکو یہان سے کہین اور جگہ بھی جانا ہے وہان اعمال کا ثمرہ بھی پاتا ہے -

پس خدا تعالیٰ نے بعد اوصاف کتاب و مراتب سعداء و اشقیاء کے یہان تک ان تینون علوم کو بیان کر دیا اول کو الذی خلقکم مین اور پھر اسکو اور دوم کو الذی جعل لکم الارض فراشا والسماء بناء سے لیکر رزقا لکم تک (سوم) کو فاتقوا النار التی سے لیکر خالدون تک

۴ انسان کی جبلی عادت ہے کہ وہ جب کسی چیز کی مضرت سے واقف ہوتا ہے تو اس سے ڈرتا ہے اور کسی منفعت کی طمع مین کوئی کام کرتا ہے پس اسلئے خدا نے کفر کا نتیجہ فاتقوا النار الخ اور ایمان و اعمال صالحہ کا ثمرہ وبشر الذین الخ بیان کر دیا اور اسی حکمت سے جہان ترہیب ہے ترغیب بھی ہے تاکہ خوف و رجا کے دونون پلے مساوی رہین ۱۲

۳ کلما رزقوا منہا من ثمرۃ رزقا قالوا ہذا الذی رزقنا من قبل مین عالم آخرت کے اسرار کی طرف اشارہ کر دیا کس لئے کہ کلما عموم کو چاہتا ہے اور یہ بات جنت مین اول مرتبہ ثمرہ کھانے پر صادق نہین آتی کیونکہ اس سے پہلے وہ کہان پا چکے ہین؟ دنیا کے ثمرات اول تو صد ہا مفلس اور غریب اہل جنت کو دنیا مین نصیب ہوئے تھے پھر انکو جنت کے ثمرات سے کیا نسبت بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ اس عالم مین انسان کے معارف و اعمال ہی مناسب کسی شکل مین ظہور کرینگے جس طرح کہ معانی خواب مین اپنے مناسب اشکال مین دکھائے جاتے ہین پس جنت کے ثمرات بھی دنیا کے معارف و اعمال صالحہ ہین جب انکو وہان دیکھینگے تو اصلی مناسبت کا ادراک یہانتک کامل ہوگا کہ دونون کو ایک ہی جانکر یہ کہینگے کہ یہ تو ہم پہلے پا چکے اور دنیا مین کھا چکے ہین (واللہ اعلم بمرادہ) پس اسیطرح کفر و الحاد اور انبیاء سے غصہ کرنا آگ اور جہنم مردم سوز کی صورت مین اور ایمان اور اچھے اعمال جنت و ثمرات و ازواج و انہار کی صورت مین ظہور کرینگے۔ واضح ہو کہ انسان کی رغبت تین چیزون سے زیادہ ہوتی ہے اور انہین کی طرف زیادہ احتیاج پڑتی ہے (۱) مکان عمدہ (۲) اچھے سامان عمدہ کھانا پینا (۳) عورت حسین۔ پس اول کو تو لہم جنات مین اور دوسرے کو کلما رزقوا الخ مین تیسرے کو ولہم فیہا ازواج مین بیان کر دیا اور اسپر ایک کھٹکا ان چیزون کے فنا ہو جانے یا اپنے مرجانے کا بھی ہوتا ہے کہ جو تمام لذت کو خاک مین ملا دیتا ہے ؎ مرا در منزل جانان چہ امن و عیش چون ہر دم ۔ جرس فریاد میدارد کہ بربندید محملہا ۔ پس اس کھٹکے کو ہم فیہا خالدون سے مٹا دیا ۔ اس امر مین اس سے بڑھکر کوئی کیا سمجھائیگا جس طرح حد سے بڑھکر ترہیب مین فصاحت و بلاغت تھی ویسے ہی صد افزون ترغیب مین ہے ۔

تحقیقات

(سوال) انسان اور دیگر ابدان اجزاء متضادۃ الکیفیت سے مرکب ہین کہ جن مین طرح طرح کے استحالات و انقلابات ہوتے رہتے ہین کہ جن سے انجام کار انحلال و انفکاک ہوتا ہے اور اس مرکب کے اجزاء علیحدہ ہو کر یہ مرکب فنا ہو جاتا ہے پس جب یہہ ہے تو جنت مین ہمیشہ رہنا کس طرح ہو سکتا ہے ۔

(جواب) ہم پیشتر ہی جنت کی حقیقت بیان کر چکے ہین اور اب پھر کہتے ہین کہ جنت مین جسم عنصری تو کیا بلکہ جرم فلکی کی[1]

[1] اور اجسام کا صرف انہین مین انحصار ماننا دعویٰ بلا دلیل بلکہ خیال خام ہے کہ جسکا سرمنشا حکماء یونان کے توہمات فاسدہ ہین ۱۲ منہ

قسم سے بہی کوئی جسم نہین بلکہ وہ عالم اس عالم سے غیر ہے اس عالم کا اسپر قیاس کرکے انفکاک وفساد ترکیب کا احتمال نکالنا قیاس مع الفارق ہے قال تعالی یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَیْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ کہ یہ زمین اور یہ آسمان اس روز نہیگا بلکہ اسکے بدلے مین اور نئی زمین اور نیا آسمان ہوگا کہ جنکی جسمیت انکی جسمیت سے بالکل مختلف الماہیت ہوگی۔ یوحنا بہی اپنے مکاشفات کے ۲۱ باب مین کہتے ہین (پہر مین نے ایک نئے آسمان اور نئی زمین کو دیکہا کیونکہ اگلا آسمان اور اگلی زمین جاتی رہی تہی انتہی) وہان کے اجسام لطافت مین روح کے ہم پلہ ہین پس جس طرح روح ہمیشہ رہ سکتی ہے وہ بہی پس اس شبہ کی بنیاد ایک فلسفی وسوسہ پر ہے کہ جو نہایت کمزور اور بودا ہے +

سوال وہ عالم اگر تسلیم بہی کیا جاوے تو وہ ایک عالم قدس ہوگا کہ جس مین کہانا پینا عورتون سے لذت اُٹہانا یا عمدہ عمدہ باغ اور نہرین اور خوبصورت عورتین عیش اُڑانے کو کہان ؟ جنت یہ ہے کہ نفس ناطقہ اپنے ادراک سے حظ اُٹہائیگا اور جہنم اور آگ یہ ہے کہ اپنے ملکات رذیلہ اور حقائق الاشیا کے نہ جاننے پر بڑا تاسف کریگا پچہتائیگا +

جواب - یہ سب چیزین عالم قدس مین موجود ہین پہر عالم قدس کے تقدس مین کوئی فرق لازم نہین آتا ہم پہلے بیان کرچکے ہین کہ وہ عالم اس عالم کا دوسرا پہلو ہے یہان جو کچہہ ہے وہین کا ظل ہے اور پہر یہان کی چیزین وہان جاکر متمثل ہوجاتی ہین اس سر مکتوم کا اظہار نہ تحریر سے ہوسکتا ہے نہ تقریر سے انبیا علیہم السلام یا آنکے متبعین پر جو کچہہ کشف وشہود سے یہ راز کہلا وہی خوب جانتے ہین البتہ سمجہانے کے لئے ایک مثال یا نظیر (کہ جسکو اصل ممثل لہ سے ادنی سی مناسبت ہے ورنہ زمین وآسمان کا فرق ہے) بیان کرتا ہون اور وہ یہ کہ آئینہ مین ہاتہی گہوڑے درخت بڑے بڑے پہاڑ اپنی حقیقی صورت پر دکہائی دیتے ہین اور جسطرح آئینہ سے بیرونی وجود مین باہم امتیاز ہے اسی طرح آئینہ کے وجود مین بہی ان چیزون مین حقیقی امتیاز ہے گہوڑا جدا دکہلائی دیتا ہے اور ہاتہی الگ پہرتا چلتا ہوا اور پہاڑ وقار سے زانو جمائے بیٹہا ہوا نظر آرہا ہے آسمان اور زمین بہی باوجود اس وسعت کے آئینہ مین موجود ہین حالانکہ بالشت دو بالشت کا آئینہ ہے اور اسمین ایسی بڑی بڑی چیزین موجود ہین پہر کیا بات ہے صرف یہ کہ چیزین تو وہی ہین مگر یہان اور حال ہے اور باہر اور پس باہر کے حالات کو آئینہ مین فرض کرکے محال جاننا اور انکار کرنا کوتاہ فہمی ہے +

اور سنئے خواب مین جبکہ ہم لحاف مین منہ لپیٹ کر سوتے ہین تو ہزارون عجائبات دیکہتے ہین کبہی باغون مین جاتے کہانا کہاتے جماع کرتے ہین انزال کا اثر صبح کو کپڑے پہ پاتے ہین اسی طرح صدہا مصائب بہی دیکہتے ہین حالانکہ یہ صورتین صرف خیال مین ہوتی ہین کہ جسمین ہاتہہ بہر کی چیز کی بہی گنجایش نہین نہ اسمین عورت آسکتی ہے نہ درخت گہس سکتا ہے پس ان چیزون کے وجود خارجی کے حالات سے وجود خیالی کا انکار کرنا اور یہ کہنا کہ یہ اسکی وسعت کے مخالف ہے جہل مرکب ہے

یہی حال اُس عالم کا ہے کہ وہان سب کچھ ہے مگر یہان جسم عنصری فانی وہان لطیف باقی - اس رمز کی طرف اس آیت
مین اشارہ کردیا ہے فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا اُخْفِیَ لَھُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ الآیہ - اور اسی طرح حدیث مین وارد ہے قال اللہ
تعالی اعددت لعبادی الصالحین مالا عین رات ولا اذن سمعت وما خطر علی قلب بشر (رواہ البخاری ومسلم) پس یہ شبہ
بھی حکماء یونان کا بے بنیاد وسوسہ ہے ۔

واضح ہو

کہ حضرت عیسی علیہ السلام کے تھوڑے ہی دنون بعد اس حقانی مذہب مین ایسا خلط ملط ہوا کہ کچھ کا کچھ ہوگیا جھوٹی انجیلین اور
جھوٹے نامجات حواریون کے نام سے تصنیف ہونے شروع ہوئے جس شخص کے جو جی مین آیا اُس نے روح القدس
نازل ہونے کے پیرایہ مین لوگون مین جاری کردیا چنانچہ پولوس کے خطوط سے بھی یہ بات ثابت ہے (بلکہ پولوس بھی انہین
مین سے ایک شخص تھا) پھر قوم گریک یعنے یونانی بھی اس مذہب مین آئے تو انہون نے اپنے خیالات حکیمانہ کو اس مذہب مین ملایا
ہوتے ہوتے پچھلی صدیون[۱] مین مارٹن لوتھر اور اُسکے شاگرد کالون وغیرہ فرقہ پراٹسٹنٹ کے پیشوا ظاہر ہوئے تو اور بھی
الحاد اور دہریت کو ترقی ہوگئی یہانتک کہ سترھوین صدی مین فرانس و جرمن مین سیکڑون ایسے لوگ صاحب تصانیف
ظاہر ہوئے کہ جو صرف خدا کے قائل تھے باقی انبیاء اور اُنکے معجزات اور اُمور آخرت اور جن و ملائکہ بلکہ وجود آسمان سب کو قصہ و
کہانی جانتے تھے پھر تو انگلستان مین بھی اسکا چرچا پھیلا اور لارڈ ہربراٹ اور مسٹر بلاونٹ اور ہوبس اور
ارل شافٹ جیسے معزز بھی ملحد ہوگئے اور اسبارہ مین بہت سی کتابین اُنہون نے تصنیف کین اور پھر تو امریکہ و اسپانیہ وغیرہ جمیع
بلاد یورپ مین بھی یہ بلا پھیل گئی اور ان نام کے عیسائیون کی یہ بلا ہندوستان مین بھی آئی اور کلکتہ مین رام موہن نامی
بنگالی نے ۱۸۲۸ء مین انہین اصول پر بت پرستی سے ناراض ہوکر ایک جدید مذہب کی بنیاد ڈالی اور اسکا برہمو سماج
نام دھرا پھر اُسکے شاگردون نے انگریزی خوان بنگالیون مین اسکا بہت رواج دیا اور انکی تقلید سے ایک شخص دہلی کے
رہنے والے سید احمد خان نے بھی مذہب اسلام کو برائے نام قائم رکھکر ایک جدید مذہب کی انہین اصول ملحدانہ پر بنیاد ڈالی
اور قرآن مجید کو تفسیر کے پیرایہ مین اپنے خیالات ملحدانہ کے تابع بنایا مگر یہ کب ہوسکتا ہے ؟

اب مین ان برائے نام عیسائیون اور برہمو اور اس شخص کے ان اعتراضات کو سناتا ہون کہ جو بتقلید حکماء یونان انہون نے
بے سمجھے بوجھے جنت و دوزخ پر کئے ہین منجملہ اُنکے پادری فنڈر اپنی کتاب میزان الحق کے ۳ باب کے ۳ فصل مین قرآن مجید کی اُن آیات کا
ترجمہ کرکے جن مین جنت کی جزئیات مذکور ہین جیسا کہ حور و قصور و نہرین وغیرہ یہ کہتا ہے - قولہ محمدیون کا اعتقادی بہشت بالکل

۱؎ یعنی سولہوین صدی عیسوی مین جبکہ پوپ لوگ کہ جو حضرت مسیح کے نائب کہلاتے تھے اُنکی سلطنت مین فتور آیا - ان پوپون کو عیسائی پادری دجال اور شیطان
بتلاتے ہین حالانکہ حضرت مسیح کے یہ لوگ سیکڑون برس تک جانشین رہے - پس جب انکا یہ حال تھا تو اورون کے ساتھ کیا ٹھکانا تھا ۱۲ منہ

مجازی وجسمانی ہے اس نہج پر کہ جو چیز آدمی کے خیال مین آوے سو وہان موجود ہے اور نفسانی وجسمانی ہر ایک لذت وعیش
جسپر انسان کا دل مائل ہو وہان ملتی ہے پس ظاہر ہے کہ ایسے بہشت کا امیدوار کرنا آدمی کو دل کی پاکی اور نیک فکر سے
روک کر نفسانی خواہشون کو قوت وقدرت دیتا ہے سو ایسا بہشت خدا کے تقدس کے لایق کیونکر ہو سکتا ہے الخ اور اس معترض نے
قرآن مجید کی آیات کے غلط ثابت کرنے کے لئے لوقا اور پولوس کے اقوال نقل کئے ہین کہ جنکو اہل اسلام حضرت مسیح علیہ السلام کے دین کا
مخرب سمجھتے ہین چنانچہ اسکا ثبوت مقدمہ کتاب مین گزرا اور آئندہ بھی کچھ ہوگا قولہ مسیح نے لوقا کے ۲۰ باب کی ۳۴ سے
۳۶ تک یون فرمایا کہ اس جہان کے لوگ یعنی بہشت کے لوگ نہ بیاہ کرتے ہین نہ بیاہے جاتے ہین کیونکہ وہ فرشتون کی مانند ہین
اور رومیون کے ۱۴ باب کی ۱۷ آیت مین مرقوم ہے کہ خدا کی بادشاہت مین کھانا پینا نہین بلکہ راستی اور سلامتی اور روح قدس سے
خوشوقتی ہے ۔ مگر محمد نے قرآن مین اسکے برخلاف فرمایا ہے کہ بہشت مین کھانا پینا اور جورؤن کے ساتھ رہنا ہے انتہی ۞
اقول آپکے مجازیت وجسمانیت کا جواب تحقیقی تو ابھی بیان ہو چکا اور الزامی یہ ہے کہ یہ تو آپ بھی مانتے ہین کہ جنت مین ایک شخص
دوسرے کو نظر آویگا کلام کریگا پس جب یہ ہے تو جسمانیت ثابت ہوئی خواہ وہ کسی قسم کی جسمانیت ہو عنصریت ہو نہ ہو ہی پس جب
جسم ثابت ہے تو ہر جسم کو مکان ضرور ہے اور دیگر اسکے لوازمات بھی ضرور ہین لان الشئ اذا ثبت ثبت بجمیع لوازمہ آپکے حکمار
یونان کا مقولہ ہے پس جب یہ ہے تو ان لوازمات کا حسب مرضی ہونا کہ جسکو جنت کے معنی چاہتے ہین سو بہشت آنجا کہ آزارے
نباشد ۞ کچھ خلاف عقل نہین اور جو کہے تو کوئی دلیل پیش کرے اور آپکے نقلی دلائل کا یہ جواب ہے کہ اول تو لوقا حضرت مسیح کے
قول کو نقل کرتا ہے اور یہ راوی معتبر نہین نہ یہ شخص حواری ہے نہ اس سے کبھی کوئی معجزہ وکرامت سرزد ہوا ہے نہ حواریون مین
اسکی قدر ومنزلت تھی بلکہ یہ پولوس کا شاگرد ہے کہ جو دینیات مین جھوٹ بولنا ثواب سمجھتا ہے جیسا کہ مقدمہ کتاب مین مذکور ہوا
اور یہ خود کہتا ہے کہ مین سنکر مسیح کا حال لکھتا ہون دوم اگر اسکو معتبر شخص بھی فرض کیا جاوے تو ممکن ہے کہ حضرت مسیح علیہ
السلام کی یہ مراد ہو کہ دنیا کی طرح وہان کھیڑے نہونگے کس لئے کہ یہ بات حضرت نے صدوقیون کے جواب مین بیان فرمائی
تھی کہ جو قیامت کے منکر تھے اور جنہون نے ایک عورت چند شوہروار کا سوال حضرت سے کیا تھا کہ وہ کس شوہر کو ملیگی سوم یون
بھی ہو تو پھر خود حضرت مسیح علیہ السلام انجیل متی کے ۲۶ باب ۲۹ درس مین کیون فرماتے ہین کہ مین تمہارے ساتھ اپنے
باپ کی بادشاہت یعنی بہشت مین انگور کا رس پیونگا ۔ پس جب وہان پینا ہے تو کیا کھانا نہ ہوگا اور جب شراب ہے تو کیا عورتین
نہونگی ؟ ہان یہ اور بات ہے کہ عیسائیون کی جنت مین صرف انگور کا شیرہ ہو نہ باغ ہو نہ انیس ہو نہ اور کچھ کھانا ہو جیسا کہ دنیا مین
بنگلہ کھا کرتے ہین کہ بنگ ہی کا مکان ہو اسی کا اوڑھنا اسی کا بچھونا ہو ہیچ ہے ۞ فکر ہر کس بقدر ہمت اوست ۞ علاوہ اسکے مکاشفات
یوحنا کے ۷ باب اور ۲۱ و ۲۲ مین بھی اس قسم کا بیان ہے اور پولوس کے قول کا حضرت مسیح کے قول کے مقابلہ مین کیا اعتبار ہے

علاوہ اسکے وہ دنیا کے نسبت یہ کہتا ہے جیسا کہ سیاق کلام سے معلوم ہوتا ہے کیونکہ پیشتر وہ یہ کہتا ہے کہ دنیا مین حرام و حلال
پاک و ناپاک چیز کی احتیاط کچھ نہین بلکہ پاک لوگون کو ہر چیز پاک ہے پس ملحدانہ اعتراض سے اسرار نبوت مین کیا دہبہ لگ
سکتا ہے ॥ پھر انکے مقلد برہمو سماج رسالہ خلاصۃ الاصول مطبوعہ وکیل ہندوستان پریس امرتسر ۱۸۹۵ء کے صفحہ ۱۷ مین یہ لکھتے ہین کہ
صرف روح کا تقرب الٰہی مین مسرور ہونا بہشت ہے اور یہ تقرب ابدالآباد بڑھتا جائیگا - اگرچہ یہ قول محققین اسلام سے لیا گیا ہے اور
قرآن مجید بھی اسکی تائید کرتا ہے فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر ॥ بلکہ قرآن و احادیث صحیحہ قاطبۃً اسبات پر متفق ہین کہ خدا تعالے
کا قرب اور روح کا اُسکے دیدار فرحت آثار سے بشاش ہونا تمام نعماء جنت سے بڑھکر ہے اور یہ تو کوئی مسلمان بھی نہین کہتا
ہے کہ جنت صرف اس عالم کی شہوات و لذات مین کامیابی حاصل کرنا ہے شاید کسی نے نافہمی سے یہ سمجھکر یون کہا ہو تو
کہا ہو (ہمکو معلوم ہے جنت کی حقیقت واعظ ॥ دل کے بہلانے کو لیکن یہ خیال اچھا ہے ॥ وغیر ذلک من الاشعار) بلکہ کل اہل
اسلام اسپر متفق ہین کہ وہ عالم قدس ہے وہان موت بیماری دکھہ درد بڑھاپا وغیرہ عوارضات جسم عنصری کچھ نہین اور بالخصوص ابرار
تو ہمیشہ مسرت و دیدار ہی مین مستغرق رہین گے ہان یہ بات اور ہے کہ انسان کے اعمال صالحہ و معارف عمدہ عمدہ شکلون مین ظہور
کرینگے اور ان حور اور باغ اور نہرون کا بھی سر ہے پس ان چیزون کو دنیا کی چیزین سمجھکر اعتراض کرنا اور اہل اسلام کا بھی جسمانی
اور مجازی بہشت قرار دینا بڑی غلطی ہے مگر برہمو کا لفظ صرف اسی طرف اشارہ کرتا ہے اگر یہ ہے تو بڑے دہوکے مین پڑے ہوے
ہین ॥ خانصاحب بہادر تو اپنی تفسیر کے صفحہ ۳۲ مین ان دونون کے مقلد ہوکر جامہ سے باہر ہوگئے ہین اور جوش و خروش مین
اگر علماء اسلام اور سلف کو بہت کچھ کہا ہے اور جنت کی نسبت بھی بڑی دریدہ دہنی کی ہے پھکڑ اڑایا ہے تاکہ اہل اسلام خجل ہوکر
اس عقیدہ سے نفرت کرین سب سے پیشتر مین خانصاحب کے قول کو مختصراً ملخص کرکے بیان کرتا ہون اور پھر اُسکی پھکڑ بازی کو
خانصاحب کہتے ہین کہ جنت کی ماہیت جو خدا اور رسول نے (آیت فلا تعلم نفس ما اخفی لہم من قرۃ اعین اور حدیث اعددت لعبادی
الصالحین مالا عین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر) مین بتلائی ہے وہ یہ ہے کہ اُسکو کوئی نہین جانتا کس لئے
کہ انسان اُسی چیز کو جان سکتا ہے کہ جو حواس خمسہ سے محسوس ہوسے اور جنت کا کسی انسان نے حواس خمسہ سے حس نہین کیا
پس اسکا بیان کرنا (گو خدا تعالی ہی چاہے) محال بلکہ محال سے بھی بڑھکر ہے کس لئے کہ انسان کی کیفیات دنیا رنج و خوشی کی بھی کوئی
کیفیت نہین بتا سکتا - اس تقدیر پر اگر جنت کی حقیقت بھی باغ اور نہرین اور موتی اور چاندی سونے کی اینٹون کے مکانات
اور دودھ اور شراب و شہد کے سمندر اور لذیذ میوے اور خوبصورت عورتین اور لونڈی ہون تو یہ آیت و حدیث کے برخلاف ہے
کیونکہ انکو تو انسان جان سکتا ہے غایت الامر اس قسم کی عمدہ چیزون کو حواس سے نہین جانتا تو یہ کچھ بات نہین کیونکہ عمدگی ایک
امر اضافی ہے اسکو جہان تک ترقی دیتے جاؤ انسان کے دل مین اُسکا خیال گزر سکتا ہے پس یہ چیزین بقدر طاقت بشری

تمثیل کے طور پر سمجھانے کے لئے مذکور ہوئی ہین ۔ ورنہ درحقیقت نہ بہشت مین نہرین و بہشت و دوزخ راحتون اور لذتون اور رنج اور تکلیفونکا نام ہے مگر چونکہ انبیاء علیہم السلام کو لوگون کے واسطے مصلحتًا بہت سی باتون سے منع کرنا اور بہت سی باتون سے عمل مین لانا بیان کرنا پڑتا ہے اور آدمی کی جبلی بات ہے کہ وہ کسی کام سے جو باز رہتا ہے تو کسی خوف سے اور کرتا ہے تو کسی لالچ سے پس راحت و رنج کو ہر نبی نے لوگون کے حسب حال تعبیر کیا ہے موسٰے نے جنت کی فراغ دستی کثرت اولاد و مال صحت و فتحمندی کے ساتھہ اور دوزخ کو قحط و باسے مغلوبی کے ساتھہ تعبیر کیا ہے کیونکہ بنی اسرائیل انہین باتون کی رغبت اور انہین سے نفرت رکہتے تھے اور محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو ایسی تشبیہون مین بیان کیا ہے کہ جو تمام جہان کی طبیعتون پر حاوی ہے کس لئے کہ خواہ کوئی کسی گرم یا سرد ملک کا رہنے والا ہو اسکو عمدہ مکان اور باغ اور خوبصورت عورت اور لذیذ کہانے سے رغبت ہوتی ہے اور آگ مین جلنے اور لہو پیپ کہانے سے دل ڈرتا ہے اور رفارمر یعنی ناصحون کا یہی کام ہے انتہٰی ملخصًا اس قول کا تفصیلی جواب تو ہم مقدمہ کتاب مین دے چکے ہین مگر اجمالًا یہان اسقدر کہتا ہون کہ (۱) آیت اور حدیث کا یہ مطلب ہرگز نہین کہ جنت کو کوئی نہین جان سکتا بلکہ یہ مطلب کہ جنت مین جو کچھہ جزئیات امور ہونگا فیونا ہین آدینگے انکو اور تفصیلی حالات کو کوئی شخص نہین جانتا اور نہ دل مین انکا خیال آسکتا ہے کس لئے کہ اس عالم کا اور حال ہے ۔ اسی عالم مین دیکہیے جنہون نے لندن اور پیرس کے مکانات اور دیگر لوازمات عیش نہین دیکہے نہ انکا نقشہ دیکہا نہ تفصیلًا حال سنا اور اسپر یہ شخص کسی گانون کا رہنے والا بہی ہو کہ جہان جہپر اور کہپریل کے سوا اور کچھہ نہو تو کہہ سکتے ہین کہ وہ جزئیات تفصیلًا اسکے خیال مین نہین آسکتے باوجودیکہ اس سے وہان کے اجمال حالات بہی بیان کئے جاوین (کہ وہان عمدہ عمدہ کمرے اور نفیس نفیس بلور اور شیشہ کے آلات و ظروف اور نہایت خوبصورت خدام اور نہایت عمدہ کہانے ہین) مگر تب بہی باعتبار علم تفصیلی کے اسپر یہ صادق آتا ہے کہ اسنے نہ ان چیزون کو آنکہہ سے دیکہا ہے نہ کانون سے سنا ہے نہ اسکے دل مین ان چیزون کا خیال گزرا ہے الغرض اجمالًا علم ہونا اور تفصیلًا اس علم کا سلب کرنا یہ کچھہ منافات نہین رکہتا جس نے ایسا غوجی بہی پڑہی ہوگی یہ تو وہ بہی جانتا ہوگا کہ تناقض مین اتحاد جہت شرط ہے ۔ پس خانصاحب نے جو اسقدر پانی کی باڑ باندہی ہے یہ سب انکی آیت و حدیث نہ سمجہنے کا نتیجہ ہے پس جنت مین حور اور باغ اور دیگر امور مذکورہ فی القرآن کا ہونا اس آیت و حدیث کے برخلاف نہین (۲) اگر یہی مطلب تسلیم کیا جاوے کہ آیت و حدیث سے جنت کی حقیقت عدم علم مطلقًا ثابت ہوئی تو پہر خانصاحب کا یہ کہنا بہی (کہ جنت و دوزخ کی حقیقت ہر طرح کی راحت اور رنج ہے اور یہ حور اور آگ جو بیان ہوے تو تمثیلًا نہ حقیقۃً الخ) آیت و حدیث کے برخلاف ہے کیونکہ وہان تہا کہ کوئی جانتا ہی نہین یہان جانا تو سہی اور نہین اسقدر تو جنت کو جانا کہ وہ راحت ہے و فیہ تناقض صریح لا یتفوہ بہ من لہ ادنٰی شعور +

(۳) اگر بفرض محال علم و ادراک کا انحصار حواس خمسہ ہی پر تسلیم کر لیا جاوے تو بندہ کے قصور سے خدا تعالٰی قادر مین کیونکر

عجز لازم آیا کہ جو اُسکو جنت کا بتلانا محال بلکہ محال سے بھی بڑھکر ہو گیا اور حضرت موسیٰ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بلکہ آپ نے بیان کر دیا اب عام ہے کہ حقیقت جنت کا علم بالکنہ ہو یا بکنہ ہو یا بالوجہ ہو یا بوجہ ہو ٭

(۴) آپ کے نزدیک جنت اُس راحت کا نام ہے کہ جسکو موسیٰ علیہ السلام نے ترقی رزق وغیرہ اُمور دنیا سے تعبیر کیا ہے جس سے صاف معلوم ہوا کہ اس عالم مین آرام پانا جنت ہے وذلک فاسد لا یقول احد من اہل الکتاب واہل الاسلام

(۵) آپ کے بیان سے ثابت ہوا کہ دراصل جنت و دوزخ کچھ نہین پیغمبرون یا رفارمرونکو جب لوگون کو کسی فعل یا اسکے ترک پر آمادہ کرنا منظور ہوتا ہے تو وہ جنت و دوزخ کا اٹر لہ بنا کے بیان کرتے ہین اور محض بے اصل بات کو یعنی حور وقصور باغ وانہار کو یا آگ وطوق کو) شاعرون کی طرح خیالات بندی کر کے دکھلاتے ہین معاذ اللہ اس سے بڑھکر کیا کفر والحاد ہوگا اس انکار کی سزا وہی جہنم ہے ہذہ النار التی کنتم بہا تکذبون چند روز صبر کیجئے پھر معلوم ہو جائیگا۔ اور بالفرض آپ کا خیال صحیح نکلا تو ہمین کیا فکر ہے مگر جب آپکا خیال غلط نکلا تو دیکھیے اُسکا کیا نتیجہ ہوتا ہے بہرطور تم خطرہ مین ہو ٭

پھکڑ بازی

کے یہ اقوال ہین قولہ صفحہ ۳۰۔ یہ سمجھنا کہ جنت مثل ایک باغ کے پیدا کی ہوئی ہے اسمین سنگ مرمر اور موتی جڑاؤ محل ہین باغ مین شاداب سرسبز درخت ہین دودہ وشراب شہد کی ندیان بہ رہی ہین ہر قسم کا میوہ کھانے کو موجود ہے ساقی وساقنین نہایت خوبصورت چاندی کے کنگن پہنے ہوئے جو ہمارے ہان کی گھوسنین پہنتی ہین شراب پلا رہی ہین ایک جنتی ایک حور کے گلے مین ہاتھ ڈالے پڑا ہے ایک نے ران پر سر دھرا ہے ایک چھاتی سے لپٹا رہا ہے ایک نے لب جان بخش کا بوسہ لیا ہے کوئی کسی کونہ مین کچھ کر رہا ہے کوئی کسی کونہ مین کچھ ایسا بیہودہ پن ہے جس پر تعجب ہوتا ہے اگر بہشت یہی ہے تو بے مبالغہ ہمارے خرابات اس سے ہزار درجہ بہتر ہین۔ ہمارے علماء اسلام نے الخ بسبب اپنی رقت قلبی کے الخ یہ طریقہ اختیار کیا تھا کہ جو ظاہر الفاظ سے مستفاد ہوتا ہے اسکو تسلیم کر لین الخ اسواسطے وہ بزرگ تمام ان چیزون کو تسلیم کرتے ہین کہ جن کو کوئی بھی تسلیم نہین کر سکتا اور جو عقل اور مذہب کی بزرگی اور تقدیس کے برخلاف ہین وقال صفحہ ۴۰ اور ایک کوڑ مغز ملا یا شہوت پرست زاہد یہ سمجھتا ہے کہ درحقیقت بہشت مین نہایت خوبصورت ان گنت حورین ملینگی شرابین پئیں گے میوے کھاوینگے الخ اقول اس جہالت اور بیباکی کی سزا ابدی جہنم ہے اور جو دنیا مین الہامی احکام جاری ہون تو ایسے دشمن خدا کی گردن ماری جاوے ٭

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيِيٓ أَن يَضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوضَةً فَمَا فَوْقَهَا فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا فَيَعْلَمُونَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِن

اللہ نہین شرم کرتا کہ ایک مچھر کی یا اس سے بھی بڑھکر کوئی مثال بیان کرے پس جو ایماندار ہین جانتے ہین کہ یہ مثال ٹھیک ہے انکے رب کیطرف سے

رَّبِّهِمْ وَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا فَيَقُولُونَ مَاذَا أَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا يُضِلُّ بِهِ كَثِيرًا وَيَهْدِي بِهِ كَثِيرًا وَمَا يُضِلُّ

اور جو کافر ہین وہ کہتے ہین کہ خدا نے اس مثل بیان کرنے سے کیا ارادہ کیا ہے (اللہ تعالے جواب دیتا ہی) وہ اس سے بہتونکو گمراہ کرتا ہے اور بہتونکو اس سے ہدایت کرتا ہے اور نہو

بِهِ إِلَّا الْفَاسِقِينَ الَّذِينَ يَنقُضُونَ عَهْدَ اللّٰهِ مِن بَعْدِ مِيثَاقِهِ وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللّٰهُ بِهِ أَن يُوصَلَ وَيُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ أُولٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ

بدکارونکے اور کسیکو اس سے گمراہ نہین کرتا۔ جو کہ اللہ کے عہد کو مضبوط باندھکر توڑدیتے ہین اور جس کے جوڑنے کا خدا نے حکم دیا اسکو کاٹتے ہین اور ملک مین فساد مچاتے ہین یہی لوگ گھاٹا پانیوالے ہین

ترکیب

اللہ اسم اِنَّ لا یستحیی الخ اسکی خبر جملہ اسمیہ مستانفہ ہو الا یستحیی بمعنی لا یترک فعل با فاعل مثلا مفعول یضرب ما ابہامیہ کہ جو نکرہ کو ابہام اور شیوع زیادہ دیتا ہے کقولک اعطنی کتابا ما اے ای کتاب کان زائدہ ہے جیسا کہ اس قول مین فبما رحمۃ من اللہ اے برحمۃ من اللہ بعوضۃ عطف بیان ہے مثلاً کا اور ممکن ہے کہ ما کو نکرہ موصوفہ اور بعوضۃ کو اسکی صفت قرار دیا جاوے فما فا ہے عطف کے لئے اور ما نکرہ موصوفہ فوقہا اسکی صفت بعوضۃ معطوف علیہ پس یضرب اپنے فاعل و مفعول اور اسکے متعلقات ملکر اَن مصدریہ کی وجہ تاویل مصدر مین ہوکر مفعول ہوا لا یستحیی کا فاما فا ہے تعقیب کی لئے کہ مرتبہ تفصیل جمال کے بعد ہے اما وہ حرف ہے کہ جو کسی مجمل کی تفصیل کے لئے آتا ہے اور اسمین شرط کے معنی بھی ہین اسلئے اسکے جواب مین فا آتی ہے اسکے بعد جو اسم آتا ہے اسکو مبتدا اور جسپر فا داخل ہوتی ہے اسکو خبر کہتے ہین پس الذین آمنوا مبتدا فیعلمون الخ اسکی خبر اور اسی طرح واما الذین کفروا ما استفہامیہ فا بمعنی الذی اراد اللہ بہذا الخ اسکا صلہ مجموعہ خبر ما اور ممکن ہے کہ ماذا کل ایک اسم ہو بمعنی ای شئ اور یہ منصوب المحل ہو ارادہ سے مثلاً حال ہے ہذا سے یا تمیز ہے یضل بہ یہدی بہ الخ معطوف او معطوف علیہ ملکر جملہ مستانفہ ہے یا جواب ہے ماذا کا یا ان دونون جملون کا کہ جنکے ابتدا مین اما ہے بیان ہے میثاقہ مصدر ہے بمعنی الایثاق یا اسم لما یقع بہ الوثاقہ۔ باقی سب ترکیب واضح ہے +

تفسیر

اس سے پیشتر جبکہ خدا تعالی نے منافقون کا حال آگ جلانے والون اور مینہ والون کے ساتھ مثال دیکر بیان کیا اور پھر اثبات نبوت مین اکر یہ فرمایا کہ اگر تم اس قرآن کو خوبی مین ایسا اعلے نہین تسلیم کرتے کہ جو بشر کی طاقت سے باہر اور جو خاص مبدا فیض سے نازل ہوا ہے یعنی اگر تم اسکو منجانب اللہ نہین مانتے تو تم بھی اسکے برابر کے دکھاؤ پس جب وہ عاجز آئے (حالانکہ اس بارہ مین انہون نے مجلسین بھی منعقد کین بڑے بڑے نامور شاعرون اور جادوگرون اور کاہنون کو بھی شریک کیا مگر کسیکی جرات نہ پڑی اور جو کسی نے کچھ جواب مین کہا جیسا یمامہ کا ایک شخص ابو مسیلمہ کذاب والنساء ذات الفروج الخ اور الفیل وما ادراک

ما القبیل ذنبہ قلیل وخرطومہ طویل وانہ من خلقہ ربک لقلیل وغیرہ خرافات بنا کر لایا تو قبل از ینکہ انحضرت علیہ السلام کے مقابلہ مین پیش کیا جاتا اس پر وہین اسکے ہم قوم اور ہم زبانون نے قہقہہ اڑایا[1] اور کوئی بات تو نہ بن آئی مگر یہ عیب نکالا کہ اگر یہ خدا کا کلام ہے تو تعجب کا مقام ہے کہ وہ ایسا جلیل القدر ایسی چھوٹی چھوٹی چیزون کے ساتھہ مثال دیکر بیان کرتا ہے خدا تعالی جواب دیتا ہے کہ خدا کو مچھر یا اس سے بھی چھوٹی چیز کے ساتھہ مثال دینے سے شرم نہین آتی کس لئے کہ مثال سے غرض ایک حال کا اظہار رہے اور امر معقول کو محسوس بنا کے دکہانا اور سمجہانا مقصود ہوتا ہے جیسا حال ہوگا اسی قسم کی چیز سے مثال دیجائیگی مثال کی خوبی یہ ہے کہ جسکے ساتھہ مثال دی ہے اس سے وہ شے کہ جسکی مثال دی ہے مناسبت رکھتی ہو عام ہے کہ وہ چیز چھوٹی ہو یا بڑی مچھر ہو یا اس سے بھی کم پس جو مومن ہین اور انکو خدا نے نور فطرت عطا کیا ہے وہ جان جاتے ہین کہ یہ مثال درست ہے اور خدا تعالے نے ہمارے سمجہانے کے لئے بیان کی ہے اور جو کافر ہین نور بصیرت سے محروم ہین وہ طعن کرکے کہتے ہین کہ خدا کو ایسی مثالون سے کیا غرض ہے ۔ اللہ تعالی جواب دیتا ہے کہ ہان ان سے یہہ مقصد ہے کہ بہت سے لوگ ان مین غور و فکر کرکے عمدہ نتیجہ نکالتے ہین اور بہت سے نکتہ چینیان کرکے فوائد سے محروم رہتے ہین مگر فوائد سے وہی محروم رہتے ہین کہ جو فاسق ہین اور خدا کے عہد کو کہ جو روز میثاق کیا تھا (کہ ہم تیری اطاعت کرینگے) مضبوط باندہکر توڑتے اور زمین پر چوری اور افشاء الحاد و کفر و ظلم و جور کرکے غضا و مچاتے ہین اور جس بات کے قایم رکہنے کا خدا نے حکم دیا تہا کہ اسکو برپا رکہین گے (یعنی والدین اور دیگر اقارب کے حقوق اور باہمی رحمدلی) اسکو برپا نہین رکہتے پس یہی لوگ بدنصیب اور زیانکار ہین دنیا مین بھی اپنے اعمال بد کا نتیجہ برا پاوینگے اور آخرت مین بھی سختی اٹھاوینگے اب چار دن نفس کو خوش کر لیا تو کیا ۔

متعلقات

حیا نفس انسان کا بدنامی اور برائی کے خوف سے منقبض ہونا اور متغیر ہوجانا ہے پس یہ انسان کی وہ حالت متوسطہ ہے کہ جسکے نیچے خجالت ہے کہ جو نفس کے کسی کام سے بالکل باز رہنے کو کہتے ہین اور اسکے اوپر وقاحت ہے یعنی بےشرمی کی باتون پر جرأت کرنا ۔ یہ حیات سے مشتق ہے اس مناسبت سے کہ یہ حیا قوی حیوانیہ کو انکے افعال سے روکتی ہے پہر اس لفظ اور اس قسم کے دیگر الفاظ کا[2] اطلاق جناب باری پر (کہ جو نفس اور انقباض سے پاک ہے) حقیقی طور پر نہین بلکہ ان معانی کو جو لازم ہے وہ مراد ہے مثلاً حیا کو لازم ہے کہ جس کام سے حیا کرے اسکو ترک کرے اور غضب کو لازم انتقام ہے پس اس سے

[1] آجکل بعض پادریون نے مسلمانون کے مقابلہ مین قرآن مجید کے بےمثل ہونے پر یہہ حجت پیش کی کہ ایسی عبارت تو مسیلمہ کذاب نے بھی بنائی تھی اور مقامات حریری کی بھی ایسی ہی عبارت ہے اور شیعہ کے علماء نے سورہ فاطمہ اور سورہ حسنین قرآن مین ویسی ہی بنا کر ملادی ہے الخ مین ان پادریون کی کور مغزی پر نہایت افسوس کرتا ہون بقول شخصے مدعی سست گواہ چست ان کلامون کے مولف خود قرآن کے مقابلہ مین لاتے ہوئے شرماتے ہین اور پادری لوگ کہ جنکو عربیت کچھ بھی مس نہین وہ سند بنا کے لاتے ہین ۱۲ منہ [2] تعصب حمیت غیرہا ۱۲ منہ

مراد ترک اور اُس سے مراد انتقام اور رحمت سے مراد نفع پہنچانا ہے اور یہ قاعدہ کلیہ ہے اسکو اور اُن مقامات پر بھی کہ جہان ذات باری پر وہ الفاظ بولے جاتے ہین کہ جو بندون کے اوصاف پر بولے جاتے ہین لحاظ رکھنا چاہیے ۔

یضل بہٖ گمراہ کرنا اور دلون پر مہر لگانا جو قرآن مجید مین مذکور ہے اِس سے بعض ناسمجھ عیسائی اور دیگر نکتہ چین اسلام پر عیب لگایا کرتے ہین مگر اسکا جواب اجمالی اور تفصیلی ختم اللہ کی تفسیر مین دیچکے ہین وہان ملاحظہ کر لو ۔

فاسقین فسق نکلنے کو کہتے ہین عرب بولتے ہین فسقت الرطبۃ عن قشرہا کہ چھوارہ اپنے پوست سے باہر ہوگیا اور عرف شرع مین خدا کی فرمان برداری سے گناہ کرکے خارج ہونے کو کہتے ہین اور اسکے تین درجہ ہین (۱) تغابی یعنی باوجودیکہ گناہ کو بُرا سمجھتا ہے مگر کبھی خواہش نفسانی سے اوسکا مرتکب ہوجاتا ہے (۲) انہماک یعنی گناہ کرنے کی عادت کرلے اور کچھ پروا نکرے (۳) حجود وہ یہ کہ گناہ کو اچھا جانکر عمل مین لاوے اور خدا رسول کے فرمان کی کچھ حقیقت نہ سمجھے ۔ اس تیسرے درجہ مین انسان کافر ہوتا ہے اور پہلے دونون درجون تک مومن رہتا ہے کس لئے کہ تصدیق جو اصل ایمان ہے اسکے دل مین باقی ہے پس ایسے شخصون پر تمام احکام اسلام نماز جنازہ و امامت و توریث و مناکحت وغیرہا جاری ہونگے عالم آخرت مین چاہیگا خدا اسکو بلا عذاب جنت مین جگہ دیگا چاہیگا بقدر گناہ سزا دیکر چھوڑ دیگا اور دلیل اسبات پر کہ گناہ کرنے سے ایمان نہین جاتا آیات و احادیث اور اجماع صحابہ ہے قال تعالیٰ وَاِنْ طَآئِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا الآیۃ اگر اہل ایمان کے دو گروہ باہم جنگ کرین الخ حالانکہ جنگ باہمی گناہ ہے مگر اُسکے مرتکب کو بھی خدا تعالیٰ نے مومن کہا ہے خوارج چونکہ ایمان کا اعمال صالحہ کو جزو قرار دیتے ہین تو گناہ کرنے والے کو کافر کہتے ہین اور معتزلہ چونکہ تصدیق قلب و اقرار باللسان اور اعمال صالحہ کے مجموعہ مرکب کو ایمان کہتے ہین تو اس شخص کو مومن نہین کہتے کیونکہ مجموعہ مین سے ایک جزو اعمال صالحہ نہین پائے جاتے مگر اسکو کافر بھی نہین کہتے کیونکہ کفر مین انکار حق شرط ہے اور انکار پایا نہین گیا پس وہ ایمان اور کفر مین ایک تیسرا مرتبہ فرض کرتے ہین ۔ لازم کہ اگر انسان سے بمقتضاے بشریت کوئی گناہ ہوجاوے تو فوراً توبہ کرے دل مین نادم ہو خدا تعالیٰ سے بعجز و انکسار و بچشم اشکبار معافی چاہے اور استغفار کرے وہ غفور رحیم ہے ۔ معافی اسکا عام دستور ہے ۔

عہد لغت مین اُس چیز کو کہتے ہین کہ جسکی محافظت اور رعایت کی جاتی ہے جیسا کہ وصیت اور قسم اور گھر کو بھی عرب مین اسلئے عہد بولتے ہین کہ ہر پھر کے انسان وہان آتا اور اُسکی طرف رجوع کرنے کی وجہ سے خیال رکھتا ہے ۔ اور تاریخ کو بھی اسلئے عہد کہتے ہین کہ اُسکی محافظت ہوتی ہے اور عہد اللہ وہ ہے کہ جو روز ازل اُس نے عالم روحانی مین تمام ارواح کو موجود کرکے باندھا تھا اور سب سے یہ اقرار کروایا تھا کہ میرے سوا کسیکو خدا نہ جاننا جیسا کہ اس آیت مین اُسکی طرف اشارہ ہے وَاِذْ اَخَذَ رَبُّکَ مِنْ بَنِیْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُہُوْرِہِمْ ذُرِّیَّتَہُمْ الآیۃ پھر اسکی شرح اُس حدیث مین ہے کہ جسکو امام احمد نے ابن عباس رضؓ اور اُبی بن کعبؓ سے

كَيْفَ تَكْفُرُونَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝

کسطرح انکار کرتے ہو تم اللہ کا یہ حالانکہ تم مردے تھے (معدوم تھے) پس تمکو زندہ (موجود) کیا پھر تمکو مار یگا پھر تمکو زندہ کریگا پھر تم اُسی کے پاس پھر جاؤ گے

روایت کیا ہے کہ خدا نے آدم کی پشت سے اُسکی تمام اولاد کو نکالکر پھیلا دیا اور اُن سے یہ کلام کیا الست بربکم کیا مین تمہارا خدا نہین ہون سبنے کہا بلی کہ ہان تو ہمارا رب ہے تب خدا تعالی نے فرمایا کہ مین تمہارے باپ آدم اور آسمان و زمین کو گواہ کرتا ہون تاکہ قیامت کو یون نکہو کہ ہمکو اسکی خبر نہ تھی اب تم جانو کہ میرے سوا کوئی معبود نہین میرا کسیکو شریک نہ بنانا اور مین دنیا مین تمہارے پاس کتابین و بیکر اپنے رسول اس عہد کے یاد دلانے کو بھیجونگا الحدیث پس یہ عہد ازلی ہے اور اسکا پرتو انسان کی عقل خداداد اور فطرت سلیمہ ہے کہ جو (اسکے عجائب مخلوقات سے اور اُسکی ان نشانیون سے کہ جو دنیا مین اور خود انسان کے اندر ہین) اسکے وحدہ لا شریک ہونیپر عہد موثق ہے اور یہ بات ہر انسان مین خدا تعالی نے رکھی ہے اور اسی عہد کو بار امانت کہتے ہین کہ جسکی طرف اس آیت مین اشارہ ہے اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ الآیۃ پھر اس پیام الہی انبیاء علیہم السلام اور اُنکے معجزات و آیات و کتابین اس عہد کی مضبوطی اور تاکید و تائید ہے جہان انبیاء نہین آئے وہان کے لوگ بھی اپنے عہد کے ذمہ دار ہین اگر شرک کرینگے تو جہنم مین بد عہدی کی سزا پاوینگے اور بالخصوص جہان انبیاء علیہم السلام کا فیض ہدایت پہنچ چکا اور یہ عہد موثق ہوگیا پھر جو اسکو توڑتا ہے اور بھی زیانکار ہے بعض مفسرین کہتے ہین کہ اس عہد سے مراد وہ عہد ہے کہ جو موسی علیہ السلام کی معرفت بنی اسرائیل سے لیا تھا اور اُسکی مضبوطی دیگر انبیاء علیہم السلام کی معرفت کی گئی تھی کہ میرے انبیاء کو ماننا شرک نکرنا قتل نکرنا احکام عشرہ وغیرہا اس تقدیر پر اس آیت کے مخاطب یہود یا نصاری ہین پھر یہ عہد ہر شخص کے ساتھ اور بھی خصوصیت رکھتا ہے بادشاہون کے ساتھ یہ خصوصیت ہے کہ وہ عدل و انصاف کرین علماء سے یہ کہ حق نہ چھپاوین مداہنت نکرین انبیاء علیہم السلام سے یہ کہ اُسکے دین کو قایم کرین تفریق نکرین وقس علی ہذا باقی توحید اور اقرار ربوبیت مین تمام بنی آدم شریک ہین جس چیز کے وصل یعنی ملانیکا خدا نے حکم دیا ہے وہ حقوق قرابت حقوق محبت حقوق وطن حقوق ملت ہین واللہ اعلم

ترکیب

کیف استفہام حال کے لئے ہے اور یہان استفہام انکاری ہے تکفرون باللہ جملہ استفہامیہ و ضمیر انتم جو تکفرون کا فاعل ہے ذی الحال اور یہ جملے معطوفہ مع معطوف علیہ وکنتم امواتا الخ حال واقع ہوئے ہین ؂

تفسیر

یعنے جبکہ تم یہ جانتے ہو کہ ہم پہلے نیست تھے پھر خدا نے ہمکو موجود کیا ہے اور پھر مرنا ہے اور پھر حشر کو زندہ ہو کر حساب دینا ہے اور اُسکے پاس جانا ہے تو پھر کیون کفر مین پڑتے اور انکار کرتے ہو کس لئے کہ یہ عقل کا مقتضے نہین کہ جس نے ایسے ایسے انعام کئے

ہون اور آئندہ اُس سے اُمید بہتری کی ہو اور برائی کی سزا کا کھٹکا ہو پھر اُسکی نافرمانی اور ناسپاسی کی جاتے اور اُس کے رسول سے عداوت باندھکر قرآن کا انکار کیا جاوے ÷

ربط

اس آیت کا پہلی آیتون سے بھی اس تقریر و تفسیر سے آپ کو معلوم ہو گیا ہوگا ۔ وہ یہ کہ جب قرآن مجید کا اعجاز اور کلام الٰہی ہونا ثابت ہو گیا اور مخالفین کے بیجا اعتراض کا بھی جواب ہو چکا تو اس آیت سے لیکر یا بنی اسرائیل اذکروا نعمتی التی انعمت علیکم تک اپنی وہ نعمتیں بندون کو بتلاتا ہے کہ جنمین خاص و عام سب شریک ہین اور ان نعمتون کے ذکر مین مبدء و معاد کے متعلق بہت سی باتین بھی بتاتا ہے تاکہ قرآن کا اعجاز اور بھی دلنشین ہو جاوے اور یہ بات ثابت ہو جاوے کہ اب جو ان لغو شکوک سے قرآن کا انکار کرتا ہے تو وہ ایسے منعم اور منتقم کا انکار اور نافرمانی کرتا ہے جو عقلاً کسی حال مین درست نہین ÷

متعلقات

| وکنتم امواتا | موت سے مراد عدم ہے یہ ظاہر ہے کہ ازلی و ابدی خدا تعالیٰ ہے اُسکے سوا جو کچھ ہے پہلے معدوم اور نیست تھا پھر اُسکے ارادہ سے موجود ہوا ہے انسان کی نسبت تو یہ امر اور بھی ظاہر ہے کس لیئے کہ انسان جب غذائین کھاتا ہے تو اُس سے بدن مین خون بنتا ہے اور بیشتر وہ غذائین عناصر محض تھین یعنی آگ و ہوا و پانی و خاک مگر ترکیب پا کر اُن سے درخت یا خوردنی حیوانات بنے الغرض خاک و پانی وغیرہا غذائین بنین اور پھر پیٹ مین جا کر خون ہو گئین پھر وہ خون استحالات کے بعد منی بنا پھر وہ منی عورت کے رحم مین علقہ اور مضغہ بنا پھر اوسمین ہڈیان گوشت پوست نمودار ہوا پھر بچہ جاندار بنکر باہر آیا سو یہ بات کہ پہلے ہم اموات تھے پھر خدا نے ہمکو زندہ کیا (کس لیئے کہ ماں باپ کی اسمین کوئی کاریگری نہین) مشاہدہ سے معلوم ہوتی ہے اور اُس زندگی مستعار کے بعد مرنا بھی مشاہدہ سے معلوم ہوتا ہے ؎ نہ گور سکندر نہ ہے قبر دارا ÷ مٹے نامیون کے نشان کیسے کیسے ÷

اب رہا | ثم یحییکم | کہ مر کر پھر زندہ ہونا ہے اس دلیل سے ظاہر ہے کہ جس نے ابتداءً زندہ کر دیا دوبارہ زندہ کرنا اُسکو کیا مشکل ہے ؟ جب یہ ہے تو | ثم الیہ ترجعون | مین کہ اُسکے پاس حساب کتاب کے لئے پھر جانا ہے کیا شک ہے ؟ گویا یون کہنا چاہیے کہ انسان ملک عدم سے کوچ کر کے ملک ہستی مین آیا پھر یہان سے انتقال کر کے ایک اور عالم مین جائیگا کہ جسکو باعتبار اس حیات کے موت کہتے ہین لیکن چندے وہان آلودگی جسمانی کے اثر مین مبتلا رہیگا پھر اُس سے پاک ہو کر ایک کامل حیات پاویگا اور جب یہ تکدر بالکل جاتا رہیگا تو خدا تعالیٰ کے روبرو ظہور کلی یعنی حشر کے روز حاضر ہوگا ۔ اس تھوڑے سے کلام مین کسقدر مبدء و معاد کے احوال اجمالاً مذکور ہین ؟ تورات حال مین چونکہ زمین و آسمان کی آفرینش سے لیکر حضرت موسیٰ تک کی تاریخ بیان ہے اسلئے عیسائی اہل اسلام سے معارضہ کیا کرتے ہین ؟ کہ الہامی کتاب کے لئے ضرور ہے کہ وہ انسان کی بلکہ زمین و آسمان کی ابتداء و انتہا اور انجام بتلاوے کیونکہ ان

باتون کے ادراک مین عقل کا قافیہ تنگ ہے پس یہ باتین قرآن مین نہین اسلئے وہ کلام الہی نہین ۔ پادریون کو ایسی باتین لکھتے اور کہتے شرم نہین آتی ۔ قرآن کی اس آیت مین جسقدر یہ بیان ہے وہ توراۃ مین کہان ہے ؟ علاوہ اسکے اور جابجا قرآن نے اس امر کو نہایت خوش اسلوبی سے بیان کیا ہے مگر ہم اسکو کیا کرین کہ وہ لوگ سلسلہ وار تاریخ کی کتاب پر جلد ایمان لاتے ہین اور ایسے کلام معجز نظام کو نہین سمجھتے ۔

نکات

|۱| الیہ ترجعون مین اس طرف اشارہ ہے کہ تمام عالم بالخصوص انسان محض اُسکے وجود کا ظل ہین جس طرح کہ دھوپ آفتاب کا ظل ہے پس جس طرح بخصیص شیونات ہر چیز بالخصوص انسان اُس مبدء سے چلا ہے اسی طرح پھر اُسکی طرف مجرد ہوتے ہوتے (کہ جو موت سے حاصل ہوتا ہے اور اسی لئے موت کو نعمات مین شمار کیا ہے ورنہ موت فی نفسہ نعمت نہین) وہین جاکر منتہی ہوگا کیونکہ رجوع کے معنی یہ ہین کہ جہان سے جاوے پھر وہین ہٹکر آوے جس طرح کہ کُرہ مین جہان سے ابتدا ہوتی ہے وہین اکر انتہا ہوتی ہے اسی طرح خدا تعالیٰ چونکہ ہر شے پر محیط ہے (انہ بکل شیء محیط) اُسی سے ابتدا ہے پھر اُسکی طرف انتہا ہے لیکن احاطہ جسمانی نہین ۔ پس کفر و الحاد ہر طرح کی بے دینی شہوت پرستی روح کے لئے اُسکی طرف رجوع ہونے مین چونکہ موانع اور عوائق ہین جیسا سڑک پر چلنے والے کے لئے غار و دیوار یا اینٹ پتھر اسلئے انبیاء علیہم السلام اس سلوک تمام کرنے کے لئے ان چیزون سے منع کرتے ہین کیونکہ اُس کے پاس پہنچنا کہ جو مرکز اصلی ہے مظہر جنت ہے اور اس کے قرب کا فرح و سرور مظہر حور و قصور ہے اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ

|۲| اگرچہ بظاہر فاعل تکفرون سے وکنتم امواتا حال نہین ہو سکتا کس لئے کہ جب جملہ ماضویہ کو حال بناتے ہین تو لفظ قد مقدر مانتے ہین کیونکہ قد ماضی کو حال سے قریب کر دیتا ہے حالانکہ ماں کے پیٹ مین بیجان ہونے کا زمانہ جو کنتم امواتا سے سمجھا جاتا ہے دور ہے لیکن اس رمز کی طرف اشارہ کرنے کے لئے حال بنایا کہ گو وہ زمانہ بعید ہے مگر ایام زندگانی چونکہ باد صبا کی طرح یون ہی گزر جاتے ہین جسکی سو برس کی عمر ہوگی وہ ایام طفولیت کے وقائع کو کل کی بات کہا کرتا ہے ۔ خواجہ درد رحمۃ اللہ فرماتے ہین ۔ گزرون ہون جس خرابہ پہ کہتے ہین یان یہ لوگ ٭ ہے کوئی دن کی بات یہ گھر تھا یہ باغ تھا ٭ یہ تو کیا آنکھ بند ہونے کے بعد تو ہزار ہا سال کے زمانہ کو یوم اور بعض یوم کہین گے اسلئے اسکو حال بنایا ۔

|۳| گو اس تقدیر پر ثم یمیتکم ثم یحییکم ثم الیہ ترجعون کا بظاہر عطف وکنتم امواتا صحیح نہین ہوتا کیونکہ یہ امور تو زمانہ آئندہ مین پیش آئینگے پس تکفرون سے بذریعہ عطف کہ جو زمانہ حال کو چاہتا ہے حال نہین بن سکتے مگر یہان بھی وہی نکتہ مرعی ہے کہ گو یہ امور ایک عرصہ بعد پیش آوینگے جیسا کہ انا نحن باواز بلند کہہ رہا ہے مگر بقول عرب ما اقرب ما ھو آت وما ابعد ما ھو فات آنے والی چیز

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ثُمَّ اسْتَوٰۤی اِلَی السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَ هُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ

اللہ وہ ہے کہ جسنے تمہارے لیے جو کچھ زمین مین ہے پیدا کیا پھر آسمان کی طرف متوجہ ہوا تو اُنکو سات آسمان بنایا اور وہ ہر چیز جانتا ہے۔

گویا عاقل کے روبرو کھڑی ہے پس اس نکتہ کے لئے اُس آئندہ زمانہ کو حال بنایا گویا یہ بات بتلادی کہ تمہارے پیدا ہونے کا اور پھر مرنے کا زمانہ دونون ملے ہوے ہین پس جب یہ ہے تو اس جود بین العدمین کا لطہر بین الدمین پر پھولکر خدا کو بھولنا اور اس بے حقیقت ہستی کے گھمنڈ مین خدا تعالی سے اکڑنا کفر کرنا بڑی حماقت ہے۔ بلغا کا عام دستور ہے کہ وہ وجود شے کو عدم اور عدم کو وجود اور بُعد کو قرب اور قرب کو بُعد اعتبارات لطیفہ سے قرار دیکر کلام کرتے ہین +

سہم اسکو اس خوش اسلوبی سے بیان کیا اور اسکو اول کلام کا تتمہ یا نتیجہ اور اسکے بعد کے کلام کا توطیہ تمہید کہین تو بجا ہے۔ پس اسکے بعد اس دوسری نعمت کو بیان کرتا ہے کہ جسکو وجود انسان از بس مقتضی ہے اور جسکے بغیر اسکو دم بھر بھی چارہ نہین پس فرماتا ہے

ترکیب

ھو مبتدا الذی موصول خلق فعل با فاعل لکم متعلق ہے خلق کے ما موصول ثانی ذو الحال فی الارض ثبت کے متعلق ہوکر اسکا صلہ ہوا جمیعًا بمعنی مجتمعًا حال ہے۔ یہ ما اپنے صلہ اور حال سے ملکر مفعول ہوا خلق کا اور پھر خلق تمام جملہ ملکر صلہ ہوا الذی کا پھر الذی خبر ہوئی ہو کی ثم کلمہ تراخی استوی بمعنی قصد فعل با فاعل الی السما متعلق ہے استوی کے فسوّٰھن مین سوّی بمعنی جعل و خلق فعل ضمیر اسکی فاعل ہن ضمیر جمع مؤنث راجع ہے السّمار کی طرف اگر اس سے مراد اجرام لیا جاوے ورنہ مبہم ہے اس کی تفسیر سبع سمٰوات ہے اور اول تقدیر پر بدل ہے۔ ہو مبتدا بکل شئے علیم خبر +

تفسیر

یہ دوسری نعمت خدا تعالی یاد دلاتا ہے کہ جو پہلی نعمت پر مترتب ہے یعنی تم اُس خدا سے کیونکر روگردانی کرتے ہو کہ جسنے تمکو معدوم سے موجود کردیا اور پھر موجود کرکے یون ہی پریشان و بے سامان نہین چھوڑا بلکہ تمہارے فائدہ کے لئے زمین کی ہر ایک چیز کو پیدا کیا ع ابر و باد و مہ و خورشید و فلک در کار ند ۔ پھر اُس نے آسمان کی طرف توجہ کی تو اُسکے طبقے بنادیے کیونکہ زمین کی چیزون کا سر انجام پانا آسمانی اور علویات کی تاثیر بغیر نہین ہوسکتا اگر آفتاب نہوتا یا مہتاب و ستارے نہوتے تو بہل ہا ہزارون چیزین نہوتین الغرض زمین کی چیزون کو آسمانون اور آسمانی چیزون سے ایک عجیب ارتباط ہے اسلئے کہہ سکتے ہین کہ جو کچھ رزق و روزی ہے وہ آسمان سے آتی ہے وفی السماء رزقکم وما توعدون اور یہ اسلئے کہ وہ خدا تعالے ہر چیز کا علم رکھتا ہے ہر چیز کی مصلحتین اور اسرار اُس کو معلوم ہین +

متعلقات

استوی کے معنی لغت مین قصد کرنے کے ہین بولتے ہین استوی الیہ کالسہم المرسل جبکہ کوئی کسی چیز کا قصد مصمم کرے اور ادھر اُدھر نہ میلان کرے اور اصل استوا کی طلب مساوات ہے اور سیدھی چیز کو مستوی اسلئے کہتے ہین کہ اُسکے اجزا باہم مساوی یعنی برابر ہوتے ہین جیساکہ سطح اور خط اور جسم مگر یہ معنی جناب باری کے لیے تجویز کرنا جائز نہین کیونکہ وہ جسمیت سے پاک ہے اور جن لوگون نے اس قسم کے الفاظ سے یہ بات نکالی (کہ وہ آسمان یا عرش پر سیدھا کھڑا ہوتا ہے یا بیٹھتا ہے جسطرح کوئی اپنی کرسی و تخت پر بیٹھتا ہے اور پھر اسکی تائید مین کچھ احادیث لائے ہین کہ جن مین بیشتر تیسری چوتھی صدیون کے محدثین کی وہ حدیثین ہین جو رطب و یابس کا مجموعہ ہین) سو یہ بڑی غلطی ہے اور پھر اصرار و غلو کرکے رسائل لکھنا اور عرشی فرشی کہلانا ایک سادہ لوحی اور تعصب بیجا اعاذنا اللہ منہ

السماء مین ہمزہ واو سے بدل ہے یعنی پیشتر واو تھا اور جو واو کہ الف کے بعد زائد ہوتا ہے بیشتر عرب اُسکو ہمزہ سے بدل لیتے ہین لغت مین لفظ سماء کا چند معانی پر اطلاق ہوا ہے بادل کو بھی کہتے ہین اور اُفق کو بھی - ایک شاعر کہتا ہے ؎ فاوّاہ لذکرہا اذا ما ذکرتہا ومن بعد ارض بیننا وسماء ٭ کہ جب مین اُس محبوبہ کو اور پھر وہ جو مجھ مین اور اس مین زمین کے ٹکڑے اور اُنکے اوپر آسمان فاصل ہین اُنکو خیال کرتا ہون تو دل سے ایک آہ نکلتی ہے ٭

اور اوپر کی جانب کو بھی اور اُس نیلی چھت کو بھی کہ جو ایک گول گنبد سا نظر آتا ہے اور وہ جو قرآن مین جابجا سماء کا ذکر ہے کہ ہم نے اُسکو اپنے ہاتھ سے بنایا والسماء بنینٰہا باید - اِنَّا زَیَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْیَا بِزِیْنَةِ نِ الْکَوَاکِبِ کہ ہم نے پہلے آسمان کو ستارون سے زینت دی اَفَلَمْ یَنْظُرُوْا اِلَی السَّمَاءِ فَوْقَهُمْ کَیْفَ بَنَیْنٰهَا وَزَیَّنّٰهَا وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ کیا نہین دیکھا اُنہون نے اپنے اوپر آسمان کو کہ کس طرح بنایا ہم نے اُسکو اور زینت دی اُسکو اور اسمین کوئی درز نہین اَلَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ کَرَّتَیْنِ یَنْقَلِبْ اِلَیْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِیْرٌ اُس نے سات آسمانون کو اوپر تلے بنایا اے دیکھنے والے تجھ کو خدا کی پیدایش مین کچھ تفاوت نہ معلوم ہوگا - دوبارہ نظر کو آسمانون کی طرف پھرا تیری نگاہ تھک کر خیرہ ہو کر رہجائیگی - وغیرہا من الآیات پس ان سے وہی اخیر معنی مراد ہین کہ جسکو ہماری زبان مین آسمان اور ہندی مین اکاش اور انبر کہتے ہین و ہر زبان مین اُسکا نام ہے اور جسکو تمام عرب و عجم ہند و روم اہل یورپ قدیم زمانہ سے ابتک ایسا ہی سمجھتے ہین کہ خدا نے آسمانون کو بنایا ہے ہم اُنکو دیکھتے ہین اُن مین کوئی شگاف اور درز نہین کہ جو خدا کی صنعت مین قصور ثابت کرے اور یہ ستارے آسمان پر لگے ہوے ہین اگر کسی پڑھے ہوے سے پوچھیگا تو وہ بھی یہی کہیگا اور اَن پڑھ بلکہ جنگل کے رہنے والون جنگیون سے دریافت فرمائیگا تو وہ بھی یون ہی کہین گے جس سے معلوم ہوا کہ یہ مسئلہ بھی منجملہ اُن مسائل کے ہے کہ جسکا علم انسان کی فطرت او جبلت مین یکسان رکھا گیا ہے اور اسی فطری علم پر

خداتعالیٰ اپنے کلام مین انسان کو مخاطب کرکے اپنی عجائبات قدرت کی طرف متوجہ کرتا ہے اور تمام انبیا علیہم السلام بھی اسی نہج پر کلام کرتے چلے آئے ہین چنانچہ توراۃ اول کے پہلے باب مین یہ لکھا ہے - ابتدا مین خدا نے آسمان و زمین کو پیدا کیا - (۸) اور خدا نے فضا کو آسمان کہا (۱۰) اور خدا نے خشکی کو زمین کہا - پھر اسی کتاب کے ۷ باب مین طوفان نوح کے بیان مین یہ جملہ بھی ہے جب نوح کی عمر چھ سو برس کی ہوئی دوسرے مہینے کی سترہوین تاریخ کو اُسی دن بڑے سمندر کی سب سوتین پھوٹ نکلین اور آسمان کی کھڑکیان کھل گئین اور ۸ باب مین یہ جملہ ہے اور آسمان کی کھڑکیان بند ہوگئین اور آسمان سے مینہ تھم گیا - پھر اسی کتاب کے ۱۹ باب مین قوم لوط کی نسبت یہ ہے تب خداوند نے سدوم اور عمورہ پر گندھک اور آگ خداوند کی طرف سے آسمان پر سے برسائی - انجیل متی کے ۳ باب مین ہے کہ جب حضرت عیسی علیہ السلام یحیی علیہ السلام کے ہاتھ سے اصطباغ یعنی دریا مین غوطہ لگاکر باہر آئے تو انکے لیے آسمان کھل گیا - انجیل لوقا کے ۱۸ باب مین یہ جملہ ہے پر اُس محصول لینے والے نے دور سے کھڑا ہوکے اتنا بھی نہ چاہا کہ آسمان کی طرف آنکھ اُٹھاوے بلکہ چھاتی پیٹتا تھا اور کہتا تھا کہ اے خدا مجھ گناہگار پر رحم کر - اور مکاشفات یوحنا کے ۸ باب اور دیگر ابواب سے صاف آسمان پر ستارون کا ہونا اور اُنکے دروازے کھلنا اور وہان سے آواز آنا وغیرہ وہ باتین مذکور ہین کہ جو قرآن و احادیث کے مطابق ہین اسی طرح ہنود کے بید اور پارسیون کی دساتیر سے بھی آسمانون کی بابت اس طرح کے مضامین مفہوم ہوتے ہین - الغرض ہزار برس سے الہامی اور غیر الہامی کتابون اور انبیاء علیہم السلام اور دیگر لوگون کا اس امر مین اتفاق ہے لیکن گریک یعنی یونان کے فیلسوفون نے جس طرح اور چیزون کی حقیقت اور ماہیت دریافت کرنے مین عقل کے گھوڑے دوڑائے اور جو باتین انکو اپنے قیاس اور تخمین یا تجربہ اور آلات رصد وغیرہا سے دریافت ہوئین انکو قلمبند کیا اور اس علم کا نام حکمت انظر یہ رکہا کہ جسکی شاخین ہیئت اور طبعیات اور الٰہیات وغیرہا علوم ہین کہ جنپر ہنود کو اور دنیون کو ناز ہے - اسی طرح انہون نے آسمان و زمین کے بھی قلابے ملا دیے اور تحقیقین کرتے کرتے اُنکے دو فریق ہوگئے ایک گروہ کے پیشوا فیثاغورس ہین جو وہ کہتے ہین آسمانون کا وجود نہین ہے ستارے بذات خود قائم ہین کسی مین جڑے ہوئے نہین - پھر اسی فریق کے دو قول ہین بعض کہتے ہین ستارے اور ثوابت متحرک نہین صرف زمین حرکت کرتی ہے اسکی وجہ سے یہ چیزین حرکت کرتی ہوئی دکھائی دیتی ہین جس طرح کہ ریل گاڑی مین درخت و غیرہ حرکت کرتے ہوئے معلوم ہوتے ہین - ایک گروہ کہتا ہے کہ زمین بھی متحرک ہے اور ستارے بھی آفتاب کو مدار ٹھیراکر اسکے گرد حرکت کرتے ہین ہان چھوٹے چھوٹے ستارے کہ جنکو ثوابت کہتے ہین وہ حرکت نہین کرتے انکی حرکت زمین کی حرکت سے محسوس ہوتی ہے اور جس طرح ستارے آفتاب کے ایک فاصلہ معین پر حرکت دوری کرتے ہین اسی طرح زمین بھی اپنے بعد معین پر اسکے اردگرد پھرتی ہے اور ستارے صرف یہ زحل ۱ مشتری ۲ مریخ ۳ عطارد ۴ زہرہ ۵ شمس ۶ قمر ۷ ہی نہین بلکہ سوا اور بھی رصد سے ثابت ہوئے ہین - یہ مذہب فیثاغورس اور اُسکے

تو تھا اور کے نزدیک اُسکے دیگر اقوال کی طرح مردود اور بیقدر رہا مگر اب چند عرصہ سے اس نے یورپ مین بڑا رواج پایا اور یورپ کے بڑے بڑے
محقق اسی کی مقلد ہو کر انہین باتون کو الہامی اور لوح محفوظ کی باتین سمجھنے لگے بلکہ اپنی تحقیقات سے اس پر اور کچھ بڑھایا اور چاند اور ستارون
مین پہاڑ اور دیگر اجسام عنصری بلکہ حیوانات کے وجود کے بہی بعض لوگ قائل ہو گئے اور بہت سی عجیب اور غریب باتین پیدا کین جنہین
ہندوستان مین انگریزی پڑھے ہوئے نئی روشنی اور علوم جدیدہ کہکر خوب دل خوش کرتے ہین اور جنہون نے اُن انگریزی خوانون کی
صحبت اُٹھائی ہے اور کچھ لغات[ل] انگریزی سیکھ لیئے ہین اور اپنی وضع بتکلف انہین لوگون کی بناکر زبردستی سے رفامر یا فلاسفر
بنے ہین وہ تو ان باتون پر ایمان لائے ہوئے ہین دوسرے گروہ کے سرفتر حکیم بطلیموس ہین وہ کہتے ہین کہ زمین گول کرہ سی ہے
کسیقدر یعنی تخمیناً چوتھائی حصہ اسکا ناہمواری کی وجہ سے اونچا اُٹھا ہوا ہے باقی اسکے اردگرد پانی لپٹا ہوا ہے جسکو سمندر کہتے ہین پانی
کے اردگرد کرہ ہوا لپٹا ہوا ہے اُسکے اوپر آگ کو سون تک اونچی ہر طرف سے لپٹی ہوئی ہے یہ چار کرہ عناصر کے ہوئے اب جسقدر زمین
پانی سے اوپر اُٹھی ہوئی ہے اس پر سب لوگ بستے ہین ان چارون کرون کے چوطرف پہلا آسمان ہے جسکو فلک القمر بہی کہتے ہین
یعنی اس آسمان مین چاند ہے جس طرح کہ نیلے جسم پر ایک سفید گول گول نشان ہو جاوے اُسکے اوپر دوسرا فلک عطارد ہے اُسکے اوپر
فلک زہرہ اُسکے اوپر فلک شمس ہے یعنی چوتھا آسمان جہان آفتاب ہے اُسکے اوپر فلک مریخ کہ جہان مریخ ستارہ ہے اُسکے اوپر فلک مشتری
کہ جہان مشتری ستارہ ہے اُسکے اوپر فلک زحل کہ جہان زحل ستارہ ہے اُسکے اوپر فلک الثوابت کہ جہان یہ سیکڑون ان گنت
ستارے ہین کہ جو از خود حرکت کرتے معلوم نہین ہوتے یعنی ایک جگہ ہمیشہ ثابت رہتے ہین چونکہ نیچے کے آسمان بالکل
نہایت شفاف اور صاف ہین وہ اوپر کے ستارے سب نظر آتے ہین اُسکے اوپر فلک الافلاک[ع] کہ جسکو فلک الاطلس کہتے ہین یعنی سادہ اُس مین
کوئی تارہ نہین وہ دن رات مین مشرق سے مغرب کی طرف ایک جگہ مین چرخہ کی طرح پہر کر دورہ تمام کرتا ہے اور اُسکی وجہ سے
سب آسمان اور تارے دورہ تمام کرتے ہین کہ جس سے رات اور دن پیدا ہوتے ہین یعنی جہان سامنے آفتاب آگیا وہان دن ہوگیا

ل منجملہ انکے سید احمد خان صاحب ہین کہ جو اپنی تفسیر کے صفحہ ۵۴ مین اول تو لفظ سماء کا اطلاق ستارون پر از خود فرض کرتے ہین اور پہر سبع سموات سے تقلید حکماء یونان
و یورپ وہ سات مراد لیتے ہین کہ جو انسان کے اوپر دکہائی دیتی ہے اور [illegible] سات کہدیا ورنہ سماوات مین کچھ حصر نہین - اور بیضاوی نے
عرش و کرسی ثابت کرنے کے لئے جو یہ کہا تہا کہ سات کہنے سے زائد کی نفی نہین ہو سکتی اُس کو اپنے مدعا کے لئے دلیل بنایا اور جہان بیضاوی نے صرف لفظ
السماء کے معنی یہ بیان کیئے ہین کہ اس لفظ سے مراد اجرام علویہ یا جہات علویہ ہے تو حضرت سمجھ گئے کہ بیضاوی آپ ہی اس لفظ سے دونون مراد لینا جائز
رکہتے ہین - اسپر طرہ یہ کہ الٹا سب علماء اور مفسرین پر کہ جو تقلید جسکا نہین کرتے طعن کرتے ہین اور یہ نہین سمجھتے کہ [illegible] کوئی جسم چیز [illegible]
[illegible] ہے حالانکہ قرآن اور دیگر کتب الہامیہ سے آسمان کا جسم ہونا ثابت ہے اور یہ کہ وہ قیامت کو پہٹ جاویگا ۱۲ منہ

ع اور اسکو فلک البروج بہی کہتے ہین - یہان برج اس طرح سے نہین ہین کہ جس طرح زمین پر قلعجات کے برج ہوتے ہین بلکہ دائرہ کی وجہ سے آسمان کے بارہ حصہ اس طرح پر
قائم کیئے ہین کہ جس طرح خربزہ کی پہانکین اور ستارون کی ہیئت اجتماعی سے کہین شیر کی صورت پیدا ہو گئی تو اُسکو برج اسد کہنے لگے اور کہین کیکڑا کی
تو اسکو سرطان اور کہین بچہو کی تو اُسکو عقرب وقس علی ہذا نزول قرآن کے زمانہ مین بہی عربیان بروج سے واقف تھے اسلیئے خدا نے والسماء ذات البروج فرمایا ۱۲ منہ

اور جہان سامنے سے بالکل ہٹ گیا رات ہو گئی اور تمام ستارے ازخود بھی ایک حرکت مغرب سے مشرق کی طرف کر کے دورہ تمام کرتے ہیں چاند تو مہینے بھر میں اس دورہ کو تمام کر لیتا ہے در اصل گھٹتا بڑھتا نہیں بلکہ جسقدر وہ آفتاب کے مقابلہ میں آتا ہے اور اسیقدر اسپر روشنی پڑتی ہے اُتنا ہی ہم کو دکہائی دیتا ہے ورنہ وہ گول بڑا بھاری جسم ہے زمین سے کہیں زائد ہے اور آفتاب اپنے دورہ کو دائرہ منطقۃ البروج پر برس میں تمام کرتا ہے اسی لئے مختلف فصلیں سردی گرمی پیدا ہوتی ہیں - یہ کل تیرہ کرے ہوئے جن میں سے نو آسمان ہیں سات تو یہ کہ جنکو شرع نے سبع سموات کہا ہے اور دو وہ کہ جنکو عرش کرسی کہا ہے - کرسی فلک الثوابت عرش فلک الافلاک ہے اس صورت پر اور آسمانوں کا کوئی رنگ نہیں کیونکہ اگر رنگ ہوتا تو اوپر کی چیزیں کہائی نہ دیتیں اور یہ جو نیلگون معلوم ہوتا ہے یہ آسمان کی شفافی اور غبارات کی تیرگی سے پیدا ہوا ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ جب سفیدی اور سیاہی ملتی ہیں تو نیلی رنگت پیدا ہو جاتی ہے یا یوں کہو کہ ہوا کے اجزا شفاف ہیں اجزاء غباری کہ جو سیاہ ہیں اُنکے ملنے سے نیلگونی پیدا ہو گئی یا یہ کہ ہوا کے اجزاء شفاف ہیں جب اُنکو دیکھتے ہیں تو نظر میں ایک تیرگی پیدا ہوتی ہے ان دونوں کے ملنے سے نیلگونی پیدا ہوتی ہے جیسا کہ سمندر کا پانی نیلا دکہائی دیتا ہے - اسکے علاوہ اور بہت سے مسائل اس حکیم اور اسکی جماعت کے ہیں اور چونکہ یہ مسائل کسیقدر صحیح اور الہامی کتابوں بالخصوص قرآن مجید کے موافق ہیں اسلئے اس حکمت کا جس طرح حکماء یونان میں رواج ہوا اسی طرح جب حکمت یونانیہ عربی میں ترجمہ ہو کر آئی اہل اسلام نے بھی اس کو پسند کیا چنانچہ ابتک شرح چغمینی اور تذکرہ وغیرہ اسی حکمت کی کتابیں درس میں داخل ہیں بلکہ ایشیائی ملکوں میں ہندو اور ایرانی وغیرہ سب لوگ اور قدیم عیسائی اور یہودی بھی بیشتر انہیں مسائل کے معتقد ہیں لیکن نہ اسلام کو اس ہیئت سے کچھ بحث ہے نہ اس اگر یہ غلط ہو تو اسلام کی صداقت میں کیا نقصان آتا ہے؟ اور جو وہ سراسر غلط ہو تو کیا نقصان ہے البتہ آسمانوں کی بابت مجملاً بسبیل فکر در آیات قدرت جو کچھ قرآن یا دیگر کتب الہامیہ میں مذکور ہے اُسکے تمام بنی آدم قائل ہیں وہ علم فطری ہے جب بطلیموس اور فیثاغورس نہ تھے جب بھی ان باتوں کو لوگ مانتے تھے ؂

اول تو یہ مسلم نہیں کہ اگر آسمانوں کا کوئی رنگ ہے تو نیچے کے آسمان کی وجہ سے اوپر کے آسمان کی چیزیں نظر نہ آویں باوجودیکہ پانی اور بلور اور آئینہ میں رنگت ہوتی ہے پھر بھی وہ نفوذ بصر کو مانع نہیں اُسکے پرلی طرف والی چیز برابر نظر آتی ہے (دوم) ممکن ہے کہ نویں یا آٹھویں آسمان کی رنگت نیلگون ہو سو اگر اوپر کی چیز کے نظر آنے میں مانع ہونگے تو وہ ہونگے باقی نیچے کے آسمان

مانع نہوں گے اور انکے اوپر کوئی ستارہ نہیں اور انکی رنگت اوپر تلے آئینوں میں جس طرح اوپر کے آئینہ کی رنگت تلے دکھائی دیتی
ہے اور نیلہ رنگ کچھ انہیں صورتوں میں کہ جنکو مستدل نے ذکر کیا منحصر نہیں اور جو یہ سب کچھ تسلیم بھی کیا جاوے تو قرآن سے
صرف یہ ثابت ہے کہ آسمانوں کی طرف نظر کرسکتے ہیں اس تقدیر پر یہ نیلہ رنگ گو آسمان کا رنگ نہو مگر جب یہ آسمان کے ساتھ
وہ علاقہ رکھتا ہے جو کہ سمندر کے پانی کے ساتھ پس جس طرح سمندر کا نیلہ رنگ اس بات میں قادح نہیں کہ ہم نے سمندر کو دیکھا
اور اسکی طرف نظر کی اسی طرح آسمان کی طرف نظر کرنے میں یہ مانع نہیں یا یوں کہو کہ کسی جسم پر کوئی کپڑا لپیٹ کر دکھایا جاوے
تو وہ دیکھنے والا کہہ سکتا ہے کہ ہم نے وہ جسم دیکھا آدمی پاجامہ کرتا پہنے ہو جب دکھائی دیتا ہے تو کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے اسکو
دیکھا اسی طرح اگر آسمان کے نیچے خدا نے یہ قدرتی نیلگون چھت گیری لگادی ہے تو اسکے دیکھنے میں کوئی حرج پیدا نہیں
کرتی اور یوں تو حقیقۃً کوئی جسم دکھائی ہی نہیں دیتا جب نظر پڑیگی تو اسکے عوارض ہی پر پڑیگی کما ہو المحقق عند الحکماء
الہامی کتابوں بالخصوص قرآن مجید سے یہ ثابت ہے کہ آسمان کوئی مجسم چیز ہے کہ جو قیامت کو پھٹ جاویگی عام ہے کہ وہ
کوئی جسم اور کسی قسم کا ہو قال اللہ تعالے اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ وقال وَاِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ ۔ وقال اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ
وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ وقال وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ الآیہ کیونکہ اگر
آسمان فضا یا بعد موہوم کا نام ہو جیسا کہ بعض مقلدین یورپ کا قول ہے تو وہ ایک عدمی چیز ہے اسکا پھٹنا اور اسکے چھلکون
یعنی طبقات کا اُکھڑنا اور اسکو پیدا کرنا اور بنانا جسطرح کہ زمین اور اسکی چیزیں بنائی یا اسکی کھڑکیاں کھلنا جسکا کہ توریت میں ذکر ہے
اور اسکو سقف محفوظ کہنا چہ معنی دارد ؟ البتہ حضرت عبد اللہ ابن عباس وغیرہ اکابر سے جو کچھ آسمانوں کے باہمی فاصلہ کی نسبت
مروی ہے اور یہ کہ فلان آسمان چاندی کا اور فلان زبرجد کا اور فلان اسکا اور فلان اسکا اگر بسند صحیح ثابت ہے تو تشبیہ اور مجاز
پر محمول ہے نہ حقیقت پر پھر اسپر اعتراض محض بیجا ہے

فوائد

[1] عالم کے پیدا ہونے میں لوگون کے گوناگون مذہب اور مختلف اقوال ہیں ہندو جو اپنی کتابوں بالخصوص چاروں وید
اور پرانوں کو تمام دنیا کی کتابوں سے قدیم سمجھتے ہیں اور انکے پنڈت اپنے علوم پر بڑے نازاں ہیں اور سوا ہندوؤن کے کل
عالم کو ملیچھ کہتے ہیں یعنی ناپاک اور کسی کو نجات اور سرگ (بہشت) کا مستحق نہیں جانتے اسپر طرہ یہ کہ اپنے مذہب میں بھی لانا روا
نہیں سمجھتے انکی ابتداء عالم اور آفرینش جہان کی بابت اسقدر مختلف اقوال ہیں کہ جنکے سننے سے عاقل کے سر میں درد ہو اور کچھ
حاصل نہیں چنانچہ رگ وید کے ایتریہ ارنیہ میں لکھا ہے کہ شروع میں یہ سنسار (عالم) صرف آتما یعنی روح تھا اور کچھ نہ تھا
پس اس نے چاہا کہ میں جگت کو پیدا کروں پس اس نے پانی روشنی جاندار وغیرہ طرح طرح کے عالم پیدا کیے پھر خیال کیا

کہ ان کا نگہبان پیدا کرون تب اُس نے ایک پرش یعنی شخص کو پانی سے نکالا اور اسمین غور سے نگاہ کی تو اُس کا منہ انڈے کی طرح کھل گیا اور اُس سے ایک شبد یعنی آواز نکلی اور اس آواز سے آگ پیدا ہوئی پھر اُسکے نتھنے کھل گیے اور سانس آنے لگے اُس سانس سے آکاش یعنی آسمان پیدا ہوئے پھر آنکھ کھل گئی اُنسے جوت (روشنی) اور اس سے سورج پیدا ہوا اور کان کھل گئے اُنسے چارون کونون کا پھیلاو ہوا پھر اُسکے چمڑے سے بال نمودار ہوئے اُنسے نباتات پیدا ہوئے اور اُسکی چھاتی کھل گئی اُس ہِردہ اور ہِردہ سے چاند پیدا ہوا پھر ناف کھل گئی اُس سے رِیان مو جس سے موت موجود ہوتی اسکے بعد لنگ (آلہ تناسل) کھل گیا اُس سے منی نکلی اور اس منی سے پانی پیدا ہوا پھر وہ برہما یہ سوچا کہ یہ پرش مجھ بغیر کس طرح رہ سکیگا اسلیے وہ اس کے سر مین سما گیا الخ ؁

اس بیان مین چند خرابیان ہین (۱) یہ کہ جب وہ خود لکھتا ہے کہ اُس نے تمام عالم پانی روشنی سب کچھ پیدا کر لیا تو انکی محافظت کے لیے اس پرش کو پیدا کیا پھر یہ کہنا کہ اس پرش کے منہ سے آگ اور آلہ تناسل سے پانی اور سانس سے آکاش اور آنکھ سے آفتاب پیدا ہوا صریح غلط ہے (۲) جب پانی اسکی منی سے پیدا ہوا تو پھر یہ کہنا کہ پرش کو پانی سے نکالا بالکل غلط ہے کیونکہ اُس سے پہلے پانی کہان تہا اور تھا تو یہ کیون کہا کہ اُسکی منی سے پیدا ہوا (۳) منی غذاؤن کے کہانے سے پیدا ہوتی ہے اس سے تو تمام نباتات اور پانی پیدا ہوا پھر اس سے پہلے کیا کہا کر منی پیدا ہوئی (۴) اس قول کے بموجب اس پرش اور تمام عالم کا پیدا کرنے والا برہما ثابت ہوتا ہے حالانکہ اسکے برخلاف وید اور پورانون سے ثابت ہے

(قول دوم)

برہم ویوت پران کی برہم کہنڈ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کرشن سرشٹ کرتا یعنی خالق ہے اُسکے دائین طرف سے وشنو اور بائین سے شیو اور ناف سے برہما پیدا ہوا اور ان تینون نے اُسکی پوجا کی یہ قول اول اقوال کے صریح برخلاف ہو

قول سوم

بہاگوت اور شیو پران مین لکھا ہے کہ وشن کی ناف سے ایک کنول کا پہول نکلا اُس سے برہما پیدا ہوا جس نے وشن سے جھگڑا کیا ؁

قول چہارم

متسیہ پران مین لکھا ہو کہ برہما سے شیو پیدا ہوا یعنی مہادیو۔ یہ اول اور دوم سوم سب کے مخالف ہے۔

قول پنجم

لنگ پران مین لکھا ہے کہ شیو برہمانڈ سے نکلا اور صورت پکڑکے اپنی بائین طرف سے وشن اور لکھشمی کو۔ اور دائین طرف سے برہما اور سرستی کو پیدا کیا یہ پہلے قول سے بالکل مخالف ہے ؁

قول ششم

ویدانت اور سانکہہ سار اور دیگر پرانون سے ثابت ہے کہ سرشٹ کے وقت برہمہ سے بُدہ اور بُدہ سے اہنکار اور اہنکار سے اکاش اور اکاش سے اگن اور اگن سے جل اور جل سے پرتھوی اور ان سے سب چیزین پیدا ہوتی ہین ۞

قول ہفتم

یجروید مین لکہا ہے کہ وراج پُرش سے سرشٹ ہوئی اس طرح پر کہ اُس نے مرد اور عورت کی شکل ایک شخص کو پیدا کیا پھر وہ دو شخص ایک مرد ایک عورت بنگئی اور جو بروقسم بنگئی وہ عورت مرد سے شرماکر گائے بنگئی تو مرد بیل بنگیا اس سے بیل و گائے کی نسل جاری ہوئی پھر وہ گھوڑی تو یہ گھوڑا بنگیا اور وہ گدھی تو یہ گدھا بنگیا اور وہ کتیا تو کُتا بنگیا الغرض جسقدر کائنات عالم ہی اُسکی صورت مین وہ مرد اور عورت آتے گئے اور وہ چیزین عالم مین ظہور پاتی گئین اس قصہ کو سُنکر ناظرین بااختیار ہنسینگے ۞

قول ہشتم

منو کے شاستر مین کہ جسکو دھرم شاستر کہتے ہین یہ لکہا ہے کہ پہلے ایسا اندھیرا تھا کہ جسکا بیان نہین ہوسکتا تب ایشر نے پہ تہی ظاہر کرنے کے لئے مہاتت اور بہوت وغیرہ کی صورت مین ظہور کیا تب برہما نے خلقت کو پیدا کرنے کا ارادہ کرکے اول جل (پانی) کو پیدا کیا اور اس جل مین اپنی منی ڈالی جس سے سونے کا چمکتا ہوا انڈا پیدا ہوا اُس انڈے مین سب کا باپ آپ سے برہما ہوکے پیدا ہوا پھر برس تک برہما اُس انڈے کے خیال مین رہا اسکے بعد اسکو توڑ کر دو ٹکڑے کردیے اور اُن سے آسمان و زمین بنایا الخ یہ ہذیان بھی قابل غور ہے ۞

قول نہم

کرم پران مین لکہا ہے مین نارائن دیو جو ہون سو سرشٹ کے پہلے تہا پر میرے رہنے کو استھان (جگہ) نہ تھا تب اوسے ہوکر شیش ناگ کو پلنگ پر بناکر آرام کیا اسکے پیچھے میری مہربانی سے جوکہی برہما پیدا ہوا جو تمام دنیا کا دادا ہے پھر برہما نے اپنی مانند پانچ شخص بنائے سنک سناتن سنندن سنکرو اور سنت کمار الخ تب مہا منی وشنو نے اپنے پتر (بیٹا) برہما کو تسلی دی جس سے وہ عبادت کرنے لگا لیکن جب اسکا اُسکو کچھ پھل نہ ملا تو غصہ مین آکر رونے لگا اور اُن آنسوؤن سے مہادیو پیدا ہوا پھر اُس نے اور خلقت کو پیدا کیا الخ ۞ ان سب کے علاوہ بیدانتی لوگ کچھ اور ہی کہتے ہین۔ ان سے بڑھکر یہ اقوال حیرت افزا ہین مارکنڈے اور سری مدبہاگوت مین لکہا ہے کہ کہاری پانی کا سمندر ایکھ کے رس کا سمندر شراب کا سمندر گھی کا سمندر دودہ کا سمندر چھاچھ کا سمندر میٹھے پانی کا سمندر یہ ساتون سمندر سمیر[1] کے چارون طرف بہتے ہین۔ مگر نہ اُس سمیر کا پتا ہے

[1] سمیر ہندوؤن کے نزدیک ایک فرضی پہاڑ کا نام ہی جس طرح کہ مانسرور ایک تالاب ہے کہ جسکے بعض ہوبہو کہانے ہین مشابہ یہ باتین عالم خیال مین ہون تو ہون باہر ہونیکے انکا مرد تشن اور نشان کا کہین وجود نہین الامنہ

نہ اُن سمندرون کا کہین پتا ہے **بعض** پرانون مین ہے کہ زمین کچھوے کی پیٹھ پر ہے اور بعض مین ہے کہ ناد یہ بیل کے دونون سینگون پر زمین ہے اور وہ بیل مچھلی پر کھڑا ہے اور جب وہ بیل سر ہلاتا ہے تو زلزلہ آتا ہے اور بعض مین ہے کہ ششیس ناگ کے سر پر ہے - اس خیال سدا وی کا کچھ ٹہکانا ہے **وید** اور شاستر ون اور پرانون مین یہ لکھا ہے کہ سمیر پربت زمین کے بیچون بیچ ایک پہاڑ ہے جسکی بلندی تین لاکھ کوس ہے اور اُسکی جڑ کی شاخ چولنٹھ ہزار کوس کی ہے اور اُسکے اوپر مہادیو شیو اندر اور اور دیوتاؤن کا استہان ہے اور اُسکے آس پاس اور بھی بہت پہاڑ ہین جنہون کے اوپر ایک ایک درخت چار چار ہزار سو کوس کا اونچا ہے - ہنود کی بعض کتابون سے یہہ بہی ثابت ہے کہ کرم یعنی افعال خالق ہین اور بعض پراکرت یعنی مادہ کو خالق جانتے ہین خدا تعالے کے منکر ہین بعض مایا کے قائل ہین بعض کہتے ہین وہ خود اپنی صورتین بدلکر عالم مین ظاہر ہوا کبھی درخت کبھی پتھر بنا - اب مین حکماء یونان کے اقوال اس بارہ مین نقل کرتا ہون ۰

واضح ہو کہ حکماء کے دو گروہ ہین ایک گروہ متقدمین یعنی افلاطون سے پہلے اور خود افلاطون ایک گروہ متاخرین ارسطاطالیس اور اُسکے معاصر اور بعد کے حکما - قدماء کے مختلف اقوال ہین چنانچہ **ثالیس** ملیطی یہ کہتا ہے کہ ضرور کوئی نہ کوئی عالم کا مبدع ہے اور وہ پانی ہے کیونکہ یہ ہر قسم کی صورت قبول کر سکتا ہے اسی سے آسمان زمین عناصر مرکبات ہر چیز بنی ہے پس جو پانی کہ منجمد ہو گیا یعنی جم گیا وہ زمین ہے اور پانی کے تحلیل ہونے سے ہوا پیدا ہوئی ہے اور صاف پانی اور جھاگ سے آگ بنی اور پھر پانی اور آگ کے ابخرات اور دہوؤن سے آسمان بنا اور ان ارضیات مین جو اشتعال واقع ہوا اُس سے ستارے آفتاب ماہتاب بنے پس اسی لئے یہ آسمان پانی کے گرداگرد حرکت دوری کرتا ہے گویا کہ مسبب اپنے سبب اور عاشق اپنے معشوق پہ قربان ہوتا ہے - شاید مبدع سے مراد مبدء[52] ہے اس تقدیر پر یہ مذہب توراۃ اور کتب الہامیہ سے کسیقدر مطابق ہو جاویگا اور کچھ عجب نہین کہ ثالیس نے انبیاء علیہم السلام سے فیض حاصل کیا ہو ۰

حکیم انکسیمانس یہ بھی ملیطی[53] ہے یہ کہتا ہے کہ کل عالم کا پیدا کرنیوالا[51] خدا تعالے ہے پس یہ جو کچھ موجود ہوا یہ سب اُسکے علم ازلی مین تھا سب سے اول اُس نے عنصر کی صورت پھر عقل کی صورت پیدا کی پھر بقدر انوار و آثار عنصر نے عقل مین بشمار و فت و گر صورتون کے رنگ مرتب کردئے جس طرح کہ صاف آئینہ مین صدہا صورتین یکبارگی پیدا ہو جاوین مگر ہیولی مین بغیر ترتیب و زمان کے یکبارگی سب صورتین مرتب نہین ہو سکتین پس اس لئے ہیولی ایک عالم سے دوسرے عالم مین صورتین بدل کر نمودار ہو گیا یہانتک کہ جو صورتین کہ ہیولی مین ہین اُسکے اور خود ہیولے کے انوار گم ہو گئے اور خاص وہ رذیل صورت رہگئی کہ

---

[51] ابتداء پیدا کرنیوالا ۱۲ منہ [52] یعنی وہ چیز کہ جس کو سب سے اول اللہ تعالی نے بنایا اور پھر اُس سے اور چیزین بنائین ۱۲ منہ [53] یعنی ملیطہ کا رہنے والا ہے کہ جسکو مالٹا کہتے ہین یہ ایک جزیرہ ہے اسکو یونان سے پہلے بڑا تعلق تہا ۱۲ منہ

جونفس روحانیہ نفس حیوانیہ نباتیہ قبول کرسکتی ہے اور وہ یہ بھی کہتا ہے کہ اس عالم کو اُس عالم سے وہ نسبت ہے کہ جو
چھلکے کو مغز سے یعنی یہ عالم اُس عالم کا ظل ہے اور جبتک اُس عالم کا نور اس عالم مین باقی ہے تو یہ قائم ہے اور اس سے
یہ بھی منقول ہے کہ سب سے پیشتر جو اس عالم مین پیدا ہوا وہ ہوا ہے پھر جسقدر اجرام علویہ اور سفلیہ ہین سب اسی سے ہوئے
ہین پس جو چیز لطیف ہوا سے پیدا ہوئی ہے وہ روحانی اور لطیف ہے نہ وہ بگڑیگی نہ اُسمین کچھہ خرابی ظہور کریگی اور جو
کثیف ہوا سے پیدا ہوئی ہے وہ کثیف اور جسمانی ہے یہ ایکروز خراب ہوگی۔ یہ حکیم ثالیس کے مذہب پر ہے شاید اس نے
موجودات جسمانی مین ہوا کو سب سے اول مانا جس طرح کہ موجودات روحانی مین عنصر کو مبدء اول قرار دیا جس طرح کہ ثالیس نے
پانی کو مبدء اول مانا تھا۔ اور یہ عنصر کو بمنزلہ قلم کے اور عقل کو بمنزلہ لوح کے قرار دیتا ہے کہ جو ہر طرح کی صورتین قبول کرتی ہے
حکیم انبذقلس یہ حضرت لقمان حکیم کے شاگرد ہین انسے حکمت حاصل کرکے یونان مین آئے۔ یہ کہتے ہین کہ تمام عالم کا پیدا
کرنیوالا خدا تعالی ہے اُس نے سب سے پیشتر ایک بسیط چیز کو یعنی عنصر کو پیدا کیا یہ عنصر جو معلول اول ہے بالکل بسیط نہین کسلئے
کہ ہر معلول عقلاً یا حسًا مرکب ہوتا ہے پس عنصر بھی فی ذاتہ محبت اور غلبہ سے مرکب ہے پھر ان دونون سے سب چیزین پیدا ہوئی ہین
اس طرح پر کہ تمام روحانیات پر محبت خالصہ منطبق ہے اور جسمانیات پر غلبہ اور جو دونون سے مرکب ہے اسمین یہ دونون ہین
اور یہ باری تعالی کے لیے ایک قسم کی حرکت وسکون بھی ثابت کرتا ہے یہ مذہب فیثاغورس سے لیکر افلاطون تک حکماء مین
مسلم رہا اور سب قدماء عالم کو حادث کہتے رہے مگر افلاطون کے شاگرد ارسطاطالیس کا جب زمانہ آیا تو وہ جو کچھہ ریاضات
اور مکاشفات تھے اُن مین فرق آگیا پھر تو صرف تخمینی باتون اور خیالی مقدمات سے مرکب دلیلون پر حکمت کا دارومدار رہگیا
اسلئے اس گروہ کو مشائین کہنے لگے اور چونکہ یہ ارسطو سکندر رومی کا وزیر تھا کہ جسنے ایران کو فتح کرکے ایشیائی ملکون مین
بھی اپنا نام پیدا کیا تھا اسلئے ارسطو کے مذہب کی زیادہ شہرت ہوئی اور بنابرین قبل اسکے کہ ارسطو اور اُسکے متبعین متاخرین کا مذہب
اس باب مین بیان کرون دوچار مقدمات گوش گزار کرتا ہون کہ جنپر اس مذہب کی بنیاد ہے (۱) یہ کہ ایک شخص سے (کہ جو من کل
الوجوہ واحد ہو جیسا کہ باری تعالی) دو چیزین صادر نہین ہوسکتین کیونکہ اگر دو صادر ہون تو اس مین دو جہت ثابت ہوجاوین اور
ترکیب لازم آوے (۲) یہ کہ ستارون کی مختلف حرکات سے نو آسمان ثابت ہوتے ہین (۳) یہ کہ ان آسمانون کی حرکت دوری
قدیم ہے اور انکے محرک نفوس فلکیہ ہین کہ جنکو عقل وشعور ہے (۴) جو چیز حادث ہے یعنی جو معدوم ہوکر موجود ہو ضرور ہے
پہلے سے اُسکے لیے مادہ ہو ورنہ اس شے کی جو صفت امکان ہے کس کے ساتھہ قائم ہوگی؟ جب یہ مقدمات اپنے خیال مین
ان لوگون نے مضبوط کر لیئے تو کہنے لگے عالم قدیم ہے یعنی یہ آسمان وزمین اور کل بسائط سب ہمیشہ سے ہین ہان یہ مرکبات
حادث ہین جیسا کہ حیوانات نباتات جمادات اور یہی فانی بھی ہین کہ یہ ترکیب منحل ہوجاتی ہے ہر عنصر اپنے اپنے حیز اصلی

اصلی مین آملتا ہے۔ اور کل عالم کا بانی خدا تعالی ہے جب سے وہ ہے تب ہی سے یہ عالم ہے عالم کو حادث ذاتی کہہ سکتے ہین اور اسکا صدور اس سے یون ہوا ہے کہ سب سے اول اُس نے عقل اول کو پیدا کیا کیونکہ وہ بسیط ہے وہ بکثرت چیزین پیدا نہین کر سکتا اب عقل اول مین تین اعتبار ہین ایک وجود فی نفسہ دوسرا وجوب بالغیر تیسرا امکان لذاتہ پس اُسنے پہلے اعتبار سے کہ جو اشرف تھا عقل دوم کو پیدا کیا کہ یہ بھی اشرف ہے اور دوسرے لحاظ یا اعتبار سے نفس کو کہ جسکو روح یا آتما کہتے ہین پیدا کیا اور تیسرے اعتبار سے جسم یعنی فلک اول کو پیدا کیا کہ جسکو دہرے کے لحاظ سے نوان آسمان اور فلک الافلاک بھی کہتے ہین پھر عقل دوم نے عقل سوم اور آسمان دوم یعنی فلک الثوابت اور ایک نفس کو پیدا کیا علی ہذا القیاس نوین عقل نے نوین آسمان فلک القمر اور دسوین نفس کو پیدا کیا پھر دسوین عقل نے بذریعہ حرکات فلکیہ بسائط اور سب چیزون کو پیدا کیا اسلیئے اُسکو عقل فعال کہتے ہین اور اسی خیال سے شعراء حوادثات کو آسمان کی طرف منسوب کر کے اُسکو بُرا بھلا کہا کرتے ہین ؛

اِسی طرح اصول مرکبات مین بھی حکماء کا باہم اختلاف ہے چنانچہ متاخرین حکماء آگ پانی خاک ہوا اربع عناصر کے قایل ہین بعض صرف ایک ہی عنصر کے قائل ہین بعض دو کے بعض تین کے بعض بہت سے عناصر مانتے ہین۔ جو ایک کہتے ہین پھر انکا بھی اختلاف ہے کوئی آگ کو اصل مانتا ہو اور عناصر اسی سے پیدا ہونا کہتا ہے کہ آگ مستحیل ہوکر ہوا بنی اور ہوا مستحیل ہوکر پانی بن گیا اور پانی منجمد ہو کر زمین ہوگیا۔ بعض کہتے ہین ہوا اصل ہے باقی چیزین مستحیل ہوکر ہوا سے بنی ہین بعض پانی کو اصل کہتے ہین بعض مٹی کو اصل قرار دیتے ہین بعض ابخرات کے قائل ہین۔ اور بھی آفرینش عالم مین حکماء مصر اور فارس اور روم اور ہند و چین کے رجماً بالغیب بہت سے اقوال ہین۔ یہان بھی عقل کو بڑی حیرانی اور سرگردانی تھی کسکو غلط کہے کسکو صحیح ؟

اسلیئے خدا تعالی نے اپنے انبیاء علیہم السلام کی معرفت اس راز سربستہ کو یون کھول دیا ؛

قُلْ أَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُونَ بِالَّذِي خَلَقَ الْأَرْضَ فِي يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُونَ لَهُ أَندَادًا ذَٰلِكَ رَبُّ الْعَالَمِينَ ۝ وَجَعَلَ فِيهَا رَوَاسِيَ مِن فَوْقِهَا وَبَارَكَ فِيهَا وَقَدَّرَ فِيهَا أَقْوَاتَهَا فِي أَرْبَعَةِ أَيَّامٍ سَوَاءً لِّلسَّائِلِينَ ۝ ثُمَّ اسْتَوَىٰ إِلَى السَّمَاءِ وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْأَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا أَوْ كَرْهًا قَالَتَا أَتَيْنَا طَائِعِينَ ۝ فَقَضَاهُنَّ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ فِي يَوْمَيْنِ وَأَوْحَىٰ فِي كُلِّ سَمَاءٍ أَمْرَهَا وَزَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحَ وَحِفْظًا ذَٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ۝ اس آیت کی تفسیر تو اسکے موقع پر ہوگی مگر حاصل مطلب یہ ہے کہ خدا تعالی نے دو روز مین زمین کو پیدا کیا اور بموجب قول ابن عباس کے کہ جسکو تفسیر مدارک وغیرہ مین نقل کیا ہے مبدء اس کا ایک جوہر ہے کہ جو خدا تعالی کی نظر ہیبت سے پانی ہوگیا پس یہ پانی بحر ہستی مین موج زن تھا کہ جو خدا تعالے کے احاطہ قدرت و جبروت مین تھا جیسا کہ فرماتا ہے وکان عرشہ علی الماء کہ اسکا تخت پانی پر تھا اور توراۃ کتاب پیدائش کے اول باب

لہ عقل سے مراد انسان کی عقل نہین کہ جسکو ذہن اور فہم بھی کہتے ہین بلکہ جوہر مجرد جیسا کہ ملائکہ جسکو عرف شرع مین قلم کہتے ہین ۱۲ منہ ٢ہ صحیح بخاری مین ہے قال کان اللہ ولم یکن شیئ قبلہ وکان عرشہ علی الماء ثم خلق السموات والارض الحدیث کہ اللہ ہی تھا اس سے پہلے کچھ نہ تہا اور اسکا تخت پانی پر تہا پھر اُس نے آسمان اور زمین کو بنایا اور ترمذی نے بھی ابی رزین سے روایت کیا ہے ۱۲ منہ

۲ آیت مین بھی ہے کہ خدا کی روح پانیون پر جنبش کرتی تھی پھر اس پانی کی حرکت اور تموج سے حرارت اور ابخرات اور دہوین پیدا ہوئے اور جھاگ بھی بیشمار اٹھے سو وہ جھاگ وغیرہ جو کچھ منجمد ہو گیا وہ زمین ہو گئی اور ہر طرف سے پانی اس پر محیط ہو گیا مگر کسی قدر ارتفاع انخفاض کی وجہسے پانیون کے اوپر بھی رہے کہ جسپر لوگ آباد ہین اور پانی تحلیل ہو کر حرارت کی وجہسے ہوا بنگئی اور تہوا تموج کی حرارت سے متحلیل ہو کر آگ بنگئی مگر قرآن سے صرف اسی قدر ثابت ہے کہ خدا نے دو روز مین زمین کو بنایا پھر وہ جو دہوین اور ابخرات مرتفع تھے اُن سے دو روز مین سات آسمان بنائے جیسا کہ خود فرماتا ہے ثم استوی الی السماء (اور وہ جو لطیف ابخرات تھے اُنسے) ستارے بنا کر آسمان کو مزین کیا۔ پس جب آفتاب اور ماہتاب اور رات دن ہو چکے (تو اُنکی حرارت برودت سے) زمین کے اوپر نباتات پہاڑ وانہار وغیرہ وہ چیزین پیدا کین کہ جنکی طرف انسان وحیوانات کو اشد ضرورت ہے اور یہی دو روز مین کیا جیسا کہ فرماتا ہے أَمِ السَّمَاءُ بَنَاهَا ۝ رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوَّاهَا ۝ وَأَغْطَشَ لَيْلَهَا وَأَخْرَجَ ضُحَاهَا ۝ وَالْأَرْضَ بَعْدَ ذَٰلِكَ دَحَاهَا ۝ أَخْرَجَ مِنْهَا مَاءَهَا وَمَرْعَاهَا ۝ وَالْجِبَالَ أَرْسَاهَا ۝ کہ خدا نے آسمان کو بنایا اور بلند کیا اور پھر اسکی درستی کی اور اُس سے رات دن پیدا کر کے اُسکے بعد زمین کو آراستہ کیا اور اُسکے اوپر پہاڑون کا دباؤ ڈالا۔ پھر حیوانات اور حضرت انسان کو بنایا جیسا کہ ابھی آتا ہے۔ تورات مین بھی اسی کی موافق ہے مگر کسیقدر عبارت کا ایچ پیچ ہے باقی مطلب صاف ہے

ف ۱ جمہور علما صحابہ و تابعین عبد اللہ بن عباسؓ و مجاہد و حسن وغیرہ اسی تفسیر پر متفق ہین کہ آسمان زمین کے بعد بنایا گیا ہے جیسا کہ ابھی مذکور ہوا لیکن بعض علما جیسا کہ قتادہ اور سدی او مقاتل اور بیضاوی وغیرہ یہ کہتے ہین کہ آسمانون کو پہلے پیدا کیا اس آیت سے وَالْأَرْضَ بَعْدَ ذَٰلِكَ دَحَاهَا اور ثم کو تراخی رتبی پر محمول کرتے ہین مگر یہ تکلف ہے کلام الٰہی مین غور نہین کیا کیونکہ بعد ذالک جو فرمایا ہے تو زمین کی دحو کی نسبت فرمایا نہ پیدا ہونے کی نسبت یعنی زمین آسمان سے پیدا تو پہلے ہو چکی ہے مگر اس کی آراستگی کہ جو دحو کا مفاد ہے آسمانون کے بعد ہے۔ **ف ۲** زمین کو دو روز مین پیدا کیا اور دو روز مین اسکو آراستہ کیا اور دو روز مین آسمان بنایا یہ کل چھ روز ہوئے جیسا کہ فرمایا و لقد خلقنا السموٰت والارض فی ستۃ ایام بعض احادیث مین آیا ہے کہ زمین کو اتوار اور پیر کے روز اور اسکی آراستگی اور اُسکے پہاڑ وغیرہ چیزین منگل اور بدھ کے روز اور جمعرات کے دن آسمانون کو اور جمعہ کے روز ستارون کو پیدا کیا صحیح مسلم مین اور طرح پر آیا ہے۔ تورات سفر خروج کے ۳۱ باب ۱۷ ورس مین بھی یہہ ہے اسلئے کہ چھہ دن مین خداوند نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا اور ساتوین دن آرام کیا اور تازہ دم ہوا اور یہ ساتوان روز ہفتہ کا دن ہے کہ جسکو یہود سبت کہتے ہین لیکن آرام کرنا غلطی کاتب ہے اسلئے کہ وہ فرماتا ہے وما مسنا من لغوب کہ ہم پیدا کرنے مین کچھ بھی تھکے نہین **ف ۳** اگر کوئی کہے کہ دن تو آفتاب کے طلوع و غروب سے ہوتا ہے پس انکے پیدا ہونے سے پہلے دن کہان تھا اور پھر اُن کے نام کہان؟ تو مین کہتا ہون کہ جو کچھ عالم ظہور مین آتا ہے وہ پہلے علم الٰہی مین ہو بہو قائم ہوتا ہے

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ؕ قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَ

اور جبکہ تیرے رب نے فرشتون سے کہا کہ مین زمین مین ایک خلیفہ مقرر کرنا چاہتا ہون وہ بولے کیا تو اس مین ایسے شخص کو خلیفہ کرتا ہو کہ جو اسمین فساد کرے

یَسْفِكُ الدِّمَآءَ ۚ وَ نَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَ نُقَدِّسُ لَكَ ؕ قَالَ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

اور خون بہاوے حالانکہ ہم تو تسبیح تیری حمد کے ساتھ کہتے اور تیری پاکی بیان کرتے ہین (اللہ نے) کہا مین جو کچھ جانتا ہون وہ تم نہین جانتے

جسطرح آئینہ مین وہ دکھائی دیتا ہے جو پہلے موجود ہوتا ہے تو ہم لیس جس طرح کہ دن اور انکے نام آفتاب پیدا ہونے سے عالم ظہور مین متعین ہوئے اسی طرح اسکے علم مین تھے پس وہ اپنے علم کے لحاظ سے اس مقدار زمانہ کو ایام سے تعبیر کرتا ہے صرف یہ فرق ہے کہ ہمارے نزدیک یقیناً آفتاب کے بعد ہوئے اسکے نزدیک پہلے ہی تھے **سوال** خدا تعالیٰ قادر ہے اس نے چھ روز کے عرصہ مین کیون آسمان و زمین پیدا کیا ہاںکیلئے ایکبار کن کہتے ہی نکر دیا اسکو کس سامان کا انتظار تھا **جواب** کسی کا بھی نہین بلکہ صرف اسلئے کہ عالم اسباب مین ہر کام کا بتدریج ہونا ثابت کیا جاوے **ف** اگرچہ ہمکو خوب معلوم نہو مگر خدا نے دنیا کی سب چیزین انسان کے لئے نفع رکہا ہے یہ اور بات ہے کہ مصلحت سے بعض چیزون کا کہانا پینا حرام ہے مگر نفع کچھ کہانے پینے ہی پر موقوف نہین اور اسیلئے جمہور علماء اس آیت خلق لکم ما فی الارض جمیعاً سے اسبات کے قائل ہوگئے ہین کہ جب تک کوئی ممانعت شرعیہ نہ معلوم ہو ہر چیز مباح اور حلال ہے اصل اشیا مین حلت ہے **ف** وھو بکل شئی علیم مین اس طرف اشارہ ہے کہ آسمانون اور زمین کی بابت جو لوگ کتاب الٰہی کے مخالف کہتے ہین وہ جانتے نہین ایسا ہی اٹکل کے گھوڑے دوڑاتے ہین ⁂

ترکیب

اذ مفعول بہ ہے اذکر محذوف کا بعض کہتے ہین مبتدا محذوف کی خبر ہے تقدیرہ ابتداء خلقی اذ قال بعض کہتے ہین زائدہ ہے قال فعل ربک فاعل للملٰئکۃ متعلق ہے فعل کے انی جاعل فی الارض خلیفۃ جملہ مقولہ ہے قول کا یعنی مفعول قال کا جاعل مستقبل کے معنی مین ہے اسیلئے عمل کرتا ہے ممکن ہے کہ بمعنی خالق ہو تو ایک مفعول جاہیگا جو خلیفۃ ہے اور ممکن ہے کہ بمعنی مصیّر ہو تو اس تقدیر پر فی الارض مفعول ثانی ہوگا - قالوا فعل ضمیر فاعل آ ہمزہ استفہام ارشاد کے لئے تجعل فعل انت فاعل من یفسد و یسفک الدماء سب اسکا مفعول پھر یہ تمام جملہ مفعول ہوا قالوا کا و نحن نسبح الخ جملہ اسمیہ حال ہے فاعل تجعل سے یہ حال جہت اشکال کو ثابت کرنے کے لئے ہے قال فعل با فاعل انی اعلم الخ جملہ اسکا مفعول - اعلم فعل مضارع ما موصولہ لا تعلمون صلہ اصلہ لا تعلمونہ ضمیر محذوف - بعض نے کہا ہے کہ اعلم اسم ہے مثل افضل کے پھر ما موضع جر مین ہے بسبب اضافت کے (تبیان فی اعراب القرآن)

تفسیر

یہ تیسری نعمت خدا تعالی یاد دلاتا ہے - پیشتر کہا تھا کہ اللہ نے تم کو پیدا کیا اور اس نے تمہارے لیے زمین و آسمان کو اور اُنکی سب چیزون کو بنایا ہے اور اس نے تمہارے دادا ابو البشر آدم علیہ السلام کو وہ عزت و حرمت بخشی کہ فرشتون کو اسکے پیدا ہونے سے پہلے ہی خبر کردی تھی کہ ہم زمین پر اپنا نائب یعنی آدم پیدا کرنا چاہتے ہین کہ اُسکے اور اُسکی اولاد انبیاء علیہم السلام کی معرفت ہم اپنے احکام جاری کرینگے جب ملائکہ نے یہ سنا تو معلوم ہوا کہ آدم خدا کا بڑا برگزیدہ ہوگا دو وجہ سے ایک یہ کہ اُسکے پیدا ہونے سے پہلے ہی اُسکی منادی کی گئی دوم یہ کہ وہ خدا کا نائب ہوکر زمین پر حکومت کریگا مگر اسکے ساتھ جب اُنکو یہ بھی معلوم ہوا کہ اسکا خمیر اور مادہ ایسا اجسام مختلف الطبائع ہوگا کہ جنکو قوت شہویہ اور غضبیہ لازم ہے کہ جس سے خواہ مخواہ زنا وغیرہ فساد ظہور مین آتا ہے تو بڑا تعجب ہوا کہ جس مین دو بری قوتین اور ایک قوت عقلیہ عمدہ ہو اسکا تو پیدا کرنا بھی مقتضی حکمت نہین چہ جائیکہ اُسکو خلیفہ بنایا جاوے پس اسلئے (نہ اعتراض اور مباحثہ اور حسد کے طور پر بلکہ) نہایت عجز و انکسار سے یہ سوال کیا کہ الٰہی اسکا یہ حال ہے پھر اسکو خلیفہ بنانا اور جن مین صرف خوبی ہے یعنی قوت عقلیہ کہ جسکی وجہ سے خدا کی ہمیشہ تسبیح اور تحمید اور تقدیس کرتے ہین سبحان اللہ بحمدہ سبوح قدوس کہتے ہین یعنی ملائکہ انکو خلیفہ نہ بنانا اسمین کیا حکمت ہے ؟ خدا تعالے نے مجملاً یہ جواب دیا کہ اسمین جو کچھ حکمت ہے وہ تمکو معلوم نہین کہ ان دونون قوتون غضبیہ و شہویہ کو جب مہذب اور تابع عقل کر لیا جاتا ہے تو انسے انصاف اور شجاعت و عفت اور مجاہدہ نفس وغیرہ صفات حمیدہ پیدا ہوتی ہین اور جو کچھ انکے باہم مرکب ہونے سے عمدگیان پیدا ہوتی ہین وہ تنہا ایک صفت سے پیدا نہین ہوتین جیسا کہ جزئیات امور کا احاطہ اور طرح طرح کی صنعتون کا ایجاد کرنا اور منافع کائنات کو قوت کے مرتبہ سے فعلیت کی طرف لانا حالانکہ خلافت سے یہی باتین مقصود ہین سو یہ باتین آدم مین ہین فرشتون مین نہین اسکے بعد خدا تعالی نے فرشتون کو آدم کی فضیلت علم دکھلا کر انکو سجدہ کا حکم دیا اور فرشتے اپنے سوال پر نادم ہوکر سبحانک لا علم لنا کہنے لگے پس تم ایسے محسن خدا کی کیونکر نافرمانی کرتے ہو اور اسکے احکام اور اسکے اخیر نبی علیہ السلام سے کسطرح سرتابی کرتے ہو۔

متعلقات

اذ قال ربک للملئکۃ: پیشتر مقدمہ کتاب مین ملائکہ کی تحقیق ہوچکی ہے اور جو کچھ بعض نا فہم لوگون نے اس سوال کو مباحثہ اور اعتراض خیال کرکے ملحدون کی تقلید مین آکر زبان درازی کی ہے اور پھر نہایت ضعیف تاویل کرکے کلام الٰہی کو بگاڑا ہے سب کا مفصل جواب وہان دیکھلو خلیفہ فعیل کے وزن پر ہے اسلئے اسکی جمع خلفاء آتی ہے مگر مبالغہ کے لئے ت کو زیادہ کردیا اسکے معنی نائب کے ہین کہ جو پیچھے کام کرے یہ خلف سے مشتق ہے۔ اگرچہ خدا تعالی ہر وقت موجود ہے اُسکو خلیفہ بنانے کی ضرورت نہین مگر بندون کو واسطہ کی ضرورت ہے ؛

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِىْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝

اور خدا نے آدم کو سب نام سکہا دیے پہر اُن چیزون کو فرشتون کے سامنے کر کے یہ کہا کہ مجہکو اُنکے نام بتلاؤ اگر تم سچے ہو

یسفک سفک کے معنی بہانے کے ہین سفک اور سبک اور سفح اور شن قریب المعنی ہین صرف یہ فرق ہے کہ سفک آنسو اور خون بہانے مین مستعمل ہوتا ہے اور سبک سونا چاندی وغیرہ کے پگہلانے مین اور سفح اوپچے سے پانی وغیرہ ڈالنے مین اور شن مشکیزہ وغیرہ کے مُنہ سے پانی گرانے مین اور شن آہستہ آہستہ ڈالنے مین مستعمل ہوتا ہے ؂

تسبیح خدا تعالیٰ کی جمیع عیوب سے پاکی بیان کرنا اور اسی طرح تقدیس خواہ زبان سے ہو خواہ دل سے خواہ دلالت حال سے بیان کیجائے اسمین تمام مخلوقات شریک ہے ہر چیز بزبان حال اپنے صانع کی خوبیون اور پاکیزگیون کو بیان کر رہی ہے اسی لئے ارشاد فرماتا ہے یسبح لہ ما فی السموات والارض وان من شیء الا یسبح بحمدہ کہ ہر چیز خدا کی تسبیح کر رہی ہے

نکتہ

ملائکہ کو یہ معلوم تہا کہ انسان مین ضرور دو قوتین ہونگی شہویہ کہ جسکا مقتضے زناکاری وغیرہ فساد ہے جسکو یفسد کے ساتھ تعبیر کیا دوسری غضبیہ جسکا مقتضے قتل و ضرب ہے جسکو یسفک الدما کے ساتھ تعبیر کیا اور یہ بھی جانتے تھے کہ ہم مین یہ دونون قوتین نہین پس بارگاہ کبریا مین ادب کے مارے یہ تو کہہ نہ سکے کہ ہم یہ دونون بدکام نہین کرتے مگر اُنکے مقابلہ مین دو اور باتین خدا تعالےٰ کی عظمت پر دلالت کرنیوالے کہین اور انسے اشارتاً اِن دونون عیبون کی بہی نفی کر دی اسلئے نحن نسبح بحمدک کو یفسد فیہا کے مقابلہ مین اور نقدس لک کو یسفک الدما کے مقابلہ مین ذکر کیا ولطفہ لا یخفی۔ اب آدم کی عظمت کو خدا بتلاتا ہے ؂

ترکیب

علم فعل ضمیر راجع طرف اللہ کے فاعل آدم مفعول اول الاسماء کلہا تاکید و موکد مفعول ثانی یہ جملہ مستانفہ ہوا۔ عرض فعل با فاعل ہم ضمیر راجع طرف مسمیات کے کہ جو ضمناً سمجہی جاتی ہین اسلئے کہ تقدیر کلام یہ ہے اسماء المسمیات مضاف الیہ کو حذف کر دیا اسلئے کہ مضاف دلالت کر رہا ہے علی الملائکۃ جار مجرور متعلق عرض کے ہوا۔ قال فعل ضمیر راجع طرف اللہ کے وہ فاعل انبئونی الخ جملہ مقولہ ہے ان کنتم صادقین جملہ شرطیہ اور انبئونی دال بر جزاء ؂

تفسیر

پس خدا تعالےٰ نے حسب تجویز حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور اس پیدا ہونے کی کیفیت احادیث مین یون مرقوم ہے کہ خدا نے فرشتہ کو حکم دیا کہ زمین سے تہوڑی تہوڑی ہر جگہ کی مٹی[1] لیکر اُسکا خمیر کرے اور ایک پتلا بناوے چنانچہ فرشتے نے حسب الحکم مکہ اور طائف کے بیچ مین بمقام نعمان اسی طرح پتلا بنایا اور خدا نے اپنے ید قدرت سے اُسکی عضو ہاتھ پانو کان آنکہ بنائی اور چند مدت تک اس خاک کے

[1] اور اسی لئے اولاد آدم مختلف الاحوال ہوئی کوئی کالا کوئی گورا کوئی نرم کوئی سخت اور اسی خاک کیوجہ سے آدمی کے حالات مختلف ہوتے ہین ۱۲ منہ

خشک پتلے کو ایسی حالت میں رکہا اور فرشتے بہی اس عجیب وغریب صورت کو دیکہکر حیران ہوتے اور تعجب کرتے تہے کہ خدا نے اس میں کیا سر رکہا ہے
جو خلیفہ بنایا جاویگا اور ابلیس اسکو دیکہکر دل میں کہتا تہا کہ یہ کیا ہے ؟ مگر جب قلب کو دیکہا تو حیران ہو گیا کہ عجب نہیں اسمین کوئی لطیفہ
ربانی رکہا جاوے پس جب روح اس تنگ و تاریک پتلی خاکی میں مجبوری حکم الہی آئی اور اسوقت آدم کو چہینک آئی تو الہام الہی سے
الحمد للہ کہا اور خدا کی طرف سے یرحمک اللہ کا جواب عطا ہوا پہر آدم کو حکم ہوا کہ تو جماعت فرشتوں کے پاس جاکر السلام علیکم کہہ جو جواب
دیوین وہ تیرے لئے اور تیری اولاد کیلئے تحیہ مقرر ہوگا انتہی پس جب آدم پیدا ہوئے اور فرشتوں نے ہر چند آدم کی چہینک الحمد للہ کہنے
اور جماعت ملائکہ کو السلام علیکم کہنے سے یہ معلوم کر لیا تہا کہ کوئی ہونہار ہے مگر ہنوز اسکے استحقاق خلافت کی کوئی فضیلت
خاص معلوم ہوئی نہی اسلئے خداتعالی نے آدم کے دل میں یہ القا کردیا کہ فلان شے کا یہ نام ہے فلان شے کا یہ یعنی آدم کی سرشت میں
وہ اجزائے مختلفہ اور قوائے متباینہ رکہے کہ جنسے اسکو طرح طرح کے معقولات اور محسوسات اور متخیلات اور موہومات اور حقائق اشیا اور ان کے
خواص اور نام اور اصول علم و قوانین صنعت اور انکے آلات کی کیفیت کا علم حاصل ہوسکے پس جب آدم کو فضیلت علم حاصل ہوگئی کہ جو تمام عقلا
کے لئے کا استحقاق ہوا اور سبب ہوا خلافت و نیابت کے کیونکہ خلیفہ جبتک اشیا کو نہ جانیگا تو حکم نہ کرسکیگا تب خدا نے ان چیزون کو فرشتون
کے سامنے کرکے دربار عام میں یہ پوچہا انبئونی باسماء ہؤلاء ان کنتم صادقین مجہکو نام تو بتلاؤ اگر اپنے اس دعوی میں سچے ہو کہ ہم ہی تیری تسبیح و تقدیس
کرتے ہیں (اور تسبیح و تقدیس کو علم اشیا لازم ہے) پس اسلئے ہم مستحق خلافت ہیں ۔

لیکن چونکہ فرشتون میں وہ مادہ نہ تہا کہ جسکی وجہ سے حقائق اشیا اور جزئیات اسکا علم حاصل ہو اس لئے نہ بتلا سکے
پہر خدا نے آدم سے کہا کہ ان کو تو بتلا دے آدم نے بتلا دیا تو تمام ملائکہ اسکی فضیلت علم کے قائل ہوگئے اور اپنی قصور فہم اور نقصان علم کے قائل ہو کر
سبحانک لا علم لنا الخ کہنے لگے جب آدم کی فضیلت ثابت ہو چکی تو خدا نے آدم کو اپنی نیابت عطا فرمائی اور سب کو انکی [illegible] سے
مطلع کرکے سجدہ تعظیم کی نذر دینے کا حکم دیا سب فرشتے حکم الہی کو بجا لائے اور سب نے آدم کو سجدہ کیا مگر ابلیس کہ در اصل جن تہا
فرشتون میں عبادت وریاضت کی وجہ سے جا ملا تہا حسد ہوا اور وہ آدم کی فضیلت کا منکر ہوا اور کہا کہ یہ خاک سے بنا ہے میں آگ سے بنا ہوں
میں اس سے بہتر ہوں مجہپر اسکو کیا فضیلت ہے ؟ آخر الامر سجدہ نہ کیا اور اس عتاب میں دربار خدائی سے نکالا گیا ۔ اور پہر آدم کی خوشی خاطر
کے لئے ایک عورت حوا خدا نے پیدا کی اور دونون کو جنت میں رہنے کا حکم دیا اور ایک درخت کے کہانے سے کسی حکمت کی وجہ سے
منع کردیا تہا شیطان وہان سانپ کی صورت میں جاکر پہنچا اور حضرت حوا کو بہکا کر اس درخت کے کہانے پر آمادہ کیا اور حوا کے کہنے سے
حضرت آدم نے بہی کہایا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ وہان سے نکالے گئے اور دنیا میں ڈالے گئے اور طرح طرح کی تکلیفات اٹہا کر حضرت آدم نے
اپنی زندگی تمام کی اور انکی نسل دنیا پر پہیلی پہر ہمیشہ سے بدلوگون کے سمجہانے کے لئے خدا کی طرف سے برگزیدہ لوگ جنکو انبیا
کہتے ہیں آتے اور سمجہاتے رہے چنانچہ حضرت آدم کی ساری سرگذشت ہر چند کہ خداتعالی نے اگلی آیات اور دیگر مقامات میں

قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ۭ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۝ قَالَ يٰٓاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَاۗىِٕهِمْ

بولے (فرشتے) پاک ہی تو ہم تو اسیقدر جانتے ہین کہ جس قدر تو نے ہم کو بتلایا بیشک تو ہی بڑا جاننے والا حکمت والا ہی کہا (خدا نے) اے آدم تو فرشتون کو اُن چیزون کے نام بتا دے

فَلَمَّآ اَنْۢبَاَھُمْ بِاَسْمَاۗىِٕهِمْ ۙ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّىْٓ اَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۙ وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ۝

پھر جب آدم نے فرشتون کو اُنکو نام بتا دئے تو خدا نے کہا کیا تم سے نہ کہا تھا کہ آسمانون اور زمین کی پوشیدہ چیزون کو جانتا ہون اور جو تم ظاہر کرتے اور جو پوشیدہ رکھتے ہو اسکو بھی جانتا ہون

نئی نئی عنوانات سے بیان فرمایا ہی اور توارت مین بھی اسی طرح سے ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور انکے حواری بھی بلکہ جمیع انبیا یون ہی سمجھتے آئے ہین گو عنوان اور طرز بیان مین کچھ کہین فرق ہو مگر بعض دہریون نے اسکا انکار اور آیات کی تاویل کی ہے -

سوال علم آدم الاسماء کہا ہے تمام محققین نے یہ مراد لی ہے کہ اسما سے مراد صرف نام نہین بلکہ اشیا کی حقیقت اور خواص و صفات ہین کیونکہ نام پوچھنے مین کیا آدم کی فوقیت ثابت ہوتی ہے؟ پس اس قدر پر بحث کرنا کہ لغات کا واضع خدا ہی یا کون اور اگر وہی ہے تو تسلسل لازم آوے گا وغیرہ ذلک من الابحاث) بیفائدہ ہے اور تعلیم کے معنے بھی الہام اور القا کے ہین مگر کہا سمجھ مین نہین آتا کہ ہر چیز کی حقیقت خدا نے آدم کو بتلا دی تھی اور پھر ہر چیز کا فرشتون کے روبرو لا کر سوال کرنا بھی سمجھ مین نہین آتا **جواب** مراد یہ ہے کہ آدم مین ہر چیز کے جاننے کا مادہ اور قابلیت پیدا کر دی تھی کہ جب توجہ کرے جان سکے اور پھر کل اشیا کو اسی حیثیت سے پیش کیا تھا اور اسی حیثیت سے عرضہم مین ہم کی ضمیر انکی طرف پھرتی ہی **سوال** ضمیر ہم مذکر کی طرف اور ذوی العقول کی طرف پھرتی ہے اور اشیا کی طرف ہا ضمیر پھرانی چاہئے تہی عرضہا کہنا تہا - **جواب** چونکہ اشیا مین عقلا بھی تھے تو تغلیباً یہ ضمیر لائی گئی ؞

ترکیب

قالوا فعل ضمیر ملائکہ کی طرف راجع اسکا فاعل سبحانک لا علم لنا الخ تمام جملہ مفعول بہ سبحان اسم ہی مصدر کی جگہ مین واقع ہوا ہے اور کبھی اس سے تحت مشتق کیا جاتا ہی - اور یہ اکثر مضاف ہو کر مستعمل ہوتا ہی اور منصوب ہوتا ہے فعل محذوف کی تقدیر سبحت ابعد تسبیحا جیسا کہ معاذ اللہ اور جب یہ اضافت سے مجرد ہوتا ہے تو علم تسبیح ہو کر عثمان کی طرح تعریف اور الف و نون کی وجہ سے غیر منصرف ہوتا ہے الا ما علمتنا ما مصدریہ ہے اسے الا علمنا علمتنا اور یہ موضع لا سے بدل ہو کر مرفوع المحل ہے جیسا کہ لا الہ الا اللہ انت مبتدا العلیم اسکی خبر الحکیم خبر ثانی پھر یہ سب جملہ خبر ان ہوا - اور ممکن کہ انت تاکید ہو کاف انک کی - باقی ترکیب واضح ہے ؞

تفسیر

بھی اس کلام کی واضح ہے - لیکن اس سب کلام کی تقدیر یون ہے جب فرشتے نہ بتا سکے تو معذرت کرنے لگے پھر خدا نے آدم فرمایا تو اُسنے بتلا دیا - جب فرشتون کا عجز بخوبی ثابت ہو گیا تو خدا تعالیٰ نے انکو متنبہ کرنے کو فرمایا کہ تم اپنے دل مین کیا سمجھتے ہین ہر چیز کی حکمت اور مصلحت اور ہر آسمان و زمین کی پوشیدہ بات جانتا ہون اور تمہارے دلون کے مطالب اور ظاہر حال سے بھی

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ۝

اور جبکہ ہم نے فرشتون سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو انہون نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے کہ اس نے انکار اور تکبر کیا اور وہ کافرون مین سے تھا

آگاہ ہون۔ اب اس آیت مین انی اعلم مالا تعلمون کی خوب تشریح ہوگئی یعنی تمہارا استعجاب بیجا تھا مین جو کچھ کرتا ہون اسمین صدہا حکمتین مخفی ہین۔

فوائد

اس آیت سے چند باتین مستفاد ہوئین (۱) یہ کہ علم کو جمیع صفات پر فوقیت ہے یہانتک کہ ملائکہ تسبیح و تقدیس مین ہمہ تن مصروف تھے اور آدم مین گناہ کا بھی مادہ رکھا تھا مگر علم کی وجہ سے خلافت کا مستحق اور فرشتون کا استاد ہوگیا۔ قرآن اور احادیث اور کلام حکما مین جسقدر علم کے فضائل ہین انکے لیئے ایک دفتر چاہیے (۲) یہ کہ حکمت علم سے زیادہ چیز ہے ورنہ انت العلیم الحکیم مین یہ لفظ مکرر کیا جاتا پس سلیم حکمت کی تعریف اور اقسام کو علم سے غیر طور پر بیان کیا گیا ہے مگر حکمت الٰہی کے یہ معنی ہین کہ خدا تعالیٰ اس چیز کو پیدا کرے کہ جسمین بالفعل اور آیندہ بندون کی بھلائی ہو۔ واضح ہو کہ جب حضرت آدم کا حق خلافت اور استاد ہونا ثابت ہوگیا تو خدا تعالیٰ نے ملائکہ کو اسکی تعظیم و تکریم کا حکم دیا اور آدم اور اسکی اولاد پر احسان کیا پس اس آیت مین ذکر فرماتا ہے ؛

ترکیب

و حرف عطف۔ اگر اسکو اذکر مضمر سے نصب دیا جائیگا تو ظرف کا ظرف پر عطف ہوگا اور اگر قالوا یا الفاد واسکے ساتھ متعلق کیا جاویگا تو جملہ کا جملہ پر عطف ہوگا بلکہ ایک پورے قصہ کا دوسرے پورے قصہ پر۔ قلنا فعل با فاعل للملائکہ متعلق ہے فعل سے اسجدوا الخ یہ تمام جملہ باول ہوکر مقولہ ہوا قلنا کا۔ جو لوگ ابلیس کو ملائکہ ارضیہ مین سے[1] کہتے ہین اور عصمت سب فرشتون کے لیے شرط نہین کرتے بلکہ علوی اور آسمانیون کے لیے تو وہ الا کا استثنا ملائکہ سے متصل جانتے ہین اور جو اسکو غیر ملائکہ از قسم جن بتلاتے ہین اور کہتے ہین کہ بنی آدم سے پیشتر دنیا پر جنون کا تسلط تھا پھر جب انہون نے زمین کو گناہون سے ناپاک کردیا تو خدا نے انکی شوکت کو توڑ دیا اکثر ملائکہ کے ہاتھ سے قتل ہوے اور جو کچھ بچگئے غارون اور پہاڑون مین پناہ گزین ہوے منجملہ انکے ابلیس تنہا تائب اور گریان ہوکر عبادت الٰہی مین مشغول ہوکر ملائکہ ارضیہ مین ملگیا مگر خلافت کا امیدوار رہا پس جب آدم کو خلیفہ بنایا اسکو از حد حسد آیا ملائکہ کے ساتھ اسکو بھی سجدہ کا حکم ہوا اس نے تکبر انکار کیا سو وہ غیر متصل کہتے ہین اور شمول کی یہ وجہ بیان کرتے ہین اول حضرت علی اور ابن عباس کا قول ہے دوسرا حسن اور قتادہ کا ؛

[1] کیونکہ ممکن ہے کہ جنکا مادہ شعلۂ آتش ہو انہین دو قسم کے لوگ ہون نیک سو وہ بھی ایک قسم کے ملائکہ ارضیہ ہون اور بد سو وہ شیاطین جن ہین پس اس اعتبار سے ابلیس کو فرشتون مین بھی شمار کرسکتے ہین اور شیطان بھی کہتے ہین ہان ان فرشتون مین شمار نہوگا کہ جو اعلیٰ نوع کے ہین اوسی لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کان من الجن ففسق عن امر ربہ کہ ابلیس جن تھا حکم الٰہی سے نافرمان ہوگیا پس ملائکہ کے لیے جو عصمت شرط ہے تو اعلیٰ قسم کے لیے ہے کذا فی تفسیر البیضاوی ۱۲ منہ

تفسیر

یہ چوتھی نعمت ہے تمام بنی آدم پر کہ انکے باپ حضرت آدم کو یہانتک عزت دی کہ ملائکہ کو بعض کہتے ہین زمین کے ملائکہ کو بعض
کہتے ہین سب کو سجدہ کا حکم دیا سب نے تعمیل کی مگر ابلیس نے کہ جسکو شیطان کہتے ہین تکبر سے حکم عدولی کی اور در اصل وہ علم
الٰہی مین کافرون مین شمار تھا ؛

متعلقات

| سجدہ | لغت مین سر جھکا کر عاجزی اور فرمانبرداری ظاہر کرنا ہے کوئی شاعر عرب کہتا ہے ع بجمع تضل البلق فی حجراتہ ترى الاكم فيه
سجدا للحوافر ؛ ابو کمیت شاعر بنی عامر سے کہتا ہے کہ مجھکو تم جب جانوگے کہ مین ایسا لشکر عظیم لیکر تمپر حملہ آور ہونگا کہ جسکی اطراف مین ابلق
گھوڑون کا پتا نہ لگے اور جسکے گھوڑون کی ٹاپون کے آگے ٹیلے سجدہ کرینگے یعنی جھکینگے - وقال ع فقلن لہا وہما ابیا خطامہ ؛
وقلن لہ اسجد لليلى فاسجد ؛ عورتین ایک سخت منہ زور اونٹ کو لیلی کے پاس کھینچکر لائین اور کہا کہ لیلی کو سجدہ کر یعنی اسکے آگے جھک جا
تو اُس نے گردن جھکا دی - الغرض سجدہ کے معنی لغت مین جھکنا ہے اور شرع مین اسکو خاص کر لیا اور اسکے معنی زمین پر پیشانی
رکھنا قرار دیا سو اسمین نہایت درجہ کی تعظیم ہے اسلئے شریعت نے اسکو غیر اللہ کے لیے حرام کر دیا احادیث صحیحہ اسمین بکثرت ہین وقال تع
لا تسجدوا للشمس ولا للقمر واسجدوا للہ الذی خلقہن کہ نہ آفتاب کو نہ ماہتاب کو سجدہ کرو جس نے انکو پیدا کیا اسکو سجدہ کرو اور انجیل متی کے
چوتھے باب مین یہ ہے کہ شیطان نے مسیح کو کہا کہ تو مجھکو سجدہ کرے تو تجھکو سب کچھ دون (۱۰) تب مسیح نے اُسکو کہا اے شیطان دور
ہو کیونکہ لکھا ہے کہ تو خداوند اپنے خدا کو سجدہ کر اور اسی اکیلے کے لیے بندگی کر انتہی ؛

پس اس تقدیر پر خدا نے فرشتون کو ایسا حکم کہ جو اسکی ذات مقدسہ کے لیے مخصوص ہے کیون دیا ؟ اسکا یہ جواب ہے کہ سجدہ کے مراد لغوی
معنی ہین یعنی جھکنا اور تعظیم کرنا سو یہ حکم مختص بعبودیت نہین بلکہ چھوٹا بڑے کے آگے اور شاگرد استاد کے آگے تعظیم و تکریم سے پیش آتا
ہے حضرت یوسف کو بھائی اور باپ بھی اسی طرح اُس سے پیش آئے تھے وخروا لہ سجدا اور جو سجدہ کے شرعی معنی مراد رکھی جاوین تو آدم
مسجود حقیقی نہین بلکہ آدم اس جہت سے (کہ تمام خدائی کا مجموعہ اور اسرار خدائی کا نمونہ اور اُسکی جمال باکمال کا آئینہ ہے) قبلہ سجود تھے یعنی آدم
کی طرف منہ کر کے خدا کو سجدہ کرو اسجدوا لآدم مین لام بمعنی الی ہے یعنی لام کے معنی واسطے کے نہین بلکہ طرف کے ہین جیسا کہ اس شعر مین
ع الیس اول من صلی لقبلتکم ؛ واعرف الناس بالقران والسنن ؛ | الاباء | باختیار خود کسی چیز سے انکار کرنا | تکبر | اپنے آپ کو غیر سے بڑا سمجھنا
| استکبار | اس امر کو بتزین اختیار کرنا

واضح ہو کہ جس طرح بعض دہریون نے زمانہ قدیم مین وجود شیطان اور اُسکے انکار سجود اور آدم کے مبدا نوع انسانی ہونیکا انکار
کیا ہے اور بخوف مناظرہ اہل اسلام و اہل کتاب آیات قرانیہ و عبارات عہد عتیق و جدید کی تاویل بھی کی ہے جیسا کہ ملل و نحل اور ولبنا
مین اس کا بیان ہے اسی طرح انکے مقلدین نے بھی بذریعہ تفسیر آجکل یہ کام کر کے اپنے زعم فاسد مین بڑی لیاقت حاصل کی ہے مگر آہا

وَقُلْنَا يَا آدَمُ اسْكُنْ أَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هَٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظَّالِمِينَ

اور ہمنے کہا اے آدم تو اور تیری بیوی جنت مین جا بسو اور وہان اُن ہے کے کہاؤ جہان سے چاہو اور اس درخت کے پاس نہ جانا ورنہ خرابی مین پڑجانیوالون مین

فَأَزَلَّهُمَا الشَّيْطَانُ عَنْهَا فَأَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيهِ ۖ وَقُلْنَا اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۖ وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ

ہو جاؤ گے پس شیطان نے انکو وہان سے ڈگگا دیا پھر انکو جسمین وہ تھے اس سے نکلوا دیا اور ہمنے کہا تم سب نیچے اُترو تم مین ایک دوسرے کا دشمن ہے اور تمہارا ایک وقت تک زمین مین ٹھکانا اور سامان ہی

ہذیان کا جواب مقدمہ کتاب مین تفصیلاً مذکور ہے وہان ملاحظہ کر لو؛

زیادہ تر قابل تعجب یہ بات ہے کہ بعض پادریون نے بھی آج کل یورپی الحاد کے خمار مین اسپر یہ کچھ اعتراض کیا ہے لیکن اُسکا جواب بھی مقدمہ مین مذکور ہے یہان سے چند باتین مستفاد ہوئین (۱) یہ کہ حسد سب گناہون سے بڑا گناہ ہے جس نے شیطان کا ستیاناس کیا (۲) یہ کہ خدا کی رضا پر راضی رہنا چاہیے شیطان چونکہ اُسکی رضا پر راضی نہوا اُسکی کہان تک نوبت پہنچی (۳) اپنے علم اور عبادت و ریاضت پر مغرور نہو اگر انجام کا اعتبار ہے دیکھیے شیطان کا انجام کیا ہوا (۴) خدا تعالے کے روبرو گستاخی کرنا سخت گناہ ہے؛

اسکے بعد خدا تعالے حضرت آدم کا قصہ بیان کرتا ہے تاکہ ناظرین کو عبرت ہو اور خدا کی کسی نعمت پر مغرور ہو کر نافرمانی نکرین اور اگر بشریت سے کچھ خطا ہو جاوے تو اپنے باپ آدم کیطرح اُسپر ہمیشہ تاسف اور ندامت اور توبہ و استغفار کیا کرین تاکہ وہ غفور رحیم اپنی صفت مغفرت کو ظاہر کرے نہ کہ اپنے بزرگون کے قدیم دشمن ابلیس کی پیروی کر کے اسپر اصرار کرے اور اسی طرح اسپر جما رہے ورنہ اُسکی درگاہ سے راندہ جاوے گا اور پھر کہین ٹھکانا نہ پاویگا؛

ترکیب

واو حرف عطف کہ عطف جملہ کا پہلے جملہ پر ہے قلنا فعل ضمیر فاعل یا حرف ندا آدم منادی اُسکن فعل ضمیر مستتر اسکی فاعل انت اسکی تاکید تاکہ ضمیر مستتر پر عطف صحیح ہو جاوے و حرف عطف زوجک معطوف بر انت الجنۃ مفعول بہ یہ تمام جملہ معطوف علیہ وکلا الخ جملہ معطوف رغدا صفت ہے مصدر محذوف کی اے اکلا رغدا اے طیبا ہنیئا حیث ظرف مکان اور عامل اسمین کلا ہے اور ممکن ہے کہ جنت سے بدل ہو کر مفعول بہ ہو جاوے ولا تقربا فعل نہی انتما ضمیر اسکا فاعل ہذہ موصوف الشجرۃ اسکی صفت یہ دونون مفعول بہ ہین یعنی منہی عنہا فتکونا جواب نہی ہے اسی لئی نون حالت جزمی مین گر پڑا التقدیرہ ان تقربا تکونا؛

فازل مشدد زلت بمعنی لغزش۔ اور بعض نے اسکو ازال زوال سے لیا ہے جسکے معنی اُکھیڑ دینا ہے۔ یہ فعل ہما مفعول بہ الشیطن فاعل عنہا اے عن الجنۃ متعلق ہے ازل سے فاخرجہما جملہ معطوفہ مما مین ما بمعنی الذی اے من نعیم اہبطوا فعل ہبوط بمعنی نزول سے یعنی اُترنا انتم اسکا فاعل جس سے مراد آدم اور حوا اور شیطان یا آدم اور اُسکی ذریت جو اسکی پشت مین تھی بعضکم لبعض عدو جملہ موضع حال مین ہے واو اہبطوا سے اور اسیطرح ولکم فی الارض مستقر الخ جملہ بھی اسی سے حال ہے اور ممکن ہے کہ جملہ مستانفہ ہو

مستقر امصد بہی اور ظرف دونون ہوسکتا ہے حین کے معنی وقت یعنی وقت موت تک تمہارا زمین پر قرار ہے ؛

تفسیر

یعنی جبکہ آدم کے سر پر دستار خلافت بندہ چکی اور ملائکہ نے نذرانہ سجود پیش کر دیا تو خدا فرماتا ہے ہمنے آدم کو اور اسکی بیوی حوا کو یہ حکم دیا کہ تم جنت مین رہا کرو اور وہان تمپر کوئی روک ٹوک نہین جہان سے جو جی چاہے خوب کہاؤ پیو مگر اس درخت (گندم بعض کہتے ہین انجیر بعض کہتے ہین انگور کا درخت تہا بعض کہتے ہین کوئی اور قسم کا درخت تہا کہ جسکی تاثیر یہ تھی کہ جو اسکو کہاتا تہا آلودگی جسمانی مین مبتلا ہوجاتا تہا اور اسی مصلحت سے منع کیا تہا) کے پاس بہی نہ جانا چہ جائیکہ کہانا اور جو ایسا کروگے تو ظالمین مین پڑ جاؤگے (کیونکہ ظلم ایک چیز کو بے موقع رکھنے کا نام ہے اور یہان تجہ پر ظلم کرنا مراد نہین بلکہ اپنی جان پر اور اسی لیئے جو گنہگار گناہ کرتا ہے اپنی جان پر آفت ڈہاتا ہے کہ اسکا نتیجہ دنیا یا آخرت مین آپ ہی پاتا ہے) لیکن اُس دشمن جانی یعنی شیطان نے وہان جاکر یہ کہا

یا آدم ہل ادلک علی شجرۃ الخلد و ملک لا یبلی (طہ) وقال ما نہاکما ربکما عن ہذہ الشجرۃ الا ان تکونا ملکین او تکونا من الخالدین وقاسمہما انی لکما لمن الناصحین (اعراف) کہ اے آدم مین تجہکو ایک ایسا درخت بتلاتا ہون کہ جسکے کہانے سے تو ہمیشہ جیتا رہے اور تجہے ہمیشہ کی سلطنت ملے۔ اور تمہارے رب نے جو اسکے کہانے سے منع کیا ہے تو صرف اس خوف سے کہ تم فرشتہ ہو جاؤ یا ہمیشہ زندہ رہو اور مین قسم کہا کر تم سے کہتا ہون کہ مین تمہاری خیرخواہی کر رہا ہون۔ آخر الامر اس کہنے سے خداوند تعالی کے حکم کو بہول گئے اور فلما ذاقا الشجرۃ بدت لہما سوآتہما وطفقا یخصفان علیہما من ورق الجنۃ (اعراف) اور دونون نے اُس درخت کو چکھ لیا پہر تو کیا تہا اسکے کہاتے ہی اسکی تاثیر ظاہر ہوئی کہ آدم و حوا برہنہ ہوگئے اور شرم کے مارے درختون کے پتے چپانے لگے اور عتاب الٰہی شروع ہوا کہ تمکو یہ جگہ اب تمہارے رہنے کے قابل نہین چلو اترو زمین پر جا کر رہو وہان باہمی عداوت کی تکلیف اُٹھاؤ اور موت تک وہین ہو اور اپنی معیشت کے سامان بہم پہنچاؤ وناداہما ربہما الم انہکما عن تلکما الشجرۃ واقل لکما ان الشیطن لکما عدو مبین (اعراف) اور خدا نے انکو یہ کہا کہ کیا مین نے تمکو اس درخت سے منع نہ کیا تہا اور یہ کہا تہا کہ شیطان تمہارا ظاہر دشمن ہے ؛

متعلقات

اس مقام پر چند امور قابل غور ہین (۱) یہ کہ حضرت آدم کو خدا نے پیدا کرکے کونسی جنت مین رہنے کا حکم دیا تہا جمہور اہل سنت و جماعت کا یہ قول ہے کہ بہشت مین رہنے کا حکم دیا تہا اور وہ بنی آدم کے مخلوق ہونے سے پہلے قایم ہے کیونکہ وہ لطف رحمانی کا مظہر ہے اور عالم حسی سے الگ ہے اور وہان اُسکے مناسب درخت و میوے سب کچھ ہین نہ یہ درخت و میوہ کہ جو جسمانیت و تکدر سے آلودہ ہین بچند وجوہ (وجہ اول) یہ کہ گو حضرت آدم کے جسم کی بنیاد اس عالم عنصری سے قایم تہی جیسا کہ احادیث صحیحہ و آثار قویہ سے ثابت ہے اور خمیر بیچ مکہ اور طائف کے درمیان بنائی گئی ہو اور گو آدم زمین کی خلافت کے لئی مقرر ہوچکے تہے مگر انعامات الٰہی اور تقرب بغیر بتنا ہی حضرت آدم

وہ روحانیت غالب آگئی تھی کہ جس سے ملائکہ بلا تکلف ہر وقت اُنکو دکھائی دیتے تھے اور سب سے بڑھکر یہ کہ وہ خدا کے دربار عالم میں
نہایت عزت و منزلت حاصل کر چکے تھے پس جس طرح بعد مفارقت بدن ہر شخص پر اس عالم کا راز کھل جاتا اور وہان کی خبرین جنت
و دوزخ عیاناً دکھائی دیتی ہین اسی طرح حضرت آدم کو اس جسم سے یہ بات نصیب ہو گئی تھی اور یہ کچھ تعجب کی بات نہین اکثر مقربان
الٰہی پر یہ حالت طاری ہو جاتی ہے اور شب معراج انحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا آسمانون پر تشریف لیجانا اور جنت و دوزخ
کی سیر کرنا ایک امر قرین فہم مستقیم ہے اور بائبل سے بعض بعض اور انبیا کے ایسے حالات ثابت ہوتے ہین چنانچہ حضرت الیاس کا
ملائکہ اور روحانیات مین ملجانا ثابت ہے پس قرین قیاس ہے کہ حضرت آدم کو عالم قدس مین چند روز کے لیے اسلیئے لیجا کر رکھا کہ
زمین کی خلافت مین ایسا مست و مدہوش نہو جاوے کہ ادہر کا خیال نہ آسکے اور اس مرکز اصلی کو بہول جائے بلکہ اس عالم مین
اُس عالم کے شوق مین ہر دم ماہی بے آب کی طرح تڑپتا رہے اور وہ اور اُسکی ذریت اس عالم کے خیال مین ہر طرح نیکی کو عمل
مین لاوین دنیا اور اسکے مال و زر کی کچھ وقعت انکھون مین نرہے اپنی آپ کو مسافر تیز رو جانین کیونکہ اگر یہ مضمون پیش نظر نہیں تو
پھر صدہا فساد اور خونریزیان زمین پر ہوتی ہین خلافت کا نتیجہ حاصل نہین ہوتا مگر اُس جگہ خدا نے اپنی قدرت سے ایک درخت الیسا بھی
کیا تھا کہ جسکی تاثیر آلودگی تھی اور یہ کچھ تعجب کی بات نہین اس عالم مین نباتات کی عجائب تاثیرات ہین قضا و قدر مین ادم کا زمین پر آنا
اور اسکی اولاد سے زمین کا آباد ہونا لکہا تہا کہا لیا اسکی تاثیر سے نکالے گئے معتوب ہو کر (وجہ دوم) علاوہ احادیث صحیحہ اور اقوال
صحابہ کے خود قرآن مجید کے طرز تکلم اور بعض الفاظ سے جو اس مطلب کے بیان مین وارد ہین یہی مطلب سمجھا جاتا ہے از انجملہ ولکم
فی الارض مستقر و متاع الی حین یہ کہہ رہا ہے کہ وہ جگہ زمین کے علاوہ کوئی اور جگہ تھی جسکی نسبت اہبطوا ہی آیا ہے ورنہ اسکے کیا
معنی کہ یہان سے نکل جاؤ اور تم زمین پر ایک مدت رہو اور گزران کروگے کیونکہ اگر وہ جنت مین نہ تھے تو خود وہان بھی ارض موجود تھی
اور بھی وجوہات ہین معتزلہ اور اسی قسم کے ظاہر پرست یہ کہتے ہین کہ جنت سے مراد وہ جنت نہین بلکہ زمین پر ایک باغ تھا پھر
اختلاف ہے کہ کہان تہا بعض کہتے ہین کرمان کے متصل بعض کہتے ہین فلسطین مین تہا اور اہل کتاب عدن مین کہتے ہین
چنانچہ توراۃ اول مین اسکی تصریح ہے (اگر عدن سے مراد جنت ہے تو ٹھیک ہے اور وہان سے چارون دریا نکلنے کی توجیہ بھی
ہو سکتی ہے ورنہ وہ عدن کہ جو عرب مین سمندر کے کنارے پر واقع ہے وہان تو چارون نہرین کیا بلکہ حاجیون کو میٹھا پانی بھی
پینے کو نہین ملتا اور کوئی عدن ہو تو معلوم نہین) معتزلہ کہتے ہین کہ خلیفہ زمین کے بنے تھے تو ضرور تہا کہ زمین پر رہتے
اسکا جواب یہ کہ پھر کتے ہین اہبطوا کے معنی ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا ہے جیسا کہ اہبطوا مصر آیا ہے پس اس باغ سے نکالکر
خدا نے اسکو سراندیپ مین ڈالدیا تہا (۳) اکثر مورخین اس بات پر متفق ہین کہ حضرت آدم جنت سے نکالکر سراندیپ مین ڈالے گئے جہان
ابتک انکے آثار و تبرکات پائے جاتے ہین اور ہزارہا ہندو اور مسلمان اس پہاڑ کی زیارت کو آتے ہین والعلم عند اللہ

(۳۳) حضرت آدم نبی تھے انہوں نے یہ گناہ کیوں کیا؟ جواب واضح ہو کہ انبیاء کے عقائد اور تبلیغ اور فتووں میں عمداً یا سہواً خطا واقع ہونے کا کوئی بھی قائل نہیں تمام اہل اسلام ان تینوں باتوں میں معصوم ہونے کے مقر ہیں ہاں انکے افعال و عادات میں کچھ اقوال ہیں چنانچہ شیعہ کہتے ہیں کہ نہ ان سے کبیرہ نہ صغیرہ نہ علی سبیل القصد نہ سہواً نہ تاویلاً سرزد ہوا ہے اکثر معتزلہ کہتے ہیں کہ عمداً کبیرہ کا سرزد ہونا انبیاء سے ممتنع ہے ہاں صغائر سرزد ہو سکتے ہیں مگر جنمیں رذالت ہے جیسا کہ کم تولنا وہ بھی سرزد نہیں ہو سکتے مگر جمہور اہل اسلام سنت و جماعت کا یہ قول ہے کہ کفر و شرک اور کوئی کبیرہ یا صغیرہ عمداً کبھی کسی نبی سے سرزد نہیں ہوا ہاں سہواً اور خطاءً کوئی صغیرہ یا جس سے شان نبوت میں فرق نہ آوے اگر سرزد ہو گیا ہو تو ممکن ہے کہ جسکو زلت یعنی لغزش کہتے ہیں سو ان لغزشوں پر عام مسلمین معاف ہیں مگر چونکہ نبوت کی بڑی شان ہے انکو اسپر بھی چند در چند مصلحتوں سے عتاب ہوتا ہے جسپر وہ روتے اور ہر دم خدا کی یاد میں سرگرم رہتے ہیں اور یہ بات جسپر عوام سے مواخذہ نہو خواص سے ہو کچھ عقلاً و نقلاً بعید الفہم نہیں چنانچہ حسنات الابرار سیئات المقربین مشہور ہے اور دلائل عصمت انبیاء کے آیات و احادیث صحیحہ ہیں کہ شرح مواقف وغیرہ کتب کلامیہ میں مذکور ہیں پس وہ جو انبیاء علیہم السلام کی نسبت اس قسم کی باتیں مذکور ہیں کہ جو شرک و کفر و زنا اور جھوٹ بولنے پر دال ہیں یا اور کبائر پر مشعر ہیں سو وہ جھوٹی ہیں یا مأول حاشا کلا کبھی انبیاء علیہم السلام کی جناب میں بدگمانی کرنا نہ چاہئے علی ہذا القیاس حضرت آدم نے جو درخت کھایا یا اور گناہ کیا تو اول تو یہ قبل نبوت تہا و لا کلام فیہ دوم یہ کبیرہ نہ تہا محض آدم علیہ السلام کی بھلائی کے لیے خدا نے ارشاد کیا تھا جسکے خلاف سے انہوں نے اپنے نفس پر ظلم کیا ربنا ظلمنا انفسنا فرمایا سوم یہ سہواً سرزد ہوا تہا آدم علیہ السلام کو بروقت کہانے کے وہ ممانعت یاد نہ رہی تھی[1] اور جنت سے جو وہ نکالے گئے تو اول تو اس درخت کی تاثیر تھی اور یوں بھی تسلیم کیا جاوے تو اس بے احتیاطی اور لغزش کی سزا تھی؛

فائدہ

ازلہما الشیطان یہاں پھسلانے کو جو شیطان کی طرف منسوب کیا ہے تو مجازاً کیونکہ شیطان پھسلنے کا سبب تھا پس یہ اسناد مجازی ہے؛

ربط

اس کے بعد خدا تعالے نے حضرت آدم علیہ السلام کی گریہ وزاری اور توبہ سے معاف ہونا بیان فرماتا ہے؛

---

[1] کیونکہ خدا فرماتا ہے ولم نجد لہ عزما کہ ہم نے آدم کا ارادہ نہیں دیکھا فافہم ۱۲ منہ

فَتَلَقّٰٓی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ○

پس آدمؑ نے اپنے رب کی طرف سے چند کلمات حاصل کیے تب خدا نے آدمؑ کو معاف کیا بیشک وہ معاف کرنیوالا مہربان ہے

ترکیب

تلقّٰی فعل آدم فاعل کلمات مفعول بہ من ربہ کائنۃ کے متعلق ہوکر صفت کلمات کی مگر چونکہ اُسکو مقدم کردیاگیا تو حال کی صورت میں منصوب المحل ہوا فتاب فعل ضمیر ہو راجع رب کی طرف فاعل علیہ متعلق تاب کے ہے انہ ہو ضمیر متصل کی تاکید التواب الرحیم صفت موصوف خبر

تفسیر

جب آدم جنت سے نکالے گئے تو مدت تک زمین پر بحالت پریشانی اپنے گناہ پر روتے رہے آخر خدا تعالےٰ کو اپنے بندہ کی آہ وزاری اور ندامت وبیقراری پر رحم آیا ؎ اے خوشا چشمے کہ آن گریان اوست ؛ وے ہمایون دل کہ آن بریان اوست ؛ در پے ہر گریہ آخر خندہ ایست مرد آخر بین مبارک بندہ ایست ؛ اور یہ کلمات آدمؑ کے دل میں القا کئے ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفر لنا وترحمنا لنکونن من الخاسرین جب اُنہون نے ان کلمات سے دعا کرنا شروع کی تو خدا کو رحم آیا آدم کا گناہ معاف ہو کس لئے کہ وہ تو بہ قبول کرنے والا اور مہربان ہے بعض احادیث میں کچھ اور کلمات اور آدم کی گریہ وزاری کے دیگر حالات مرقوم ہیں ؛ متعلقات

التلقی ملنا کسی چیز کا حاصل کرنا پانا یہ کلمات آدمؑ کو بطور الہام کے عطا ہوئے تھے - عام ہے کہ فرشتے نے آکر کہا تھا یا دل میں القا ہوا تھا التوبۃ رجوع کرنا لیکن جب یہ لفظ بندہ کی طرف منسوب ہوتا ہے تو لفظ الی کے ساتھ مستعمل ہوتا ہے جیسا کہ تبت الیک و تاب الی اللہ جس سے یہ مراد ہوتی ہے کہ گناہ چھوڑ کر غفلت سے مُنہ موڑ کر بندہ خدا کی طرف رجوع ہوا پس بندہ کو تائب اور تواب کہتے ہیں کہ انہ یحب التوابین مگر اسقدر فرق ہے کہ غفلت چھوڑ کر جب بندہ اُسکی طرف رجوع ہوتا ہے تو اُسکو آئب کہتے ہیں اور اواب بھی توبہ کی حقیقت تین چیزون سے مرکب ہے ۱ علم معصیت کہ گناہ کو بُرا اور جرم باعث خرابی دنیا وآخرت جانے تاکہ دل میں بیقراری پیدا ہو اور ندامت دل میں آوے ۲ ترک فی الحال یعنی اُسیوقت اُس کام کو چھوڑ دے ۳ عزم مستقبل یعنی آیندہ کے لیے دل میں مصمم ارادہ کرے کہ میں اس کام کو ہرگز نکرونگا اور جو کچھ حقوق الٰہی یا حقوق عباد میں اُنکے ادا کرنے کا بھی قصد کرے - پس جب ان شرائط سے بندہ توبہ کرتا ہے تو خدا تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے بندہ کے گناہ معاف کر دیتا ہے احادیث صحیحہ اور آیات قرآنیہ اور کلام انبیاء میں جسقدر توبہ کی تاکید اور فضائل و اوصاف مذکور ہیں اُنکی اس مختصر میں گنجایش نہین چنانچہ نبی صلعم نے فرمایا ہے کہ جب بندہ گناہ کرکے مقر اور تائب ہوتا ہے تو خدا اسکے گناہ معاف کرتا ہے (رواہ البخاری ومسلم) اور جب توبہ کو خدا کی طرف منسوب کرتے ہین تو بلفظ علی اسکا استعمال آتا ہے تاب اللہ علیہ تاب علیہ بولتے ہین جس کے معنی یہ کہ خدا نے رحمت کے ساتھ بندہ کی طرف رجوع کیا یعنی معاف کر دیا اور اُسکے عذاب سے درگزرا اس لیے خدا کو صرف تواب کہتے ہین ؛

قُلْنَا اهْبِطُوا مِنْهَا جَمِيعًا فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ مِنِّي هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ○

ہمنے کہا یہان سے تم سب اُترو پس اگر تمہارے پاس میری طرف کی ہدایت آئے تو جو میری ہدایت کا تابع ہوگا تو نہ اُنپر کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہونگے ؛

وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ○

اور جو انکار کرینگے اور ہماری آیتون کو جھٹلاوینگے تو وہ آگ مین گرینگے وہ اسمین ہمیشہ رہینگے

نہ تائب - الہی تیری رحمت اور مغفرت پر بڑا بھروسہ ہے **ف** خدا نے آدم کا توبہ کرنا بیان فرمایا حوا کا توبہ کرنا ذکر نکیا اسلئے کہ عورت احکام مین مرد کے تابع ہے اور اسی لیے قران مین اکثر مرد مخاطب ہین ؛

اب

اسکے بعد خدا تعالی بنی آدم کے زمین پر پھیلنے کا اور اُنکے پاس انبیا علیہم السلام کا حکم الہی کو لیکر آنیکا مجملاً ذکر کرکے اس تمام قصہ کا نتیجہ نکالتا ہے

ترکیب

قلنا فعل ضمیر نحن اسکا فاعل اہبطوا منہا جمیعا اسکا مقولہ جمیعا لفظاً تو اہبطوا سے حال ہے اور معناً تاکید ہے یعنی سب اترو خواہ مجتمع ہوکر خواہ الگ الگ فاما ان ما تھا - ان حرف شرط اور ما اسکی تاکید ہے ادغام ہوکر اما ہوگیا - یاتینکم مین یاتین فعل مضارع کم مفعول منی متعلق فعل کے ہدی فاعل یہ سارا جملہ شرطیہ ہوا فمن مین فا تفریع کے لیے من شرطیہ مبتدا محلاً مرفوع تبع اسکی خبر اسمین ضمیر راجع من کی طرف یہ محلاً مجزوم فلا خوف علیہم و لا ہم یحزنون جملہ اسمیہ اسکا جواب - پس من شرطیہ اپنے جواب سے ملکر جملہ اسمیہ ہوکر جواب اما یاتینکم کا والذین الخ عطف ہے فمن تبع الخ پر یہ اُسکا قسیم ہے الذین موصول کفروا وکذبوا بایتنا صلہ تمام مبتدا اولئک اصحاب النار جملہ اسمیہ اسکی خبر ہم فیہا خالدون مبتدا خبر یہ حال ہے اولئک اصحاب النار سے اور عامل اسمین معنی اضافت ہین یا لام مقدرہ ؛

تفسیر

یعنی ہم نے کہا کہ تم سب اُترو جنت سے نکلکر زمین پر جاؤ وہان بھی تمپر میری نظر عنایت رہیگی مین تمہارے پاس اپنی ہدایت (عقل سلیم و فکر در عجائبات قدرت اور انبیاء اور کتابین اور پھر انبیاء کے نائب) بھیجونگا دیکھو انکو جو کے سوچ کے آیندہ ایسا نکرنا ہدایت کے موجب چلنا پس جو اسکے موافق عمل کریگا تو اسکو نہ آیندہ کا خوف ہوگا اور وہ کبھی غم گزشتہ سے غمگین ہوگا بلکہ اس عالم مین اور یہان جاکر اس عالم مین بھی شاد و خرم رہیگا اور جو میری ہدایت کو نہ مانیگا اور کفر کریگا اور ہماری کتاب کی آیات کو یا ہماری نشانیون کو جو ہمارے وجود اور انبیاء کی صداقت اور عالم آخرت کے حق ہونے پر دلالت کر رہے ہین حتی کہ صاحب بصیرت کے سامنے نورانی قلم سے آسمان و زمین و حجر و شجر در و دیوار پر لکھی ہوئی ہین) جھٹلاویگا یا غور و تامل نکریگا اور ان باتون کا دل مین یقین نہ لاویگا بلکہ جانورون کی طرح کہانے پینے کے مزے اڑانے ہی کو مقصود اصلی سمجھیگا تو وہ ہمیشہ آتش جہنم مین جلیگا اُنکے ملکات رذیلہ جو اُنکے واپہر ساریت کر گئے ہین اور جو کسی وقت انسے جدا

نہین ہوتے وہ وہان آتش جہنم بنکر ہر وقت جلاوینگے العیاذ باللہ

متعلقات

خوف کسی آیندہ چیز کے ڈر کو کہتے ہین حزن کسی دلپسند چیز کے جاتے رہنے پر رنج کو کہتے ہین ؛

نکات

1 اگرچہ ایکبار اھبطوا خدا تعالے فرما چکا تھا مگر اس آیت مین پھر اس کلمہ کا اعادہ کیا تاکہ فاما یاتینکم الخ کا پورا پورا ارتباط اسکے ساتھ ہو جائے یعنی ایکبار تو خدا تعالے فرما چکا تھا کہ یہان سے اترو مگر اس آیت مین پھر فرمایا تاکہ وہ جو آدم کے خلیفہ بناکر زمین پر بھیجنے کا نتیجہ ہے وہ واضح ہو جائے کہ یہان سے نکلکر سب زمین پر جاؤ وہان تمہاری باہم عداوت قایم ہوگی شیطان جو سانپ بنکر بہکانے گیا تہا اسکے مظہر کو دنیا مین لوگ پاینگے وہ لوگون کو کاٹیگا اور باہم بھی ایک دوسرے سے عداوت کریگا اسپر انبیا اور انکے نایبان کی [illegible]

ف

چنانچہ حضرت آدم زمین پر تشریف لائے یقینا یہ نہین کہہ سکتے کہ حضرت آدم کس ملک مین آکر رہے تھے لیکن اسمین بھی کوئی شک نہین کہ ایشیائی ملکون مین رہتے تھے بعض کہتے ہین کہ عرب بالخصوص حجاز مین رہتے تھے اور وہین کہین انکی قبر ہے اور شہر جدہ مین انکی بیوی حوا کی قبر ہے کہ جسکا اب تک نشان باقی ہے اور مقام عرفات مین میان بیوی دونون کی فراق آسمانی کے بعد ملاقات ہوئی تھی اور ایک دوسرے کو پہچانا تہا اسی لیے عرفات کو عرفات کہتے ہین جس طرح دادی کی وجہ سے شہر جدہ کو جدہ کہتے ہین کیونکہ جدہ عرب مین دادی کو کہتے ہین اور کعبہ حضرت آدم نے بنایا تہا اس لقا پر روے زمین پر سب مساجد سے پہلے یہ مسجد ہے اور حضرت ابراہیم نے بعد طوفان نوح کے اسلیے ملک شام سے آکر پھر اسکو بنایا اور یہ بھی کہتے ہین کہ حضرت آدم کی زبان عربی تھی پھر اسکی اولاد کی زبان بگڑکر عبرانی ہوگئی پھر اختلاف بلاد اور زمانہ سے اور اور زبانین پیدا ہوگئین ـ دیکھیے ایک ہی ملک مین پہلے کچھ اور زبان ہوتی ہے پھر کچھ اور ـ ایران مین پہلے پاژندی پھر دری پھر اور زبان مروج ہوئی ہندوستان مین پہلے کچھ اور زبان تھی پھر آریہ لوگون سے سنسکرت نے رواج پایا پھر بھاشا ہوئی پھر خراب اردو ہوا وہ منجھکر اب صاف اردو زبان ہوگئی ـ زمانہ کی گردش جس طرح اور چیزون مین اثر کرتی زمین پر انقلاب کرتی ہے اسی طرح زبان پر بھی اسکا اثر جلدی پڑتا ہے بعض کہتے ہین شام یا فلسطین کے ملک مین آباد ہوئے تھے بعض کہتے ہین بابل کے آس پاس قدیما ایران اپنے ملک اور اہل ہند اپنے ملک مین آباد ہونا بیان کرتے ہین مگر یہ صحیح نہین بعض ملک مصر کو سب بنی آدم کا اصلی وطن کہتے ہین یہ بھی قابل اعتبار نہین والعلم عند اللہ ـ حضرت آدم کی اولاد بہت کچھ پیدا ہوئی اور نو سو تیس برس کی عمر مین حضرت آدم نے وفات پائی

2 جس طرح کفار کی نسبت اولئک اصحاب النار ہم فیہا خالدون فرمایا تہا اسکے مقابلہ مین اہل ایمان کی نسبت اولئک اصحاب الجنۃ ہم فیہا خالدون کہنا چاہیے تھا مگر یہ کمال بلاغت ہے کہ لازم بولکر ملزوم مراد لیا جاوے اور کنایہ کے طور پر کسی مراد کو ظاہر کر دیا جاوے

اسلئے جنت مین ہمیشہ رہنے کو دو بات لازم ہین ایک یہ کہ وہان سے نکلنے کا خوف نہین دوم یہ کہ کسی راحت مرغوب دل کے فوت ہونے پر حزن نہین پس اسلئے اس مراد کو اس عنوان اور اس عبارت سے بیان کیا؛

۳ لاخوف علیہم ولا ہم یحزنون فرمایا یعنی خوف کی جو نفی کی تو جملہ اسمیہ سے جو حال اور استقبال سب زمانون کو مستغرق ہے تاکہ یہ بات معلوم ہو کہ جو ہدایت کے تابع ہین اب بھی انکو کسی مصیبت کا خوف نہین نہ آیندہ ہوگا پورا اطمینان قلب حاصل ہے اور حزن کو جملہ فعلیہ بالخصوص مضارع کے صیغہ سے تعبیر کیا کہ جس سے بقرینہ کلام استقبال سمجہا جاتا ہے اس رمز کیلیے کہ اب کیا حزن ہے حزن کا زمانہ تو آیندہ ہے کہ جب انسان کی آنکھ کہلیگی سو جب ان لوگون کو حزن نہ ہوگا؛

فوائد

۱ خدا تعالےٰ نے ابتدا سورۂ بقرہ سے لیکر یہانتک کس خوبی کے ساتھ قرآن کا کتاب الٰہی ہونا اور آنحضرت کا نبی برحق ہونا ان عمدہ اصول نبوت اور اسرار الہام کے ساتھ بیان کیا کہ جو تمام انبیاء اور انکی کتابون کا لب لباب اور روح خالص ہے ازانجملہ یہ کہ سب سے پیشتر ازلی سعادتمندی اور ازلی بدبختی بیان کردی اور مومن و کافر و منافق (ان ازلی سعادتمندون اور ازلی بدبختون) کے اقسام اور انکے خواص بیان کرنے کہ انپر ناصح کی نصیحت کچہہ کارگر نہین ہوتی سواء علیہم ءانذرتہم ام لم تنذرہم لا یؤمنون الخ ازانجملہ انہو نعما احسانات کے ضمن مین انسان کے گزشتہ اور آیندہ حالات کا نقشہ کہینچدیا تاکہ مرد دانا غافل نرہے ازانجملہ ایسی تعلیم حمیدہ اور پند مفید اور بیان اعجاز قرآن اور صداقت نبوت نبی آخرالزمانؐ کے ضمن مین عالم کی ابتدا انتہا آسمانون اور زمینون اور بنی آدم کے پیدا ہونیکی وہ صحیح صحیح کیفیت بیان کردی کہ جسکے ادراک سے عقل قاصر تہی اور حضرت آدم کی ساری تاریخ اور انکو حریف کی داستان اور پہر فرمانبرداری اور نافرمانی کے نتائج اور گناہ کے بعد توبہ پہر رحمت الٰہی کا دستگیر ہونا نہایت عمدگی سے بیان کردیا اور توریت موجودہ مین جو کچہہ اس بیان مین کمی زیادتی ہے اسکی نہایت مہذبانہ طور پر اصلاح کردی کیونکہ توریت کتاب پیدائش کے دوم اور سوم اور چہارم باب مین کسی یہودی عالم نے سُن سُنا کر یون لکہہ رکہا ہے کہ خدا تعالیٰ نے آدم کو باغ عدن مین رکہا کہ اسکی باغبانی اور نگہبانی کرے اور خدا نے اس باغ کے بیچ بیچ دو درخت لگائے تھے ایک حیات کا درخت (کہ جسکے کہانے سے ہمیشہ زندہ رہے جیسا کہ شیطان نے کہا تہا) اور دوسرا نیک و بد کی پہچان کا درخت۔ خدا نے آدم سے کہا کہ اس باغ مین اس درخت کو کہانا تو تو مرجائیگا اور خدا نے زمین کے ہر ایک جانور اور آسمان کے ہر ایک پرندے کو آدم کے پاس بہیجا تاکہ دیکہے کہ وہ انکے کیا نام رکہے سو جو آدم نے ہر ایک جانور کو کہا وہی اسکا نام ٹہیرا (وعلم آدم الاسماء کلہا ثم عرضہم الخ کے قصہ کو صحیح صحیح یاد رکہکر اسکو الٹ پلٹ کر بیان کیا) اور خدا نے آدم کی وابستگی کے لیئے آدم کو سوتا ہوا پاکر اسکی ایک پسلی کو نکالکر اسکی ایک عورت بناکر آدم کے پاس لایا پس آدم اور اسکی بیوی برہنہ رہتے تہے اور نہ شرماتے تہے زمین کے سب جانورون مین ہوشیار سانپ تہا اس نے آکر حوا

کہا کہ سچ مچ خدا نے تمکو اس درخت کے کہانے سے منع کیا ہے اس نے کہا ہان بلکہ یہ کہا ہے کہ اگر کہاؤگے تو مرجاؤ گے سانپ نے
کہا تم ہرگز نہ مروگے بلکہ خدا جانتا ہے کہ جس دن تم اُسکو کہاؤگے نیک بد کی پہچان مین خدا کی مانند ہوجاؤ گے اور تمہاری آنکہین
کہل جائین گی تب حوا نے خوشنما اور خوش مزہ جانکے اُس درخت کو کہایا اور آدم کو کہلایا تب انکی آنکھین کہل گئین اور
معلوم ہوا کہ ہم برہنہ ہین پس انجیر کے پتے بدن پر چپکانے لگے ٹہنڈے وقت جو خدا باغ مین پہرتا تھا اُسکی آواز آدم نے
سنکر اپنے تئین برہنگی سے شرماکر درختون مین چہپایا تب آدم کو خدا نے پکارا کہ تو کہان ہے اس نے کہا مین آپ سے شرماکر
درختون مین چہپ گیا ہون خدا نے پوچہا تجہکو کس نے بتلایا کہ تو ننگا ہے کیا تو نے اس درخت کو کہایا کہ جس سے مین نے تجہہ کو منع
کیا تہا اس نے کہا مجہکو اس عورت نے دیا عورت نے کہا مجہکو سانپ نے بہکایا۔ پس خدا نے سانپ سے کہا تو ملعون ہوا اپنے
پیٹ کے بل چلیگا مٹی کہائیگا۔ اور عورت کی نسل مین اور تجہہ مین عداوت ہوگی وہ تیرا سر کچلینگے تو انکی ایڑیان کاٹیگا اور عورت جننے
مین دردزہ کی مصیبت اُٹہائیگی اور خصم کی طرف تیرا شوق ہوگا وہ تجہپر حکومت کریگا اور اے آدم تو زمین پر بڑی مشقت سے روٹی پیدا
کرکے کہائیگا (۲۲) خدا کو فکر و تشویش ہوئی کہ آدم نیک و بد کے پہچان مین ہم مین سے ایک کی مانند ہوگیا اب ایسا نہو کہ حیات کے
درخت سے بہی کہالے اور ہمیشہ جیتا رہے اسلیئے خدا نے آدم کو باغ عدن سے باہر کردیا انتہے ملخصاً ؀

افسوس کسقدر الٹ پلٹ کردیا۔ اول تو خدا کو جہوٹ بولنے سے کیا کام تہا کہ تو اس درخت کو کہاکر مرجائیگا۔ دوم اس بخل سے کیا مقصد
تہا کیا انکا انکا رہنا پسند تہا۔ سوم سانپ مسخرے کو کیونکر اس درخت کی تاثیر اور خدا کا مکر معلوم ہوگیا آدم کو نہ معلوم ہوا۔ چہارم خدا کا باغ کیجا
پہر ٹہنڈے وقت سیر کرنا اور آواز دینا چہ معنی دارد؟ پنجم خدا کا آدم کے ہمیشہ زندہ رہنے سے اندیشہ کرکے باغ سے نکالنا سمجہ مین نہین آتا بس
صحیح بات وہ ہے کہ جس کو خدا نے قرآن مین واضح کیا اور علماء یہود کے محققین بہی اسی طرف مائل ہین ؀

ف ۱۳ قرآن مجید مین اس قصہ کو مختلف عنوان سے آٹھ سورتون مین بیان کیا ہے کہین اجمال ہے کہین تفصیل سورۂ بقرہ ۱ آل عمران ۲
اعراف ۳ حجر ۴ کہف ۵ بنی اسرائیل ۶ طٰہٰ ۷ صٓ ۸ ان سب کے مجموعہ سے وہ بات نکلتی ہے کہ جس کو ہم نے تفسیر مین بیان کیا اور ان آیات
کو جمع کرنا اور باہم ترتیب دینا محض تکلف لاحاصل ہے کیونکہ ہر سورہ مین بیان ناتمام نہین ہے کہ جسکے ملانے سے تمام کیا جاوے

ربط

اس کے بعد خدا ے تعالےٰ اپنے خاص انعامات ذکر کرتا ہے کہ جو بنی اسرائیل سے متعلق ہین اور چونکہ دنیا مین یہ خاندان نبوت
سب پر فائق تہا اس لیے اسکی طرف التفات بہی عام احسانات کے بعد ضرور تہا اسلئے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے

یَا بَنِي إِسْرَائِيلَ اذْكُرُوا نِعْمَتِيَ الَّتِي أَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَأَوْفُوا بِعَهْدِي أُوفِ بِعَهْدِكُمْ وَإِيَّايَ فَارْهَبُونِ ۝

اے بنی اسرائیل میری وہ نعمتیں یاد کرو جو میں نے تم کو بخشی ہیں اور میرے قرار کو پورا کرو۔ تو میں تمہاری قرار کو پورا کرونگا۔ اور مجھی سے ڈرا کرو

وَآمِنُوا بِمَا أَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِمَا مَعَكُمْ وَلَا تَكُونُوا أَوَّلَ كَافِرٍ بِهِ وَلَا تَشْتَرُوا بِآيَاتِي ثَمَنًا قَلِيلًا وَإِيَّايَ فَاتَّقُونِ ۝

اور اس کتاب یعنی قرآن پر ایمان لاؤ کہ جسکو میں نے تمہارے پاس والی چیز کی تصدیق کرتا ہوا نازل کیا ہے اور سب سے پیشتر اسکے منکر نہ بنو اور میری آیتوں کو تہوڑی سی قیمت لیکر نہ بیچو اور مجھی سے ڈرو

ترکیب

یا حرف ندا بنی منادی مضاف اسرائیل مضاف الیہ اذکروا فعل انتم ضمیر فاعل نعمتی مفعول موصوف التی انعمت الخ موصول وصلہ جملہ خبریہ بنکر اسکی صفت و حرف عطف براذکروا۔ اوفوا فعل انتم ضمیر فاعل بعہدی مفعول اوف بعہدکم جملہ جزا ہے جملہ اولی کی کہ جو شرط کی بوسے رہا ہے اور اسی لیے اوف میں سے ی حذف ہوگئی۔ ایای منصوب ہے فعل محذوف سے کہ جسپر فارہبون دلالت کر رہا ہے تقدیرہ ایای فارہبوا اور فارہبون کی اصل فارہبونی ہے وقت آیت سے ی گر پڑی نون وقایہ باقی رہ گیا زیر اسپر رکہا تاکہ دلالت کرے ی پر وآمنوا عطف ہے اوفوا پر فعل با فاعل بما انزلت (تقدیرہ بما انزلتہ) الخ صلہ موصول مفعول مصدقا حال موکدہ ہے ما محذوف سے کہ جو معکم میں ہے معکم منصوب ہے علی الظرف والعامل فیہ الاستقرار ولا تکونوا معطوف ہے آمنوا پر انتم اسکا اسم اول کافر بہ خبر اول فعل ہے اسکی ف اور ع کلمہ میں سیبویہ کے نزدیک واو ہے اور اس سے کوئی فعل نہیں بنا اور اسکی تانیث اولی ہے۔ کافر لفظ میں واحد اور معنی میں جمع ہے اسے اول الکفار کما یقال ہو احسن رجل وقیل تقدیرہ اول فریق کافر۔

تفسیر

جبکہ خدا تعالے توحید اور نبوت اور معاد کے دلایل بیان کرچکا اور اسکی تائید میں عام نعمتوں کو ذکر فرما چکا تو اب بنی اسرائیل کو مخصوص نعمتیں یاد دلا کر اس طرف متوجہ کرتا ہے کہ میں تمہارا قدیم منعم ہوں میں تمہاری بہتری اور بہلائی ہمیشہ سے مدنظر رکہتا آیا ہوں اب دین کی اصلاح کرنے کے لئے (کہ جسکو حوادثات زمانہ میں لوگوں کی افراط و تفریط نے الٹ پلٹ کردیا ہے) قرآن اور نبی آخر الزمان کو بہیجا ہے تم میری مہربانیوں اور عنایتوں پر خیال کرکے کہ جو میں نے وقتاً فوقتاً تمہارے ساتھ کی ہیں میرے عہد کو پورا کرو (کہ جو تم نے روز میثاق مجہ سے باندہا تہا کہ ہم تیری اطاعت کرینگے اور تیرے پیغمبروں کا کہا مانینگے اور پہر وقتاً فوقتاً حضرت موسی اور دیگر انبیا کی زبانی بہی اس عہد کی تجدید کرتے آتے ہو) تو میں بہی اپنے عہد کو پورا کروں کہ دنیا میں تمہاری عزت و آبرو شوکت و سلطنت از سر نو بہر دوں اور آخرت میں تمہیں حیات اور نجات کے ثمرات سے بہرہ مند کروں اور اس عہد کا وفا کرنا یہ ہے کہ اس نبی آخر الزمان اور قرآن پر ایمان لاؤ کہ جو تمہارے اصول دین اور مطالب توریت و دیگر کتب انبیا کی تصدیق کررہا ہے اور انکو سچ بتا رہا ہے لیکن جب ایسا ہے تو اب تم اہل علم میں سب سے اول منکر بنکر مطالب و اغراض دنیاوی اور اتباع نفس کی بدولت میری آیات بینات کو نہ بیچو یعنی دنیا کے لیے حق کو نہ چہوڑو ایمان و انعام اخروی کہو کر چند روزہ دنیا مول نہ لو اور مجہ سے ڈرو۔

متعلقات

بنی اسرائیل اسرائیل حضرت یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہ السلام کا لقب ہے جسکے معنی عبرانی مین صفوۃ اللہ یا عبد اللہ کے ہین بنی مخفف بنین جمع ابن کا ہے نون اضافت سے گر گیا۔ اس لفظ کی جمع ابنا بھی آتی ہے۔ اگرچہ ابن کے معنی بیٹے کے ہین مگر پوتے اور اُسکی اولاد پر بھی اسکا اطلاق ہوتا ہے اسلیئے اسوقت کے لوگون کو بھی بنی آدم کہتے ہین اور اس مقام پر بھی مراد ہے یعنی یعقوب کی اولاد۔ حران سے ہجرت کر کے حضرت ابراہیم علیہ السلام ملک کنعان مین مقام حبرون[1] مین آ بسے تھے اُنکے آٹھ بیٹے تھے ازانجملہ حضرت اسماعیل عرب مین آ رہے تھے اسلیئے آنحضرت علیہ السلام اور دیگر قبائل کو اسوجہ سے کہ وہ حضرت اسماعیل کی اولاد ہین بنی اسماعیل کہتے ہین اور حضرت اسحٰق وہین رہا انکے دو بیٹے تھے عیص انکی بھی بہت سی اولاد شام اور اُسکے اطراف مین پھیلی دوسرے یعقوب انکے بارہ بیٹے تھے روبن شمعون لاوی یہوداہ اشکار زبلون۔ یوسف بنیامین۔ دان نفتالی جد اشر انکے بارہ بیٹون کے نام سے بارہ قبائل انمین مشہور ہوئے چونکہ یہ لوگ مصر مین قحط سالی کیوجہ سے آ رہے تھے پھر حضرت موسیٰ اور ہارون اور داود اور سلیمان بہت اولو العزم انبیا اس خاندان مین پیدا ہوئے تھے اسوجہ سے یہ خاندان روئے زمین پر معتبر اور مشہور ہو گیا آنحضرت کے زمانہ مین مدینہ اور اُسکے اطراف خیبر وغیرہ مقامات مین بنی اسرائیل رہتے تھے ان بارہ فرقون مین سے آجکل چند باقی ہین ان کو یہود کہتے ہین ۔

اوفوا بعہدی عہد الٰہی قرار داد کو کہتے ہین۔ خدا تعالیٰ نے جب بندہ کو عقل سلیم عطا کی اور اپنی قدرت کاملہ کی نشانیون مین غور و فکر کرنے کی طاقت بخشی تو ایک بار امانت اسکے سر پر دھر دیا اور تمام نیک عمل کرنے اور خدا اور اُسکے ذات و صفات و انبیا پر ایمان لانیکا اس سے ذمہ لیلیا اور بندہ نے اسکا اقرار کر لیا اسکے صلہ مین اسنے دنیا و آخرت مین نیک نتیجہ مرتب کرنے کا اپنی رحمت سے ذمہ لیلیا پس دونون طرف سے قول و قرار اور یہ عہد قرار پایا اسی کو عالم ارواح مین قایم کیا تھا اور اسی کو انبیاء وقتاً فوقتاً یاد دلاتے اور تجدید کرتے رہے ہین اور اس عہد کے پورا کرنے کے بیشمار مراتب ہین بندہ کی طرف سے اول مرتبہ یہ ہے کہ توحید اور رسالت کا اقرار کرے کلمہ لا الہ الا اللہ الخ صدق دل سے پڑھے اسکی طرف سے اول مرتبہ یہ ہے کہ دنیا مین اسکی جان و مال کو اسلامی محاسبہ مامون اور آخرت مین عذاب ابدی سے محفوظ و مصون رکھے۔ اور بندہ کیطرف سے اخیر مرتبہ یہ ہے کہ اسکی محبت اور یاد مین ہمہ تن غرق ہو جاوے کسیکی بھی خبر نہ رہے اسکی طرف سے یہ کہ اسکو ہمیشہ دربار قدس مین اپنے دیدار فرحت آثار سے مسرور رکھے

[1] بابل کے پاس کسدیون مین رہتے تھے وہان سے ابراہیم کا باپ تارح کہ جسکو آزر بھی کہتے ہین اپنے بیٹے ابراہیم اور پوتے لوط اور ابراہیم کی بیوی سارا کو لیکر وہان سے جنوب کی طرف بمقام حران آ بسے تھے وہین آزر نے وفات پائی پھر وہان سے ستر برس کی عمر مین حضرت ابراہیم اپنی بیوی اور لوط کو لیکر ملک کنعان مین آئے اور حلب مین بمقام حبرون مقام کیا سارا کے پیٹ سے اسحاق اور ہاجرہ کے پیٹ سے اسمٰعیل جو سب مین بڑے تھے زمران یقشان مدان مدیان اسباق سوخ ۱۲ تورات منہ

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ وَأَقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَآتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ

اور نہ ملاؤ سچ مین جھوٹ اور نہ چھپاؤ حق کو جان بوجھکر اور قایم کرو نماز اور دو زکوٰۃ اور رکوع کرنیوالونکے ساتھہ ملکر رکوع کرو

جس نے یہ کہاکہ اس عہد سے مراد وہ عہد ہے کہ جو بنی اسرائیل سے نبی اخرالزمان پر ایمان لانیکی بابت لیا گیا تہا جیساکہ بائبل سے ابتک سمجہا جاتا ہے تو وہ کوئی اور بات نہین وہ بھی اسی عہد کی شاخ ہے:

مصدقا لما معکم سے یہ مراد نہین کہ یہود کے جمیع عقائد اور کل کتابون کی تصدیق قران کرتا ہے بلکہ اصول مذہب اور مضامین کتب الہامیہ کی کہ جنکو اپنی کتابون مین مخلوط کر رکہا تہا اور اُس مجموعہ کو وہ تورات کہتے تھے یہان سے یہ ثابت نہین ہوتا کہ نزول قران کے وقت انکے پاس بلا کم وکاست حضرت موسیٰ کی تورات تہی بلکہ ایک مجموعہ کہ جسکو علماء یہود نے مرتب کیا تہا اور جسکو وہ اپنی اصطلاح مین تورات کہتے تہے

نکات

چونکہ (۱) مقصود یہ تہا کہ بنی اسرائیل کو قرآن پر ایمان لانے کا حکم کیا جاوے اور بنی اسرائیل کو یہ نہایت شاق تہا کہ وہ غیر خاندان کے نبی پر ایمان لاوین - یہ انسان کا ایک جبلی خاصہ ہے کہ وہ دوسرے خاندان کو بمشکل مانتا ہے بالخصوص جبکہ جاہ و ریاست میں بہی سبقت ہو اسلئے خدا نے اول تو بنی اسرائیل کو اپنی نعمتین یاد دلاکر نرم کیا نعمتون سے انسان کا مطیع ہونا طبعی بات ہے اور اسمین اشارہ کردیا کہ غیر خاندان پر حسد کرنا عبث ہے تمکو کیا کم نعمتین دی ہین ان اسباب کا خیال نکرو قرآن پر ایمان لاؤ دوم اپنا عہد یاد دلایا اور اسکے ثمرہ اوف بعہدکم کی طرف اشارہ کردیا سوم اسی کے ساتھہ گرمی اور چشم نمائی بہی کردی ایای فارہبون کہ مجہہ سے ڈرو ورنہ پھر مین یون ہی سیدہا کر دیتا ہون پس ان تینون کے بعد مقصد اصلی آمنوا بما انزلت کو ادا کیا اور اسکے بعد بہی تین تاکیدین اول ولاتکونوا اول کافر بہ دوم ولاتشتروا بایاتی الخ سوم ایای فاتقون اسمین انکی خرابیون کی طرف بہی اشارہ کردیا - (۲) آمنوا بما انزلت کے پہلے تو ایای فارہبون فرمایا کیونکہ یہود مین جو خدا ترس تہے انکو راہب کہتے تہے یعنی پہلے تم اپنے دین پر قایم ہوجاؤ اور اسکے بعد ایای فاتقون فرمایا کیسلئے کہ امت محمدیہ مین خدا ترس کو متقی کہتی ہین اور جب قران پر ایمان لاوینگے تو امت محمدیہ مین داخل ہوجاوینگے:

ترکیب

و حرف عطف بر کلام سابق اذکروا لاتلبسوا الحق جملہ فعل فاعل مفعول و فعول سے مرکب بالباطل متعلق ہے فعل مذکور سے وتکتموا فعل ضمیر انتم فاعل عطف ہے تلبسوا پر مجزوم ہے لا نہی سے الحق اسکا مفعول وانتم تعلمون جملہ اسمیہ حال ہے اقیموا الصلوۃ جملہ انشائیہ معطوف اور معطوف علیہ آتوا الزکوۃ معطوف اور معطوف علیہ وارکعوا معطوف اور مع الراکعین ظرف متعلق ہے ارکعوا سے:

تفسیر

جبکہ خدا تعالی نے بنی اسرائیل کو اصول ایمان یعنی نظریات سے مخاطب کیا اور ایمان لانیکا حکم دیا تو اسکے بعد عملیات کا بہی

حکم دیا کہ اور جو باتین بری تہین پیشیتر انسے منع کر دیا۔ علما یہود کا قدیم دستور اور جبلی عادت تھی کہ وہ کتب انبیا مین کبھی عمداً کسی عقیدہ اور غرض کو ثابت کرنے کے لیئے کچھہ گھٹا بڑھا دیتے تھے اور کبھی حوادثات مین جو کتابین تلف ہو گئین یا انہین کچھہ نقصان واقع ہوتا تہا انہین کے نام سے اپنے طور پر تصنیف کر کے اسمین ملا دیتے تھے اور کبھی شرح کے طور پر کچھہ اسمین لکھہ دیتے تھے اور لطف یہ کہ متن و شرح مزید اور مزید علیہ اور قدیم و جدید کتابین امتیاز کے لیئے کوئی علامت اور نشانی بھی نکرتے تھے اور قوم یہود مین کوئی بھی اصلی کتاب کا حافظ نہوتا تہا نہ کوئی حفظ سنانے کا دستور تھا اس پر کاغذ اور کتابت کی قلت سے نہ کوئی ایسا کتب خانہ تہا کہ جسمین کل دینی کتابین محفوظ رہتی تھین نہ کوئی سوسائٹی تہی بلکہ ہر کاہن یا راہب کے پاس جو کچھہ تہا سو تھا اُسکے مقابلہ سے کیا غرض ہے چنانچہ یہ بات آجتک مجموعہ عہد عتیق و جدید سے پائی جاتی ہے محققین اہل کتاب سکے مقر ہین پس ان وجوہات سے کتابون مین گہٹانا بڑھانا یا کچھہ کا کچھہ پڑھہ دینا بالخصوص مقابلہ مین یا کسی دنیاوی غرض کے لیے ایک آسان سی بات تھی جب تک آنحضرت علیہ السلام ظاہر نہوئے تھے تو کتب انبیا مین آپکی بشارتین دیکھکر آپ کے آنے کے منتظر اور آپ کے محامد بیان کرتے تھے پس جب آپ ظاہر ہوئے اور مدینہ مین تشریف لائے تو رشک خاندانی اور دیگر اغراض دنیاویہ سے آپ سے حسد کرنے لگے اور ان بشارتون کو اُلٹنے پلٹنے لگے اور کچھہ کا کچھہ کہنا شروع کر دیا اور اپنے تقوے وطہارت کے مسائل مین بہی تاویلات و توجیہات کر کے ٹالنے لگے اسلیئے اللہ تعالی نے فرمایا کہ حق مین اپنی طرف سے نہ ملایا کرو اور جان بوجہکر حق نہ چہپایا کرو کیونکہ تمہاری گمراہی سے اور ہزارون آدمی گمراہ ہوتے ہین۔ اسکے بعد تقوے وطہارت کا حکم دیتا ہے کہ نماز کو اچھی طرح سے قایم کرو تاکہ تمہارے دل ملایم ہون اور دلون کی سیاہی دور ہو تو پھر خدا ترسی کر کے اپنے مال مین سے کوئی حصہ معین بہی فقرا غربا کو دیا کرو اس لیئے پہلے نماز کا ذکر کیا پہر زکوۃ کا اسمین بدنی اور مالی دونون عبادتین آگئین اور اکیلے اپنے گہرون مین نماز پر بس نکرو بلکہ خدا کی جماعت مین شامل ہو کر نماز پڑہو رکوع کرو تاکہ دین کی تمام برکات و انوار حاصل ہون ؛

متعلقات

فارکعوا رکوع کے معنی جہکنا ہین چونکہ نماز کا یہ ایک جز ہے تو کل کو کبھی اس جز کے ساتھہ تعبیر کرتے ہین اور کبھی سجدہ کے ساتھہ اور یہان اس جز کے ساتھہ تعبیر کرنے مین ایک نکتہ ہے

زکوۃ کے معنی زیادہ ہونے اور بڑہنے کے ہین بولتے ہین زکا الزرع جبکہ کہیتی بڑہتی ہے اور چونکہ خدا کے نام پر دینے سے مال مین برکت ہوتی ہے اور اس عمل کی تاثیر سے مال بڑہتا ہے اس لیئے مال سے حصہ معین سال تمام پر دینے کو زکوۃ کہنے لگے بعض کہتے ہین یہ زکا سے مشتق ہے جسکے معنی پاکی ہین چونکہ زکوۃ سے مال پاک ہوتا ہے اسلیئے زکوۃ کہنے لگے اور اسی لیئے ذبح کرنے سے نجس خون نکل جاتا ہے مذبوح جانور کو مزکّی بولتے ہین۔ اس کے بعد خدا اسیئے لتا سلئے اور حکم دیتا ہے۔ فرماتا ہے ؛

أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ أَنْفُسَكُمْ وَأَنْتُمْ تَتْلُونَ الْكِتَابَ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ○ وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ

کیا لوگون کو نیکی کرنا بتلاتے ہو اور اپنے آپ کو بہول جاتے ہو اور حالانکہ تم کتاب پڑہتے ہو پہر کیون نہین سمجہتے اور صبر کرنے اور نماز پڑہنے سے

وَالصَّلَاةِ وَإِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ إِلَّا عَلَى الْخَاشِعِينَ الَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُمْ مُلَاقُو رَبِّهِمْ وَأَنَّهُمْ إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ○

مدد لو اور بلاشبہۃ نماز مشکل ہے مگر انپر جو عاجزی کرتے ہین اور جو سمجہتے ہین کہ ضرور ہم اپنے پروردگار سے ملنے والے ہین اور اسکے پاس پہر جاوینگے (یس انپر کچہہ مشکل نہین)

ترکیب

أ استفہامیہ داخل ہے جملہ تأمرون الناس الخ پر اور یہ استفہام انکاری ہے یعنی ایسا نکرو تأمرون الناس الخ جملہ معطوف علیہ و تنسون الخ دوسرا جملہ اس پر معطوف وانتم تتلون الکتاب جملہ اسمیہ حال ہے ضمیر فاعل تنسون سے افلا تعقلون جملہ استفہامیہ بمعنی توبیخ۔ یہانتک یہ جملہ معترضہ سا تہا اسکا شان نزول ابن عباسؓ سے یون منقول ہے کہ علماء یہود اپنے ان اقارب سے جو مسلمان ہوگئے تہے یہ کہتے تہے کہ اسی دین پر قایم رہو کیونکہ یہ حق ہے اور خود اسلام مین داخل نہوتے تہے (جلالین) بعض کہتے ہین کہ اورونکو صدقہ اور خیرات کا حکم دیتے تہے خود نکرتے تہے (بیضاوی) واستعینوا الخ معطوف ہے اذکروا پر یا آمنوا پر بالصبر والصلوۃ معطوف علیہ اور معطوف متعلق ہین استعینوا کے وانہا لکبیرۃ الصلوۃ لکبیرۃ جملہ مستثنی منہ الا حرف استثنا علی الخاشعین موصوف الذین الخ صلہ وموصول اسکی صفت یہ سب مستثنی ہے

تفسیر

اے بنی اسرائیل باوجودیکہ تم کتاب یعنی توارات پڑہتے ہو اور اس مین اپنے نفس کے لئے اعمال صالحہ کی نہایت تاکید اور کلام انبیاء مین آپ عمل نکرنے دوسرونکو نصیحت کرنے پر بڑی تہدید ہے مگر تم خود عمل نہین کرتے اور لوگون کو وعظ وتدریس کرنے کے لئے آمادہ رہتے ہو تمہارے نفس سرکش ہین وہ ان اعمال صالحہ اور قید شریعت اور روحانی صفائی کو اختیار نہین کرتے سو اسکا علاج روحانی طور پر یہ ہے کہ تم روزہ نماز سے نفس کو مشقت کشی کا عادی بناؤ کیونکہ روزہ مین باوجود ہر طرح کے سامان اکل وشرب وجماع مہیا ہونیکے صبر کرنا اور اسکی خواہش سے روکنا اور پہر نماز مین مشغول ہو کر ہاتھ پاؤن تمام جسم کو اسکی عبادت مین مصروف رکہنا اور روح کو اسکی طرف متوجہ کرنا اور تسبیح وتقدیس کرنا قرآن پڑہنا ان سبکا مجموعہ روح کو نہایت تازہ کرتا ہے جس سے نفس کی کمر ٹوٹ جاتی ہے اور حب جاہ ومال اور ہر قسم کی نفسانی خواہش کہ جو عمل سے مانع آتی ہے پژمردہ ہوجاتی ہے (واقعی جسمانی ریاضت سے جو کیفیت سالہا سال مین حاصل نہین ہوتا وہ روحانی تقرب سے دم بہر مین حاصل ہوجاتا ہے تہوڑی سی دیر اسکی طرف مراقب

اشان نزول کے یہ معنی ہین کہ آیت ان یہودی علماء پر صادق آتی ہے یا انہین کی طرف تعریض اور اشارہ ہے کہ جو خود اچہی کام نہین کرتے تہے اور اورونکو وعظ وپند کرتے تہے جیسا کہ عموماً علماء بے عمل کیا کرتے ہین ورنہ حاصل اس آیت کا ان لوگونکو پیہ اور اس حال پر متنبہ کرنیکیلئے جداگانہ نازل ہونا جب تسلیم کیا جاوے کہ جب کسی سند صحیح سے یہ بات معلوم ہوجاوے کہ یہ آیت اکیلی نازل ہوئی ہے اور اس سے اگلا اور پچہلا کلام جداگانہ نازل ہوا

يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ اذْكُرُوا نِعْمَتِيَ الَّتِي أَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَأَنِّي فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ ۝ وَاتَّقُوا يَوْمًا

اے بنی اسرائیل یاد کرو میری اُن نعمتوں کو کہ جو مین نے تکو دی ہین اور مین نے تکو جہان پر فضیلت دی اور ڈرو اس دن سے

لَا تَجْزِي نَفْسٌ عَنْ نَفْسٍ شَيْئًا وَلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَلَا هُمْ يُنْصَرُونَ ۝

کہ جس روز کوئی کسی کے کچھہ کام نہ آویگا اور اُس کے لیے کوئی سفارش قبول ہوگی اور نہ اسکی عوض مین کوئی معاوضہ لیا جائیگا اور نہ انکی مدد کیجائیگی ؛

اور متوجہ ہونے سے کسقدر نفس کو پژمردگی اور روح کو تازگی حاصل ہوتی ہے) اور یہ نماز بھی فی نفسہ ایک بھاری بات ہے اسکی بھی وہی متحمل[۱] ہوتے ہین کہ خدا کے آگے عاجزی کرتے اور یہ سمجھتے ہین کہ ہم کو اُسکے پاس جانا ہے۔ امام احمد وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ نبی صلعم کو جب کبھی کوئی رنج وغم لاحق ہوتا تھا تو نماز مین مشغول ہوجاتے تھے اس سبب سے لئے اُمت محمدیہ پر پانچ وقتہ نماز فرض ہوئی اور اسلیئے اسکی نسبت فرمایا ان الصلوٰۃ تنہی عن الفحشاء والمنکر کہ نماز ہر قسم کی برائی اور گناہ سے روکتی ہے نماز کے فضائل اور اُسکے تارک پر جو کچھہ تہدید احادیث صحیحہ مین وارد ہے اسکے بیان کی یہان گنجائش نہین ؛

ف اس آیت سے اُس شخص کی برائی ثابت ہوئی کہ جو اورون کو نصیحت کرتا ہے خود عمل نہین کرتا کیونکہ اسکا یہ فعل ایسا ہے جیسا کوئی جاہل یا احمق کرتا ہے اور جبکہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ گویا اس کلام کا اسکو اعتقاد نہین ورنہ خود بھی عمل کرتا۔ اسی لیے صحاح ستہ مین ہے کہ نبی صلعم نے لوگونکی زبان کو جہنمی فرشتون کو آگ کی مقراضون سے کاٹتے دیکھا تو جبرئیل سے پوچھا یہ کیا ہے کہا یہ وہ لوگ ہین کہ خود عمل نکرتے تھے اور لوگون کو نصیحت کرتے تھے مگر اس سے یہ بھی ثابت نہین ہوتا کہ فاسق کو وعظ کہنا منع ہے کیونکہ انسان کو جس طرح عمل کرنا فرض ہے دوسرون کو سمجھانا بھی فرض ہے، ایک فرض کے ترک کرنیوالے کو کیا ضرور ہے کہ دوسرے فرض کو بھی ترک کرے ؛

ترکیب

یا حرف ندا، بنی اسرائیل مضاف اور مضاف الیہ منادی اذکروا فعل ضمیر انتم فاعل نعمتی التی انعمت علیکم صفت وموصوف معطوف علیہ وانی فضلتکم علی العالمین تمام جملہ اسمیہ معطوف یہ دونون اذکروا کے مفعول بہ فعل اپنے فاعل اور مفعول سے ملکر جملہ انشائیہ ہوکر ندا ہوا۔ واتقوا فعل انتم ضمیر فاعل یوما مفعول بہ موصوف لا تجزی نفس الخ اور لا یقبل الخ اور لا یوخذ الخ ولا ہم الخ چارون جملے معطوف بریکدیگر ہے اسکی صفت اور سب مین عائد محذوف ہے اے تجزی فیہ وقس علیہ البواقی اس جملہ اتقوا کا عطف اذکروا پر ہوا عن نفس موضع نصب مین ہے تجزی سے اور ممکن ہو کہ حال ہوکر موضع نصب مین ہو تقدیرہ شیئا عن نفس منہا دونون جگہ مین ممکن ہے کہ یقبل اور یوخذ کے متعلق ہو اور ممکن ہے کہ شفاعۃ اور عدل کی صفت ہو ؛

تفسیر

[۱] اور جو لمحہ ہین خوا ہے کاملخ خدا کے مقرر وہ تو اسکو عبث سمجھتے ہین اسلئے انپر بھاری ہے اور کیہ بھی بھاری کام جب انسان اسکا نتیجہ نیک یقین کر لیتا ہے تو اسکو اس امید مین سب تختیان اٹھا لیجا رہی ہین حدم آسان ہوجاتی ہین ۱۲ منہ

چونکہ بنی اسرائیل کا اپنے اہل علم اور انبیا زادہ ہونے کی وجہ سے بہ نسبت اور لوگون کے دو چند غرور اور تعصب تہا تو اسلئے خدا
تعالی نے دوبارہ پہر اپنی نعمات کو یاد دلایا کہ تم میری نعمتون کو یاد کرو اور اسبات کو بہی کہ مین نے ایک زمانہ مین تمہارے آبا و اجداد کو (حضرت موسیٰ اور
سلیمانؑ داؤد و دیگر انبیاء و سلاطین عادل کے سبب) دنیا پر بزرگی دی تہی بڑے بڑے بادشاہ اور متبرک لوگ تمہارے خاندان کو مقدس اور کعبہ
جانکر ادب سے پیش آتے اور نذرین اور ہدیے پیش کرتے تہے اور تمہارے خاندان کی عزت و حرمت اور علم و نبوت کا شہرہ دنیا بہر مین
ہو گیا تہا اذ جعل فیکم انبیاء وجعلکم ملوکا و آتاکم ما لم یؤت احدا من العالمین ؛

اور جو تم اپنی سرکشی اور تعصب سے باز نہین آتے اور ہماری نعمتون کے حق کو ادا نہین کرتے اور تم کو اس بات پر بہی عبرت نہین کہ مین نے
اپنے انبیاء کی معرفت تمکو آگاہ کر دیا تہا کہ اگر تم میری شریعت پر نہ چلو گے اور بت پرستی کرو گے تو مین تمہاری سلطنت و حشمت کو خاک مین
ملا دونگا اور تمہارے دشمنون کو تم پر مسلط کر دونگا وہ بیت المقدس کو مسمار اور تمکو ذلیل و خوار کرینگے چنانچہ مین نے ویسا ہی کیا اور پہر مین نے
بہی اپنے قہر کو تم پر بہڑکایا اور بخت نصر اور انٹوکس وغیرہ بادشاہون نے تمہارے ساتہہ وہ کیا کہ جو عالم کی عبرت کا باعث ہوا جب سے تم
ابتک خوار و ذلیل پہرتے ہو کوئی حکومت اور سلطنت تمہاری باقی نہین ہے تو آخر ایک روز مرنا ہے قیامت مین ہمارے پاس آنا
اور حساب دینا ہے پس اس دن سے ہی ڈرو کہ وہان کوئی وجہ عذاب الٰہی سے دفع کی نہین کیونکہ دنیا مین یا تو مخلصی کا طریق یہ ہو
ہے کہ دوسرا شخص اسکی جگہ اپنے سر دار ہو جاتا ہے اور اُسکے جمیع حقوق اور محاسبہ کو اپنے سر لے لیتا ہے سو وہان یہ بہی نہین لا تجزی
نفس عن نفس شیئا اس دن کی سختی ایسی ہوگی کہ ہر کوئی نفسی نفسی کریگا یوم یفر المرء من اخیہ الآیہ اور یا کسی کی وجاہت سے مفت چہوڑ دیا
جاتا ہے سو اگر تمکو اپنے بزرگون باپ دادا انبیاء علیہم السلام پر بڑا بہروسہ ہے تو وہ ہماری مرضی بغیر دم نہین مار سکتے اور جس سے خدا کو ناخوش
دیکہتے ہین اُسکے لیے کچہہ بہی نہین کہتے پس لا یقبل منہا شفاعۃ اُس روز سفارش بہی کام نہ آویگی اور یا اپنے مال سے کچہہ دیکر اور معاوضہ
یا جرمانہ بہگت کر نجات پاتا ہے سو اگر تمکو اپنے مال و دولت پر غرور ہے تو وہان یہ بہی کام نہ آویگا لا یؤخذ منہا عدل خدا کو مال و دولت
کی کچہہ پروا نہین اور اس روز کسی پاس کیا ہوگا نہ مال نہ دولت اور یا یہ کہ یار و انصار برادری و اقارب اپنے زور سے چہڑا لیتے ہین
سو وہان یہ بہی نہین ولا ہم ینصرون خدا سے مقابلہ کرنیکی کسکو مجال ہے ؛

متعلقات

فضلتکم علی العالمین عالم کا اطلاق اگرچہ ماسوی اللہ جمیع مخلوقات پر ہوتا ہے اور جب بلفظ عالمین اسکو جمع کر لیا جاتا ہے تو اور بہی
شمول و عموم کا فائدہ دیتا ہے مگر جسطرح ہمارے عرف مین دنیا بول کر اکثر لوگ مراد رکہتے ہین اصطلاح محاورہ عرب تہا اور جسطرح
ہمارے عرف مین لفظ کل بولتے ہین اور اکثر چیزین اُس سے مراد لیا کرتے ہین اسی طرح عرب مین محاورہ تہا بلقیس کی نسبت وارد
ہے واوتیت من کل شیء کہ اسکو ہر چیز سے حصہ ملا تہا حالانکہ بہت سی چیزین اسکو نہ ملی تہین پس اس توجیہ پر مطلب آیت کا بہت صاف ہے

کہ بنی اسرائیل کو خدا نے ایک زمانہ مین اکثر لوگون پر فضیلت دی تھی اور یہ واقعی بات ہے ؛
بعض مفسرین نے عجب موشگافی کی ہے عالمین سے جمیع مخلوقات مراد رکہی پھر دیکہا کہ اس سے ملائکہ اور جمیع انبیاء اور جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر فضیلت ثابت ہوتی ہے تو آنحضرتؐ کو اور دلائل سے مستثنیٰ کیا اور بے سروپا دلائل سے ورق کے ورق سیاہ کر ڈالے اسی طرح بنی اسرائیل سے ہر فرد و بشر مراد لیکر الجہاوے مین پڑ گئے کہ بنی اسرائیل کے کفار اور فساق کو جمیع عالم پر کیونکر فضیلت تہی اسیطرح اکثر مقامات عرف اور محاورہ عرب سے غافل ہو کر الفاظ کے معانی لغویہ یا علماء کلام و علماء اصول کے معنی مقرر کردہ مراد لیکر سیدہی بات کو مشکل کر دیتے ہین ؛

شفاعت | شفع بمعنی جفت ہے یعنی طاق کا خلاف گویا کہ شفاعت کرنیوالا اپنے آپکو اُسکے ساتہہ (کہ جسکی شفاعت کرتا ہے) ملا کر اُس اکیلے کو جوڑا کرتا ہے معتزلہ اس آیت اور اس آیت من ذالذی یشفع عندہ الا باذنہ سے استدلال کرتے ہین کہ قیامت کو انبیاء گناہگارون کے لئے شفاعت نکرینگے مگر انکا یہ قول صحیح نہین کسلئے کہ ان آیات کا یہ منشاء ہے کہ اُسکی مرضی کے برخلاف اپنی وجاہت سے کوئی سفارش نکرسکیگا اور چونکہ اُسکی مرضی کفار اور مشرکین کی نسبت نہوگی تو اُنکے لئے کوئی شفاعت نکریگا جیسا کہ ان آیات کے سیاق و سباق سے معلوم ہوتا ہے اور لفظ الا باذنہ باواز بلند بتلا رہا ہے کہ گناہگار مسلمانون کے لیے رحمت انبیاؑ اور اولیاء اور صلحاء کے دل مین انکی شفاعت کا شوق پیدا کریگی اور وہ نہایت عجز و انکساری سے اُسکی جناب مین عرض کرینگے وہ اپنی رحمت سے قبول فرماویگا سچ ہے ع رحمت حق بہانہ مے جوید؛ آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا ہے شفاعتی لاہل الکبائر من امتی اور احادیث صحیحہ مین آنحضرت کی شفاعت کبریٰ کی تفصیل ہے۔ آنحضرت تمام عالم کے شفیع اعظم ہین صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور یہ آیات کفار کے ساتہہ مخصوص ہین کسلئے کہ کلام یہود سے چلا آتا ہے

عدل | کے معنی برابری کے ہین چونکہ معاوضہ اور فدیہ دیکر دونون برابر سرابر ہو جاتے ہین اسلیے معاوضہ اور فدیہ اور بدل کو بہی عدل کہنے لگے اور اسی لیے انصاف کو بہی عدل کہتے ہین ؛

نکات

(۱) چونکہ جونکرہ حیز نفی مین ہوتا ہے تو وہان کثرت سمجھی جایا کرتی ہے اور لا تجزی نفس مین نفس نکرہ ہے معرفہ نہین اور لا نفی کے پیچہے آیا ہے تو یہان عموم مراد ہے پس یہ کثرت جو یہان مفہوم ہوئی تہی اسکو وھم لاینصرون مین اس نکتہ کے لیئے ظاہر کر دیا کہ عادتاً جب کسیکو ایسے شخص کے پنجے سے چہڑاتے ہین کہ وہ نہ وجاہت اور لحاظ کو خیال مین لاتا ہے تاکہ سفارش قبول کرے نہ وہ معاوضہ سے راضی ہوتا ہے نہ کسی دوسرے شخص کی ضمانت مانتا ہے تو وہان ایک جماعت اور جمعیت سے کام لیا جاتا ہے کہ ایک جماعت بزور چہڑا لیتی ہے پس لفظ ہم مین اُنکی کثرت کے فائدہ مند نہونے کی طرف اشارہ ہے ؛

اسکے بعد

خدا تعالی اپنی نعمتون کی تفصیل کرتا ہے اور ہر ایک واقعہ کو یاد دلاتا ہے تاکہ اورون کو سنکر عبرت و رغبت ہو اور بنی اسرائیل کے

وَاِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ۭ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَاۗءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ

اور (۱) سوقت کو یاد کرو) جب کہ ہمنے تمکو فرعون والون سے نجات دی وہ تمکو بڑے عذاب دیتے تھے تمہارے بیٹون کو ذبح کرتے تھے اور تمہاری لڑکیوں کو زندہ رہنے دیتے تھے اور اسمین تمہارے پروردگار کی طرف سے بڑی آزمایش تھی

دل ملایم ہون اور راہ راست پر آوین - مگر یہ واضح رہے کہ ان واقعات کے بیان کرنے سے مقصود صرف اپنی نعمتون اور نافرمانیون پر عقوبتون کا یاد دلانا ہے نہ بترتیب تاریخ آدم اور تاریخ بنی اسرائیل کا بیان کرنا جیسا کہ اہل کتاب کی تورات وغیرہ کتب تاریخ مین ہے کہ جنکو وہ الہامی کہتے ہین اسلئے کبھی مقدم واقعہ کو موخر اور بالعکس اور کبھی بطور اجمال اور کبھی بطور تفصیل بیان کرتا ہے اور کچھ موسیٰ کے واقعات ہی بیان نہین بلکہ اُنسے پہلے اور پچھلے واقعات بھی ہین اور ملک مصر مین انکو پہنچ وقت کے اور وہان سے نکلکر ملک کنعان مین آنے وقت کے اور وہان پہنچکر جو کچھ گزرا ہیں فرماتا ہے

ترکیب

واذ موضع نصب مین ہے معطوف اذکروا نعمتی پر اور اسی طرح واذ فرقنا اور واذ واعدنا اور واذ قلتم یا موسیٰ وغیرہ نجینا فعل بافاعل کم مفعول من آل فرعون متعلق ہے نجینا سے یسومون فعل کم ضمیر راجع آل فرعون کی طرف کم مفعول اول سوء العذاب مفعول ثانی یہ تمام جملہ حال ہے آل فرعون سے یا ضمیر نجینا کم سے یا دونون سے یذبحون ابناءکم اور یستحیون الخ دونون جملے بیان ہین یسومونکم کے اور اسی لئے عطف نہوا بلا موصوف من ربکم اور عظیم صفت مبتدا موخر فی ذلکم خبرہٗ

تفسیر

حضرت ابراہیم کے بعد حضرت یعقوبؑ تک اُنکی اولاد کنعان مین آباد رہی - بہائیون کے حسد و بغض کی وجہ سے حضرت یوسفؑ غلام بنکر مصر مین آئے یہان اُنکا شاہ مصر کے ہان بڑا عروج ہوا مصر کے بادشاہون کا لقب فرعون تہا جس طرح کہ ایران کے بادشاہونکا کسریٰ اور روم کے بادشاہون کا قیصر اُس زمانہ مین مصر کا فرعون ریان اور فوطیفار نام اُس کا وزیر تھا کہ جسکا لقب عزیز تھا عزیز نے یوسف کو خرید کر اپنے گھر مین رکھا عزیز کی بیوی زلیخا کا دل یوسف پر مائل ہوگیا اُس نے بُرے کام کے لیے درخواست کی یوسف نے نہ مانا اُس نے اپنے شوہر سے یوسف پر کوئی بدنامی بیان کرکے قید کروا دیا قید مین سے بادشاہ نے یوسفؑ کو تعبیر خواب کے لیئے بلاکر معزز کیا اور بڑا عہدہ دیا اس عرصہ مین سخت قحط پڑا جسکی وجہ سے حضرت یعقوبؑ اور اُنکی تمام اولاد مصر مین آرہی اور اُنکو خدا نے وہان بہت بڑہایا اور تخمیناً چار سو برس تک مصر مین اُنکے لاکہون آدمی ہوگئے اور اس عرصہ مین یوسف اور وہ فرعون سب مر کہپ گئے اور فرعون تخت نشین ہوا جسکا نام مصعب یا ولید تھا اُسکو بنی اسرائیل سے سخت عداوت پیدا ہوئی اور دل مین یہ خوف ہوا کہ مبادا یہ لوگ ہماری سلطنت پر قابض ہوجاوین اسلئے اُس نے انکو سخت سخت تکلیفین دینی شروع کین اخراج کے لئے محصل بٹھلائے اور مصریون نے خدمت کروانی شروع کی بنی اسرائیل پر سختی کی اور انہون نے سخت محنت سے گارا اور اینٹ کا کام اور سب قسم کی خدمت کھیت کی کرواکے اُنکی زندگی تلخ کی

ریان بن ولید

وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَيْنٰكُمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ۝

اور (اسوقت کو یاد کرو) جبکہ ہمنے تمہارے لیئے سمندر کو پھاڑ دیا پس تمکو بچا دیا اور تمہارے دیکھتے دیکھتے فرعونیون کو ڈبا دیا

انکی ساری خدمتین جو وے اُنسے کراتے تھے مشقت کی تہین (۲۲) اور فرعون نے اپنی قوم کے لوگون کو تاکید کر کے کہا کہ اسرائیلیون میں جو بیٹا پیدا ہو اُسکو مار ڈالو اور جو بیٹی ہوا سے جیتی رہنے دو۔ خدا تعالی کو بنی اسرائیل کی مصیبت پر رحم آیا اُن مین عمران کے گہر مین ایک حسین لڑکا پیدا کیا جسکی پرورش اور سرگزشت عبرت کا باعث ہے یعنی حضرت موسی علیہ السلام سو انہون نے طرح طرح کے فرعون کو معجزے دکہاے اور تمام بنی اسرائیل کو مع یوسف علیہ السلام کی ہڈیون کے انکے وطن قدیم ملک کنعان لیگئے انکے پیچھے جو فرعون پکڑنے چلا تہا دریاے قلزم مین مع لشکر ڈوب مرا اور بنی اسرائیل دریا مین سے خشک نکل گئے مصر سے کنعان یعنی ملک شام تخمینا چالیس روز کا رستہ شمال کیجانب ہے مگر رستہ مین جو بنی اسرائیل نے خدا کی نافرمانیان کین چالیس برس تک ٹکراتے پھرے اسی عرصہ مین من وسلوی نازل ہوا اور دہوپ سے ابر نے سایہ کیا اور دیگر ذبح بقرہ وغیرہ واقعات پیش آئے یہانتک کہ حضرت موسی اور ہارون اور جو لوگ مصر سے نکلے تھے سب اسی رستہ مین گذر گئے پھر موسی کے خلیفہ یوشع بن نون نے ملک کنعان فتح کیا اور وہان بنی اسرائیل کی سلطنت قایم ہوئی اس قصہ کا مجملا بیان خدا تعالی نے اس آیت مین کیا ہے اور آیندہ اور قصون کو ذکر کرتا ہے ؛

ترکیب

فَرَقْنَا فعل با فاعل بِكُمْ موضع نصب مین مفعول ثانی ہے اور اَلْبَحْرَ مفعول اول ہے اور بے بمعنی لام ہے فَاَنْجَيْنٰكُمْ جملہ فعلیہ معطوف علیہ وَاَغْرَقْنَا الخ جملہ فعلیہ معطوف وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ حال ہے اَغْرَقْنَا سے

تفسیر

یہ ایک اور واقعہ خدا تعالی ذکر کرتا ہے کہ جسمین اُسنے بنی اسرائیل پر بڑی رحمت اور نعمت کی تھی کہ جب موسی بنی اسرائیل کو مصر سے لیکر ملک شام کی طرف چلے تو بحیرۂ قلزم کی طرف راہ پڑ گئے انکے پیچھے فرعون بھی مور و ملخ کی طرح لشکر لیکر گرفتار کرنے کو پہنچا بنی اسرائیل نے کہا اے موسی اب ہم کیا کرین سامنے سمندر کی ایک شاخ ہے کہ جسکو قلزم کہتے ہین اور پیچھے فرعون کا لشکر چلا آتا ہے موسی نے جناب باری مین التجا کی حکم ہوا کہ اپنے عصا کو دریا پر مار اسکی وجہ سے یہ معجزہ ظہور مین آیا کہ سمندر پھٹ گیا اور جسطرح پہاڑ مین گہاٹیان ہوتی ہین اسی طرح پانی کے بستہ ہونے سے خدا نے گھاٹیان کر دین جن مین سے بنی اسرائیل بخوبی مع اپنے جانورون اور اسباب کے نکل گئے اور چونکہ پانی ایک لطیف جسم ہے اسکی گہاٹیون مین سے ایک طرف کا آدمی دوسری طرف نظر آتا تھا پس فرعون انکے پیچھے اسی رستہ سے جو اُترا چاہا تو پھر سمندر اپنی حالت اصلی پر آگیا اور فرعون اور اسکا سارا لشکر ڈوب مرا اور پرلے کنارہ پر بنی اسرائیل کہڑے ہوئے فرعونیون کو ڈوبتے ہوے دیکھتے تھے خدا تعالی اس نعمت کو یاد دلاتا ہے ؛

متعلقات

آل کی اصل اہل ہے کسلئے کہ اسکی تصغیر اُہیل آتی ہے اسکے معنی گھر والے ہین جنکو عرف مین کنبہ کہتے ہین یا خاندان ہان استعمال مین فرق ہے کہ لفظ آل کا اطلاق اُس خاندان پر آتا ہے کہ جنکو دینی یا دنیاوی عزت اور شرف حاصل ہو۔ اور کبھی اس لفظ سے مطیع و متبع بھی مراد ہوا کرتے ہین اول تقدیر پر آل نبی حضرت کا کنبہ بیٹی نواسے چچا اور بیویان وغیرہم دوسری تقدیر پر تمام صحابہ مراد ہوتے ہین اور کبھی یہ لفظ زائد آتا ہے آل فلان مین وہ فلان ہی مراد ہوا کرتا ہے

ہم پیشتر ابتدا سے انتہا تک مختصر طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تاریخ بیان کرتے ہین اور توریت اور قران کو مدنظر رکھتے ہین تاکہ یہ واقعہ خوب سمجھ مین آجاوے۔

تاریخ بنی اسرائیل

موسیٰ مصر مین عمران کے گھر مین (جو قہات کا بیٹا لاوی بن یعقوب علیہ السلام کا پوتا تھا حضرت مسیح علیہ السلام سے تخمیناً پندرہ سو اکہتر برس پیشتر منوچہر شاہ ایران کے زمانہ مین پیدا ہوے اس زمانہ سے فرعون نے بنی اسرائیل پر سختیان کر رکھی تھین بڑے سخت کام لیتا اور بیگار مین رکھتا تھا اور یہ عام حکم تھا کہ جو انکے خاندانہا مین بیٹا پیدا ہو اسکو قتل کر ڈالو لڑکی کو جیتی رہنے دو کیونکہ اسکو بنی اسرائیل کی کثرت سے خوف تھا یہ انکو مٹانا چاہتا تھا یہ لوگ اپنی مصیبت پر آسمان کی طرف منہ اُٹھا کر آہ و زاری کرتے اور درد سے روتے تھے مگر اس موذی کو رحم نہ آتا تھا لیکن خدا تعالیٰ ارحم الراحمین کو رحم آیا اُس نے اسکے پنجے سے چھڑانے کے لیے بنی اسرائیل مین حضرت موسیٰ کو پیدا کیا جب یہ پیدا ہوے تو کئی مہینے تک انکی والدہ ماجدہ نے انکو چھپا کر رکھا جب دیکھا کہ راز فاش ہوتا ہے کوئی دم مین فرعونی جلاد آتے اور اس معصوم بچے کو ذبح کرتے ہین تو بالہام الٰہی یہ تدبیر سوچی کہ اسکو کسی صندوق مین کہ جسمین پانی اثر نکرے ڈالکر دریاے نیل مین چھوڑ دیجیے جہان اسکی تقدیر ہوگی چلا جاویگا پس ایک صندوق مین چو طرفہ رال لگا کر اور خوب مضبوط کر کے اُس چاند سی صورت کو چھپا دیا اور خدا کے نام پر دریا مین ڈال دیا ڈال تو دیا مگر دل کا اللہ ہی مالک تھا زار زار روتی اور یہ کہتی تھی ؎ میروی میرود جانم بتو پنہ خوش برو فاللہ خیر حافظا مگر اپنی بیٹی سے کہا کنارے کنارے تو دیکھتی جا کہ صندوق کہان جاتا ہے پس وہ صندوق کے ساتھ اس طرح جاتی تھی کہ کوئی نہ جانے کہ یہ اسی صندوق کے ساتھ ہے وہ صندوق فرعون کے محل کے پاس جب بہکر آیا تو اُسکی بیوی آسیہ نے کہ جو بڑی خدا ترس اور پاکباز عورت تھی دیکھا کہ ایک صندوق بہا چلا آتا ہے اُسکے ساتھ اُسکی بیٹی اور خواصین بھی تھین سب اس امر عجیب کے دریافت کی طالب ہوئین حکم دیا کہ صندوق نکالا جاوے نکالکر کھولا گیا تو اسمین کیا دیکھتی ہین کہ ایک چاند سی صورت کا بچہ پڑا ہوا ہے اور ہاتھ پانو مارتا ہے اور انگوٹھے چوستا جاتا ہے دیکھتے ہی سب کا دل بھر آیا خدا کی قدرت دیکھیے وہ دشمن کے گھر مین کس طرح پرورش کرواتا ہے ؏ فرعون کی بیٹی نے کہا اسکو بیٹا بنا لو اور اباجان کو بھی اسکی خبر کر دو پس فرعون کی بیوی نے بچہ دکھایا اور اپنا مطلب ظاہر کیا اُس موذی نے کہا غالباً یہ کسی کنعانی کا بچہ ہے ہمارے خوف سے دریا مین ڈال دیا ہے اسکو قتل کر ڈالو فرعون کی بیوی اوپر گر پڑی اور کہا اسکو نہ مارو اسکو بیٹا بنا لو شاید کسی وقت

حضرت موسیٰ کے واقعات کو جس سورتون مین کہین اجمال اور کہین تفصیل سے بیان فرمایا ہے سورۂ بقرہ نساء مائدہ انعام اعراف یونس ہود بنی اسرائیل کہف مریم طٰہٰ مومنون شعرا نمل قصص عنکبوت سجدہ مومن زخرف دخان وغیرہ تمام واقعات قرآن نے اکثر بیان نہین کیا بعض قران مین ہین توریت مین نہین

یہ کام آوے پھر موسی کے لیے انا کی تلاش ہوئی دو ایک انائین آئین
مگر موسی نے کسیکا دودھ نہ پیا اُسکے رونے سے سب بیچین ہو گئے
تب موسی کی بہن کہ جو فرعون کی بیوی اور بیٹی کے پاس
آیا جایا کرتی تھی یہ کہا مین تمکو ایک ایسی انا بتاؤن کہ جو اسکو نہایت
دردمندی اور خیرخواہی سے دودھ پلاوے اور اپنے گھر مین لیجا کر
پرورش کرے انہون نے کہا ہان لاؤ دہر موسی کی مان کا حال
سنیئے کہ وہ موسی کی ہر ایک چیز کو دیکھکر زار زار روتی اور اسکی صورت
یاد کرکے دل مین دہوان اُٹھتا تھا قریب تہا کہ چیخین مار مار کر روئے
اور یہ راز کہل جاوے مگر خدا نے اُسکے دل کو صبر دیا اور وعدہ کیا
کہ رنج نکر ہم اُسکو پھر تیرے پاس پہنچا دینگے۔ اتنے مین بیٹی دوڑی آئی
کہ لو انا ان جان مبارک ہو بہائی کو فرعون کی بیوی نے بیٹا بنا لیا
چلو تمکو دودھ پلانے کو بلاتے ہین پس وہ خوشی کے مارے
کپڑون مین نہ سماتی تھین وہان جا کر بیٹے کو دیکھکر دل بیتاب قابو
سے نکل گیا مگر پھر سنبہالا اور اُسکو دودھ پلایا فرعون کی بیوی نے
انکی تنخواہ اور مصارف پرورش مقرر کرکے موسی کو دیدیا پس ایک زمانہ
موسی ایوان شاہی مین پرورش پاتے اور شہزادے کہلاتے رہے
پس جب موسی خوب جوان ہو گئے تو فرعون کی زیادتیان اور
اپنی قوم کی پریشانی دیکھکر نہایت غمگین رہتے تھے آخر ش ایک روز
بازار مین ایک قبطی کسی بنی اسرائیل کو کار بیگار پر سخت مار رہا تہا اُس نے
موسی کو سامنے سے آتے دیکھکر پکارا اور دہائی دی موسی نے کہا ارے
کیون مارتا ہے اس پر اُس نے نہ مانا تو موسی نے اسکو مکا مارا
وہ اتفاقاً مر گیا موسی اور اس اسرائیلی نے اسکو ریتے مین دبا دیا
اگلے روز حسب اتفاق جب موسی بازار مین گئے تو اس اسرائیلی کو

پھر کسی قبطی سے لڑتے دیکھا اور اُس نے موسی کو دیکھکر چلانا اور
دہائی دینا شروع کیا اس پر موسی نے خفا ہو کر فرمایا تو بڑا بیہودہ ہے
اور اُسکے دشمن کو ہٹانے کے لیے ہاتہہ بڑھایا یہ احمق اسرائیلی یہ
سمجھکر موسی سے کہنے لگا لو صاحب جس طرح کل ایک شخص کو قتل
کر چکے ہین آج اسی طرح مجھکو بہی مار ڈالنا چاہتے ہین اے موسی تو بڑا
سرکش اور مفسد ہوا چاہتا ہے اس سے وہ راز فاش ہو گیا آخر فرعون
کے دربار مین بہی خبر پہنچی کہ لیجیے وہ موسی کہ جسکو تم نے فرزند بنایا تہا
آخر اپنی قوم کا حامی بنا اور ہمارے ایک آدمی کو مار ڈالا ہر چند بعض
وجوہات سے فرعون پہلے ہی سے موسے سے بدگمان تہا مگر
اب تو جوش مین آکر قتل کا حکم دیدیا کسی نے موسی کو اس راز
سے مطلع کیا۔ موسی اوّل قتل سے ہی ہراسان تھے اب تو بہت ڈر
گیئے اور مصر سے مشرق کی طرف بہاگ کر چلے گئے بحر قلزم کے
پار مدین ایک شہر تھا وہان پہنچے بہوکے پیاسے ایک درخت کے
سایہ مین بیٹھے ہوئے یہ کہہ رہے تھے کہ الٰہی مین تیرا بندہ فقیر ہون کچھ
مجھکو عطا کر وہان ایک کنوان تھا دیکھا کہ چروا ہے چرس کھینچ کھینچ کر
اپنی بکریون اور جانورون کو پانی پلاتے ہین اور دو لڑکیان انکھین
نیچی کیے کھڑی ہین اُن سے موسی نے پوچھا تم کیون نہین پلاتین
وہ بولین ہمارے والد بوڑھے ہین ہم سے چرس کھینچ نہین سکتا
جب یہ پلا کر چلے جاتے ہین بچا ہوا پانی ہم بہی اپنی بکریون کو پلا لیتے ہین
موسی کو رحم آیا بفضل الٰہی شہزور جوان تھے جس ڈول کو کئی شخص
ملکر کھینچتے تہے اکیلے کھینچکر انکی بکریون کو پانی پلا دیا پھر نیچی نگاہ کرکے
درخت کے سایہ مین آ بیٹھے ان لڑکیون نے جا کر اپنے بوڑھے باپ
حضرت شعیب علیہ السلام سے موسیٰ کا حال بیان کیا اُس نے

اپنی ایک بیٹی کو بھیجا کہ جاؤ اُس مسافر کو بلا لاؤ وہ آئی اور نہایت
شرم سے یہ کہا کہ چلئے آپ کو ہمارے ابا جان بلاتے ہیں تاکہ آپ
اس پانی پلانے کا بدلہ دیویں پس موسیٰ وہاں پہنچے اور قصہ
بیان کیا اُنہوں نے سُنکر فرمایا بیٹا کچھ خوف نکر تو ظالموں سے بچ
بچ گیا ان میں سے ایک بولی کہ ابا جان آپ انکو نوکر رکھ لیں کیونکہ
کہ آپ کو قوی اور امانت دار آدمی درکار ہے شعیب نے (کہ جس کو یترو
بھی کہتے ہیں) کہا بھئی میں چاہتا ہوں کہ ان دونوں میں سے
ایک کا تیرے ساتھ نکاح کر دوں بشرطیکہ تم ہمارے ہاں آٹھ برس
تک رہو اور دس پورے کر دو تو تمہاری مہربانی ہے اور خدا چاہے
تو میں تمکو کوئی تکلیف نہ دونگا تم مجھکو اچھا ہی پاؤگے موسیٰ نے
کہا بہتر مگر میں جب ان مدتوں میں سے کوئی مدت پوری کر دوں
تو پھر مجھپر کوئی زیادتی نہو جو کچھ ہم کہتے ہیں خدا اسکا گواہ ہے پس موسیٰ کا
اُن میں سے ایک کے ساتھ کہ جس کا نام صفورا تھا نکاح کر دیا
اور مدت مقررہ تک اپنے خسر کی بکریاں چراتے رہے اس عرصہ
میں اُن سے بیٹا بھی پیدا ہوا کہ جس کا نام جیرسوم تھا پس موسیٰ
کو وطن کا خیال آیا اپنی بیوی اور بیٹے کو لیکر چلے سردی کا موسم
تھا شب میں بیوی کو سردی معلوم ہوئی موسیٰ نے کوہ طور[1]
کی طرف آگ کا شعلہ دیکھا موسیٰ نے بیوی سے کہا تم یہاں ٹھہرو
میں جا کر آگ تمہارے سینکنے کے لیے لاتا ہوں جب وہاں آئے
تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک درخت آگ کا شعلہ ہو رہا ہے مگر جلتا نہیں
(اُس پر خدا تعالیٰ کی تجلی تھی اور درحقیقت آگ نہ تھی) جب موسیٰ
اُسکے پاس آئے تو اُس پاک جگہ درخت میں سے یہ آواز آئی کہ
جو اس آگ کے پاس اور جو اسکے اندر ہے وہ مبارک ہے اے موسیٰ
میں اللہ رب العالمین ہوں میں تیرا خدا ہوں تو جوتا اُتار دے کیونکہ
یہ جگہ مقدس ہے (درخت نہیں بولتا تھا اور نہ وہ آواز حروف و صوت کے
ساتھ تھی دراصل وہاں تجلی ذاتی ہوکر اس حالت میں موسیٰ
خدا سے ہمکلام ہوئے) اے موسیٰ میں نے بنی اسرائیل کی آواز
دردناک سُنی اور انکی آہ و زاری پر مجھکو رحم آیا تو انکے پاس جا اور فرعون
سے کہہ ان کو انکے ملک میں جانے دے موسیٰ نے کہا الٰہی میری
کون سنیگا فرعون مجھکو کب مانیگا خدا تعالیٰ نے فرمایا تیرے
داہنے ہاتھ میں یہ کیا ہے ؟ عرض کیا میرا عصا ہے جس سے میں بکریاں
ہانکتا اور بہت سے کام لیتا ہوں فرمایا اسکو زمین پر ڈال دے
موسیٰ نے ڈالدیا ڈالتے ہی سانپ بنکر زمین پھنکارنے لگا موسیٰ ڈر کر بھاگے خدا
فرمایا مت ڈر تجھکو اس سے کچھ خوف نہیں رسول میرے پاس خوف نہیں
کھاتے اسکو پکڑ لے موسیٰ نے ہاتھ لگایا وہ وہیں عصا بنگیا پھر
فرمایا اپنا ہاتھ کرتے کے گریبان میں ڈالکر باہر لا وہ باہر لائے تو نہایت
سفید اور روشن ہوکر چمکنے لگا کہا پھر اسکو گریبان میں ڈال۔ ڈالکر
نکالا تو پھر اصلی حالت پر آگیا خدا نے فرمایا میں نے تجھکو یہ دو معجزے
دیے تو فرعون اور بنی اسرائیل کو دکھائیو تاکہ وہ تیری تصدیق کریں
پھر موسیٰ نے عرض کیا الٰہی مجھ سے ایک فرعونی مارا گیا میں ڈرتا
ہوں کہ وہ مجھکو اُسکے قصاص میں مار نہ ڈالیں دوم میری زبان
میں لکنت ہے میں اچھی طرح بات نہیں کر سکتا میرے ساتھ میرے
بھائی ہارون کو مقرر کر وہ مجھ سے فصیح ہے خدا نے فرمایا تیرے
بھائی کو تیرا قوت بازو بنائینگے اور ہم تمکو غلبہ دینگے تمہارے پاس کوئی

[1] یہ جگہ کہ جہاں حضرت موسیٰ اکر رہے تھے ملک عرب کے مغربی کنارہ میں واقع تھی کہ ملک عرب اور مصر کے بیچ میں بحیرہ قلزم فاصل ہے اسکے مشرق کی جانب عرب کا بڑا کنارہ ملک مصر ہے اور عرب میں ہی حضرت شعیب اور کوہ طور اور کوہ حوریب تھا چنانچہ جب مصر سے موسیٰ بنی اسرائیل کو لیکر چلے تو ادھر سے گزرے تھے ۱۲ منہ رحمہ اللہ

اسنے نہیں پاویگا جاؤ تم کو اور تمہارے تابعدارون کو میں غالب کرونگا
پس وہان سے موسیٰ چلے رستہ میں اُنکے بہائی ہارون جو اُنکی پیشوائی
کو گہر سے نکلے تھے ملے پھر بنی اسرائیل کو موسیٰ نے یہ دونون معجزے
دکہا کر خدا تعالےٰ کا پیغام بشارت الیام سُنایا سب سنکر سجدہ میں گر پڑے
نہایت خوش ہوئے پہر حضرت موسیٰ اور ہارون بڑی کوشش کرکے
فرعون کے پاس گئے اور کہا ہم خدا تعالیٰ کی طرف سے پیغام لائے ہیں
آپ ایمان لائیے اور خداوند عالم سے ڈر کر راہ راست پر آئیے اور بنی اسرائیل کو ہمارے
ساتھہ جانے دیجئے ان بیکسون کو تکلیف نہ دیجئے فرعون نے کہا خداوند عالم
کون ہے میں اُسکو نہیں جانتا موسیٰ نے کہا وہ ہے کہ جس نے آسمان و زمین
ہر چیز کو پیدا کیا فرعون کو تعجب ہوا اور اپنے درباریون سے کہا ذرا اِنکے
رسول کی بات تو سنئے کیا محال بات کہتے ہیں اسپر موسیٰ نے فرمایا بلکہ
تمہارا سبکا اور تمہارے سب باپ دادون کا رب ہے یہ سنکر فرعون نے
کہا یہ دیوانہ ہے اسپر موسیٰ نے فرمایا بلکہ مشرق اور مغرب اور اُنکے درمیان
جو کچھ ہے سبکا رب ہے اسپر فرعون نے نہایت ناراض ہو کر یہ کہا اگر تو نے
میرے سوا کسی اور کو خدا کہا تو میں تجھکو حبس دوام کرونگا اور اپنے
درباریون سے کہا تم دیکھو میرے سوا اور بھی کوئی تمہارا خدا ہے؟ اے
ہامان پکی اینٹون کا ایک بڑا اونچا بُرج بنا میں اسپر چڑھکر موسیٰ کے
خدا کو دیکھونگا کہ وہ کہان ہے اور میں تو اُسکو جھوٹا اور جادوگر جانتا
ہوا جانتا ہون پھر موسیٰ کی طرف متوجہ ہو کر یہ کہنے لگا کہ تو وہی ہے کہ
جو مدت تک میری روٹیان کھا کر بڑا ہوا ہے اور میرے ہان رہا ہے اور پھر
وہ کام کر کے یہان سے بھاگا تھا کہ جسکو تو جانتا ہے میں تجھپر نے لیل احسان
لاؤن اور تیری قوم ہمیشہ ہماری غلامی کرتی ہے موسیٰ نے کہا یہ کیا احسان
جتلاتا ہے کہ تو نے بنی اسرائیل کو غلام بنا رکہا ہے خیر اچھا اگر میں

آپ کو کوئی معجزہ دکہاؤن تب بھی آپ تصدیق کرینگے اور میری بات
پر ایمان لاوینگے اُس نے کہا وہ کیا معجزہ ہے موسیٰ نے عصا کو ڈالدیا
وہ اژدہا بنکر فرعون کی طرف لپکا فرعون اور تمام ارکان دولت پریشان
ہو کر بھاگنے لگے موسیٰ نے اُسکو پکڑ لیا پہر وہ عصا ہوگیا فرعون
اور اُسکے مصاحب بدستور بیٹھے تو موسیٰ نے ہاتھہ کو گریبان میں
ڈالکر نکالا تو آفتاب کی طرح چمکنے لگا پہر ڈالا تو بدستور سابق ہوگیا یہ
دیکھکر فرعون نے اپنے اہلکارون اور امیرون سے مخاطب ہو کر کہا
یہ بڑا جادوگر ہے اس حیلہ سے چاہتا ہے کہ تم کو اس ملک سے باہر
کردے اب تمہاری کیا صلاح ہے انہون نے کہا آپ بھی اپنے ملک
کے بڑے بڑے جادوگرون کو جمع کیجئے اور ایکبار روز مقرر کرکے انہیں
اُسکے مقابلہ میں ایسا ہی کرشمہ دکہا دیجئے پس فرعون نے ہر شہر میں اشتہار
بھیجا اور جادوگرون کو بلایا وہ سب اُس روز کہ جو مقرر ہوا تھا جمع
اور حضرت موسیٰ اور ہارون بھی مقابلہ میں آئے اور ایک خلق خدا
تماشا ہونے کی جمع ہوئی جادوگرون نے فرعون سے عرض کیا کہ
اگر ہم غالب آجائیں تو آپ ہمکو کیا انعام دینگے اُس نے کہا تمکو اپنا مقرب بناؤنگا
تب جادوگرون نے موسیٰ سے کہا کہ آپ پہلے کچھ کرشمہ دکہائینگا یا ہم دکہائیں
موسیٰ نے فرمایا پہلے تمہیں شروع کرلو پس جادوگرون نے اپنی رسیان
اور لاٹھیان ڈالیں اور جو کچھ طلسم کیا تہا افسون کا نام لیکر پڑھ ڈالا
تو شعبدہ بازی اور نظربندی سے جیسا کہ یہان مٹی کے ... اور رسیون کا
سانپ بنا دیتے اور درخت لگا کر دکہلا دیتے ہیں اسی طرح انہون نے
دکہایا حتی کہ موسیٰ اور سب حاضرین جلسہ کو وہ سانپ سے چلتے ہوئے
دکہائی دئیے حضرت موسیٰ اپنے دل میں ہراسان ہوئے خدا تعالےٰ نے
موسیٰ کو وحی کی کہ کیا دیکھتا ہے تو بھی اپنے عصا کو ڈالدے وہ تمام

بھی اژدہا بنگیا اور اُنکے سانپون کو لقمہ کر گیا تمام تماشائی اور
فرعون ڈر کے مارے تربتر ہوگئے اور ایک غل مچگیا موسیٰ نے اُسکو
پکڑ لیا وہ پہر عصا ہوگیا جادوگرون نے جب یہ دیکہا کہ یہ کام جادو کی
طاقت سے بڑھکر ہے وہ خدا سے دل مین ڈر گئے اور سجدہ مین گر پڑے
اور کہنے لگے ہم رب العالمین پر کہ جو موسیٰ اور ہارون کا رب ہے ایمان
لائے۔ فرعون کو اس معاملہ سے بڑی خجالت ہوئی غصہ مین آکر
جادوگرون سے کہا تم میری اجازت سے پیشتر کیون ایمان لائے بیشک
یہ (موسیٰ) جادو مین تمہارا اُستاد ہے تم نے باہم اتفاق کرکے یہ مکر بنایا
ہے تاکہ یہان کے باشندون کو باہر نکالدو اب دیکہو مین تمہارے
ساتھ کیا کرتا ہون تمہارے ہاتھ اور پاؤن جانب خلاف سے کاٹکر
تمکو سولی پر اور درختون پر لٹکاتا ہون تاکہ تمکو معلوم ہو کہ ہم مین سے
کون زیادہ اور دائمی عذاب کر سکتا ہے وہ بولے کچھہ پروا نہین
آخر ہم کو اُسکے پاس جانا ہے ہم امید کرتے ہین کہ وہ ہمارے اسوجہ
کہ سب سے پہلے ہم ایمان لائے گناہ معاف کردیگا اور ہم تجکو اُس سے کہ جسنے
تمکو پیدا کیا اور جسنے ہمکو اپنی نشانیان دکہائین عزیز نہین جانتے ہین
فرعون نے اُن ایماندارون کو بڑی تکلیف سے قتل کیا مگر وہ اس ثابت
قدمی سے اپنے ایمان پر قایم رہے اور یہ دعا کرتے تھے الہی ہم کو صبر
دے اور ایمان سے ہمارا خاتمہ کیجو۔ اسکے بعد فرعون نے غصہ مین آکر اور بھی
بنی اسرائیل کو تکلیفین دینی شروع کین پہلے تو اینٹون کے لیے بُھس ملتا
تہا اُنکو یہ بہی موقوف کیا اور کہا جاؤ تم خود کہین سے بُہس تلاش کرکے
لاؤ اور اُسی قدر اینٹین بناکر دو بنی اسرائیل نے موسیٰ سے کہا اے موسیٰ
ہمکو تو تیرے آنے سے پیشتر ہی بہت کچھہ ایذائین پہنچاتی تھین اب تو اور
بھی مصیبت مین پڑ گئے موسیٰ نے فرمایا صبر کرو ملک اللہ کا ہے وہ

اپنے بندون مین سے جسکو چاہتا ہے دیتا ہے اگر اسمین اور انجام کار
خدا ترس فلاح پاتے ہین عنقریب تمہارا رب تمکو دو زمین کا مالک کریگا
کہ جسمین برکت ہے اور طرح طرح کے میوے ہین موسیٰ نے پہر فرعون سے
کہا کہ دیکہہ بنی اسرائیل کو جانے دے اور اُنکو تکلیف نہ دے ورنہ خدا
تعالے مصر کا پانی کو خون کردیگا تو اور تیری رعیت بڑی تکلیف پاوے گی
اُسنے نہ مانا اور موسیٰ نے ہارون سے فرمایا کہ دریاے نیل پر اور ہر ایک
نہر اور تالاب پر عصا مار اُنہون نے مارا تو وہ سب پانی خون ہوگیا اور
دریا کی مچھلیان مرگئین اور سات روز تک یہی تکلیف رہی مگر اس
سنگدل پر اثر نہوا اسکے بعد پہر بحکم خدا موسیٰ نے فرعون کو پیغام
بہیجا کہ دیکہہ اب بہی بنی اسرائیل کو چھوڑ دے خدا پر ایمان لا ورنہ
خدا مینڈکون کی مصیبت تجپر بہیجیگا اُسنے اسکو بہی نہ مانا تو موسیٰ نے
ہارون سے کہا کہ اپنا عصا دریا اور نہرون اور تالابون پر مار انہون
نے مارا تو بیشمار مینڈک چڑھ آئے اور مصر کی زمین چھپادی کہانا
پانی بستر ہر جگہ مینڈک ہی مینڈک دکہائی دیتے تھے فرعون نے
تنگ ہوکر موسیٰ اور ہارون کو بلاکر منت کی کہ خدا تعالی سے دعا
کیجئے کہ اس بلا کو دفع کرے اگر ایسا ہو تو مین بنی اسرائیل کو جانے
دونگا اور خدا پر ایمان لاونگا پس موسیٰ نے دعا کی وہ سب مرگئے سڑاندی
اُنکے تودے لگائے گئے اور زمین سڑ گئی جب فرعون کو مہلت ملی
تو پہر برگشتہ ہوگیا تب موسیٰ نے بحکم خدا ہارون سے فرمایا کہ اپنا
عصا زمین پر مار انہون نے مارا تمام جگہ جوئین ہی جوئین ہوگئین سب
لوگ عاجز آگئے مگر اس سنگدل نے پہر بہی نہ مانا پہر خدا نے موسیٰ
کو وحی کی کہ کل صبح فرعون دریا پر آئیگا تو مستعد رہ اس سے ملکر کہہ
کہ خدا فرماتا ہے میرے بندون کو چھوڑ دے ورنہ مین تجپر [illegible]

مسلط کردیگا اور سوائے زمین جشن کے کہ جہان بنی اسرائیل رہتے ہین سب تکلیف پائینگے اس نے نہ مانا اور خدا نے یون ہی کیا جس سے فرعون اور اسکے گہروالے اور تمام اہل مصر چیخ اُٹھے تب فرعون نے موسیٰ اور ہارون کو بلاکر کہا اچھا باہر جاکر کیا کروگے جس لیے تم باہر جانا چاہتے ہو یعنی قربانی سو وہ اپنے خدا کے لیے یہین کرلو موسیٰ نے کہا یہ نہین ہوسکتا کیسلیے کہ اہل مصر گائے بیل کو پوجتے ہین اگر ہم اسی جگہہ انکی اپنے خدا کے لیے قربانی کرین تو وہ ہمکو پتھراؤ کر ڈالینگے پس ہم تین دن کی راہ بیابان مین جاکر جس طرح خدا فرمائیگا قربانی کرینگے تب فرعون نے کہا اچھا یون ہی مگر بہت دور نہ جانا اور میرے لیے اپنے خدا سے دعا کرو کہ وہ اس بلا کو ٹالے موسیٰ نے دعا کی وہ سب دفع ہوگئے فرعون مہلت پاکر پھر پھر گیا موسیٰ نے بحکم الٰہی پھر فرعون سے درخواست کی اور کہا اگر نہ مانیگا تو خدا تعالی تمہارے مواشی مین موت بھیجیگا چنانچہ اس نے نہ مانا تو خدا نے ایسی مری بھیجی کہ مصریون کے تمام جانور مرگئے گھوڑا گدہا بیل اونٹ کچھہ نہ بچا مگر بنی اسرائیل کا ایک جانور بھی نہ مرا اسپر بھی فرعون نے نہ مانا پھر خدا نے موسیٰ کو حکم دیا کہ بھٹی سے راکھہ لیکر آسمان کیطرف اڑادو انہون نے اڑادی جس سے ملک مصر مین تمام آدمیون اور جانورون کے بدن پر پھوڑے پھنسیان اس کثرت سے پیدا ہوئے کہ الامان مگر پھر بھی فرعون نے نہ مانا پھر خدا نے موسیٰ کو فرمایا کہ فرعون سے جاکر کہہ وہ تجھے رستہ مین ملیگا کہ بنی اسرائیل کا خدا تجھکو فرماتا ہے تو ایمان لا اور بنی اسرائیل کو چھوڑ دے ورنہ مین سخت وبا بھیجونگا تو اپنے تکبر سے باز نہین آتا دیکھہ کل مین بڑے بڑے اولے برساؤنگا کہ آجتک ابتداء مصر سے کبھی نہین برسے لہ موسیٰ تو اپنے لوگون کو خبر کردے کہ میدان مین جو کچھہ انکا مال اور جانور ہین انکو گہر مین لے آوین پس جو لاوے اور فرعون کے نوکرون مین سے جو خدا سے ڈرتے تھے وہ بھی لائے پس موسیٰ نے بحکم الٰہی اپنا عصا آسمان کی طرف اٹھایا تو ابر نمودار ہوا اور ہیبت ناک کڑک اور بجلی نمودار ہوئی اور ایسے بڑے بڑے اولے برسے کہ جس سے چرند پرند انسان حیوان درخت کہیتی سب کا ستیاناس ہوگیا مگر جشن مین اولے نپڑے تب فرعون نے موسیٰ اور ہارون کو بلاکر کہا بیشک مین نے گناہ کیا خدا عادل ہے تم دعا کرو کہ پھر اس طرح گرج نہ اولے برسین تب مین تمہین جانے دونگا پس موسیٰ نے دعا کی وہ بلا دفع ہوگئی مگر فرعون سرکش ہوگیا پھر خدا نے موسیٰ سے کہا کہ فرعون کو کہہ دیجیو اب بھی باز آ اور میرے بندون کو جانے دے اور میرے آگے عاجزی کر ورنہ مین تمام مملکت مین ٹڈیان بھیجونگا کہ جو کچھہ اولون سے باقی رہگیا سب چاٹ جائینگی جب وہ یہ کہکر وہان سے نکلے تو قال رجل مومن من آل فرعون فرعون کی قوم اور نوکرون مین سے لوگون نے فرعون کو سمجھایا کہ جانے دیجیے دیکھیے مصر اُجڑ گیا بالخصوص ایک دیندار نے کہ جو اپنا ایمان مخفی رکھتا تھا یہ کہا کہ تم ایسے شخص کو کہ جسکے بہت سے معجزات دیکھہ چکے ہو اس گناہ پر قتل کرنا چاہتے ہو کہ وہ خدا کو اپنا رب کہتا ہے۔ صاحبو اگر وہ جہوٹا ہے تو اسکا وبال اُسیپر پڑیگا ورنہ جو کچھہ کہتا ہے وہ بلا تمپر نازل ہوگی اور آج تمکو خدا نے ملک اور زور دے رکہا ہے اگر تمپر کوئی عذاب الٰہی نازل ہوا تو مجھکو کوئی اسکا دفع کرنیوالا نہین دکھائی دیتا فرعون نے کہا جو کچھہ میری راے مین آتا ہے وہی صواب ہے اور مین تمکو بھلائی کا رستہ بتلاتا ہون اس دیندار نے کہا مجھکو تو اس قوم کی بربادی دکھلائی دے رہی ہے جس طرح کہ عاد و ثمود اور قوم نوح وغیرہم تباہ ہوگئے تم بھی برباد ہوگے اور خدا کسی پر ظلم نہین کرتا اور مجھکو ایک شدنی بربادی کا خوف ہے جس روز کہ تم پس پا ہوکر بھاگوگے

پھر کوئی خدا کے ہاتھ سے بچا ہوا نہیں اور تمہاری سمجھ میں میری
نصیحت نہیں آتی کس لیے کہ جنکو خدا برباد کرنا چاہتا ہے تو پھر انکو کوئی ہدایت
نہیں کر سکتا اسی طرح فرعون کی بیوی بھی ابتدا ہی سے فرعون کی حرکات
سے نالان تھی آخر اس نے یہ دعا کی کہ الٰہی مجھکو فرعون اور اسکی
تکلیف سے نجات دے اور اپنے پاس بلا کر جنت میں رکھ چنانچہ خدا نے
اسکی دعا قبول کی۔ القصہ فرعون نے کہا اچھا مرد چلے جائیں اور
جاکر قربانی کریں اور سب کچھ یہیں رہے حضرت موسی نے کہا یون
نہیں بلکہ سب کچھ لیکر جاوینگے اسپر فرعون خفا ہوا اور دہکے دیکر موسی
اور ہارون کو دربار سے نکلوا دیا تب موسی نے بحکم خدا اپنا عصا اٹھایا
تو خدا نے تمام دن اور تمام رات پروا آندھی چلائی اگلے روز صبح ہوتے
ہی بے شمار ٹڈیاں آئیں اور تمام روے زمین کو ڈھانک لیا اور تمام ملک
مصر میں کسی درخت پر اور میدان کی گھانس میں سبزی نہ چھوڑی
تب فرعون نے موسی اور ہارون کو جلد بلایا اور کہا میں تمہارے
خدا کا گناہگار ہون سو مین منت کرتا ہون کہ اس مرتبہ میرا گناہ بخشو اور
اور اپنے خدا سے دعا کرو کہ اس بلا سے نجات دے تب موسی نے
دعا کی اور تمام ملک میں ایک ٹڈی نہ رہی لیکن فرعون پھر سرکش
ہو گیا پھر خدا نے موسی سے فرمایا کہ اپنا ہاتھ آسمان کی طرف لمبا کر تا
کہ ملک مصر میں تاریکی ہو ایسی تاریکی کہ ایک کو دوسرا نظر نہ آوے
چنانچہ موسی نے ایسا کیا اور تین روز تک روے زمین پر سخت اندھیرا
رہا تب فرعون نے موسی اور ہارون کو بلا کر کہا کہ تم اور تمہارے
بچے جاوین اور گلے اور گاے بھینس سب یہیں رہیں موسی نے
کہا یہ منظور نہیں بلکہ ایک جانور بھی یہاں چھوڑا نہ جائیگا اس پر فرعون
بہت خفا ہوا اور کہا میرے سامنے سے چلا جا پھر کبھی مجھے منہ
نہ دکھانا ورنہ مارا جائیگا موسی نے کہا بہتر اب میں تیرا منہ
نہ دیکھون گا ؛

پھر خدا تعالی سے موسی نے عرض کیا الٰہ العالمین آپنے تو فرعون
اور اسکی قوم کو وہ مال اور زینت دنیا میں دے رکھی ہے جس سے
وہ لوگون کو گمراہ کرتا ہے الٰہی انکے مال کو تباہ کر دے اور انکے
دلون پر سخت صدمہ پہنچا یہ بغیر اس بات کے کہ کوئی عذاب الیم دیکھ لیوین
ہرگز ایمان نہ لاوینگے خدا نے فرمایا تمہاری دعا قبول کی گئی آخر
بہت سے معجزات دیکھے اور ایمان نہ لایا دیکھو میں اب ایک
ایسی بلا نازل کرتا ہون کہ جس سے کلیجہ تھام کر رہ جائین اور اسکے اہل
خود بخود تمہین یہان سے نکالین مگر تم اس مہینے کی دسوین تاریخ اپنے
گھرون کو قبلہ بناؤ یعنی فی گھر ایک بکرا بے عیب لیکر چودھوین تک
رکھ چھوڑنا اور شام کو اسکو ذبح کرکے خدا کے نام بھون کر کھانا یہ
تمہاری عبادت اور عید فسح ہے اور اس بکرے کے خون سے
دروازون پر نشان کر دیجیو اور اس سے پیشتر ہر ایک شخص اور
ہر ایک عورت اپنے ہمسایہ سے چاندی اور سونے کے برتن اور
زیور عاریتاً لیوے اور میں مصریون کی آنکھون میں تمہین معزز کرونگا
وہ تمہین دیوینگے پس اس رات کو خدا تعالی کا فرشتہ مصر میں گشت کریگا
جس کا گھر قبلہ نہوگا یعنی عید فسح کا نشان نہوگا اس گھر
میں ہر ایک انسان اور حیوان کا پہلوٹھا مریگا چنانچہ سب بنی اسرائیل
نے ایسا کیا اور آدھی رات کو خدا کا فرشتہ ملک الموت مصر میں آیا
جس سے امیر سے لیکر فقیر اور انسان سے لیکر حیوان تک سب کا
پہلا بچہ مر گیا اور مصر میں گھر گھر ایک سخت ماتم برپا ہو گیا کہ ایسا کبھی
ہوا تھا نہ ہوگا تب فرعون نے موسی اور ہارون کو رات ہی کو بلایا اور

کہا کہ اٹھو اور میرے لوگون سے نکل جاؤ اور تمام بنی اسرائیل جائین اور اپنے گلے اور مواشی بھی لیجائین اور اپنے خدا کی قربانیان کرین اور میرے لیے بھی برکت چاہین اور مصری یہ سمجھکر کہ اگر یہ یہان سے نہ جاوینگے تو ہم سب مرجاوینگے ان لوگون کے نکالنے مین بڑی سختی کرتے تھے اسلیئے ان لوگون نے اٹا گندہا ہوا پیشتر اس سے کہ وہ خمیر ہوا اپنے لگنون سمیت کپڑون مین باندھکر اپنے کاندہون پر اٹھا لیا

فصل ۳

اور یوسف علیہ السلام کی ہڈیون کو بھی ساتھ لیا کیونکہ انہون نے تاکید کردی تھی کہ میری ہڈیون کو بھی ساتھ لیجانا۔ اب موسی علیہ السلام کی اسی اور انکے بھائی ہارون کی تراسی برس کی عمر تھی پس بنی اسرائیل رعمسیس سے سکات تک اول منزل کی اور سیدہا راستہ فلسطین کا کہ جو مشرق و شمال کیطرف سے تھا چھوڑ دیا اور قلزم کی طرف مشرق کے رخ بیابانون مین پڑ گئے بنی اسرائیل مردوزن کئی لاکھ آدمی تھے پہر سکات سے روانہ ہوئے اور ایتام مین اتر پڑے اور وہان سے کوچ کرکے فی الحیرات مین بعل سفون کے مقابل کہ جو بحر قلزم پر واقع تھا مقام کیا اس مین شاہ مصر کو خبر دی گئی کہ لوگ بھاگ گئے تب اس نے اپنی گاڑیان جو مین چہ سو تھین اور مصر کی عمدہ گاڑیان لین اور اپنے سردارون کو ساتھ لیا اور لشکر پیادہ و سوار بیشمار لیکر انکے پیچھے دوڑا اور بنی اسرائیل کو خیمہ کھڑے کرتے ہوئے جالیا جب بنی اسرائیل نے دیکھا تو بڑے ہراسان ہوئے اور موسی سے کہا کہ کیا مصر مین قبرون کی جگہ نہ تھی کہ تو وہانسے ہمکو بیابان مین مرنے کے لیئے لایا موسی نے کہا خوف نکرو خدا تمہارے ساتھ ہے تب خداوند نے کہا اے موسی تو کیون میرے آگے نالہ کرتا ہے ؟ بنی اسرائیل سے کہہ کہ وہ آگے چلین (۱۶) تو اپنا عصا اٹھا اور دریا پر مار اور اسکو دو حصہ کر بنی اسرائیل دریا کے بیچوبیچ مین سے سوکھی زمین پر ہوکے گزر جاوینگے اور فرعون کے لشکر اور بنی اسرائیل مین خدا نے ایک بدلی بھیجی کہ جس سے اندھیری ہوگئی ایک لشکر دوسرے کے نزدیک نہ آیا اور موسی نے جو کچھ خدا نے فرمایا تھا کیا اور دریا ئے قلزم کے دو حصہ ہوگئے اور بنی اسرائیل دریا کے بیچ سے سوکھی زمین پر ہوکے گزر گئے اور پانی کی انکی دائین اور بائین بڑی دیوار تھی اور فرعون اور اسکا تمام لشکر پیادہ و سوار پیچھا کیے ہوئے دریا کے بیچون بیچ تک آئے اور خدا نے موسی سے کہا کہ پھر دریا پر اپنا عصا مار انہون نے مارا تو دریا پھر اپنی حالت اصلی پر آگیا اور پانی نے سب کو چھپا لیا اور سب ڈوب مرے (ڈوبتے مین فرعون نے کہا مین خدا بنی اسرائیل پر ایمان لایا فرشتہ نے کہا اب ایمان لاتا ہے) فرعون اور اسکے لشکر کی لاش بحر قلزم کے کنارہ پر بنی اسرائیل نے دیکھی واضح ہو کہ ملک مصر اور عرب کے بیچ مین سمندر کی ایک شاخ سی ہے جسکو بحیرہ قلزم کہتے ہین اسکے مشرق کی طرف جو ملک ہے اسکو عرب کہتے ہین اور جو مغرب کیطرف ہے اسکو مصر کہتے ہین یہ شاخ شمال کیطرف دور تک چلی گئی ہے جدہ اور مکہ اور ینبوع وغیرہ بندر اسی کے مشرقی کنارے مین آخر جاکر پھر اسکی دو شاخین ہوگئی ہین ایک مغرب کی طرف جھک گئی ہے اور وہ لمبی ہے اور اسکے آخر پر سویز اور سکندریہ وغیرہ شہر آباد ہین دوسری شاخ مشرق کیطرف مائل ہے وہ چھوٹی ہے بڑی شاخ کو کہو د کے شمال کیطرف جو ایک اور سمندر ہے جسکو بحیرہ روم کہتے ہین اسمین ملا دیا گیا ہے اسکا

اس نقشہ نمبر (۱) مین بحر قلزم کی جو آخیر پر جا کر دو شاخین ہو گئی ہین اُنکے درمیان کوہ طور ہے اور بڑی شاخ کو عبور کر کے بنی اسرائیل گزرے ہین ۔ پھر اسی میدان مین چالیس برس تک ٹھکراتے پھرتے رہے ہین جہان اب قاہرہ ہے پہلے اسکے قریب شہر رامیسیس تھا جہان سے بنی اسرائیل نے کوچ کیا اگر وہ کنارہ کنارہ بحر روم کے ملک فلسطین سے ہو کر یروشلم وغیرہ بلاد شام مین آتے تو جلد آسکتے تھے مگر منظور الٰہی یون ہی تھا ۔
ہمنے نقشہ نمبر ۲ مین اس میدان کو بھی دکھایا ہے اور جہان سے بنی اسرائیل گزرے ہین وہان نقطے لگا دیے ہین ۔

بحر روم
العریش
بیابان آدوم
ایلیم
کوہ ہور
ایوآب
ارنونی
ایلات
سکات
فی الجرات
سینائی
کوہ سینا
بحر قلزم

نہر سویز بولتے ہیں بنی اسرائیل اگر شمال کی طرف سیدھے جاکر
پھر گوشہ مشرق و شمال کی طرف ہو لیتے تو قلزم رستہ میں ملتا
اور مہینہ دو مہینے میں ملک کنعان میں پہنچ جاتے مگر خدا کو کوہ طور پر
اپنا جلوہ دکھانا اور توریت دینا منظور تھا اسلیئے بنی اسرائیل نے
اس طرف رخ کیا القصہ بنی اسرائیل قلزم کو عبور کر کے اس بیابان
میں پڑ گئے کہ جو مثلث کے طور پر آپ کو نقشہ میں دکھائی دیتا ہے
اسمیں حورب اور طور سینا پہاڑ ہیں اور جنگل لق و دق بیابان
پس قلزم سے کوچ کر کے تین دن تک سور کے بیابان میں چلے اور پانی
نہ ملا اور جب وہ مارہ میں آئے تو وہاں کا پانی تلخ تھا اسکو پی نہ سکے
سب مضطر ہو گئے تب خدا تعالی نے موسی کو ایک درخت بتلایا کہ
اسکو پانی میں ڈالدے یہ شیرین ہو جاویگا چنانچہ ہو گیا اور ایک قوم کو
بت پرستی کرتے ہوئے انہوں نے دیکھا تو موسی سے کہا جس طرح
انکے معبود ہیں ہمارے لیے بھی بنا موسی نے خفا ہو کر فرمایا تم بڑے
نادان ہو پھر وہاں سے کوچ کر کے ایلیم میں آئے جہاں پانی کے
بارہ چشمے اور ستر درخت کھجور کے تھے پھر وہاں سے روانہ ہو کر
خروج سے دوسرے مہینے کی پندرہویں تاریخ کو سین کے بیابان
میں آئے اور بنی اسرائیل بھوک کے مارے چلائے کہ اس سے تو
بہتر یہی تھا کہ ہم مصر ہی میں مارے جاتے جہاں گوشت کی ہانڈیوں
کے پاس بیٹھتے تھے اور من بھر کے روٹیاں کھاتے تھے تب
خدا تعالی نے بٹیریں بھیجیں کہ جنکو سلوی کہتے ہیں وہ انکے خیموں
کے پاس بیٹھا کرتیں اور صبح کو اوس پڑتی جس سے گول گول سفید
برف کی مانند چھوٹے دانے سے پڑے ہوئے نظر آتے کہ جو کھانے
میں شیرین تھے جنکو من کہتے ہیں پس خدا نے فرمایا کہ یہ تمہارے لیے روٹی
ہیں اور وہ گوشت ہر شخص اپنے لیے ہر روز کی خوراک جمع کرے
اور جمعہ کو دو دن کی کیونکہ ہفتہ کے روز کہ جسکو سبت کہتے ہیں کوئی
نہ جمع کرے اس دن کی تعظیم واجب جانے مگر بنی اسرائیل نے نہ مانا
جسپر خدا ناراض ہوا یہ من و سلوی بنی اسرائیل چالیس برس تک
جبتک کہ ملک کنعان میں نہ بسے کہاتے رہے اور خدا نے موسی
کو حکم دیا کہ ایک مرتبان میں کچھ من بھر کر ایک صندوق میں
رکھ چھوڑے تاکہ پچھلی نسلوں کے لیے یادگار رہے چنانچہ انہوں نے
ایسا ہی کیا پھر وہاں سے کوچ کر کے رفیدیم میں ڈیرہ کیا وہاں
لوگوں کے پینے کو پانی نہ تھا سو لوگ موسی سے جھگڑنے لگے
کہ تو نے ہمیں یہاں لاکر کیوں خراب کیا تب موسی نے خدا سے
فریاد کی خدا تعالی نے حکم دیا کہ حوریب پہاڑ کی ایک چٹان پر اپنا
عصا مار چنانچہ سب لوگوں کے روبرو اپنا عصا اسپر مارا تو بارہ چشمے
بتعداد اسباط بنی اسرائیل اس سے بہ نکلے اسی جگہ قوم عمالیق[ف]
بنی اسرائیل پر چڑھ آئی موسی نے بحکم خدا یوشع کو کہا کہ تو بنی اسرائیل
کے مردان جنگی کو لیکر مقابلہ میں جا اور خود ہارون اور حور کو
لیکر دعا کرنے کو پہاڑ پر چڑھے پس جبتک دعا میں ہاتھ اٹھے
رہتے تھے تو بنی اسرائیل فتح پاتے تھے اور جب لٹکا دیتے تھے تو
عمالیق غالب ہو جاتے تھے یہانتک کہ موسی کے ہاتھ بھاری
ہو گئے آخر بنی اسرائیل نے فتح پائی اور موسی نے وہاں ایک قربانگاہ
بنائی موسی کے سسر یترو کو کہ جنکو شعیب اور حوابل بھی کہتے تھے خبر

ف عمالیق الفز کا بیٹا اور عیص کا پوتا اور حضرت اسحاق کا پڑپوتا ہے اور اسحاق حضرت ابراہیم کے بیٹے ہیں عمالیق اور دیگر اولاد ابراہیم علیہ السلام ملک کنعان اور اسکو اطراف میں بطور خانہ بدوش رہتی اور عمالیق کی نسل یہی تھی جنکو عمالقہ کہتے ہیں ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالی

ملی تو وہ موسی کی بیوی صفورا اور دونون بیٹون جیر سوم اور الیعذر کو ساتھ لیکر موسی کے پاس آئے موسٰی استقبال کو گئے اُنہون نے موسٰی کو صلاح دی کہ تم جو دن بھر آپ بنی اسرائیل کی عدالت کرتے ہو تھک جاؤ گے کسلیے اپنے نائب مقرر نہین کر دیتے سو موسٰی نے ویسا ہی کیا تب موسٰی کے سسر چلے گیے پھر خروج سے تیسرے مہینے مین بنی اسرائیل سینا کے بیابان مین آئے جہان کہ کوہ طور ہے کہ جسکو کوہ سینا اور سینین بھی کہتے ہین اور پہاڑ کے آگے خیمہ کھڑا کیا اور موسٰی کوہ طور پر بلا لیے گئے وہان خدا نے اُنسے کلام کیا کہ تو بنی اسرائیل سے کہہ کہ تم نے دیکھا ہے مین تم کو کس طرح ظالم کے پنجہ سے نکال لایا اور مین نے مصریون کے ساتھ کیا کیا اگر تم میرے حکمون کو مانو گے اور میرے عہد پر ثابت رہو گے تو مین برکت دونگا تب موسٰی نے اگر یہ اون ہی لوگون سے کہا انہون نے کہا کہ جب تک ہم عیانا خدا کو نہ دیکھین گے کبھی اس بات پر ایمان نہ لاوینگے تب خدا نے موسی سے کہا کہ بنی اسرائیل کو کہدے کہ دو روز مین نہا دھو کر پاک و صاف بنین اور تیسرے روز مین کوہ سینا پر تجلی کرونگا مگر کوئی شخص پہاڑ پر نہ چڑھے اسکی سرحد کو نہ چھووے ورنہ ہلاک ہو جائیگا تیسرے روز پہاڑ پر کالی گھٹا اُٹھی اور اس زور شور سے کڑک ہوئی اور بجلی آئی کہ سیکڑون دم فنا ہو گئے اور جلال الہی شعلہ کی صورت مین نمودار ہوا لوگون نے ڈر کر عاجزی کی کہ تو جو کچھہ خدا کے احکام لاویگا ہم مانین گے خدا نے ان مردون یا بیہوشون کو زندہ یا ہوشیار کر دیا اپنا فضل کیا پھر موسٰی پہاڑ پر گئے خدا نے فرمایا دیکھہ مین تجھکو دس حکم دیتا ہون (۱) کسی جاندار کی صورت نہ بنانا اُسکو سجدہ کرنا (۲) خدا کے نام کی تعظیم کرو بیفائدہ نام نہ لو (۳) سبت کے دن کی تعظیم کرنا

چھہ روز کام کرنا مگر ساتوین روز کوئی کام نہ کرے (۴) مان باپ کی تعظیم کرو (۵) خون نکرنا (۶) زنا نکرنا (۷) چوری نکرنا (۸) اپنے پڑوسی پر جھوٹی گواہی نہ دینا (۹) اپنے ہمسایہ کے گھر کا لالچ نہ کرنا (۱۰) اپنے ہمسایہ کی جورو اور اُسکی لونڈی اور اُسکے مواشی اور دیگر چیز کا لالچ نکرنا اُسکے علاوہ اور بہت سے احکام عبادت و سیاست خدا نے موسٰی کو دیکر بھیجا پھر موسٰی کو حکم ہوا کہ پہاڑ پر ستر آدمی لیکر آوے چنانچہ موسٰی ہارون اور ندب اور ابیہو وغیرہ ستر بزرگ اسرائیلی کو خدا تعالی سے ملانے کو پہاڑ پر لے گئے اور اُنہون نے وہان تجلی الہی کا ملاحظہ کیا جس سے اُنکا دل یقین اور ایمان سے منور زیادہ ہو گیا اور بنی اسرائیل سے آکر اُنہون نے بیان کیا اور خدا تعالے نے موسٰی کو فرمایا کہ پہاڑ پر مجھہ پاس آ اور چالیس رات یہان آکر گزار ہم تجھکو توریت عنایت کرینگے پس موسی وہان گئے اور ہارون کو کہہ گئے کہ میرے بعد میری طرف سے نایب تم سب کام کیجو وہان جاکر موسٰی کو چالیس رات رہنے کا اتفاق ہوا اس چالیس روز مین جب تمام ظلمات ہیولانی دور ہو گئین تو موسی نے خدا سے دیدار کا سوال کیا خدا نے فرمایا مجھے تو ہرگز نہ دیکھہ سکیگا دیکھہ مین اس پہاڑ پر اپنی تجلی کرتا ہون اگر وہ قایم رہا تو تو دیکھیگا پس جب خدا نے پہاڑ پر تجلی کی تو اُسکے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے اور موسٰی بیہوش ہو کر گر پڑے پس جب ہوش آیا تو کہا الہی توبہ تو پاک ہے اور سب سے پہلے مین تجھپر ایمان لانیوالون مین سے ہون پھر موسی کو خدا کی طرف سے لوحین ملین کہ جن مین احکام الہی تھے یا خاص احکام عشرہ یا اور بھی اور اُسکے ساتھہ جانورون کی حلت و حرمت اور قربانی کے متعلقات اور ہارون کے لیے امامت اور لباس کے قیودات اور سونے کے مجمر وغیرہ

وغیرہ لوازمات کا تیار کرنا اور دیگر احکام عطا ہوئے اور یہ مجموعہ ایک کتاب الہی تھی کہ جسکو توریت کہتے ہیں اور اصل یہی توریت تھی اور اب جو کچھ ہے وہ کسی مورخ کی تاریخ معلوم ہوتی ہے جس میں بعض باتیں غلطی سے خلاف عقل و نقل مندرج ہیں یہ نہیں معلوم کہ توریت کاہے پر لکھی ہوئی تھی کچھ عجب نہیں کہ کپڑے یا کسی اور چیز کاغذ وغیرہ نرم چیز پر تھی کہ جسکو تہ کر کے صندوق شہادت میں رکہا تھا والعلم عند اللہ تعالےٰ ادہر تو پہاڑ پر موسیٰ کو یہ کچھ ملا ادہر ایک شخص نے کہ جس کا نام سامری تہا لوگوں سے سونے کا زیور مانگ کر ایک بچھڑا ڈھالا اور چونکہ مصر کے لوگ بیل اور بیلی وغیرہ جانوروں کی پرستش کرتے تھے اور اسکو اپنی زبان میں ایپس کہتے تھے اس خیال سے بنی اسرائیل بھی اس بچھڑے کو پوجنے لگے جب موسیٰ پہاڑ سے اترے تو کیا دیکھتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں گانے بجانے کا کہ جو بچھڑے کے آگے گایا جا رہا تھا غل و شور تھا یہ دیکھکر غصہ میں آگ ہو گئے اور لوحیں ڈالدیں اور ہارون کی ڈاڑھی پکڑ لی اور کہا تم نے یہ کیا خرابی کی انکو کیوں منع نہ کیا میرا انتظار نہ کیا۔ ہارون نے عذر کیا کہ یہ ساری بدعت سامری بدبخت کی ہے اور میں جو کچھ بولتا تو لوگ مجھے مار ڈالتے جب غصہ فرو ہوا تو اُن لوحوں کو لیا اور بچھڑے کو ریتوا کر دریا میں پھنکوا دیا اور خدا کی طرف سے یہ توبہ اُنکے لیے مقرر ہوئی کہ باہم ایک دوسرے کو قتل کرے چنانچہ ایسا ہوا پھر موسیٰ کا دل بھر آیا خدا کے پاس پہاڑ پر جاکر دعا کی کہ معاف کرے اسکے بعد سخت وبا بنی اسرائیل پر آئی جس سے صدہا مر گئے اسکے بعد ایک بڑا خیمہ اور اس کے سامان تیار ہوئے دوسرے سال کے اول مہینے میں پھر وہاں

سے بنی اسرائیل نے کوچ کیا دن کو ایک بادل سایہ کرتا تھا اور رات کو وہ روشنی بن جاتا تھا پھر دوسرے برس کے دوسرے مہینے کی بیسویں تاریخ بدلی مسکن شہادت سے اُٹھی تو بنی اسرائیل بیابان سینا سے کوچ کر کے دشت فاران میں مقام کیا اور وہیں بدلی جاکر ٹھیر گئی اور کوہ سینا سے تین دن کی راہ دور جا پڑے وہاں جاکر بنی اسرائیل نے اپنے اپنے خیموں میں رونا شروع کیا کہ ہم سے ایک کھانے یعنی من پر صبر نہیں ہو سکتا ہمکو وہ مچھلی یاد آتی ہے جو مفت مصر میں کھاتے تھے اور وہ کھیرے اور وہ خربوزے اور وہ گندنا اور وہ پیاز و لہسن وغیرہ اسے موسیٰ خدا سے کہکر ہمکو ترکاریاں اور گیہوں اور کھیرے اور ککڑیاں اور پیاز دے تب موسیٰ نہایت غصہ اور غمگین ہو کے خدا سے کہنے لگے کہ تو اپنے بندے کو کیوں دکھ دے رہا ہے ؟ اور تو نے کیوں مجھ پر اپنی [illegible] نہ کی جو ان سب کا بوجھ مجھ پر ڈالدیا کیا یہ سب لوگ میرے پیٹ میں پڑے تھے یا میں انکا باپ ہوں تب خدا نے فرمایا انسے کہدے آگے کسی شہر کو چلو تم کو سب کچھ ملے گا اور کل تمکو گوشت ملیگا تب خدا کیطرف سے ایک ہوا اُٹھی اور دریا سے بٹیریں اسقدر اُڑا لائی کہ خیمے کے ارد گرد ایک دن کی راہ تک ڈھیر لگ گیا بس وہ گوشت کہا ہی رہے تھے کہ خدا کا غصہ انپر بھڑکا اور انکو بڑی مری سے مارا اور اس مقام کا نام اسی لیے قبرات التہاوہ رکہا پھر وہ وہاں سے کوچ کر کے حصیرات میں آئے اس جگہ کچھ لوگوں نے موسیٰ کے گلے شکوے کر کے انکو ایذا دی فبرأه اللہ مما قالوا لیکن خدا نے انکو انکے الزام سے بری کر دیا پھر دشت فاران سے موسیٰ نے ملک کنعان کی جاسوسی کے لیے ہر ایک قوم بنی اسرائیل سے ایک آدمی تیار کیا وبعثنا منہم اثنی عشر نقیبا اور

بارہ شخصون کو روانہ کیا جسمین کالب اور یوشع بن نون تہے یہ قادس کے میدان سے روانہ ہوکر ملک کنعان مین آئے اور وہان کے سب احوال دریافت کرکے اور انگور وغیرہ میوہ جات لیکر چالیس روز بعد پہر موسے کے پاس آئے اور سب حال بیان کیا اور اُس زمین کی بڑی خوبی بیان کی مگر سوا کالب اور یوشع کے سب نے یہ بھی کہا کہ وہان کے باشندے بڑے قدآور اور جنگجو ہین اُنسے مقابلہ کرنا سخت مشکل ہے جب بنی اسرائیل نے یہ سُنا تو گہبرائے اور روئے پیٹے بہت چلائے اور کہا جبتک وہ لوگ وہان سے خارج نہونگے ہم ہرگز نہ جائینگے اگر وہ جائینگے تو ہم وہان داخل نہونگے۔ اے موسی تو اور تیرا خدا جاکر لڑے ہم تو یہین ٹھیرے رہینگے کالب اور یوشع نے تسلی دی کہ ان لوگون کا اقبال جاچکا وہ زمین کہ جس کا تم سے اور تمہارے بزرگون سے خدا نے وعدہ کیا ہے نہایت عمدہ ہے خدا پر توکل کرکے جاؤ فتح پاؤ گے۔ پس موسی نے کہا الہی مین اور میرا بہائی تیری بندگی کو حاضر ہین اور باقی اس فاسق قوم سے مجہے کچہہ سروکار نہین ہمکو انسے جدائی نصیب کر تب قہر الہی نمودار ہوا اور یہ فرمایا کہ مجہے اپنی حیات کی قسم جسطرح سے اس قوم نے باوجودیکہ بار بار معجزات دیکہہ چکے ہین میری نافرمانی کی ہین انکو اسی بیابان مین ہلاک کرونگا وقت خروج سے جسکی بیس برس کی عمر تہی یا اس سے اوپر انمین سے سوا کالب اور یوشع کے کوئی بھی ملک کنعان مین نہ پہونچا وہ تمام لوگ چالیس برس تک فاران کے جنگل مین کوچ و مقام کرتے رہے تخمیناً بیس بار کوچ کیا کئے کئی برس ایک جگہ گزار دیئے جب یہ سب مرچکے تو نئی نسل بنی اسرائیل نے ملک کنعان کو لیا۔ توریت سفر عدد کے ۱۴ اباب مین یہ قصہ لکہا ہے کہ ایک شخص قادح کہ جسکو قارون بہی کہتے ہین موسی کا قرابتی تہا یعنی وہ چچازاد بہائی تہا قہات کا پوتا۔ ان قارون کان من قوم موسی فبغی علیہم واٰتیناہ من الکنوز ما ان مفاتحہ لتنوء بالعصبۃ اولی القوۃ خدا نے اسکو بیقدر مال و دولت عطا کیا تہا کہ چند قوی آدمی اسکی کنجیان اُٹہا کر تہکتے تہے) اسکو موسی پر رشک آیا بہت سے بنی اسرائیل کے سردارون کو موسی کے مقابلہ مین اُٹہایا موسی نے اُسکو بلایا وہ نہ آیا آخر یہ ہوا کہ وہ بڑے تجمل کے ساتہہ اپنی قوم کے روبرو جماعت کے خیمہ پر آیا پس غضب الہی بہڑکا (جو اُنکے نیچے کی زمین تہی پہٹی اور زمین نے اپنا منہہ کہولا اور انہین اور اُنکے گہرون اور ان سب آدمیون کو جو قوح کے تہے اور انکے سب مال کو نگل گئی (ورس ۳۲) فخرج علی قومہ فی زینتہ الایۃ فخسفنا بہ وبدارہ الارض الایۃ اس واقعہ عبرت خیز سے تمام لوگ ڈر گئے اور جو اُسکے مال و جاہ کی حسرت کرتے تہے خدا کا شکر کرتے اسکے بعد پہر بنی اسرائیل نے موسی کی شکایت کی اور اُنکے مارنے کا الزام لگایا تو انپر وبا آئی جسمین چودہ ہزار بنی اسرائیل مرگئے اور پہر موسی کی دعا سے دور ہوئی۔ توریت سفر عدد کے ۱۶ اباب مین یہ قصہ بہی ہے کہ موسی نے بنی اسرائیل سے کہا ان اللہ یامرکم ان تذبحوا بقرۃ کہ خدا تمکو حکم دیتا ہے کہ ایک گائے کو ذبح کرو (بعد حجت بسیار قرار پایا کہ) وہ سرخ رنگ بے داغ بے عیب ہو اور جسپر کبہی جوا نہ رکہا گیا ہو (۲) انہا بقرۃ صفراء فاقع لونہا تسر الناظرین انہا بقرۃ لا ذلول تثیر الارض ولا تسقی الحرث الایۃ مگر توریت مین صرف یہ ہے کہ اُس گائے کے ذبح کرنے سے یہ مقصود تہا کہ جلا کر راکہہ کرین اور دستور بنی اسرائیل کے موافق یہ راکہہ خیمہ گاہ کے باہر رکہی جاوے اور چہڑکنے کے پانی مین ملائی جاوے کہ جو بنی اسرائیل پر کاہن یعنی امام چہڑکتا

پتھر گنا تھا اور قرآن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس گائے کا ایک ٹکڑا
لیکر اُس میت کے بدن پر مارا جاوے کہ جسکو اُسکے وارثوں نے قتل کیا تھا
اور قاتل کا پتا نہ ملتا تھا تاکہ یہ شخص زندہ ہو کر قاتل کو بیان کر دے
چنانچہ ایسا ہوا۔ یہ اختلاف قلیل ہے غالباً مشایخ یہود کے سہو سے ظہور میں آیا
اسکے بعد بنی اسرائیل نے قادس میں مقام کیا۔ ہارون کی بہن مریم کا
یہیں انتقال ہوا۔ چونکہ یہاں پانی نہ ملتا تھا اسلئے پھر بنی اسرائیل نے
غل مچایا اور کفر بکنا شروع کیا تب خدا نے موسیٰ کو فرمایا کہ اس چٹان کو جو
انکے سامنے ہے اپنا عصا مار۔ چنانچہ اُنہوں نے عصا مارا پانی چٹان سے
نکلا کہ سب نے پیا اور انکے چارپایے بھی سیراب ہو گئے لیکن خدا تعالیٰ
اُن سے سخت ناراض ہوا۔ پھر موسیٰ نے اَدوم کے بادشاہ پاس ایلچی بھیجا
کہ آپ کے ملک میں ہمارا رستہ ہے ہم راہِ راست چلے جاوینگے تمہاری
گھاس اور باغوں اور کھیتوں کو ہرگز نہ چھوینگے اور جو کچھ لینگے تو
قیمتاً لینگے مگر اُس نے منظور نہ کیا تب ساری جماعت بنی اسرائیل کی
ہور پر آئی اور اُسکے ملک کو چھوڑ دیا موسیٰ کو حکم آیا کہ اس پہاڑ پر
ہارون کا انتقال ہوگا تو اسکے کپڑے اسکے بیٹے الیعذر کو پہنا دے
چنانچہ ہارون نے پہاڑ کی چوٹی پر رحلت کی اور بنی اسرائیل نے
تیس روز تک ماتم کیا۔ خروج کے چالیسویں سال بنی اسرائیل
ملک اَدوم کے کنارے کنارے سفر کرتے ہوئے ملک کنعان کے قریب
پہنچے تو وہاں کے بادشاہ عراد نے جسکا پایہ تخت دکھن کی طرف تھا
یہ سنا تو آمادہ جنگ ہوا اور اسرائیل کی ایک جماعت کو گرفتار کر کے لیگیا
بنی اسرائیل نے خدا سے عاجزی کی منت مانی اور اس سے پھر لڑائی
کی تو کنعانیوں کو گرفتار کر لیا اور انکی بستیوں کو نابود کر دیا وہاں سے
کوچ کرتے کرتے موآب میں پہنچے اور وہاں حسبون کے رہنے والے سیحون
نام بادشاہ سے کہلا بھیجا کہ ہمکو اپنے ملک کی سرحد سے گزر جانے دے آخر اس نے نہ مانا
لڑائی ہوئی بنی اسرائیل نے فتح پائی اور حسبون اور اُسکے گرد نواح کے
شہر قبضہ میں آئے (اسوقت ملک شام میں طوائف الملوکی تھی چھوٹے چھوٹے
رئیس تھے) وہاں سے بنی اسرائیل یعزیر کو فتح کرتے ہوئے
بسن میں پہنچے وہاں بمقام اورائی وہاں کے بادشاہ عوج
سے سخت مقابلہ ہوا (اسکا قد لمبا ہوگا جو یہود میں مشہور ہوا اور پھر
قارون کے مال اور رستم کی شجاعت حاتم کی سخاوت کی طرح
عالم میں شہرت ہو گئی اور قصہ گو لوگوں نے مبالغہ کرنے شروع
کر دیے) انجام کار بنی اسرائیل نے اسکو مع زن و فرزند قتل کر کے
اس کا ملک لے لیا اور اب بنی اسرائیل پھرتے چلے یہاں سے موآب کے
نہر یردن کے پاس شہر یریحو کے مقابلہ میں جسکو اریحا بھی کہتے
ہیں مقام کیا وہاں کے بادشاہ بلق بن صفور کو بڑا خوف پیدا ہوا
اور تمام موآبی ڈر گئے اور اس نے شہر فتور میں بلعم باعور کے پاس جو
اس زمانہ میں بڑا بزرگ شخص مشہور تھا پیغام بھیجا کہ مصر سے ایک قوم
مور و ملخ کی مانند آئی ہے اور سب ملکوں پر پھیلتی جاتی ہے آپ آ کے
اور انکے حق میں بد دعا کیجیے غرض وہ بڑے حیل و حجت کے بعد آئے
مگر رستہ میں انکی سواری کا خچر بیٹھ گیا بہت مارا پیٹا مگر نہ اٹھا پھر خدا نے
خچر کا منہ کھول دیا اُس نے کہا تو مجھکو کیوں مارتا ہے خدا کا حکم نہیں تو فرشتہ کو
نہیں دیکھتا جو مانع آرہا ہے الغرض بلعم بادشاہ پاس آئے اور بد دعا کرنے سے
عذر کیا مگر بادشاہ نے نہ مانا بد دعا کی جگہ دعا منہ سے نکلی تھی آخر بادشاہ ناراض ہوا
بلعم واپس پھر گیا آخر بنی اسرائیل سے مقابلہ کر کے شکست فاش پائی اس ملک
پر بنی اسرائیل کا قبضہ ہو گیا اسکے بعد بنی اسرائیل نے سطیم میں خیمہ قائم کیا
بنی اسرائیل کی شکست کا ایک سامان پیدا ہوا کہ انہوں نے موآبی عورتوں سے حرامکاری کی
اور انکے بتوں کو پوجنا شروع کیا جس کا اثر سخت وبا آئی کہ چوبیس ہزار آدمی مر گئے ہارون
کے پوتے فینحاس نے بڑی ہوشیاری کی کہ زمری کو جسکے خیمہ میں وہ فاحشہ
تھی اور اس فاحشہ کو قتل کر دیا وبا دفع ہو گئی۔ بنی اسرائیل کی شکست کی تدبیر
مدیانی لوگوں نے نکالی تھی اسلئے بارہ ہزار لشکر بنی اسرائیل انپر چڑھا مدیان کے بچوں اور عورتوں کو اسیر کیا

ملا ایک سو تیئس برس کی عمر پائی تھی ۱۲ منہ

اور بلعم باعور کو بھی قتل کیا (غالبًا جب عاکا اثر نہوا بلعم نے زنا کی تدبیر بتلائی
ہوگی) اسکے بعد خدا نے موسیٰ کو حکم کیا کہ تیری وفات کے دن قریب آپہنچے تو اباریم
کے اس پہاڑ پر چڑھ کہ مین تجکو وہ ملک دکھاؤن جو مین نے بنی اسرائیل کو عنایت
کیا ہے تب موسیٰ نے یوشع بن نون کو اپنا قایم مقام کیا اور الیعذر ہارون
کی جگہ امام ہوا اور صندوق شہادت کہ جسکو تابوت سکینہ کہتے ہین اور جسمین
من کا مرتبان اور ہارون کی چھڑی اور توریت دھری تھی بنی لاوی کو
سپرد کیا اور بہت کچھ بنی اسرائیل سے وصیت اور نصیحت کی اور سب کچھ کہہ کر
کر کے جناب رسول محمد صلعم کا عہد آنیوالا یاد دلایا کہ میری مانند ایک اور
نبی اولوالعزم آئیگا ایسا نہوا کہ اُسکی نافرمانی کر کے مصیبت ابدی مین
گرفتار اور ہمیشہ کو لوگون کی نظرون مین ذلیل و خوار ہو جاؤ پھر موسیٰ
سب سے رخصت ہو کر نبو پہاڑ کی چوٹی پر چڑھے اور دریائے یردن کے
پرلے پار جو کچھ ملک خدا نے بنی اسرائیل کو دینا کیا تھا دیکھا اور
وہین جان بحق ہو کر اپنے لوگون مین مل گئے اسوقت انکی عمر ایک سو
بیس برس کی تھی۔ بنی اسرائیل موسیٰ کے لیے مواب کے میدانون
مین تیس دن تک رویا کیے ؛

فصل

موسیٰ کی زندگی مین یردن پار کا ملک فتح نہوا تھا۔ یردن شام مین
ایک دریا جاری ہے جسمین حضرت مسیحؑ نے غوطہ لگایا تھا پس یوشع
نے بنی اسرائیل کو آمادہ کیا اور اسوقت بنی اسرائیل مین اُن لوگون سے
جو مصر سے بیس برس کی عمر مین نکلے تھے کوئی باقی نرہا سوا ے کالب
اور یوشع کے اس زمانہ مین دریاے یردن کا حال نہ تھا جسطرح موسیٰ
نے قلزم سے لوگون کو پار کیا تہا اُسی طرح دریا بیچ سے خشک ہو گیا
اور تمام بنی اسرائیل اُتر گیے اور جاکر شہر یریحو پر حملہ کیا۔ رفتہ رفتہ وہ تمام
ملک فتح کر کے بنی اسرائیل کو تقسیم کر دیا اور نابلس کے پاس حضرت
یوسفؑ کی ہڈیون کو دفنا دیا یہاہین حضرت یوسف کی بیع بھی ہوئی تھی یا
یہ حضرت موسیٰ کی وفات سے اٹھائیسوین برس وفات کر گئے انکے بعد
فینحاس ہارون علیہ السلام کے پوتے تخت حکومت پر بیٹھے اور
کالب بھی سرداری کرتے رہے سترہ برس تک یہی معاملہ رہا پھر بنی
اسرائیل نے خدا کی نافرمانی کی تو اُنپر کوشان جزیرۂ قبرس یا ارمن کا
بادشاہ چڑھ آیا جو عیص کی نسل سے تھا پس آٹھ برس تک اسکی حکومت
رہی تب بنی اسرائیل نے گریہ وزاری کی تو خدا نے غثنیال کالاب کے
بھائی کو ہمت عطا کی اُس نے بنی اسرائیل کو کوشان کے پنجہ سے چھڑایا اسکی
چالیس برس تک حکومت قایم رہی پھر یہ سن یا نوے موسوی مین مر گئے
انکے بعد پھر بنی اسرائیل نے بت پرستی شروع کی تو خدا نے عغلون
بادشاہ مواب کو مسلط کیا یہ نسل لوط سے تہا پھر جب بنی اسرائیل نے
آہ وزاری کی تو آہود کو بنی اسرائیل مین سے قایم کیا اس نے پھر
بنی اسرائیل کی حکومت قایم کی اور اسّی برس تک اسکی حکومت رہی
پس جب یہ سن ایکسو نوے موسوی مین مر گیا تو شمگار بادشاہ ہوا اور
ایک سال کامل بہی اسکی سلطنت نرہی کہ یہ مر گیا اسکے بعد پھر بنی اسرائیل نے
بُت پرستی اور گناہگاری کی جسلیے اُنپر ملک شام کا ایک بادشاہ یابین
نام مسلط ہوا اور بیس برس اسکی حکومت بنی اسرائیل پر رہی پھر جب تایب ہوے
تو بنی اسرائیل مین سے ایک شخص باراق نام اور ایک عورت جسکا نام دبورا
تھا دو سو گیارہ موسوی مین قایم ہوئے اور اُنہون نے یابین سے بنی اسرائیل
کو چھڑایا۔ اور چالیس برس تک خوب حکومت کر کے مر گئے انکے بعد پھر بنی
اسرائیل نے خدا کی نافرمانی شروع کی تب اُنپر سات برس تک انکی دشمن
اہل مدین کا قبضہ رہا پھر جب تایب ہوئے تو خدا نے دو سو اٹھاون موسوی
مین بنی اسرائیل مین سے گدعون کو بادشاہ کیا۔ اس نے انکو خلاصی
دی اور چالیس برس تک خوب انتظام بنی اسرائیل کیا پھر اسکی وفات کے
بعد دو سو اٹھانوے موسوی مین اسکا بیٹا ابی مالک تخت نشین ہوا
اور تین برس حکومت کر کے مر گیا اسکے بعد تولع بن فوآ ... بادشاہ ہوا

اور بائیس برس حکومت کرکے مرگیا سنہ ۱۳۲۴ م مین اسکے بعد پھر بنی
اسرائیل نے سرکشی کی تو انپر موابیون مین سے اموبیطو بادشاہ
اٹھارہ برس تک مسلط رہا پھر بنی اسرائیل خدا کی طرف ملتجی ہوئے
اور روئے تو ان مین سے لیفیح جرثی سنہ ۱۳۰۵ م مین کھڑا ہوا اور اس نے
اسکو ہاتھ سے چھڑایا اور بے شمار موابیون کو قتل کیا آخر چھ برس
حکومت کرکے مرگیا اسکے بعد البصن بادشاہ ہوا اور سات برس
حکومت کرکے سنہ ۱۲۹۰ م مین مرگیا۔ اسکے بعد ایلون حاکم ہوا اور
دس برس کے بعد مرگیا اسکے بعد عبدون آٹھ برس تک حکومت
کرتا رہا اور سنہ ۱۲۷۰ م مین مرگیا اسکے بعد پھر بنی اسرائیل نے بدی
اختیار کی تو خدا نے انپر فلسطینیون کو چالیس برس تک مسلط
رکھا تب بنی اسرائیل روئے چلائے تو خدا نے انمین سے شمسون
جبار کو قایم کیا اس نے بنی اسرائیل کو سنہ ۱۱۲۰ م مین انکے ہاتھ سے رہائی
دی اور بیس برس تک حکومت کی پھر اس پر اہل فلسطین غالب آئے
اور اسکو پکڑ لیگئے اور اپنے کنیسہ کے ستون سے باندھ دیا چونکہ یہ
بڑا زور آور تہا اس نے جو زور کیا تو وہ ستون اکھڑ گیا اور چھت گر پڑی
وہ بہی اور بڑے بڑے سردار اہل فلسطین سب دبکر مرگئے اسکے بعد
دس برس تک بنی اسرائیل بے سردار رہے پھر سنہ ۱۱۴۲ م مین ایک شخص جسکا
نام عالی تہا بنی اسرائیل مین سے بادشاہ ہوا یہ بڑا نیک بادشاہ تہا اسکی
تخت نشینی کے اول سال حضرت صموئیل علیہ السلام موضع شیلو مین پیدا
ہوئے جو قدس کے قریب انیسوین سال حضرت داؤد علیہ السلام پیدا
ہوئے اور چالیس برس اسکی حکومت رہی یہ شخص بنی اسرائیل مین کاہن
یعنی امام تہا یہ سنہ ۱۱۰۴ م مین مرگیا اور اسکے بعد صموئیل نبی علیہ السلام کئی
برس تک بنی اسرائیل کا انتظام کرتے رہے ابتک جو بنی اسرائیل کے حاکم
یا بادشاہ تھے تو بمنزلہ قاضیون کے تھے جس طرح کہ قوم یا بستی کے چودھری
اور سردار فیصلجات اور سب کاروبار کرتے ہین یہ لوگ کرتے تھے ۱۲ منہ

سنہ ۱۰۹۵ م تک رہا اسکے بعد سلطنت کا طور قایم ہوا اور اسکا یہ بیان ہے؛

فصل

بنی اسرائیل نے حضرت صموئیل علیہ السلام سے یہ کہا کہ اب ہم مین کوئی
بادشاہ قایم کردیجئے کہ ہم اسکی مدد سے اپنے مخالفون سے جنگ کرین
اذ قالوا لنبی لہم ابعث لنا ملکا نقاتل فی سبیل اللہ انہون نے ساؤل کو کہ
جنکو طالوت کہتے ہین بادشاہ مقرر کیا یہ بنیامین کی اولاد مین سے تہا
چونکہ یہ شخص خاندانی نہ تہا تو بنی اسرائیل نے کہا انی یکون لہ الملک علینا و
نحن احق بالملک منہ ولم یؤت سعۃ من المال کہ اسکو مال و دولت مین کچھ
وسعت نہین اس سے تو ہم مستحق زیادہ ہین کہ بادشاہ بنائے جائین صموئیل
نے فرمایا خدا نے اسکو علم اور جسم مین فضیلت دی ہے اور اسکی سلطنت
کی یہ علامت ہے کہ صندوق شہادت کہ جسکو اہل فلسطین لڑائی مین لوٹ
کر لیگئے ہین از خود واپس آجائیگا چنانچہ وہ تابوت سکینہ[1] کہ جسمین موسی اور
ہارون کے تبرکات اور الواح اور من کا مرتبان تہا انہون نے از خود واپس
کردیا ملائکہ نے بنی اسرائیل مین لاکر دہر دیا اور ساؤل چونکہ خوبصورت
اور دانا بھی تھے پس ان وجوہات سے بنی اسرائیل نے انکو بادشاہ بنایا
پس طالوت نے عمالیق پر فتح پائی اور کئی شہر اپنے قبضہ مین لایا اور
فلسطینیون سے بھی مقابلہ کی ٹہیری انکا سردار جالوت تہا جو بڑا قدآور
اور بہادر تہا اسکے مقابلہ مین کسی کی طاقت نہ پڑی پھر صموئیل نے
فرمایا اسکو ایک شخص قتل کریگا کہ جسکی علامت خدا نے مجھکو بتائی ہین
چنانچہ صموئیل نے موضع بیت اللحم مین جاکر یشا[2] بن عوفید بن
بوعز بن سلمون سے کہا کہ تو اپنے بیٹون کو کو کہا اس نے سات بیٹے
داؤد کے علاوہ بلائے مگر صموئیل کے پسند نہ آئے کہا کوئی اور بھی باقی
ہے کہا ہے باہر بکریان چراتا ہوگا اسکو بلایا پسند فرمایا اور اسکے سر
پر تیل ڈالا پس داؤد بھی لشکر مین شریک ہوگئے اور لشکر
مین یہ حکم دیا کہ جو کوئی اس دریا سے یردن کا پانی سوا کے

[1] یہ صندوق بنی اسرائیل کے ہان نہایت سخت وقت پر جماعت سے باہر نکالا جاتا تہا بالخصوص جبکہ غنیم نہایت طاقتور ہوتا تہا تو اسکے مقابلہ مین اسکو بھی ساتھ لیجاتے تھے اسلئے برکت سے فتح پاتے تھے اس حملہ مین فلسطائی اس صندوق کو لوٹ کر لیگئے مگر اس سے انکو نحوست معلوم ہوئی تو واپس کردیا ۱۲ منہ [2] [illegible] انگولیسی بھی کہتے ہین اور انکے باپ کو [illegible] ۱۲ منہ

یردن کا پانی سواے چلو کے پئیگا وہ میرا نہوگا اور جو نہ پئیگا
وہ میرے ساتھ آوے چنانچہ بہت سے پیاس کا صبر نہ کیا۔ پانی پی لیا
ان بے صبروں کو دور کیا اور چند خاصان خدا کو ساتھ لیکر مقابلہ ہوا
جب جالوت کا لشکر اور شوکت دیکھی تو لوگ گھبرا اُٹھے مگر داود نے سبکو تسلی دی
اور جالوت سے جا مقابل ہوئے اور اللہ کا نام لیکر جو گوپیے میں دھر کر
ایک پتھر مارا تو جالوت کے سر پر پڑا وہ بیہوش ہو کر زمین پر گر گیا
پھر اُسید کا تیغہ لیکر سر قلم کر دیا تمام بنی اسرائیل میں اس جوانمردی
کی دھوم ہو گئی اور بادشاہ طالوت نے اپنی بیٹی حسب وعدہ داود
علیہ السلام سے بیاہ دی مگر دل میں اُسکی شہرت پر رشک اور حسد ہوا
کئی بار داود کا قتل کروانا چاہا مگر کامیاب نہوا آخر کار یہ بادشاہ مع
اپنے کئی لڑکوں کے فلسطینیوں کی جنگ میں مارا گیا داود بادشاہ ہو گئے
مگر بنی اسرائیل کے گیارہ فرقوں پر طالوت کے بیٹے ایش بوست
کی حکومت ہو گئی مگر چھ برس کے بعد ایش بوست نے وفات پائی تمام حکومت
حضرت داود علیہ السلام کے حصہ میں آئی اسوقت انکی عمر چھتیس برس
کی تھی اسکے بعد داود نے فلسطین اور عمان اور موآب اور ارمن
وغیرہ بہت سے ملک فتح کیے مصر تک اور ادھر دمشق تک ملک کو وسعت
دی اور انکی حیات میں انکے بیٹے ابشلوم نے اپر بغاوت کی مگر وہ ناکام
رہا انہوں نے اپنی حیات میں شہر یروشلم میں خدا تعالی کے لیے مسجد
یعنی بیت المقدس بنانیکی تیاری کی مگر اتمام نہو سکا آخر ستر برس کی
عمر میں [illegible] م میں وفات پائی اور انکی جگہ انکے بیٹے حضرت سلیمان علیہ
السلام تخت نشین ہوئے اور سات برس تک اپنے باپ کی وصیت بموجب بیت المقدس
کی تعمیر میں لاکھوں روپیہ صرف کر کے اُسکو نہایت شان سے تیار کیا اس مسجد
کا طول ساٹھ گز اور عرض بیس گز اور بلندی تیس گز تھی اور اسی کا اہل
کتاب ہیکل کہتے ہیں اسکی تمام مکانات کی کیفیت کتاب التاریخ میں بتفصیل ہے
اور سلیمان کی حکومت کا وہ آوازہ دنیا میں پھیلا کہ روے زمین کے بادشاہ

انسے ڈرنے لگے ملک یمن کی بیگم بلقیس انکی خدمت میں حاضر
ہوئے چالیس برس سلطنت کر کے باون برس کی عمر میں ۹۷۵ق م
میں جان بحق ہو گئے انکے بعد انکا بیٹا رحبعام جو بد شکل اور بیوقوف
تھا تخت نشین ہوا اسکی سختی سے بنی اسرائیل کے دس اسباط
اسکی اطاعت سے نکل گئے صرف سبط یہودا اور سبط بنیامین پر حکومت
رہ گئی اور ان دس اسباط کا بادشاہ یربعام ہو گیا یہ شخص کافر اور
بدکیش تھا اس زمانہ میں سلطنت بنی اسرائیل کے دو حصہ ہو گئے
اس بڑے حصہ کی سلطنت کا پایہ تخت شہر حبرون ہوا اور اسرائیلی سلطنت
نام ہوا دوسرے کا پایہ تخت شہر یروشلم قرار پایا ان دونوں سلطنتوں کے
باہم جنگ وجدال حرب قتال ہوا کرتے تھے اور ان میں سے کوئی
بادشاہ دیندار ہو جاتا تھا تو شریعت اور توراۃ کی پابندی کرتا تھا پھر
دوسرا بت پرستی اور معصیت کو رواج دیتا علما اور انبیا کو چن چن کر
قتل کرتا تھا سلطنت اسرائیلی کے دو سو اکسٹھ برس میں یکے بعد
دیگرے سترہ بادشاہ ہوئے پھر [illegible] م میں یہ سلطنت تمام ہو چکی اور اسوقت
دوسری سلطنت کا آخر قیا بادشاہ تھا اسکے چھٹے سال یہ واقعہ ہوا رحبعام کے
بعد اُسکا بیٹا ابیاہ تخت پر بیٹھا اسکے بعد اُسکا بیٹا آسا تخت پر بیٹھا
یہ بھی دیندار تھا اسکے عہد میں عزریاہ نبی تھے اسکے بعد یہوسفط اسکا
بیٹا بادشاہ ہوا یہ بھی دیندار تھا اسکے عہد میں ایلیا یعنی حضرت الیاس
تھے جو آسمان پر چلے گئے اور میکیاہ علیہ السلام کا بھی یہی زمانہ ہے جس نے اخی اب
کے قتل کی خبر دی تھی الیاس کے شاگرد الیسع نبی تھے اور زکریاہ
بیٹے یخزی ایل بھی اسی عہد میں تھے اسکے بعد اسکا بیٹا یہورام تخت پر
بیٹھا یہ بیدین تھا اسکے بعد اسکا چھوٹا بیٹا اخزیاہ تخت پر بیٹھا یہ بھی بیدین تھا جس کے
اُسکے باپ کو فلسطینیوں اور عربوں نے غارت کیا تھا اسکو بھی دشمن نے قتل کیا اسکے بعد
اُسکا بیٹا یوآس بادشاہ ہوا خوب سلطنت کی بیت المقدس کی مرمت از سر نو کی
اسکے بعد اسکا بیٹا امصیاہ بادشاہ ہوا اسکے بعد اسکا بیٹا عزریاہ

۱۵ کتاب التاریخ میں ایک سو بیس ہاتھ بلندی لکھی ہے ۱۲ منہ ۱۶ اسکے عہد میں یسعیاہ نبی تھے ۱۲ منہ

عزیاہ بادشاہ ہوا۔ اسنے حضرت زکریا علیہ السلام کے قول پر عمل کرکے بڑی مراد پائی سلطنت کو نہایت قوت دی آخرکار بگڑ گیا اور ۷۵۹ ق م مین مرگیا۔ اسکے بعد اسکا بیٹا یوتام تخت نشین ہوا۔ اس نے بھی ملک کو ترقی دی اور یہہ دیندار تھا۔ یونس علیہ السلام اسی کے عہد مین تھے۔ اسکے بعد اسکا بیٹا آخز تخت نشین ہوا یہہ بت پرست اور بدکار تھا۔ اسلئے اسپر مصیبتین آئین بیت المقدس مین اس نے بت پرستی کرائی اسکے بعد اسکا بیٹا حزقیاہ تخت نشین ہوا اس نے بیت المقدس کو نجاستون اور بتون سے پاک کیا۔ اور خدا پرستی کو رواج دیا یہہ بڑا نیک بادشاہ اور باقبال تہا حضرت یسعیاہ علیہ السلام جو عاموص کے بیٹے ہین اسیکے عہد مین تھے اسکے بعد اسکا بیٹا منسی تخت نشین ہوا۔ یہ بڑا بے دین اور بت پرست تہا اس نے پھر بیت المقدس مین بت پرستی کو رواج دیا مگر جب وہ اسکی شامت سے بابل مین گرفتار ہوگیا تو تائب ہوا جس سے پھر اپنے ملک مین آیا۔ اسکے بعد اسکا بیٹا آمون بادشاہ ہوا۔ یہ تو سب سے زیادہ نالائق اور بت پرست تہا چنانچہ ایسی نحوست سے مارا گیا۔ اسکے بعد اسکا بیٹا یوسیاہ تخت نشین ہوا بڑا دیندار اور باقبال تھا۔ اس نے پھر بیت المقدس کو پاک و صاف کیا۔ بتون کو توڑا تورات کو تلاش کیا تخمیناً اٹھارہ برس تک کہین پتا نہ ملا۔ کیونکہ وہ پچھلے حوادث مین تلف ہو چکی تھی۔ مگر خلقیاہ کاہن نے کہین سے تورات کو بہم پہونچایا۔ غالباً یادداشت کے طور پر احکام و قصص جمع کرکے ان کا نام تورات رکہا ہوگا واللہ اعلم عند اللہ۔ اسیر شاہ مصر نے چڑھائی کی یہ اس معرکہ مین مارا گیا

اس کے عہد مین ارمیاہ علیہ السلام تھے اسکے بعد اسکا بیٹا یہوآخز تخت پر بیٹھا لیکن تیسرے مہینے مین شاہ مصر نے اسکو معزول کرکے اسکے بہائی الیاقیم کو اپنی طرف سے تخت پر بٹھایا اور بدلکر اسکا نام یہویقیم رکہا یہ بڑا بدکار اور بت پرست تہا۔ اسکی تخت نشینی کے چھٹے سال ملک عراق مین جو شہر بابل ہے وہان بخت نصر ۶۰۶ ق م مین تخت پر بیٹھا اور ملک شام پر حملہ آور ہوا۔ بعض کہتے ہین یہ واقعہ ۶۰۰ ق م مین تہا اور مسیح علیہ السلام کی پیدایش سے چھ سو دس برس پہلے ہوا ہے پس بخت نصر اسکو قید کرکے لے گیا اور اسکے ساتھ بہت سے مشایخ یہودی بہی گرفتار ہوگئے پھر اسکے بعد یہویاکین اسکو ہشت سالہ لڑکے کو لوگون نے تخت پر بٹہایا۔ سو تین مہینے گزرنے نہ پاے تھے کہ بخت نصر نے اس کو بھی گرفتار کروا منگایا۔ اور بیت المقدس کے وہ سونے چاندی کے اسباب و ظروف سب لوٹ کرلے گئے اور کچھ بہی اس مین سے چھوڑ گئے اور اس لڑکے کی جگہ اس کے چچا صدقیاہ کو قایم کر گئے اور اب کے حملہ مین دانیال اور حزقیل علیہما السلام کو بھی اور لوگون کے ساتھ بند مین مقید کرکے لے گئے۔ صدقیاہ بڑا بے دین اور سرکش نکلا۔ اسکو یرمیاہ علیہ السلام بہت کچھ احکام الہی سناتے اور ڈراتے رہے مگر اس نے ہر قسم کی بدکاریان کین اور نبیون کو ٹھٹھے مین اڑایا اور خدا کے گھر کو ناپاک کر دیا ؛

اور بخت نصر سے بہی بغاوت اختیار کی پہر تو بخت نصر بڑے غصہ
مین آکر چڑہ آیا بیت المقدس کو جلا کر مسمار کر دیا اور شہر کو بہی ڈہا دیا
توراۃ کا نسخہ جو بیت المقدس مین دہرا تہا اُسکو بہی آگ لگا کر
پہونک دیا۔ اور ہزارہا بنی اسرائیل کو تہ تیغ کیا۔ پس آج بنی اسرائیل
کی سلطنت کا خاتمہ ہوگیا اور یہ حادثہ ۵۹۹ ق م مین گزرا اور
ہزارہا بنی اسرائیل کو غلام بنا کر لیگیا۔ اور ستر برس تک یہ مسجد اور
شہر اُجڑا پڑا رہا۔ اور ستر برس تک بنی اسرائیل بابل مین مقید رہے
اس عرصہ مین بخت نصر مرگیا اور ایران کا کیانی بادشاہ جسکا نام
خورس تہا (یہ دارا سے پیشتر تہا غالبًا یہ خسرو ہے یا کوئی
اور) ملک بابل پر قابض ہوا۔ اور یہودیون کو مع سامان بیت
المقدس ایک پروانہ دیکر اُنکے ملک مین بسنے کو روانہ کر دیا۔ انجیرہ
عزرا یعنی عزیر علیہ السلام بہی تھے۔ بنی اسرائیل کے چالیس
ہزار سے زیادہ آدمی تھے۔ جو اپنے ملک مین آئے اور بیت
المقدس اور یروشلم کو برباد دیکہکر آنسو بہر لاے اور ارمیا علیہ السلام
بنی اسرائیل کے ساتھ مقید ہوکر نہ گئے تھے۔ پیچہے انکو حکم
ہوا کہ بیت المقدس کو آباد کرو انہون نے متعجب ہوکر کہا انّٰی
یحیی ہذہ اللہ بعد موتہا کہ اب یہ کیونکر آباد ہوگا اسیمین وہ سو گئے
اور گدہے کو باندہ دیا اور ایک زنبیل مین کچہہ کہانا پانی بہی
تہا اسیمین سو برس انپر گزر گئے اور خدا نے انکو بیدار کیا تو کہانا
پانی ویسا ہی تہا۔ اور گدہے کی ہڈیان پڑی ہوئی نظر آئین
فرشتہ نے پوچہا کسقدر سوے کہا ایک دن یا کم۔ کہا سو
برس تجہپر گزر گئے ہین پس اُنکے روبرو وہ گدہا زندہ ہوا انہون
نے کہا مجہکو یقین کامل ہوگیا کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ پس

جا کر کیا دیکہتے ہین کہ اتنے عرصہ مین بیت المقدس آباد ہوچکا
تہا۔ بعضے کہتے ہین یہ صاحب قصّہ حضرت عزیر تھے واللہ اعلم
الغرض حجی اور زکریا بن عبدو علیہما السلام کی اعانت سے دو
بارہ دارا شاہ ایران کے عہد مین بیت المقدس بنایا گیا جب
بنیاد چننے لگے تو نوجوانون نے بڑی خوشی کا نعرہ مارا۔ اور
جو بڈہے تھے جنہون نے بیت المقدس کو پہلے دیکہا تہا وہ چیخین
مار مار کر روے تھے۔ پس جب بن چکا تو شمعون صادق کو
سردار بنایا اور حضرت عزیر علیہ السلام نے ان انبیا کو جمع کرکے
یادداشت کے طور پر توراۃ کے احکام اور دیگر قصص جمع کرکے
گویا توراۃ کو تعمیر کیا۔ اور پہر یہود کو وعظ و پند کرتے رہے۔
مگر حکومت بنی اسرائیل جاتی رہی ایرانیون کا صوبہ وہان رہا
کرتا تہا پس چند سال بعد یونان کے لوگون نے زور کیا اور
سکندر بڑی فوج لیکر ایران پر چڑہ آیا اب ملک شام اُنکی حکومت
مین چلا گیا۔ پر یونان کی عملداری کے کئی حصہ ہوگیے اسکے
بڑے حصہ کا پایہ تخت شہر روما[1] تہا یہان کے بادشاہ کی سلطنت
نہایت وسیع تھی ملک اسی کی حکومت مین تہا ان کی طرف
سے جو نائب کہ ملک شام مین رہتا تہا اس کو ہیرودوس
کہتے تھے اور بادشاہ کو قیصر۔ حضرت زکریا علیہ السلام ان
دنون بیت المقدس کے امامون مین تھے۔ انکی بیوی
الیساع کے دکہ جسکو الیسابات بہی کہتے ہین کوئی اولاد
نہ تھی اس لیئے میان بیوی دل مین بڑے غمگین
تھے کہ ہمارا کوئی وارث نہین ایک روز زکریا علیہ
السلام کو بیت المقدس مین جبرئیل دکہائی دیئے

[1] یہ شہر ملک اٹلی مین ہے یہودی نائب کہلاتے تھے یہین نام کرتے تہے قسطنطنیہ اسکو بنیاد ہوا ہرقل شاہ روم بہی کا پایہ تخت ۲۲۴

اور لڑکے کی بشارت دیے گیے اور یہ کہ اُسکا نام یحیٰی (کہ جسکو
یوحنا بھی کہتے ہین) رکھنا تیرے خاندان مین اس نام کا کوئی
نہین گزرا ہے۔ الغرض حضرت یحیٰی علیہ السلام پیدا ہوے او
الیساع کی بہن حنہ تھین اُنہون نے نظر مانی تھی کہ اگر میرے
ہان بیٹا پیدا ہوگا تو مین بیت المقدس کی خدمت کے لیے
چڑہاؤنگی۔ کیونکہ یہود مین یہ دستور تھا لیکن قدرت خدا سے
لڑکی پیدا ہوئی اُس کا نام مریم رکھا اور نذر پوری کرنیکے لیے
ہیکل مین بھیجدیا۔ وہان کے اماموں مین گفتگو ہوئی۔ ایک کہتا تھا
مین اسکی پرورش کرونگا دوسرا کہتا تھا اسکو مین لونگا۔ زکریا علیہ
السلام کہ جوان کے خالو تھے بسبب قرعہ اندازی کے اسکے مستحق
ٹھرے پس زکریا نے بیت المقدس مین انکے لیئے ایک جدا جگہ
مقرر کردی کہ سوائے انکو وہان اور کوئی نہ جاتا تھا۔ وہان ایکبار
کیا دیکھتے ہین کہ حضرت مریم بے موسم کا پہل کہا رہی ہین پوچھا
یہ کہان سے آیا کہا خدا کی طرف سے پس اُسوقت اُنکے دل مین
خیال آیا کہ جو بے موسم پہل کہلا سکتا ہے مجہہ بوڑہے کو بے موسم
اولاد بھی دیسکتا ہے اسلیئے دعا مانگی اور تین روز تک بحکم الٰہی
کسی سے کلام نکیا الخ ایک روز حضرت مریم حیض سے پاک ہوکر
غسل سے فراغت کرکے بیٹھی تھین کہ آدمی کی شکل مین اُنکو
جبرئیل دکھائے دیے تو اُنہون نے دیکھکر خدا کی پناہ چاہی
اور کہا تو کون ہے اُنہون نے کہا مین جبرئیل ہون
خدا کے طرف سے اس لیے آیا ہون کہ تجھکو بیٹا دون
وہ بولی مین نہ تو بدکار ہون نہ آجتک کسی مرد کے پاس
گئی ہون پھر بیٹا ہونے کی کیا صورت۔ جبرئیل نے کہا خدا

تجھکو یون ہی بیٹا دیگا۔ پس جبرئیل نے پاس جاکر اُنکے
کرتے کے گریبان مین پہونک دیا وہ حاملہ ہوگئین اور
بیت اللحم مین حضرت عیسے علیہ السلام پیدا ہوے یہود
اُنکے مارنے کو آئے کہ تو نے حرام کا بچہ جنا حضرت عیسیٰ
نے لڑکپن مین کلام کرنا شروع کیا تو لوگ ڈر کر چلے گئے۔
مگر اِسسے پیشتر حضرت یحیےٰ علیہ السلام پیدا ہوچکے تھے
یہود کو مریم کے بارہ مین حضرت زکریا علیہ السلام پر
بدگمانی ہوئی اُنکے مارنے کو دوڑے یہ بیچارے ایک درخت
کے گنجان مین جا چھپے یہود نے آرہ سے درخت کو چیر ڈالا
یہ بھی چرکر دو ٹکڑے ہوگئے اناجیل سے معلوم ہوتا ہے
کہ حضرت مریم کا نکاح اُنکے چچازاد بہائی یوسف بن یعقوب
بن متہان سے ہوا تھا کہ جو بڑہئی تھے اور جب مریم اُنکو
پاس آئین تو حمل دیکھکر یہ گہبرائے مگر خواب مین فرشتہ نے
اُنکو مطلع کردیا تو یہ انکی پاکدامنی کے مقر ہوے شاید یہ بھی
ہوا ہو۔ مگر یوسف مریم کے پاس نگیا۔ اُس وقت ہیرودیس
کو نجومیون کے کہنے سے یہ معلوم ہوا کہ یہ لڑکا یہود کا بادشاہ
ہوگا اور یہود کو غیر قومون کے ہاتھ سے چھڑائے گا اسلیئے
اُسنے چاہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرے تب خدا
کے فرشتہ نے یوسف سے کہا کہ تو اس لڑکے
اور اس کی ماں کو لیکر مصر مین چلا جا۔ چنانچہ
وہ وہان چلا گیا اور ایک عرصہ تک حضرت عیسےٰ
نے وہان پرورش پائی پس جب یہ سنا کہ یہ بادشاہ
مرگیا تو پھر یوسف اپنے وطن مین آیا

اور اپنے گاؤن ناصرہ مین رہا۔ اسلئے حضرت عیسے کے لوگون کو
نصارے کہتے ہین۔ اب عیسی ہوشیار ہوتے اور طرح طرح کے
معجزات یہود کو دکھا کر راہ راست پر انکی تاکید کرتے تھے مگر
وہ سیہ دل اسلئے انکے بدخواہ ہوتے جاتے تھے۔ اور حضرتنا
یحیی علیہ السلام جوانون کے کپڑے پہنے جنگلون مین رہتے
اور نصیحت کرتے پہرتے تہے۔ دریاے یردن پر حضرت عیسیٰ
نے حضرت یحیی کی شاگردی کی اور انکے ہاتھ سے غوطہ لیا جسکو
نصاری بپتسمہ کہتے ہین اور اصطباغ بہی یحیی علیہ السلام کو
ہیرودوس نے اسلئے قید کر لیا تہا کہ وہ اسکو ایک عورت کے گہر
مین رکھنے سے (کہ جسکا رکھنا اسکو جایز نہ تہا) منع کرتے تھے۔
آخر ایک روز ہیرودوس نے سالگرہ کا جلسہ کیا اور اس جلسہ مین
اس عورت کی بیٹی نے ناچ کر سبکو خوش کیا۔ ہیرودیس نے
کہا مانگ کیا مانگتی ہے اسنے بادشاہ سے پکا وعدہ کرا کے اپنی
مان سے پوچہا اس نے کہا یحیی کا سر مانگ۔ بادشاہ نے جلاد
کو بہیجا اور وہ ایک لگن مین یحیی کا سر کاٹ کر لایا اور اس لڑکی
کو دیا اور اسنے اپنی مان کو دیا جس سے وہ بہت خوش
ہوئی۔ اسکے بعد حضرت عیسی اپنے بارہ حواریون کے ساتہہ
جابجا وعظ کہتے پہرتے تھے اور یہود کو ملامت کرتے تھے
جس سے یہود کو انسے سخت عداوت پیدا ہوئی اور انکے قتل
کی تدبیرین کرتے رہے آخر یہان کے بادشاہ پلاطوس کو
آمادہ کیا اور ایک جگہ سے حضرت کو گرفتار کر کے لے گئے
خدا کی قدرت انہین سے ایک کو خدا نے مسیح کی صورت
مین کر دیا اور انکو صحیح سلامت آسمان پر بلا لیا۔ وہ شخص یہود کے
ہاتھ سے بڑی اذیت کے ساتہہ مارا گیا۔ اور سولی چڑہتے وقت
اس نے بڑی جزع فزع کی۔ عام لوگ بلکہ کل یہود و عیسائی
بھی سمجھتے ہین کہ عیسی علیہ السلام سولی دیے گیے۔ اسوقت
ان حضرت مسیح کی عمر تینتیس ۳۳ برس کی تھی۔ اور یہ واقعہ غلبہ
سکندر کے تین سو چہتیس ۳۳۶ برس بعد ہوا ہے اسکے بعد حضرت
مسیح (عیسی) اپنے حواریون کو دکھلائی دیے اور انکو اپنے
دین کی اشاعت کی اور جناب رسول مقبول صلعم کی تشریف
آوری کی بشارت دی جیسا کہ انجیل برنباس مین مصرحاً
مذکور ہے اور دیگر اناجیل مین لفظ فارقلیط ہے۔ انکے بعد
حواریون نے ملک شام اور یونان اور افریقہ مین دین الہی کو
رواج دیا اور اسوجہ سے نہ تنہا یہودی بلکہ شاہ روم جو وہانکا
حاکم اور بت پرست تہا اور جسکو قیصر روم کہتے تھے حواریونکا
دشمن جانی ہو گیا اور بہت کو شہید کیا اور تکلیف دیکر مارا۔
یروشلم مین سب سے اول استیفان کو شہید کیا۔ مگر جون
جون لوگ انپر سختیان کرتے تہے۔ اسیقدر انکے خوارق عادات
سے دین حق پہیلتا جاتا لیکن ایک یہودی نے عجیب فریب کیا کہ
لوگون مین مشہور کیا کہ مجکو حضرت عیسے کا دیدار ہوا ہے اور
انہون نے مجہکو ایک کتاب بھی دی ہے سو وہ حواریون
مین مل گیا۔ اور چونکہ بڑا سینہ زور اور منہ زور تہا سب کو
دبانے لگا اور سبکے برخلاف اسنے یہ مسئلہ جاری کیا کہ حضرت
عیسے خدا تھے خدا آدمی کی شکل مین ظاہر ہوا تہا وہ سب کے
گناہ اٹہا کر لے گئے بس اسبات پر ایمان لانا کافی ہے
شریعت کچھہ نہین۔

بلکہ شریعت پر عمل کرنے سے لعنتی ہوتا ہے۔ اگرچہ اس بات پہ
شہر انطاکیہ مین حواریون نے بحث بہی کی مگر اسکے مرید زیادہ
ہوگئے تھے۔ اسکو غلبہ پایا قصہ مختصر اس نے دین عیسوی کو
بالکل پلٹ دیا اسکا نام پولوس ہے تین سو برس تک عیسائیون
کو کہین امن نہ ملتا تہا۔ اسمین بارہا وہ حملہ انپر ہوئے کہ جن جنگر
لوگ قتل کیے گئے کتابین جلائی گئین۔ چنانچہ انہین
حوادث مین حضرت عیسے کی اصلی انجیل جاتی رہی۔ اور
لوگون نے حضرت کے حالات تاریخ کے طور لکھنے شروع
کیے اور عیسائی اُن کتابون کو اپنی اصطلاح مین انجیل
کہتے ہین چنانچہ بیشتر اسّی سے زیادہ جہوٹی سچی انجیلین مشہور
ہوئین لیکن انمین سے اب عیسائیون کے نزدیک چار کتابین زیادہ
معتبر ہین۔ انجیل متی۔ انجیل مرقس۔ انجیل لوقا۔ انجیل یوحنا
بلکہ اُس پولوس اور دیگر اشخاص کے خطون کو بہی جمع کرلیا ہے
اور سب کو حضرت عیسے کی انجیل کہتے ہین اور اسی سے دل
خوش کرتے ہین۔ گو سلاطین قیصریہ کے ہاتھ بیچارے
عیسائیون پر مصیبتین آئین۔ مگر جسطرح کہ بیت المقدس کی
بربادی کی حضرت عیسی نے خبر دی تھی اسی طرح ظہور مین
آیا تھا یعنے چالیس برس بعد طیطوس نے یہود کی سرکشی
سے انپر چڑہائی کی اور پہر بیت المقدس کو جلادیا اور بالکل
مسمار کردیا اور تمام کتابین اُنکی جلادین اور تلاش کرکر یہودیونکو
قتل کیا۔ پس اب برائے نام بہی سلطنت نہ رہی تا اس عرصہ
مین پولوس کا مذہب رواج پاگیا۔ روم کا بادشاہ قسطنطین
کہ جو بڑا ظالم تہا اسی امید پر کہ میرے سب ظلم عیسی اُٹہالینگے

چوتہی صدی عیسائی مین عیسائی ہوا۔ اور بزور لوگون کو
عیسائی بنایا۔ اور بڑے سخت قانون جاری کیے جس سے
روم اور یونان اور اٹلی مین اس مذہب کی شہرت ہوگئی
اور پہر رفتہ رفتہ اور ملکون مین یہ مذہب پہونچا۔ تخمیناً آٹھ سو
نو سو برس سے انگلستان کے لوگ بہی کہ جو بُت پرست تھے
عیسائی ہوئے اور روس اور جرمن وغیرہ ملکون مین بہی یہ
مذہب رواج پاگیا لیکن اسمین سینکڑون فرقے پیدا ہوگئے
مگر سب سے زیادہ دو گروہ ہین اول رومن کیتہلک جسمین روما
و فرانس وغیرہا ہین۔ یہ مذہب پولوس کے قدم بقدم پرانے
خیالات پر ہے۔ روم مین پوپ ایک پادری یا امام ہوتا تہا کہ
جو عیسی علیہ السلام کا نائب کہلاتا تہا اور اُسکی حکومت
اور شوکت سب عیسائی سلاطین تسلیم کیا کرتے تھے جسطرح
کہ اہل اسلام مین خلفائے خاندان کی ریاست تھی اسیطرح
اسکی عیسائیون مین پوپ کی بدعتین اور بیہودہ باتین اس
قابل نہین کہ اپنی تفسیر مین بیان کرسکون چنانچہ حال کے
عیسائی بہی میری تصدیق کرتے ہین تخمیناً تین سو برس ہوئے
کہ ایک شخص مارٹن لوتھر پوپ سے برگشتہ ہوگیا اور
اُسکے شاگرد جان کالون وغیرہ اُسکے مددگار ہوگئے اور
انہنے ایک نیا مذہب نکالا اُسکو پراٹسٹنٹ کہتے ہین یہ مذہب
انگلستان اور جرمن اور دیگر بلاد یورپ کا ہے۔ پہر باہم
اور بہت سے فرقے ہین۔ ہان اور بیت المقدس کا حال رہا
جاتا ہے وہ یہ کہ طیطوس کے بعد پہر لوگون نے بیت المقدس
کو آباد کیا تہا اور اسکا نام ایلیا رکہا تہا (یعنی خانہ خدا) مگر

قسطنطین کی والدہ ہلانہ کو کسی پادری نے یہ پٹی پڑہائی کہ جس سولی پر حضرت عیسےٰ لٹکائے گئے تھے وہ لاوگی تو حیات ابدی پاؤگی پس وہ شام میں آئی اور آکر اُس رہبے سے بیت المقدس کو بھی خراب کر گئی اور یہ حکم دے گئی کہ تمام شہر کا پاخانہ اور قاذورات یہین پڑا کرے پس سالہاسال تک یہی نوبت رہی اور کسیکی جرأت تعمیر کرنیکی نہوئی۔ یہانتک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُسکو از سر نو تعمیر کیا۔ پھر اُنکے بعد قدیم بنیادون پر ولید بن عبد الملک نے قایم کیا اور بہت سے قُبہ بنائے کسی کا نام قبہ میزان اور کسیکا نام قبہ معراج رکہا اور یہ بنا ابتک قایم ہے

(ہدایۃ القدیار ہدایۃ الحکمار)

مگر سلاطین عثمانیہ کے عہد مین اُسکی بھی تعمیر جدید ہوئی یہ مسجد خاص اہل اسلام کے قبضہ مین ہے اور اُسکے آس پاس یہود اور نصاریٰ کے لیے قبے بنے ہوے ہین جیساکہ نقشہ سے معلوم ہوتا ہے گو تمام عیسایون نے پیٹر گریٹ کے اغوا سے بیت المقدس لینے کا قصد کیا اور کئی صدیون تک لڑائیان رہین مگر آخر کار صلاح الدین مصری کو خدا نے غالب رکھکر اپنا قدیم گھر سچے مذہب والون کو دلایا۔ بحمد اللہ اہل کتاب کے تمام معابد آج تک مسلمانون کے قبضہ مین ہین وللہ الحمد۔ یہ مختصر سا حال بنی اسرائیل کا ہے کہ جس کے جاننے پر قران مجید کا سمجہنا موقوف ہے اور تفصیلاً کتب تاریخ مین موجود ہے قران مجید مین مختلف اغراض سے ان قصون کی طرف بلا لحاظ تقدیم و تاخیر اشارہ ہوا ہے پس ناظر کو چاہیے کہ سب کو اپنے مقامات پر چسپان کرے

واضح ہو

کہ بعض ملحدون نے جسطرح اور معجزات کا انکار کیا ہے اسیطرح بنی اسرائیل کے عبور قلزم کا انکار کیا ہے اور یہ توجیہ کی ہے کہ جزر و مد تہا یعنی جب سمندر کا پانی اُترا ہوا تہا اُسوقت بنی اسرائیل کا گزر ہوا اور اُنکے پیچہے فرعون اور اُسکا لشکر آیا تو اُسوقت دریا کا چڑہاؤ تہا وہ لوگ سب ڈوب مرے نہ یہ کہ موسیٰ کی عصا زنی سے سمندر کے دو ٹکڑے ہوے تھے جیساکہ اہل کتاب اور اہل اسلام کا عقیدہ ہے اور اپنے اس دعوے پر اُسنے ایک دلیل عقلی اور ایک نقلی پیش کی ہے عقلی دلیل یہ ہے قولہ

(انفلق ماضی کا صیغہ ہے اور عربی زبان کا یہ قاعدہ ہے کہ جب ماضی جزا مین واقع ہوتی ہے تو اُسکو دو حالتین ہوتی ہین اگر ماضی اپنے معنو پر نہین رہتی بلکہ شرط کی معلول ہوتی ہے تو اُسوقت اُسپر فَ نہین لاتے۔ اور جبکہ وہ اپنے معنو پر باقی رہتی اور جزا کی معلول نہین ہوتی تب اُسپر فَ لاتے ہین جیسے کہ اس مثال مین ہے دوان اکرمتنی فاکرمتک امس الخ،، اس مثال مین جزا یعنی گزشتہ کل مین تعظیم کا کرنا شرط کا معلول نہین ہے کیونکہ وہ اس سے پہلے ہو چکی تہی اسلیے اس آیت مین سمندر کا پہٹ جانا یا زمین کا کہل جانا ضرب کا معلول نہین ہوسکتا الخ ۱۲

اقول اس کا جواب یہ ہے۔ اوّل تو زبان عرب کا یہ قاعدہ نہین

اگر ہے تو کسی اہل زبان یا کتاب کا حوالہ دیجیے

(۲) بلکہ وہ قاعدہ یہ ہے کہ ماضی جزا میں واقع ہو تو اگر استقبال کے معنی میں ہے جیسا کہ درصورت نہونے لفظ قد کے ہوتا ہے تو فٓ کا لانا لازم نہیں ورنہ فٓ اسپر داخل کرتے ہیں

واذا کان الجزاء ماضیا بغیر قد لفظاً او معنیً لم یلزم الفاء کافیہ

والضابطۃ ان مدار اتیان الفاء وترکہ لتاثیر المعنوی اعنی قلب الجزاء الی الاستقبال فانہ ان اثر فیہ تاثیرا تاماً فلا حاجۃ الی الفاء وان اثر تاثیراً ناقصاً فالوجہان وان لم یوثر فیہ اصلا فالفاء کجملۃ

اب کہان یہ قاعدہ کہان وہ قاعدہ اس ناواقفیت کا کچھ ٹھکانا ہے

(۳) نہ یہان شرط ہے نہ جزا نہ کوئی کلمہ شرط ہے نہ کسی مفسر نے اسکو جزا قرار دیا ہے۔ صرف فٓ آنے سے معترض نے جزا سمجھکر ایک منصوبہ باندہ لیا اور فٓ جزا کے سوا اور جگہ بہی آتی ہے بالخصوص تعقیب اور تفریع کے لیے اکثر مستعمل ہوتی ہے جیسا کہ سبب اور مسبب اور علت و معلول کے درمیان واقع ہوتی ہے جیسا کہ کسرتہ فانکسر قلتہ فمات اور اس جملہ کی بہی جلالین وغیرہ تفاسیر مین یون تقدیر کلام کی ہے ان اضرب بعصاک البحر فضربہ فانفلق (جلالین) جسطرح کہ ہماری زبان مین لفظِ پس کا استعمال ہوتا ہے اور مسبب پر بیشتر اسکا استعمال آتا ہے جیسا کہ مین نے اسکو مارا پس وہ مرگیا مارنا سبب اور مرجانا مسبب ہے اسی طرح اس آیت مین ضرب عصی سبب اور پہٹ جانا مسبب ہے۔ افسوس کہ معترض کو زبان عربی سے کچھہ بھی واقفیت نہین ناحق زمین آسمان کے قلابے ملاتے ہین۔

دوسری دلیل نقلی

وہ یہ ہے کہ گلاڈیس اٹالی جسکو حکیم بطلیموس کہتے ہین جو سنہ عیسوی کی دوسری صدی مین تہا۔ اور مصر مین رہا کرتا تہا اس لئے وہ بحر احمر کے حال سے زیادہ واقف تہا۔ اُسنے بحر احمر کا نقشہ لکہا ہے اصل زبان یونانی ہے مگر اسکا ترجمہ لٹین جو سنہ ۱۶۱۸ء مین لوئیس سیز دہم ۱۳ شاہ فرانس کے عہد مین چہاپا گیا تہا خوش قسمتی سے ہمارے پاس موجود ہے اسمین تین جزیرے بحر احمر مین مع نام بتلائے ہین اور اب وہ جزائر نہین (کیونکہ علم جیالجی سے یہ بات ثابت ہے کہ جزائر بعض اسباب سے غرقاب ہو جایا کرتے ہین اور کبہی دفعۃً نکل آتے ہین) اس سے ثابت ہوا کہ بحر احمر کا اُس زمانہ مین یہ زور شور تہا کہ جو اب اہل اسلام کے عہد مین بارہ سو برس سے ہے اس سے یقین کامل ہو جاتا ہے کہ وہ مقام جہان سے بنی اسرائیل اترے بلاشبہ جوار بہاٹے کے سبب رات کو پایاب اور دنکو عمیق ہو جاتا ہوگا۔ اور موسی کو پایاب اتر جانے کا رستہ معلوم تہا۔ پس حضرت موسی بنی اسرائیل سمیت بحر احمر کی بڑی شاخ کی نوک مین سے جہان ہمنے نقشہ مین نقطونکا نشان دیا ہے پار اتر گئے۔ صبح ہوتے فرعون نے جو دیکہا کہ بنی اسرائیل پار اتر گئے اسنے بہی انکا تعاقب کیا اور لشکر کو غلط رستہ سے دریا مین ڈالدیا۔ پانی بڑہ گیا جس سے سب ڈوب گئے۔ یہودیون کی تقلید سے مفسرین نے ایک سیدھی بات کو ایک معجزہ

ایک معجزہ خارج از قانون قدرت بنا دیا حالانکہ قرآن سے ایسا ثابت نہیں۔

جواب

اول تو اسکا کیا ثبوت ہے کہ یہ نقشہ بطلیموس کے نقشہ کے موافق مطابق ہے؟ (دوم) یہ کیا ضرور ہے کہ بطلیموس کے زمانہ مین جو موسی علیہ السلام کے سیکڑون برس بعد ہے بحر قلزم بدستور ہو ممکن ہے کہ بقوا عد جوالجی اُسوقت یہ نئی حالت پیدا ہوئی حضرت موسی کے عہد مین نہ تھی اور اب پھر ویسی ہوگئی۔ (سوم) اب بھی بحر احمر مین جزایر موجود ہین اس تقدیر پر زمانہ بطلیموس مین اور زمانہ حال مین فرق ثابت کرنا مدعی کے ذمہ ہے (چہارم) یہ سب کچھ تسلیم بھی کیا جاوے تو اسکا کیا ثبوت ہے کہ بنی اسرائیل بحر قلزم کی نوک پر سے گزرے تھے جہان کہ ایسا کنارہ تھا کہ پانی خشک ہو جاتا تھا۔ جہان کہ مدعی نے نشان کے لئی نقطہ لگائے ہین (پنجم) اگر یہ تھا تو کیا فرعون کو اُس کنارہ کا علم نہ تھا۔ اور جبکہ اُسکے ساتھ سیکڑون اس ملک کے واقف تھے تو مقتضا ے قانون فطرت یہ تھا کہ وہ کنارہ سے بھی دو چار کوس ہٹ کر گاڑیون کو خشک زمین سے لیکر نکلتے۔ (ششم) اگر کنارہ پاس تھا تو پھر سینکڑون بنی اسرائیل پر کیا مصیبت پڑی تھی کہ وہ اس مقام سے گزرے کہ جہان پانی پایاب ہو گیا تھا کس لیے کہ گارا کیچڑ تو پھر بھی باقی رہتا ہے کہ جسمین چلنا بالخصوص بھاگتے اور خوف کے وقت مشکل ہوتا ہے۔ بلکہ مقتضا عقل یہ تھا کہ اُس نوک سے دو ایک کوس کے فاصلہ سے خشک زمین سے گزرتے۔ مدعی کہانتک تاویل کرے گا

علاوہ اسکے قرآن مجید کے الفاظ سے پانی کا پھٹنا ثابت ہے

آیت اول فاوحینا الی موسی ان اضرب بعصاک البحر فانفلق فکان کل فرق کالطود العظیم ۞ واز لفنا ثم الاخرین ۞ ہمنے موسی کیطرف وحی بھیجی کہ اپنے عصا کو دریا پر مارے اُسنے مارا پس دریا پھٹ گیا اور ہر ٹکڑا بڑے پہاڑ کی مانند ہو گیا۔ اور لائے ہم اُس جگہ دوسرے لوگونکو ۞ (شعراء) یہان ضرب کے معنی چلنے کہنا اور فی مقدر کرنا اور اضرب بعصاک فی البحر عبارت بنانا نہایت ناوانی ہے اول تو بحر مفعول بہ ہے اُسکو مفعول فیہ کہنا پڑیگا دوم پھر بھی اقرار لازم آویگا کہ موسی عصا کے ذریعہ سے دریا پر گزرے سو یہ بھی خلاف قانون قدرت ہے تیسرے فانفلق الخ کے کیا معنی ہونگے (آیت دوم) فاضرب لہم طریقا فی البحر یبسا لا تخاف درکا ولا تخشی (طہ) کہ اے موسی بنی اسرائیل کے لیے دریا کے بیچمین سے خشک رستہ نکال (آیت سوم) واترک البحر رھوا کہ دریا کو خشک چھوڑ (دخان) واذ فرقنا بکم البحر (بقرہ) اور ہمنے تمہارے لیے دریا کو پھاڑ دیا۔ اسی طرح تمام کتب تاریخیہ بالخصوص تورات سفر خروج کے ۱۴ باب مین ہے (۲۲) اور بنی اسرائیل دریا کے بیچمین سے سوکھی زمین پر ہوکے گزر گئے اور پانی کی اُنکے دائین اور بائین دیوار تھی ۞ ۱۶ تو اپنا عصا اُٹھا دریا پر مار اور اُسے دو حصہ کر بنی اسرائیل دریا کے بیچون بیچ مین سے سوکھی زمین پر ہوکے گزر جائینگے تعجب ہے کہ مدعی کے نزدیک تورات مین تحریف نہین ہوئی وہ تو معتبر نہوا اور بطلیموس کا نقشہ معتبر مانا جاوے ۞

(واللہ الہادی)

وَإِذْ وَاعَدْنَا مُوسَىٰ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِن بَعْدِهِ وَأَنتُمْ ظَالِمُونَ ۝ ثُمَّ عَفَوْنَا عَنكُم مِّن بَعْدِ ذَٰلِكَ لَعَلَّكُمْ

اور جبکہ ہمنے موسیٰ سے چالیس رات کا وعدہ کیا پھر اسکے بعد تمنے بچھڑا بنالیا اور تمنے ستم کیا پھر اسکے بعد ہمنے تمکو معاف کیا تاکہ تم شکر کرو

تَشْكُرُونَ ۝ وَإِذْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ وَالْفُرْقَانَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ۝

اور جب دی ہمنے موسے کو کتاب اور فرقان تو کہ تم ہدایت پاؤ

ترکیب

واذ واعدنا فعل با فاعل موسیٰ مفعول اول اربعین لیلۃ مفعول ثانی اتخذتم فعل انتم فاعل العجل مفعول اول الہا مفعول ثانی محذوف وانتم ظالمون جملہ اسمیہ حال ہے فاعل اتخذتم سے عفونا فعل با فاعل من بعد ذالک متعلق ہے فعل کے آتینا فعل ضمیر نحن فاعل موسیٰ مفعول اول الکتب معطوف علیہ الفرقان معطوف دونوں مفعول ثانی لعل قرائن کثر مفسرین ترجی کا یہ معنی کے آتا ہے کہ معنی ہین تاکہ بعض کہتے ہین ترجی کے لئے مگر لوگون کے محاورہ کے موافق خدا تعالیٰ بہی کلام کرتا ہے ورنہ اسکو ترجی کی ابتدا انتہا معلوم ہوتی ہے اسی طرح یہ اذ جو ظرف ہے ہر جگہ اکثر کے نزدیک اذکر کے متعلق ہے والقول ما قلنا فی المقدمۃ ؛

(تفسیر)

ان آیات مین خدا تعالیٰ حضرت موسیٰ کے وہ حالات بیان کرتا ہے جو کہ دریائے قلزم کے پار اترنیکے بعد ظہور مین آئے تاکہ بنی اسرائیل شکر کرین شکرگزار اور فرمانبردار ہون اول یہ کہ جب موسیٰ نے قلزم کو عبور کیا اور کوہ طور کے پاس پہونچے تو خدا نے فرمایا کہ چالیس رات تو ہمارے جناب مین پہاڑ پر عبادت کر تاکہ تمکو کلام اور احکام شریعت ملین یہ اسلئے کہ اس عرصہ مین جسمانی تعلقات کم ہوکر ملکیت کا ظہور ہوگا تو خدا تعالیٰ سے ہمکلام ہونے کی صلاحیت ہوجاویگی اور اسی لئے اہل باطن چالیس روز کا چلہ کیا کرتے ہین حضرت موسیٰ پہاڑ پر تشریف لیگئے اور بنی اسرائیل سے تیس رات کا وعدہ کر گئے کیونکہ اول مین یہی حکم ہوا تہا پہر دس رات وہان اور رہنا پڑا تو بنی اسرائیل مین کھلبلی مچ گئی یہ مشہور ہوگیا کہ موسیٰ مرگئے بنی اسرائیل مین ایک شخص کا نام سامری تہا اسنے کیا مکر کیا کہ بنی اسرائیل سے کہا کہ اب موسیٰ تو مرگئے اور تمہارے لئے خدا کا ہونا ضرور ہے تم مجہکو زیور دو تو تمہارے لئے خدا بنا دون چونکہ مصر کے لوگ گائے بیل اور بلی کو پوجتے تہے یہ بنی اسرائیل بہی انکی صحبت کے خوگیر تہے سامری نے ایک بچھڑا بنایا سب بنی اسرائیل اسکو سجدہ کرنے لگے اسمین حضرت موسیٰ جو پہاڑ پر سے لوحاین کہ جنمین احکام لکہے تہے لیکر تشریف لائے تو بنی اسرائیل کی یہ حالت دیکہکر بہت ناراض ہوئے اور اپنے بہائی ہارون پر خفا ہوئے کہ مین تمکو اپنا نائب بنا کر گیا تہا تمنے کیون منع نہ کیا انہون نے عذر کیا کہ مین منع کرتا تو لوگ مجہکو مار ڈالتے یہ قصہ اگر کہین آئیگا اور ہم بیان کر آئے ہین پس خدا کی طرف سے یہ حکم آیا کہ اس بچھڑے کو ریت کر کر دریا مین ڈلوا دو اور لوگ اسکی تو بہ مین اپنے آپکو قتل کرین چنانچہ ایسا کیا تو موسیٰ نے رو کر التجا کی تو یہ حکم معاف ہوا اور خدا نے درگزر کیا اور پہر موسیٰ پہاڑ پر گئے تو بہت سے احکام لائے اور غالباً یہی مجموعہ توریت تہا کہ جو تختیون پر لکہی ہوئی تہی اس بچہڑا پوجنے کی کیفیت اگلی آیت مین بیان فرماتا ہے

(متعلقات)

(الکتب) سے مراد تو قطعاً توریت ہے مگر فرقان کہ جو بروزن غفران ہے جسکی معنی فرق کرنیوالی چیز کے ہین اسمین علما کے مختلف اقوال ہین بعض کہتے ہین کہ اس سے بہی توریت مراد ہے یہ توریت کا وصف ہے کہ وہ حق و باطل مین فرق کرتی تہی بعض کہتے ہین اس سے حجت اور معجزات مراد ہے واللہ اعلم

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ فَتُوْبُوْٓا اِلٰى بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ

اور یاد کرو جبکہ موسی نے اپنی قوم سے کہا کہ اے میری قوم بلاشک تمنے بچھڑا بناکر اپنی جانو نپر ظلم کیا ہیں تو بہ کرو اپنے پروردگار سے پس قتل کرو اپنے

ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِئِكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ

اپکو یہ تمہارے لیے تمہارے پروردگار کے نزدیک بہتر ہے پھر تمکو خدا نے معاف کیا بیشک وہ بڑا معاف کرنیوالا مہربان ہے ؛

ترکیب

واذ قال فعل ۔ موسیٰ فاعل لقومہ متعلق ہے قال کے یاقوم الخ یہہ سب مقولہ ہوا ۔ یا حرف ندا ، قوم منادی مضاف

ی متکلم مضاف الیہ محذوف کسرہ م اسکے قایم مقام ہے انکم الخ ندا ، باقی جملے صاف ہین ۔

تفسیر

جب موسیٰ علیہ السلام کوہ طور سے تشریف لاے اور یہ حال دیکھا تو انکو ملامت کی کہ تمنے اپنی جانون پر بڑا ظلم کیا اب تم توبہ کرو اور

تمہاری توبہ یہہ ہے کہ اپنے آپکو قتل کرو ہر شخص اپنے قرابتی کو مارے کہ وہ اپنے نفس کا قتل کرنا ہے چنانچہ ایسا ہوا جیسا کہ توریت سفر

خروج کے بتیسوین باب مین لکھا ہے (۲۷) اور اسنے انہین کہا کہ اسرائیل کے خدا نے فرمایا ہے کہ تم مین سے ہر مرد اپنی کمر پر تلوار باندہے الخ اور ہر ایک

آدمی آپنے دوست کو اور ہر ایک آدمی اپنے قریب کو قتل کرے (۲۸) اور بنی لاوی نے موسی کے کہنے کے موافق کیا چنانچہ اسروز تین ہزار مرد

مارے گئے ۔ پھر دوسرے روز موسیٰ نے لوگونکو کہا کہ تمنے بڑا گناہ کیا الخ ۔ اور تیسرا یہ تہا کہ شرک کر کے ان لوگون نے اپنی حیات ابدی کو مٹایا پس اسکے

کفارہ مین یہ حیات مستعار مٹانی چاہئے الغرض موسی کو بنی اسرائیل کی اسحالت پر رحم آیا اور خدا سے سفارش کی اسنے انکو معاف کیا کیونکہ وہ بڑا مہربان

اور معاف کرنے والا ہے ؛

متعلقات

لفظ برء جو باری کا مادہ ہے ایک چیز سے الگ ہونیکے لیے موضوع ہے یا کسی تنگی سے الگ ہونا جیسا کہ بولتے ہین بری المریض من مرضہ ۔ والمدیون

من دینہ کہ مریض نے مرض سے اور قرضدار نے قرض سے خلاصی پائی ۔ یا ابتداء جیسا کہ بولتے ہین بری اللہ آدم من الطین یعنی آدم

کو ابتداءً مٹی کی آلودگی سے ممتاز کر کے پیدا کیا (بیضاوی) وحاشیہ عصام وغیرہ)

اس مقام پر لفظ بارئکم لانیمین یہ نکتہ ہے کہ بنی اسرائیل کو اس درجہ کی جہالت نے گھیرا تہا کہ اپنے خالق کی پہچان بہی نہ رہی تہی یہانتک کہ

اپنے ہاتہہ کے بنائے ہوئے بچھڑے کو خدا سمجہہ کر عبادت کرنے لگے ایک اور بہی باریکی ہے وہ یہہ کہ جسنے اپنے باری یعنی خالق کا انکار کیا

اسکی سزا اُس نعمت کا واپس لینا ہے یعنی موت تاکہ وہ باری پھر زندگی جاودانی عطا کرے اور اسی لیے دوبارہ بارئکم بولا گیا

لہ اس مقام پر بہی محرف قران کا یہ کہنا قولہ اس آیت سے یہ بات نہین پائی جاتی کہ بنی اسرائیل مین سے کسی نے

اپنے آپکو مار ڈالا تہا الخ نہ تنہا قران بلکہ توریت اور کتب تاریخ کا انکار بلا دلیل کرنا ہے کہ جسکو کوئی عاقل پسند نہین

کرتا ۱۲ منہ

وَاِذْ قُلْتُمْ یٰمُوْسٰی لَنْ نُّؤْمِنَ لَکَ حَتّٰی نَرَی اللّٰہَ جَہْرَۃً فَاَخَذَتْکُمُ الصّٰعِقَۃُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ۝ ثُمَّ

اور جبکہ تمنے کہا کہ اے موسی ہم تجہپر ہرگز ایمان نہ لاوینگے جبتک کہ ہم علانیہ خدا کو نہ دیکھین گے تب آلیا تمکو بجلی نے اور تم دیکہتے تھے پہر

بَعَثْنٰکُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَوْتِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ

ہمنے اُٹہایا تمکو مرنے کے بعد تو کہ تم شکر کرو

ترکیب واذ قلتم فعل انتم فاعل یا موسی الخ اسکا مقولہ لن نومن لک ای لاجلک اولن نقر لک نری فعل با فاعل لفظ اللہ مفعول ذی الحال جہرۃ حال اور ممکن ہے کہ فاعل سے حال ہو۔ اور ممکن ہے کہ مفعول مطلق ہو کر منصوب ہو (بیضاوی)

تفسیر یہ بہی ایک واقعہ منجملہ ان واقعات کے ہے کہ جو عبور قلزم کے بعد حضرت موسیٰ کو پیش آے علما کا اس امر مین کہ یہ کہان کا واقعہ ہے اختلاف ہے۔ محمد بن اسحٰق جو فن سیرت کے امام ہین یہ فرماتے ہین کہ یہ واقعہ اُس وقت کا ہے کہ جب گوسالہ پرستی کی سزا مین بنی اسرائیل پر قتل نفس کی توبہ مقرر ہوئی تو موسی اپنی قوم کے ستر شخصونکو لیکر کوہ طور پر معذرت کے لئے گئے۔ اور موسی سے کہا کہ تو اپنے رب کا کلام ہم سنتے ہین اور اس ہمکلامی کی وجہ سے موسی کا چہرہ ایسا منور ہوا کہ جسکو کوئی دیکہہ نہین سکتا تہا۔ قوم نے کہا ہمنے صرف باتین سنی ہین ہم جبتک خدا کو کہلم کہلا نہ دیکہین گے ہرگز ایمان نہ لاینگے تب انپر بجلی پڑی اور سب مرگئے پس موسیٰ نے کہا الٰہی مین انکو بنی اسرائیل کی گواہی کے لئے ساتہہ لایا تہا اب یہ تو مرگئے ہین بنی اسرائیل کو کیا جواب دونگا تب خدا نے موسی کی دعا سے انکو زندہ کردیا۔ اور سدی نے کچہہ اور طرح پر بیان کیا ہے کہ جب قتل نفس کے بعد خدا نے موسی کو فرمایا کہ تو ستر شخصونکو لیکر پہاڑ پر ہمارے پاس آ۔ جب وہ آے تو کہنے لگے کہ جبتک ہم خدا کو عیانا نہ دیکہین گے تیری بات پر یقین نہ کرینگے پس بجلی پڑی اور سب مرگئے تب موسی نے روکر عرض کی کہ اول تو قتل کا حکم ہوچکا ہے۔ پہر جو کچہہ باقی رہے تہے انہین سے مین ستر شخص کو لیکر پاس آیا اب یہ بہی مرگئے۔ تو بنی اسرائیل سے کیا کہونگا۔ خدا نے فرمایا کہ یہ ستر وہ ہین کہ جو بچہڑا پوجنے مین شریک تہے موسیٰ نے کہا یہ آپکی آزمایش ہے جسکو چاہتے ہین آپ گمراہ کرتے ہین جسکو چاہتے ہین ہدایت کرتے ہین اگر یہی تہا تو مجکو اور انکو پہلے ہی سے ہلاک کردیتا تہا الخ پس خدا نے انکو زندہ کردیا۔ اور انکو نبی بنایا (تفسیر کبیر ملخصاً) ان دونون قولونمین کچہہ بڑا تفاوت نہین ہے اس قول کے مضامین توریت سفر عدد کے باب اور سفر خروج کے ۱۹ باب سے سمجہے جاتے ہین شاید اسی قصہ کو خدا تعالیٰ نے سورۂ اعراف مین ذکر کیا ہے وَاخْتَارَ مُوْسٰی قَوْمَہٗ سَبْعِیْنَ رَجُلًا لِّمِیْقَاتِنَا فَلَمَّاۤ اَخَذَتْھُمُ الرَّجْفَۃُ قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ اَھْلَکْتَھُمْ مِّنْ قَبْلُ وَاِیَّایَ اَتُھْلِکُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَھَآءُ مِنَّا اِنْ ھِیَ اِلَّا فِتْنَتُکَ تُضِلُّ بِھَا مَنْ تَشَآءُ وَتَھْدِیْ مَنْ تَشَآءُ الآیۃ کہ موسی ہمارے وعدہ کیلئے ستر شخص لیگئے جب انکو زلزلہ نے لیا تو موسی نے کہا اگر تو چاہتا تو انکو اور مجہکو پہلے ہی ہلاک کردیتا کیا بیوقوفونکے فعل سے آپ ہمکو ہلاک کرتے ہین یہ تو صرف تیری آزمایش ہے الخ میری راے مین سورۂ بقرہ کا یہ واقعہ وہ ہے کہ جو سفر خروج کے ۱۹ باب سے اشارۃً سمجہا جاتا ہے اور سورۂ اعراف کا قصہ وہ ہے کہ سفر خروج کے ۲۴ باب سے سمجہا جاتا ہے بعض ناول واقعہ سورہ بقرہ کے یہ تاویل کرتے ہین کہ یہ ستر شخص مرے نہ تہے بلکہ بجلی کے صدمہ سے بیہوش ہوگئے تہے اس بیہوشی کو موت سے تعبیر کیا ہے جسطرح کہ خواب کو موت کہتے ہین اور اس سے بیدار ہونیکو زندگی سے تعبیر کیا ہے۔ اسیطرح طور کے لرزنے اور وہان عجائبات قدرت کے ظاہر ہونیکو بہی اسباب پر محمول کیا ہے کہ وہ پہاڑ آتش فشان تہا یہ تاویلات ملحدانہ خیال کے ثمرات ہین کہ جنپر اُسکی تفسیر کا مدار ہے

وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَأَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْا أَنْفُسَهُمْ
اور سایہ کیا ہے تم پر ابر کا اور اتارا ہے تمہارے لیے من اور سلوی کہا کھاؤ ستھری چیزیں جو دی ہمنے تمکو اور ہمارا کچھ نہ بگاڑا بنی اسرائیل نے لیکن اپنا ہی نقصان کرتے تھے
يَظْلِمُوْنَ ۝ وَإِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ
اور جب کہا ہمنے کہ داخل ہو اس شہر میں پھر کھاؤ اس میں سے جہاں چاہو بافراغت اور داخل ہو دروازہ میں سجدہ کرتے ہوئے اور کہتے جاؤ بخشدے
خَطٰيٰكُمْ وَسَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَأَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا
تو ہم تمہاری خطائیں معاف کردینگے اور زیادہ دینگے نیکوں کو پس ظالموں نے وہ بات جو انسے کہی تھی بدل دی تب تو بھیجا ظالموں پر آسمان سے ایک بلا
رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ۝
بسبب انکی بدکاری کی وجہ سے

ترکیب ظللنا فعل با فاعل علیکم متعلق ہے فعل سے الغمام مفعول اور یہ جنس ہے اور جب واحد مراد ہوتا ہے تو تا زیادہ کرکے غمامۃ بولتے ہیں کلوا فعل با فاعل شیئا مفعول محذوف من بیانیہ ہے اس محذوف کا طیبات مضاف ما رزقناکم مضاف الیہ انفسہم مفعول ہے یظلمون کا ای کانوا یظلمون انفسہم ۔ اذ قلنا فعل نحن فاعل ادخلوا فعل انتم فاعل ہذہ موصوف القریۃ صفت یہ مجموعہ مفعول فیہ ہوا ادخلوا کا اور کل مقولہ ہوا قلنا کا رغدا منصوب ہے یا اسوجہ سے کہ مفعول مطلق ہے اکلا واسعا یا حال ہے فاعل کلوا سے سجدا جمع ساجد حال ہے فاعل ادخلوا سے اور قولوا امر حطۃ خبر ہے مبتدا محذوف کی ای سؤالنا حطۃ پھر یہ مجموعہ مقولہ ہے قولوا کا نغفر لکم جواب امر ہے اور اسلیے مجزوم ہے فبدل فعل الذین ظلموا جملہ فاعل بالذی قیل لہم مفعول اول محذوف قولا مفعول ثانی غیر الذی الخ اسکی صفت مجموعہ مفعول ثانی من بیانیہ من السماء متعلق محذوف ہوکر صفت ہے رجزا کی

(تفسیر)

بنی اسرائیل جب دریائے قلزم عبور کرکے بیابان تیہ میں آئے تو وہاں گرمی کی بڑی شدت تھی خدا نے اپنا فضل کیا کہ ایک بادل کا سایہ بنا کر انکو دھوپ کی شدت سے بچایا۔ اور کہانیکا یہ سامان کیا کہ من (یعنی دہنیا کے دانہ کی مانند گول گول سفید اور شیریں) جم جاتی تھی جسکو وہ توڑ کر روٹی کی جگہ کہاتے تھے اور سلوی یعنی بٹیرین نازل کرتا تھا انکے خیموں کے گرد بٹیرین جمع ہو جاتی تھیں انکو اڑ نہیں سکتی تہیں یہ لوگ پکڑ لیتے تھے اور پھر گوشت پکا کر کہاتے تھے جیسا تورات میں مشہور و جابجا مذکور ہے اور پیشتر ہم بھی بیان کر آئے ہیں ۔ یہ آٹھواں انعام ہے کہ جسکو خدا تعالی یاد دلاتا ہے اس سے پیشتر سات یاد دلائے ہیں اور تفصیل اس واقعہ کی یہ ہے کہ جب بنی اسرائیل مشقت سفر سے گھبرا گئے تو خدا نے حضرت موسی کو دریائے یردن کے اس کنارہ تک پہونچا کر کنعان کی تمام زمین دکھائی اور موسی کو خبر دی کہ تو اس ملک میں نہ جانے پائیگا بلکہ تیری موت یہیں ہوگی مگر بنی اسرائیل کو کہہ دیجو کہ میں انکو یہ ملک دیتا ہوں اور عنقریب تم اس شہر (یریحو) کو کہ جسکو اریحا کہتے ہیں فتح کروگے پس جب تم ان شہروں میں داخل ہو تو خدا کی نعمتیں اور طرح طرح کے میوے کہانا مگر اسکے شکریہ میں یہ بات ضرور ہے کہ جب دروازہ میں سے گذرو تو اپنی فتح اور بہادری پر نہ اترانا بلکہ سجدہ کرتے ہوئے یعنی عاجزی کرتے ہوئے اور خدا سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہوئے جانا اسپر ہم تمہارے گناہ معاف کرینگے۔ اور جو تم میں نیک ہیں انکو اسکے معاوضہ میں اور زیادہ عطا کرینگے پس جب حضرت یوشع بن نون کے عہد میں بنی اسرائیل نے یہ ملک اور یہ شہر فتح کیے تو بجائے تواضع اور استغفار کے سرکش اور بدکار بن گئے اور طرح طرح کی بدکاری اور بت پرستی کرنے لگے پس خدا نے انپر آسمانی بلا نازل کی کہ وبا اور غیر بادشاہوں کے ہاتھ سے ہلاک ہوئے اپنے افعال بد کا نتیجہ پایا اب بنی اسرائیل تم عبرت کرو اور مجھ سے ڈرو۔

فائدہ یہ قصہ سورۂ اعراف میں بھی یاد دلایا ہے اس عنوان سے واذ قیل لہم اسکنوا ہذہ القریۃ وکلوا منہا حیث شئتم وقولوا حطۃ وادخلوا الباب سجدا نغفر لکم خطایاکم ۔ سنزید المحسنین ۔ فبدل الذین ظلموا منہم قولا غیر الذی قیل لہم فارسلنا علیہم رجزا من السماء بما کانوا یظلمون ۔ اب یہ نکتہ کہ اس سورۃ میں اسکنوا فرمایا اور بقرہ میں ادخلوا کہا اور یہاں یظلمون اور بقرہ میں یفسقون فرمایا وغیر ذلک تفسیر کبیر وغیرہ کتب میں ملاحظہ کرنے چاہییں ۔

وَاِذِ اسْتَسْقٰی مُوْسٰی لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ؕ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ؕ

اور یاد کرو جبکہ موسی نے اپنی قوم کے لیے پانی چاہا تو ہمنے کہا کہ اپنے عصی کو پتھر پر مار پس پہوٹ نکلے اُس سے بارہ چشمے بیشک ہر شخص نے

قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ؕ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا مِنْ رِّزْقِ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِى الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ؕ

اپنا گہاٹ جان لیا (ہمنے کہا) کہاؤ اور پیو خدا کے دیے رزق میں سے اور زمین میں فساد مچاتے نہ پہرو ؛

ترکیب

واذ استسقے فعل موسی فاعل لقومہ متعلق ہے فعل سے ف تعقیب قلنا فعل نحن فاعل اضرب فعل انت فاعل بعصاک میں با استعانت جار مجرور متعلق اضرب کے ہوا۔ الحجر مفعول یہ سب جملہ مقولہ ہوا قلنا کا انفجرت فعل اثنتا عشرہ فاعل ممیز عینا تمیز ای ضرب فانفجرت قد علم فعل کل ناس فاعل مشربہم مفعول مفسدین حال موکدہ ہے لا تعثوا سے یعثی فساد کرنا الانفجار پہوٹ نکلنا پانی کا ؛

تفسیر یہ تواں واقعہ ہے کہ جسمیں خدا تعالی نے بنی اسرائیل پر بڑا احسان کیا تہا جب بنی اسرائیل سین کا بیابان طے کر کر رفیدیم میں پہنچے تو اس ریگستان میں پانی نہ تہا سو لوگ موسی سے جہگڑنے لگے اور کہا کہ ہمکو پانی دے کہ پیوین الخ موسی نے خداوند سے فریاد کر کے کہا کہ میں ان لوگوں سے کیا کروں الخ خدا تعالی نے موسی کو فرمایا کہ لوگوں کے آگے جا اور بنی اسرائیل کے لوگوں کو اپنے ساتہہ لے اور اپنا عصی جو تو دریا پر مارتا تہا الخ اس چٹان کو مار تو اس سے پانی نکلیگا تاکہ لوگ پیوین ۔ چنانچہ موسی نے بنی اسرائیل کے سامنے یہی کیا (سفر خروج باب ۱۷) تب اس چٹان سے بارہ چشمے بعدد اسباط بنی اسرائیل بہہ نکلے اور ہر سبط نے ایک چشمہ کو اپنے لیے معین کر کے خوب پانی پیا اور خدا نے فرمایا میری نعمتیں کہاؤ پیو مگر انکا شکر یہ کرو نہ یہ کہ بغاوت اور سرکشی اور بدکاری کر کے ملک میں فساد مچاؤ ؛ یہ واقعہ کئی بار بنی اسرائیل پر گذرا ایک بار تو یہاں پھر جب ایلیم میں آئے تہے تو وہاں چشمے پانی کے اور ستر درخت کہجور کے ملے (خروج ۱۵) اور پھر جب بنی اسرائیل قادس میں گئے اور پانی نہ ملا تو یہی واقعہ پیش آیا چنانچہ سفر عدد کے ۲۰ باب میں جملہ تب موسی نے اپنا ہاتھہ اٹہایا اور اس چٹان کو دوبارہ اپنی لاٹھی سے مارا تو بہت پانی نکلا حضرت موسی نے تو عصی مار کر پتہر میں سے پانی نکالا تہا جو بسا اوقات خود بھی نکلا کرتا ہے ہزاروں چشمے پتہروں سے نکلتے ہیں مگر سید المرسلین نے تو انگلیوں سے اسقدر پانی نکالا کہ جسکو سیکڑوں آدمیوں اور جانوروں نے شکم سیر ہو کر پیا جیسا کہ صحیح بخاری وغیرہ کتب میں ہے اور کئی بار ایسا ہوا لیکن اس سورۃ میں جو ذکر ہے تو رفیدیم اور قادس کے واقعہ کا ذکر ہے واضح ہو کہ قدیم سے ظاہرین لوگ معجزات انبیاء کا اور امور خارق عادات کا انکار کرتے چلے آئے ہیں کیونکہ انکا سر انکی عقل کوتاہ میں جب نہ آیا تو سوا انکار کے اور کوئی تدبیر نہ سوجھی سو اس مقام پر بھی یہی تعجب کیا کہ لاٹھی کے مارنے سے اسقدر پانی نکلنا کہ جسکو لاکھوں آدمی پیکر سیر ہوں قانون قدرت کے بخلاف ہے حالانکہ یہ نہیں جانتے کہ پتہروں میں عجیب و غریب تاثیرات خدا نے رکھی ہیں کیا ممکن نہیں کہ وہ پتہر پانی کو زمین سے جذب کر کے نکالتے ہوں یا ہوا کو مقطر جذب کر کے اپنی قوت سے پانی کر کے بہاتے ہوں مگر جب بعض مقلدین فرنگ نے دیکھا کہ قرآن اور توراۃ میں یہ واقعہ موجود ہے تو اسکی یہ تاویل کی کہ ضرب کے معنی چلنے کے ہیں اور حجر سے مراد پہاڑی چشمہ جسکا یہ مطلب ہے کہ لاٹھی کے سہارے سے پہاڑ پر چڑہ یہ غلط ہے اول تو بقول اول ضرب کے معنی جہاں چلنے کے ہوتے ہیں تو فی آتا ہے سو وہ یہاں نہیں دوم اسکا کوئی قائل نہیں سوم فانفجرت کی پہر کیا معنی؟ اور توراۃ کا جو حوالہ دیا وہ غلطی ہے کیونکہ جس مقام کا حوالہ دیا ہے وہ ایلیم ہے اور یہاں رفیدیم کا ماجرا بیان ہو رہا ہے

وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ مِنْۢ بَقْلِهَا وَقِثَّآئِهَا

اور (یاد کرو) جبکہ تمنے کہا موسیٰ ہم ایک کہانے پر صبر نکرینگے پس ہمارے لئے اپنے رب سے مانگ کہ وہ ہمارے لئے زمین کی پیداوار میں سے ساگ اور

وَفُوْمِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا ۭ قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِىْ هُوَ اَدْنٰى بِالَّذِىْ هُوَ خَيْرٌ ۭ اِهْبِطُوْا

ککڑی اور گیہون اور مسور اور پیاز پیدا کرے موسیٰ نے کہا کیا تم لینا چاہتے ہو بری چیز کو اچھی چیز کے بدلہ مین اوترو

مِصْرًا فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْ ۭ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ

کسی شہر مین بیشک جو مانگتے ہو تمکو ملیگا اور ڈالی گئی انپر ذلت اور کنگال ہین اور کمایا انہون نے غضب الٰہی یہ اس لئے کہ وہ

كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۭ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ۝

انکار کرتے تہے خدا کی نشانیون کا اور ناحق نبیون کو قتل کرتے تہے - یہہ (غضب الٰہی) انکی نافرمانی اور سرکشی کی وجہ سے پڑا

ترکیب - واذ قلتم فعل انتم فاعل یا موسیٰ الی بصلہا اسکا مقولہ یہہ تمام جملہ معطوف ہوا اگلے جملہ پر یخرج فعل ضمیر ربک فاعل شیئا مفعول محذوف من بیانیہ ما موصلہ تنبت الارض جملہ اسکا صلہ من بقلہا الخ بیان اور موضع اسکا نصب ہے حال ہونے کی وجہ سے ضمیر محذوف سے تقدیرہ ما تنبت الارض کائنا من بقلہا - پس یہ تمام جملہ بیان ہوا شیئا کا اور یخرج جواب امر ہے اسلئے مجزوم ہوا - قال فعل ضمیر ہو فاعل آ استفہامیہ تستبدلون فعل انتم فاعل الذی ہو ادنیٰ ای حقیر ہے مفعول بالذی ہن با مقابلہ پس تمام جملہ استفہام انکاریہ ہوکر مقولہ ہوا قال کا اہبطوا مصرا جملہ انشائیہ فان لکم خبر ہے ان کی اور ما موصولہ سألتم جملہ صلہ یہہ مجموعہ اسم ان وضربت جملہ مستانفہ من اللہ موضع جر مین ہے صفت ہے غضب کی - ذلک (اشارۃ الی ما سبق من ضرب الذلۃ والمسکنۃ والبوء بالغضب) مبتدا بانہم الخ اسکی خبر - بغیر الحق موضع نصب مین ہے بسبب حال ہونے کے ضمیر یقتلون سے تقدیرہ یقتلونہم مبطلین - ذلک اشارہ ہو جمیع امور مذکورہ کی طرف ثانیًا ولا ذکر مبتدا بما عصوا الخ خبر

تفسیر اس بڑی آیت مین اذ قلتم سے لیکر ما سألتم تک تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے روبرو کے واقع کیطرف اشارہ ہے کہ جو یہود پر احسان اور انکی سرکشی کو یاد دلاتا ہے - بنی اسرائیل نے چونکہ خدا سے سرکشی کی تو چالیس برس تک خدا نے انکو بیابانون مین پہرایا اس عرصہ مین سوائے من سلویٰ کے اور کوئی چیز بہی اسرائیل کو میسر نہ آئی تہی - اور انسان کی طبیعت کا مقتضیٰ ہے کہ ایک طرح کی کہانے پر عرصہ دراز تک بس نہین کر سکتا اسلئے بنی اسرائیل نے موسیٰ سے یہہ شکایت کی (جیسا کہ سفر عدد کے گیارہوین باب مین مذکور ہے) اور موسیٰ علیہ السلام کو یہہ منظور تہا کہ کسی طرح یہہ لوگ ملک کنعان مین پہونچین اور وہان کی قومین حیتون اور اموریون اور عمالیق کے جنگ سے ڈرکر یہین نرہین کیونکہ خدا تعالیٰ کا یہہ منشاء تہا کہ بنی اسرائیل ملک کنعان مین بسین اسلئے انہون نے فرمایا تمکو من وسلویٰ بے مشقت ملتا ہے اسکے بدلہ مین ککڑی پیاز وغیرہ وہ چیزین جو مشقت سے حاصل ہوتی ہین (اسلئے ادنیٰ ہین) لینا چاہتے ہو یہ کیا عقل ہے - اور خیر اگر یہی ہے تو آگے بڑہو دشمنون سے نہ ڈرو کسی شہر مین جاؤ وہ سب چیزین ملین گی **فائدہ** فوم جسکے معنی گیہون ہین بعض اہل لغت اسکے معنے لہسن کہتے ہین - اور بعض روایات مین ثوم بہی آیا ہے اور توریت مین بہی لہسن لکہا ہے **فائدہ** مصر سے مراد کوئی غیر معین شہر ہے نہ مصر فرعون - ابن عباس

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالنَّصَارَىٰ وَالصَّابِئِينَ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ

جو کوئی مسلمان اور یہودی اور نصرانی اور صابی اللہ پر اور روز قیامت پر ایمان لاوے اور

وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝

اچھے کام کرے تو انکا اجر انکے رب کے ہان ہے اور نہ ان پر کچھ خوف ہے اور نہ وہ کچھ غم کرین گے۔

علیہم الذلۃ سے حضرت موسیٰ کے بعد کا وہ واقعہ ذکر فرماتا ہے کہ جو یہود پر وقتاً فوقتاً انکی سرکشی اور بدکاری سے گزرا وہ یہ کہ یہود نے نافرمانی اور سرکشی اور کفر و بت پرستی اختیار کی اور ناحق بہت سے انبیا علیہم السلام کو قتل کیا۔ (جیسا کہ حضرت الیاس کے زمانہ مین اور پھر حضرت زکریا اور یحیٰی کو قتل کیا اور حضرت عیسیٰ کو سولی پر چڑہایا اور اپنے زعم مین قتل کیا) تو اسلیے خدا نے انکی سلطنت اور شوکت کو مٹا دیا۔ اور ذلت و خواری تمام قومون کی آنکھون مین پیدا کر دی۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشینگوئی ہے سچی ہوئی ابتک یہود کو سلطنت شوکت عزت نصیب نہین جہان کہین ہین غیر قومون کے ماتحت ہین۔ یہ بڑی عبرت کی بات ہے کوئی شخص اپنی علو خاندان اور بزرگ زادہ ہونے پر ناز نکرے یہود انبیاء علیہم السلام کی اولاد اور پھر سلطنت بھی نہین سلیمان اور داود علیہم السلام کے عہد مین کس قوت کی تھی کہ جسکا بیان نہین لیکن اپنی شامت اعمال اور خدا کے غضب سے کسقدر ذلیل و خوار ہین کہ تو بہ ہر شخص خدا کے غضب سے ڈرتا رہے فسق و فجور سے باز آئے۔ خدا کی طاعت سے نہ وہ بزرگزادگی کام آئی نہ ملک میں بلاد دنیا انبیازادون کو سوا کر دیتا ہے۔

ترکیب ان مشبہ بفعل الذین آمنوا الخ صلہ و موصول اسکا اسم من شرطیہ فی موضع ابتدا آمن باللہ الخ اسکی خبر فلہم اجرہم الخ جملہ جواب پھر یہ تمام جملہ خبر ہوا ان کی اور عائد محذوف ہے تقدیرہ من آمن منہم لفظ من مفرد ہے مگر معنی جمع کے دیتا ہے پس آمن مین لفظ کی رعایت کرکے صیغہ واحد لایا گیا اور معنی کی رعایت کرکے فلہم اجرہم الخ مین ضمیر جمع لائی گئی۔ اجرہم مبتدا فلہم خبر۔ اور اخفش کے نزدیک اجرہم جار کیوجہ سے مرفوع ہے اور عند ظرف ہے اور عامل اسمین معنی استقرار ہے۔

تفسیر جبکہ اس سے پہلے آیت مین یہود کی ذلت اور انپر قہر الٰہی کا نازل ہونا بیان ہوا تھا جس سے یہود کو مایوسی ہوئی کہ اب ہمارا بارگاہ کبریائی مین کہان ٹھکانا ہے؟ تو اسلیے خدا تعالیٰ نے اس آیت مین انکی مایوسی کو مٹا دیا کہ ہمارے ہان کسی شخص کی ذات سے عداوت نہین صرف ایمان اور اعمال پر دار و مدار ہے پس خواہ کوئی مسلمان ہو خواہ یہودی خواہ عیسائی ہو خواہ صابی ہو جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لاکر اچھے کام کریگا اسکا اجر ضرور خدا کے ہان ملیگا اور نہ اسکو خوف عذاب رہیگا۔ (دنیا مین) نہ مرنے کے بعد اسکو یہ رنج ہوگا کہ ہائے مینے کیون عمر کو ضائع کیا۔ اور غلط مذاہب اور لغو خیالات کی پابندی کو نجات کا رستہ سمجھکر جہنم کو پہونچے۔ اور اسبات کیطرف بھی اشارہ کر دیا کہ یہود اپنے دل مین غرہ نہون کہ ہمین کچھ خدا کا ارتباط خاص ہے۔ کیونکہ اسکے سب بندے برابر ہین جو ایمان لا اور اچھے کام کریگا درجہ پاویگا کوئی اپنے بزرگون کی عظمت پر گھمنڈ نکرے۔

متعلقات [۱] اسمقام پر اکثر لوگ یہ سوال کیا کرتے ہین کہ ان الذین آمنوا سے جو ایمان کہا گیا۔ پھر من آمن باللہ کہنا کیا معنی رکھتا ہے؟ اسکا جواب بعض یہ دیتے ہین کہ الذین آمنوا سے وہ مراد ہین کہ جو صرف زبان سے ایمان ظاہر کرچکے ہین یعنے منافقین یعنے خواہ کوئی ہو خواہ وہ ہو جو ظاہری ایمان کہتا ہے انمین سے جو حقیقی ایمان لاکر اعمال صالحہ کریگا خدا کے ہان اجر پاویگا۔ مگر اصل جواب یہ ہے کہ الذین آمنوا سے حقیقی

وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَکُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَکُمُ الطُّوْرَ خُذُوْا مَآ اٰتَیْنٰکُمْ بِقُوَّۃٍ وَّاذْکُرُوْا مَا فِیْہِ لَعَلَّکُمْ

اور یاد کرو جبکہ ہمنے تمسے عہد لیا اور بلند کیا اوپر تمہارے کوہ طور کو (اور کہا) لو جو کچھ ہمنے تمکو دیا ہے مضبوط ہوکر اور یاد رکھو جو کچھ اسمین ہے تاکہ تم پرہیزگار بنو

تَتَّقُوْنَ ۝ ثُمَّ تَوَلَّیْتُمْ مِّنْ بَعْدِ ذٰلِکَ فَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَتُہٗ لَکُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِیْنَ ۝

پھر تم پھر گئے اسکے بعد پس اگر تمپر خدا کا فضل اور اسکی رحمت نہوتی تو تم تباہ ہوجاتے۔

اہل ایمان مراد ہین کہ جو زمانہ ماضی مین ایمان لاچکے ہین اور آمنوا سے غرض ان آیندہ مین ایمان پر ثابت قدمی مقصود ہے یعنی خواہ یہود ہو خواہ حقیقی مومن انمین سے جو ایمان پر قایم رہیگا الخ (تفسیر کبیر) مگر یہان ایک اور نکتہ ہے وہ یہ کہ یہ بات تو سب کے نزدیک مسلم تھی کہ جو ایمان لاکر عمدہ کام کریگا اجر پاویگا پس خدا تعالی اس وصف کو علی العموم بلا تعیین قوم و شخص سب کیلئے ثابت کرتا ہے یعنی خواہ کوئی ہو جو ایسا کریگا اجر پاویگا خواہ وہ مسلمان ہو خواہ یہودی یا نصرانی تاکہ مسلمانون کا راہ راست پر ہونا برہان سے ثابت ہوجائے ولطفہ لایخفی علی صاحب الذوق السلیم ۞

ترکیب۔ اخذنا فعل نحن فاعل میثاقکم مفعول و حالیہ رفعنا فعل نحن فاعل الطور مفعول فوقکم ظرف متعلق ہے فعل کے قلنا محذوف خذوا ما آتیناکم الخ مقولہ بقوۃ حال ہے ضمیر خذوا سے اے خذوا عازمین فضل بعد الخ مبتدا خبر محذوف ای لولا فضلہ بعد حاضر کوفیون کے نزدیک لولا کے بعد اسکا اسم ہے

(تفسیر)

یہ دسوان واقعہ ہے کہ جسمین خدا نے بنی اسرائیل سے تورات پر عمل کرنے کا اپنی مہربانی سے عہد لیا تھا اور جسطرح ماں باپ اولاد کو اسکے فائدہ کیلیے زبردستی دوا پلاتے ہین اسیطرح خدا نے کوہ طور اٹھا کر ڈرایا کہ لو تورات پر عمل کرو اور اسکو یاد رکھو ورنہ دیکھو مرتے ہو چنانچہ بنی اسرائیل نے خدا سے عہد باندہا جیسا کہ سفر خروج کے انیسوین باب مین اشارہ ہے لیکن باوجود اس عہد کے پھر بنی اسرائیل پھر گئے اور طرح طرح کی بدکاری اور بت پرستی مین مصروف ہوئے جیسا کہ زمانہ سلاطین اور قضات مین واقع ہوا مگر خدا رحیم ہے اسنے اپنے فضل و رحمت سے پھر وقتاً فوقتاً انبیا بہیجے کہ جو بنی اسرائیل کو ہرطرح کی ہلاکی اور بربادی سے بچاتے رہے ورنہ نیست و نابود ہوجاتے پس خدا تعالی اس انعام کو یاد دلاتا ہے اور آنحضرت کو انکی سرکشی سے متنبہ کرکے تسلی دیتا ہے کہ باوجود اس قدر عہد موثق کے وہ خدا سے پھر گئے اور تورات کو نمانا پس اگر وہ قرآن کو نہ مانین تو کچھ تعجب نہین ۞ فائدہ سورہ اعراف مین بہی خدا تعالی نے اس واقعہ کو بیان کیا ہے واذ نتقنا الجبل فوقہم کانہ ظلۃ وظنوا انہ واقع بہم الآیۃ پس ظاہر الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے پہاڑ کو اونپر اٹھا کر خوف دلایا تہا وہ قادر ہے اور بعض ماول کہ جو خرق عادات کے منکر ہین اسکی بہی تاویل کرتے ہین کہ پہاڑ کا اوپر اٹھنا ثابت نہین ہوتا بلکہ اس پہاڑ کی جڑ مین یہود کھڑے تہے اور پہاڑ کے لرزنے سے ڈرتے تھے کہ اوپر نہ آپڑے

یہود کے معنی تو ظاہر ہین کہ بنی اسرائیل کو کہتے ہین مگر وجہ تسمیہ مین اختلاف ہے قوی یہ ہے کہ یہودا حضرت یعقوب کے بیٹے کا نام ہے۔ انکے نام سے یہ قوم نامزد ہوگئی اور نصاریٰ عیسائیون کو کہتے ہین اسلئے کہ ناصرہ شام مین ایک گاؤن ہے وہان اکثر حضرت عیسی رہے تہے۔ اور یہ لفظ عیسائیون مین سے ایک فرقہ خاص کے لیے بہی بولا جاتا ہے یعنی کلیسا عرب کے لیے

صابی ایک قدیم فرقہ ہے کہ جو حضرت نوح علیہ السلام کو مانتا ہے اور ستارون کو مدبر عالم جانکر پرستش کرتا ہے۔ اس فرقہ کے عقاید و دلائل کتاب الملل والنحل مین بڑی شرح و بسط سے لکہے ہین حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اسی فرقہ سے مقابلہ ہوا تہا۔ یہ لوگ عراق مین تہے بولتے ہین۔ صبا ماذا خرج من دین الے آخر ۞

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِينَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُونُوا قِرَدَةً خَاسِئِينَ ۝ فَجَعَلْنَاهَا نَكَالًا لِمَا

اور بیشک تمکو معلوم ہین وہ لوگ کہ جنہون نے تم مین سے سبت کے دن زیادتی کی تہی پس ہمنے انکو کہا کہ ہوجاؤ بندر ذلیل ہوکر سو پس کردیا ہمنے اس واقعہ کو عبرت

بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا وَمَوْعِظَةً لِلْمُتَّقِينَ ۝

اس زمانہ کے لوگون کے لیے اور پچھلے لوگون کے لیے اور (بنایا اسکو) نصیحت پرہیزگارونکے لیے

ترکیب علمتم بمعنی عرفتم فعل تم فاعل الذین اعتدوا الخ جملہ مفعول منکم حال ہے ضمیر اعتدوا سے ای المعتدین کائنین منکم فی السبت متعلق ہے اعتدوا سے خاسئین جو مشتق ہے خسا اذا ذل سے صفت ہے قردۃ کی اور ممکن ہے کہ خبر ثانی ہو یا کونوا کی فاعل سے حال ہے فجعلناہا ای العقوبۃ نکالا مفعول ثانی ہے۔

تفسیر جب خدا تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو اپنے انعام یاد دلا چکا تو اسکے بعد جو کچھہ نافرمانی اور انعام پر ناشکری کرکے بڑی بڑی تنبیہ پیدا ہوئے ہین یاد دلاتا ہے تاکہ لوگونکو عبرت اور نصیحت ہو اور یہہ بھی معلوم ہو کہ اس قسم کے وقعات پر سوا اس شخص کے (کہ توراۃ کیا بلکہ مجموعہ عہد عتیق کا بڑا حاوی ہو) اور کوئی عادتًا وقف نہین ہوسکتا بالخصوص شخص کہ جو امی محض ہو اور جسنے یہود کے ملک مین پرورش بھی نپائی ہو چہ جائیکہ انکی تعلیم و صحبت پس حالات بیان کرنا صریح اسبات کی دلیل ہے کہ خدا علام الغیوب اس شخص کو خبر دے رہا ہے اور یہہ اسکا سچا نبی ہے۔ پس پہلے اس واقعہ کو بیان کرتا ہے کہ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سیکڑون برس بعد یہود پر گزرا وہ یہہ کہ حضرت داؤد کے عہد مین سمندر کے کنارہ پر ملک شام مین کوئی شہر یا قصبہ تہا (جسکو بعض نے ایلہ کہا ہے) ہفتہ کے روز کہ جسکو سبت کہتے ہین موسیٰ علیہ السلام کے دین مین شکار کہیلنا یا اور کاروبار دنیاوی کرنے کی سخت ممانعت تہی جیسا کہ توراۃ مین موجود ہے۔ وہان کے لوگون نے کیا حیلہ کیا کہ پانی کی نالیان حوضون مین لا دین پس ہفتہ کے روز ان نالیون کے ذریعہ سے حوضون اور نالیون مین مچھلیان جمع ہوجاتی تہین وہ نالیون کو بند کر دیتے تہے پہر اتوار کو پکڑ کر کہاتے تہے جب یہ پشت گزر گئی تو نئی پشت کے لوگ تو خاص ہفتہ کے روز بہی مچہلیان پکڑنے لگے ہرچند انبیا اور صلحا سمجہاتے تہے مگر وہ نہ مانتے تہے۔ پس خدا نے انپر قہر نازل کیا کہ طاعون مین مبتلا ہوے۔ اور شدت ورم سے انکی شکلین بگڑ کر بندرون کی سی صورتین ہوگئین اور تین روز مین ہزارون آدمی مرگئے۔ چنانچہ سموئیل کی دوسری کتاب کے ۲۴ باب[1] مین مجملاً اس قصہ کیطرف اشارہ ہے۔ اور یہود مین یہہ واقعہ عبرت انگیز ہر شخص کے زبانزد تہا۔ چنانچہ آنحضرت علیہ السلام کے عہد مین یہود مدینہ بھی اسکو خوب جانتے تہے۔ اسلئے فرمایا ولقد علمتم اس واقعہ کو سورہ اعراف مین بھی خدا تعالیٰ نے یاد دلاتا ہے۔ واسئلہم عن القریۃ التی کانت حاضرۃ البحر اذ یعدون فی السبت اذ تاتیہم حیتانہم یوم سبتہم شرعا ویوم لا یسبتون لا تاتیہم کذلک الآیۃ مجاہد نے کہا ہے کہ خدا نے انکو سچ مچ بندر ہونیکا حکم نہ دیا تہا جسطرح احمق اور بے شرم کو گدہا اور کتا کہتے ہین اسیطرح انکو بندر فرمایا ـــ مگر جب اس کلام کے حقیقی معنی جو ہمنے بیان کئے صحیح ہوسکتے ہین تو مجاز کیطرف رجوع کرنیکی کیا ضرورت ہے؟ **فائدہ**۔ ان بندرون کو انکے نسل سمجہنا بے وقوفی ہے ۱۲۔

[1] کیونکہ اس باب کے اول مین ہے۔ بعد اسکے خداوند کا غضب اسرائیل پر بہڑکا الخ اور پھر اخیر مین وبا کی بہی تشریح ہے پس اگر یہہ واقعہ نہ تہا تو پہر اور کونسی باعث غضب بہڑکنی کی تہی بیان کرو ۱۲ منہ

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖٓ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً ۭ قَالُوْٓا اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا ۭ قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ

اور (یاد کرو) جبکہ موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ تمکو خدا حکم دیتا ہے کہ ایک بیل ذبح کر ڈالو وہ بولے کہ کیا آپ ہم سے دل لگی کرتے ہو؟ (موسیٰ نے) کہا خدا کی پناہ کہ میں جاہلوں میں ہوں

مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ۝ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا ھِىَ ۭ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ وَّلَا بِكْرٌ ۭ عَوَانٌۢ

(بنی اسرائیل نے) کہا اپنے خدا سے پوچھو تاکہ وہ ہمکو بتا دے کہ وہ کیا ہے؟ کہا (موسیٰ نے) وہ یہ فرماتا ہے کہ وہ ایک ایسا بیل ہو کہ جو نہ بڈھا ہو نہ بچہ

بَيْنَ ذٰلِكَ ۭ فَافْعَلُوْا مَا تُؤْمَرُوْنَ ۝ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا لَوْنُهَا ۭ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ

اسکے درمیان میں ہو پس اب تو کرو جو تمکو حکم دیا گیا ہے۔ وہ بولے اپنے رب سے پوچھو وہ ہمکو بتا دے کہ اسکا کیا رنگ ہو؟ (موسیٰ نے) کہا وہ فرماتا ہے کہ وہ ایسے زرد ڈہڈہے

صَفْرَاۗءُ ۙ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النّٰظِرِيْنَ ۝ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِىَ ۙ اِنَّ الْبَقَرَ تَشٰبَهَ عَلَيْنَا ۭ وَاِنَّآ

رنگ کا بیل ہو کہ دیکھنے والوں کو خوش معلوم ہوتا ہو وہ بولے اپنے رب سے پوچھو کہ وہ کیسا ہے اسلئے کہ بیلوں میں ہمیں اشتباہ ہو گیا اور ہم اگر

اِنْ شَاۗءَ اللّٰهُ لَمُهْتَدُوْنَ ۝ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُوْلٌ تُثِيْرُ الْاَرْضَ وَلَا تَسْقِي الْحَرْثَ ۚ مُسَلَّمَةٌ لَّا

خدا نے چاہا تو راہ پالیں گے کہا وہ فرماتا ہے کہ وہ ایک ایسا بیل ہو کہ جو نہ ہلوں میں جتا ہو اور نہ لاؤ میں جتا ہو عمدہ ہو

شِيَةَ فِيْهَا ۭ قَالُوا الْــٰٔنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ ۭ فَذَبَحُوْهَا وَمَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ ۝

اور اسمیں کوئی داغ دھبہ نہ ہو بولے اب آپنے ٹھیک بات بتلائی پس اسکو ذبح کر دیا مگر کرنیوالے نہ تھے

ترکیب قال فعل موسیٰ فاعل لقومہ متعلق ہے ان اللہ یامرکم الخ مقولہ ان تذبحوا البقرۃ نزع خافض کیوجہ سے محلا منصوب ہے ای بان تذبحوا قالوا فعل ہم فاعل آ استفہامیہ تتخذ فعل انت فاعل نا مفعول اول ہزوا بمعنی مہزوا بہ مفعول ثانی اور جواب استفہام معنی اعوذ باللہ میں کس لیے کہ ٹھٹھا کرنا جاہلوں کا کام ہے مراد یہ ہے کہ میں دل لگی نہیں کرتا۔ ما مبتدا ہی خبر جملہ مفعول یبین کا قال فعل ہا فاعل انہ یقول الخ مقولہ انہا میں ہا اسم بقرۃ خبر موصوف لا فارض ولا بکر عوان تینوں اسکی صفت ما موصولہ تؤمرون بہ صلہ جملہ مفعول فافعلوا صفراء صفت اول البقرۃ کی فاقع اسم فاعل لونہا اسکا فاعل مجموعہ صفت دوم تسر الناظرین جملہ صفت سوم ان شاء اللہ شرط تقدیرہ ان شاء اللہ اہتدینا جواب اسکا لمہتدون شرط بیچ میں آ گئی اور مبرد کے نزدیک جواب محذوف ہے بقرۃ موصوف لا ذلول صفت تثیر الارض حال ہے ضمیر ذلول سے تقدیرہ لا تذل فی حال اثارتہا اور ممکن ہے کہ صفت بقرہ کی ہو۔ ولا تسقی الحرث صفت بقرۃ کی اور مبتدا محذوف کی خبر بھی ہو سکتی ہے۔ اور اسیطرح مسلمۃ اور لا شیۃ فیہا دشی یشی سے مشتق ہے اصل شیۃ کی وشیۃ ہے واو حذف ہوا الآن میں الف لام زائدہ ہے زجاج کے نزدیک مبنی ہے اسلئے کہ اسمیں معنی اشارہ کے ہیں جسکے معنی ہیں ہذا الوقت مبتدا جئت الحق خبر بالحق جائز ہے کہ مفعول بہ جئت کا ہو والتقدیر ذکرت الحق اور جئت کی ت سے حال بھی ہو سکتا ہے ای جئت ومعک الحق ۔

تفسیر تائیدات میں سے دوسرا واقعہ خدا تعالیٰ بیان فرماتا ہے اور بنی اسرائیل کی عادت عدول حکمی و طبیعت نکتہ چینی ظاہر کرتا ہے کہ اگر قرآن میں نکتہ چینیاں کریں تو کچھ تعجب نہیں۔ جبکہ انکے اسلاف نے موسیٰ کے صدہا معجزات دیکھکر ایک ذرا سے حکم میں کتنی نکتہ چینیاں کیں جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ بڑی گران قیمت کو وہ بیل میسر آیا۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ بنی اسرائیل میں کسی شخص نے اپنے مورث مالدار کو قتل کر کے غیر جگہ ڈال دیا اور خون کا دعویٰ اسنے کیا یہ مقدمہ حضرت موسیٰ کے روبرو پیش ہوا حضرت نے حکم دیا کہ ایک بیل کو ذبح کر کے اسکا کوئی

پارچہ اُس میت پر رکھدو یہ آپ بول اُٹھیگا اور اپنے قاتل کو ظاہر کر دیگا - لوگونکو اس بات سے تعجب ہوا - اور یہ سمجھے کہ موسیٰ دل لگی کرتے
ہین آپنے کہا استغفر اللہ دل لگی جاہلون کا کام ہے - پھر وہ یہ سمجھے کہ جانے وہ بیل کس قسم کا ہے کہ جسکے پارچہ رکھنے سے مردہ بول اُٹھیگا
(حالانکہ یہ بات معجزہ سے تھی نہ کہ بیل کی تاثیر سے) اسلیے موسیٰ سے اُسکے پتے پوچھنے لگے آخر اس صفت کا ایک بیل بڑی گران
قیمت سے خرید کر ذبح کیا اور اُسکا ایک ٹکڑا میت پر رکھا اُس نے اپنا قاتل بیان کر دیا - کہ جو قصاص مین مارا گیا اور حصہ سے
بھی محروم رہا - اسجگہ صرف بیل ذبح کرنے کا قصہ ہے اور اگلی آیات مین واذ قتلتم نفسا مین میت کے بدن پر گوشت مارنیکا
ذکر ہے ہر چند یہ دونون باتین ایک ہی قصہ کے متعلق ہین مگر چونکہ دونون مین ایک جداگانہ نکتہ ہے اسلیے دونونکو جدا جدا
بیان کیا - اول مین یہ نکتہ ہے کہ بنی اسرائیل کو چونکہ نبی کی قول مین تردد ہوا اور زیادہ نکتہ چینیان کین تو ہان سے قیدین
لگتی گئین آخر بدشواری ان اوصاف کا بیل نہایت گران قیمت کو دستیاب ہوا - پس لازم کہ جس بات کا نبی حکم دے اسکو بے تامل
عمل مین لاے اسلیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر جس بیل کو چاہتے بنی اسرائیل ذبح کر دیتے کافی تھا مگر اُنہونے تشدد کیا تو
اُنپر تشدد ہوتا گیا (رواہ مسلم وغیرہ) اور اسلیے احکام الٰہی مین زیادہ تر استفسار کرنے کو بُرا سمجھتے تھے کیونکہ لوگ پوچھینگے اُنپر
قید شرعی لگ جاویگی مطلق مقید ہو کر خواہ مخواہ دقت واقع ہوگی بلکہ قرآن مجید مین خدا نے بھی اس بات کو منع کر دیا - لاتسئلوا عن اشیاء الخ
فرمایا - اور یہ بھی اسمین اشارہ ہے کہ بنی اسرائیل اولاد ابراہیم ہونیکا دعوی کرکے زبردستی سے جنت اور نجات کے وارث
بنتے ہین اور اُنکے بزرگون کی یہ حالت تھی کہ نبی کے فرمانے سے ایک بیل بھی بمشکل ذبح کیا اور وہ ایسے فرمانبردار تھے کہ خواب
مین اشارہ پاکر بیٹے کی قربانی پر آمادہ ہوگئے پھر جب بزرگونکی پیروی نہین تو بزرگ زادہ ہونے سے کیا فائدہ -
دوسرے قصہ مین یہ اشارہ ہے کہ جسطرح خدا نے اُس مردہ کو زندہ کر دیا کہ جسکے بنی اسرائیل مقر ہین تو آخرکار حشر کو تمکو قیامت مین کیا زندہ ہونے مین کیون شک ہے
فائدہ اول - علما مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ بیل ایک شخص کا تھا - مرتے وقت اُسنے ایک لڑکا یتیم اور یہ بیل چھوڑا اور خدا تعالیٰ سے
عرض کیا کہ مین آپکے سپرد کرتا ہون - یہ لڑکا اپنی والدہ کا نہایت فرمانبردار تھا پس جب بنی اسرائیل مین یہ قصہ پیش آیا تو یہ تمام
صفات اُس بیل مین پائی گئین بنی اسرائیل نے اُس سے خریدنا چاہا اُسنے اپنی والدہ کی اجازت پر منحصر رکھا اُسکی والدہ نے اسقدر قیمت کی
جو مدت العمر فرزند سعادتمند اور اس بیوہ کو کافی ہوگئی - خدا تعالیٰ نے اُس نیک مرد کے توکل کا اور اس فرمانبردار فرزند کی اطاعت کا ثمرہ دکھا دیا
فائدہ دوم - بیل کے ذبح کرنے مین ایک تو یہی سر تھا - اور دوم چونکہ بنی اسرائیل نے بیل کی پرستش کی تھی اسلیے اُسکی
قربانی سے اُنکی دلون مین سے اس جانور کی عظمت کا دور کرنا بھی مقصود تھا - اور بھی کوئی سر ہو تو وہی جانتا ہے ٭
فائدہ سوم - علماء نے یہان بہت کچھ موشگافی کی ہے کہ آیا ابتدا بیل معین تھا یا غیر معین - پھر ماہی کیون کہا کیف
ہی کیون نہ کہا وغیر ذلک - اب خدا تعالیٰ اُس دوسری بات کو ذکر کرتا ہے ٭

وَإِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَأْتُمْ فِيهَا ۖ وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُونَ ۝ فَقُلْنَا اضْرِبُوهُ بِبَعْضِهَا ۚ كَذٰلِكَ

اور (یاد کرو) جبکہ تم نے ایک شخص کو قتل کر کے آپس میں اختلاف کیا اور اللہ کو ظاہر کرنا تھا وہ چیز کہ جسکو تم چھپاتے تھے پس ہم نے حکم دیا کہ اس (میت) کو اس بیل کا ٹکڑا لگا دو اسیطرح

يُحْيِي اللّٰهُ الْمَوْتٰى وَيُرِيكُمْ آيٰتِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ۝

اللہ مردوں کو زندہ کر دیتا ہے اور تمکو اپنی نشانیاں دکھایا کرتا ہے تاکہ تم سمجھو۔

ترکیب واو حرف عطف ایک جملہ کا پہلے جملہ پر عطف ہوتا چلا آتا ہے اذکر محذوف عامل اللہ مبتدا مخرج اسم جملہ اسکی خبر یا موضع نصب میں ہے بسبب مخرج کے اور ما الذی کے معنے میں ہے اور عائد محذوف ہے۔ کذلک کاف موضع نصب میں ہے کیلئے کہ نعت ہے مصدر محذوف کے تقدیر یہ یحیی اللہ الموتی احیاء مثل ذلک اور ادارأتم کی اصل تدارأتم ہے بروزن تفاعلتم تخفیف کیلئے ایک تا کو دال سے بدلکر دال کو دال میں ساکن کر کے ادغام کر دیا۔ چونکہ ابتدا بسکون متعذر تھی ہمزہ وصل اول میں لائے ادارأتم ہوا۔

تفسیر یہ دوسرا واقعہ ہے کہ جسمیں حق تعالی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ ایک معجزہ دکھایا وہ یہ کہ حکم دیا کہ اس بیل کا پارچہ البقر کہتے ہیں یا بعض کہتے ہیں دم) اس میت پر مارو یہ جی اوٹھیگا چنانچہ ایسا کیا اور اسنے زندہ ہو کر اپنا قاتل بتلا دیا۔ اب اللہ تعالی فرماتا ہے کہ ہم مردوں کو اسطرح زندہ کر دیا کرتے ہیں اور تمکو اپنی نشانیاں دکھا دیا کرتے ہیں تاکہ تم ایمان لاؤ اور خدا کو قادر مطلق سمجھو یہہ تو معجزہ تھی ہے کہ بیل کے ذبح کرنے کی کیوں مشقت ڈالی یوں ہی اسکو کیوں زندہ نکر دیا اسکو وہی جانتا ہے مگر دو فائدہ اسکے ظاہر ہیں۔ اول حضرت کا ثبوت دوم انکی سرکشی پر تازیانہ واضح ہو کہ دہریہ ایسے خوارق کے منکر ہیں اور چاہتے ہیں کہ اہل ادیان بالخصوص مسلمان بھی منکر ہو جاویں اسلئے بعض نے ان آیات کے معانی کو بلا سبب بہت سی تاویلیں کی ہیں اور پھر اپنی توجیہ باطل کے پہلی عمر افنا کر کے انکو اٹھانا چاہا مگر اٹھا نہ سکا اول شبہ کا جواب دیا کہ اضربوہ کی ضمیر میت کیطرف و ببعضها کی ضمیر مونث نفس کیطرف پھرتی ہے۔ سو یہہ جواب غلط ہے اسلئے کہ نفس کا اطلاق جسم مردہ پر نہیں آتا زندہ کو کہتے ہیں اور ٹکڑا بھی نفس کا نہیں ہوتا بلکہ جسم کا پھر اسکی طرف ضمیر کس طرح راجع ہو سکتی ہے دوسرا شبہ موتی اور یحیی کے معنی پر ہے کیونکہ موتی کے معنی نامعلوم اور یحیی کے معنے ظاہر کرنے کے تاویل کئے ہیں اسکا جواب دیتے ہیں کہ آیت وکنتم امواتا فاحیاکم میں بھی یہی معنی مراد ہیں اور لفظ مخرج اور تکتمون جو مقابلہ میں پڑا ہے اس معنے کے لئے قرینہ ہے یہہ جواب بھی غلط ہے (۱) اول تو آیت مذکورہ میں یہہ معنی مراد نہیں اور جو ہوں تو ایک جگہ مجاز تسلیم کرنے سے ہر جگہ حقیقی معنی متروک نہیں ہو سکتی اور نہ یہ قرائن اس معنی کے لئے ہو سکتے ہیں (۲) دوم مخرج اور تکتمون تو یہی چاہتا ہے کہ یحیی کے معنی زندہ کرنا اور موتی میت کی جمع کے معنے مراد لئے جاویں تاکہ انکی خفیہ خیانت کا اظہار پایا جاوے۔ تیسرا شبہ کذلک کے معنی درست نہیں ہوتے اسکا جواب یہ ہے کہ فاظہرہ اللہ مقدر مانکر تشبیہ درست ہو جاویگی اور مقدر ماننا خلاف عقل ہے نہ نقل یہہ جواب بھی غلط ہے کیونکہ یہہ کہنا کہ وہ تمکو اپنی نشانیاں دکھاتا ہے تصریح دلیل ہے کہ یہہ فعل خارق عادت ہے جو بغیر محسوس خدا تعالی کے وجود کی دلیل بنایا گیا ہے۔ ورنہ اسطرح کے ڈھکوسلے آیات الہی نہیں ہو سکتی۔ اگر عقل ہو تو سمجھو مگر تمہارے دل تو پتھر سے بھی زیادہ سخت ہو گئے

ثُمَّ قَسَتْ قُلُوبُكُمْ مِّنْ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً ؕ وَاِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ

پھر اسکے بعد تمہارے دل سخت ہوگئے پس وہ پتھر کی مانند ہیں یا سختی میں اُنسے بھی زیادہ اور بیشک بعض پتھر تو ایسے بھی ہیں

الْاَنْهٰرُ ؕ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُ ؕ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ

کہ جن سے نہریں پھوٹ نکلتی ہیں اور بعض ایسے ہیں جو پھٹتے ہیں پھر اُنسے پانی نکلتا ہے اور بعض ایسے ہیں کہ خدا کے خوف

وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝

سے نیچے گرتے ہیں اور اللہ تمہارے کام سے بیخبر نہیں ہے

ترکیب ثُمَّ استبعاد قسوۃ کیلئے ہے یا تراخی کیلئے قست فعل قلوبکم فاعل من بعد ذلک متعلق ہے فعل سے ہی مبتدا کالحجارۃ مستقر متعلق ہوکر خبر ہے۔ اور ممکن کہ کاف اسمیہ بمعنی مثل ہو اور متعلق نہو۔ او بمنزلہ اس او کے ہے کہ جو اوکصیب میں ہے، اشد معطوف کاف پر بتقدیر او ہی اشد قسوۃ تمیز ہے لما میں ل تاکید اور ما موصولہ موضع نصب میں ہے کیونکہ اسم ان ہے اور یتفجر منہ الانہار جملہ فعلیہ اسکا صلہ اور من الحجارۃ خبر ان ہے اور اسی پر وان منہا لما یشقق کو قیاس کرنا چاہیے من خشیۃ اللہ موضع نصب میں ہے یہبط سے کما تقول یہبط خشیۃ اللہ باقی صاف ہے +

تفسیر خدا تعالی بنی اسرائیل کو فرماتا ہے کہ ان واقعات و عجائبات قدرت کے دیکھنے کے بعد تمکو مسا وات ہوگئی۔ اور حکمتوں گھڑی کی طرح ہو گئے اور گناہ کرتے کرتے تمہارے دل پتھر کیطرح سخت ہوگئے جسطرح پتھر میں اثر نہیں ہوتا اسیطرح تمہارے دلوں میں انبیاء علیہم السلام کی نصیحت اثر نہیں کرتی بلکہ پتھروں سے تو کچھ فائدہ بھی ہے اور وہ کچھ اثر بھی قبول کرتے ہیں کسلئے کہ بعض میں سے تو پانی کے چشمے پھوٹ کر نکلتے ہیں کہ جنسے خلق فیض پاتی ہے۔ اور بعض میں سے پانی جھرتا ہے جبکہ وہ انجرات کے زور سے پھٹ جاتے ہیں اور بعض پتھر پہاڑ کی چوٹی سے گرتے ہیں گویا کہ ہیبت الہی سے لرزکر سجدہ میں گرتے ہیں اور تمہارے دلوں میں تو یہہ بھی وصف نہیں ہے پس وہ گویا پتھروں سے بھی سخت ہیں سو اگر یہہ لوگ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ مانیں یا آپکے معجزات اور پر اثر وعظ پر ٹھٹھہ اُڑاویں تو اُسنے کچھ تعجب نہیں اس سے کوئی عرب یا اور قوم یہ نہ سمجھے کہ نبی علیہ السلام کی نبوت و فیض ہدایت کا قصور ہے بلکہ انکی استعداد میں قصور ہے حضرت عیسی علیہ السلام نے بھی یہود کی سخت دلی کی مذمت فرمائی اور انکو سانپوں کے بچے کہا ہے

متعلقات

قساوۃ غلاظت اور سختی کو کہتے ہیں جیسی کہ پتھر میں ہوتی ہے۔ اور دل کی قساوت یہہ ہے کہ اُسمیں خوف و عبرت کی جگہ نہ ہو تفجر۔ کہلجانا پھوٹ پڑنا۔ چونکہ پہاڑوں میں بعض جگہ تو بڑے زور سے پانی نکلکر اُس سے دریا اور نہریں بہتی ہیں جیسا کہ دریاے گنگا اور جمنا کا منبع۔ اور بعض پہاڑوں میں انجرات کی شدت سے پتھر پھٹ کر اوسمے تھوڑا تھوڑا پانی رسنے لگتا ہے۔ اسلیے ان دونوں باتوں کو جدا جدا بیان فرمایا۔ اور جو دونوں کو ایک سمجھکر کلام الہی پر اعتراض کرتا ہے وہ جاہل ہے۔

اَفَتَطْمَعُوْنَ اَنْ یُّؤْمِنُوْا لَكُمْ وَ قَدْ كَانَ فَرِیْقٌ مِّنْهُمْ یَسْمَعُوْنَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ یُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ

(اے مسلمانون) کیا تمکو یہ توقع ہے کہ وہ (یہود) تمہین مانینگے حالانکہ اُنمین سے ایک ایسا گروہ بھی تہا کہ جو کلام خدا سنتا تہا پہر اُسکو سمجھنے کے بعد بدل ڈالتا تہا

وَ هُمْ یَعْلَمُوْنَ ۝ وَ اِذَا لَقُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْۤا اٰمَنَّا ۚۖ وَ اِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ قَالُوْۤا اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ بِمَا فَتَحَ اللّٰهُ

حالانکہ وہ خوب جانتے تہے۔ اور جب مسلمانون سے ملتے ہین تو کہتے ہین کہ ہم بہی ایمان لاآ اور جب ایک دوسرے کو تنہا ملتا ہے تو کہتے ہین کہ کیا تم مسلمانون سے وہ بات

عَلَیْكُمْ لِیُحَآجُّوْكُمْ بِهٖ عِنْدَ رَبِّكُمْ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ اَوَ لَا یَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ مَا یُسِرُّوْنَ وَ مَا یُعْلِنُوْنَ ۝

کہدیتے ہو کہ جو خدا نے تمپر ظاہر کی تاکہ اُس سے تمکو تمہارے رب کے روبرو الزام دیوین کیا تم نہین سمجھتے کیا وہ (یہودی) نہین جانتے کہ بیشک اللہ جانتا جو کچھہ وہ چہپاتے ہین اور جو کچھہ وہ ظاہر کرتے ہین

ترکیب ان یومنوا مین حرف جر محذوف ہے تقدیرہ فی ان یومنوا وقد کان جملہ حالیہ ہے تقدیرہ فتطمعون فی ایمانہم وشانہم الکذب والتحریف ؛ منہم موضع رفع مین ہے صفت ہے فریق کی اور یسمعون الخ جملہ کان کی خبر اور فریق اسم ہے اذا حرف شرط لقوا الخ شرط قالوا آمنا جواب شرط اور اسیطرح اذا خلا بعضہم الخ شرط قالوا الخ جواب شرط بما فتح اللہ مین ما موصولہ ہے اور ممکن ہے کہ موصوفہ او مصدریہ ہو ؛

تفسیر خدا تعالی مسلمانونکو تسلی دیتا ہے کہ تم ان یہودیون سے کیا امید رکہتے ہو کہ وہ دین اسلام کو قبول کرینگے اسنے یہ امید نرکہو کسلیئے کہ یہ وہ شریر قوم ہے کہ جسمین ایسے لوگ تہے کہ جو کلام خدا کو سنکر اور خوب سمجھکر پہر اپنی خواہش نفسانی سے بدل ڈالتے تہے اور یہہ بہی جانتے تہے کہ یہ فعل سخت گناہ ہے۔ پس جس کلام کو یہ برحق سمجھتے تہے اور جس پر ایمان لا ہوئے تہے اُسکی نسبت اُنکی یہ کارروائی تہی تو اور کا کیا ذکر ہے ؛ علمار کی اسمین مختلف قول ہین بعض کہتے ہین کہ حضرت موسی کے روبرو یہود یہ حرکت کرتے تہے کہ تورات کو سنکر اور سمجھکر پہر اُسکے برخلاف عمل کرتے تہے اور کلام الہی کو نمانتے تہے یہی اُنکی تحریف تہی بعض کہتے ہین کہ موسی کے بعد علمار یہود نے اپنے اغراض نفسانیہ سے تورات مین تحریف کی۔ چنانچہ حضرت عیسیٰؑ کی بشارات کو تاویلات اور الفاظ کی کمی یا دتی کرکے بدل دیا اسلئے حواری عہد عتیق کے حوالہ دیتے ہین اور انمین وہ حوالے نہین پا جاتے ہین کسی کتاب عہد عتیق مین نہین کہ عیسی ناصری کہلائیگا۔ حالانکہ حواری کہتے ہین کہ انبیاء یہہ بات فرما گئے ہین۔ اور بہت سے شواہد مین اور اسیطرح جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارات مین تصرف کیا گیا۔ اور یہی قول صحیح ہے اور اسبات کا ثبوت علمار اسلام نے کتب مناظرہ مین بڑی شد و مد سے کیا ہے انشاء اللہ تعالی ہو گی بہ تفصیلون سے مطلع کرینگے پہر نبی علیہ السلام کو تسلی دیکر خدا تعالی فرماتا ہے کہ ان یہود کی بیدینی یہانتک ہے کہ ایمان اور کفر کو ایک سرسری بات سمجھہ رکہا ہے پس جب مسلمانون سے ملتے ہین تو کہتے ہین کہ ہم ایمان لاآ۔ اور جب آپسمین اکیلے ملتے ہین تو ایک دوسرے کو اسبات پر ملامت کرتا ہے کہ تم تورات اور دیگر کتب انبیاء سے مسلمانون کے روبرو وہ باتین کیون پیش کیا کرتے ہو کہ جن سے انکے دین کا برحق ہونا پایا جاتا ہے کسلیئے کہ پہر وہ جسطرح تمکو ان باتون سے الزام دیتے ہین اسیطرح عند اللہ بہی تمکو ملزم کرینگے اور خدا کے سامنے تمہارے پاس کوئی حجت اسلام قبول کرنیکی نرہیگی اُسکے جواب مین خدا تعالی فرماتا ہے کہ خدا سے کوئی بات مخفی نہین خواہ وہ ظاہر کرین خواہ وہ چہپاوین۔ مگر وہ بہرحال ہر بات جانتا ہے پس خود اپنے نبی کی زبانی اور اسکے علمار کی معرفت ان باتونکو ظاہر کردیگا وہ ہر حال مین خدا کے نزدیک اسلام قبول نکرنے پر ملزم ٹہرینگے کیا وہ اسبات کو نہین جانتے ؟ عند ربکم کے معنی مین علمار کو مختلف توجیہات ہین مگر قوی اور صاف یہہ ہے ای فی حکمہ۔ اسکے بعد خدا تعالے عام یہود کی بیدینی اور جہالت ظاہر کرتا ہے

وَمِنْهُمْ أُمِّيُّونَ لَا يَعْلَمُونَ الْكِتَابَ إِلَّا أَمَانِيَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ ۝ فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ يَكْتُبُونَ الْكِتَابَ

اور بعض اُمّیٔن سے اَن پڑہ ہین کہ جو کتاب کو نہین جانتے ہین مگر منصوبے اور وہ صرف خیال پکاتے ہین پس خرابی ہے اُنکو کہ جو اپنے

بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هَٰذَا مِنْ عِندِ اللَّهِ لِيَشْتَرُوا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا ۖ فَوَيْلٌ لَّهُم مِّمَّا كَتَبَتْ أَيْدِيهِمْ

ہاتھون سے کتاب لکھکر پھر اُسکو خدا کی طرف سے بتلاتے ہین تاکہ اُسکی وجہ سے کچھ دام لیوین پس خرابی ہے اُنکو اُنکے ہاتھون کے لکھنے پر

وَوَيْلٌ لَّهُم مِّمَّا يَكْسِبُونَ ۝ وَقَالُوا لَن تَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّا أَيَّامًا مَّعْدُودَةً ۚ قُلْ أَتَّخَذْتُمْ عِندَ اللَّهِ عَهْدًا

اور خرابی ہے اُنکو اُنکی کمائی پر اور کہا (یہودی) کہ بجز چند گنتی کے دنون کے ہمکو آگ (دوزخکی) نہ چھوئے گی تو اُنسے کہ کیا تمنے اللہ سے کوئی عہد کر لیا ہے

فَلَن يُخْلِفَ اللَّهُ عَهْدَهُ ۖ أَمْ تَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝ بَلَىٰ مَن كَسَبَ سَيِّئَةً وَأَحَاطَتْ بِهِ

کہ پھر وہ اپنے عہد کے ہرگز برخلاف نہ کریگا۔ یا تم اللہ پر وہ باتین بناتے ہو کہ جنکو جانتے نہین ہان جسنے برائی کمائی اور اُسکو اُسکے گناہون نے ہر طرف سے گھیر لیا

خَطِيئَتُهُ فَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝

تو وہی دوزخی ہین وہ اُسمین ہمیشہ رہینگے اور جنہون نے ایمان لاکر اچھے کام کئے تو وہی جنتی ہین وہی اُسمین ہمیشہ رہینگے۔

ترکیب اُمّیون مبتدا موصوف لا یعلمون الکتاب صفت منہم خبر مقدم الا امانی استثنا منقطع ہے یعنی لکن امانی اُمنیہ کی جمع ہے جسکے معنی ہین منصوبے اور اسلئے اسکا اطلاق جھوٹ اور آرزو اور جو پڑہنے مین آتا ہے اُسپر ہوتا ہے۔ اِن بمعنی ما بقرینہ الا و التقدیر ان ہم الا قوم یظنون فویل للذین یکتبون مبتدا خبر ہین الکتاب مفعول ہے بمعنے مکتوب جیسے مصدر بہا ضعیف کو اختیار کیا بایدیہم ایدی ید کی جمع ہے جسکی اصل یدی ہی کفلس ہے اور جمع افلس ہے باوجودیکہ ہاتھون سے لکھتے ہین یا اون سے پھر اسکو جو ذکر کیا تو تاکید کے لئے جیسا کہ بولتے ہین اپنی آنکہہ سے دیکھا لیشتروا مین لام یقولون سے متعلق ہے مما مین ما بمعنی الذی یا نکرہ موصوفہ یا مصدریہ ہے اور اسیطرح مما یکسبون مین قالوا فعل ہم ضمیر فاعل لن تمسنا الخ جملہ مفعول ہے الا ایاما مین ایام کو بوجہ ظرف ہونیکے نصب ہے نہ الا کیوجہ سے کس لئے کہ فعل الا کن ظرف سے پہلے کسی ظرف کیطرف متعدی نہین ہوا (تبیان) ایام اصل مین ایوام یوم کی جمع تھا واو کو یا بنا لیا اور یا مین ادغام کر دیا۔ اتخذتم ہمزہ وہ استفہام کیلئے ہے اور ہمزہ وصل محذوف۔ بلیٰ کلمہ ایجاب ہے۔ من بمعنی الذی و ممکن ہے کہ شرطیہ ہوا اور دونون تقدیر پر یہ مبتدا اصحاب النار خبر جملہ جواب شرط یا ام ہمزہ استفہام کے معنے مین ہے ای الامرین کائن یعنی ام متصلہ یا اسکو منقطعہ کہا جاوے بمعنے بل ہ

تفسیر یعنے انکے علما کا تو یہ حال تھا اور عامیون کی یہ کیفیت ہے کہ تورات یا کسی اور کتاب کو تو جانتے نہین صرف چند خیالی باتون کو سیکھ لیا اپنے دلمین جما رکھے ہین۔ اول یہہ کہ تمام مخلوق سے علیحدہ خدا کو ہمسے ایک اختصاص خاص ہے وہ یہہ کہ اُسنے ہمکو بیٹا کہا ہے اور محبوب بنایا ہے پس ہمارا ہر گناہ معاف ہے۔ دوم یہہ کہ ہمارے باپ دادا انبیا ہیں اور اُنکو وہ قدرت ہے کہ بغیر مرضی اُسکے ہمکو دوزخ سے چھڑا لینگے (جیسے کہ آجکل بعض جاہل پیرزادون کے خیالات فاسدہ ہین) سوم یہہ کہ فرقہ یہود کو اگر عذاب بہی ہو تو چند روز ہوگا۔ چہارم استحقاق نبوت ہمارے خاندان کو حاصل ہے اور کسی خاندان کا شخص نبی نہین ہو سکتا (جیسے کہ ہندو یہی خیالات فاسدہ ہین) خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہہ جاہل خیالات ہین اور پھر اُنکے علما اور غلط روایات اور حسب مرضی لکہکر دیا کرتے ہین اور یہہ کہدیا کرتے ہین کہ یہہ خدا کا حکم ہے تورات مین اس سے وہ دنیا حاصل کرتے ہین خدا تعالیٰ فرماتا ہے انکی اس لکہنے پر بہی تف ہے اور اس کمائی پر بہی تف ہے۔ اب خدا تعالیٰ انکی امانی کا بیان فرماتا ہے کہ وہ یہہ کہتے ہین کہ ہمکو اگر عذاب ہوا تو صرف چند روز ہوگا یعنے جتنی مدت بچھڑے کی پرستش کی۔ خدا تعالیٰ اسکو رد کرتا ہے کہ کیا تمنے خدا سے عہد کر لیا ہے کہ وہ تمکو چند روز سے زیادہ عذاب دیگا۔ یا تم از خود باتین بناتے ہو بلکہ اصل امر یہہ ہے کہ جو گناہ کریگا اور اُسکے گناہ اُسپر محیط ہو جاوینگے تو وہ دوزخ مین ہمیشہ رہیگا خواہ کوئی یہودی ہو یا اور کوئی اور جنتی

لہ ویل زبان عرب مین رنج کے موقع میں استعمال ہوتا ہے جیسا کہ ہماری زبان مین تف و پہٹکار وغیرہ ہین۔ لیکن وہ جو امام احمد اور ترمذی و ابو یعلیٰ وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ ویل جہنم مین ایک کنوان ہے اور ابن جریر نے روایت کیا ہے کہ وہ جہنم مین پہاڑ ہے سو اس سے مراد یہہ ہے کہ یہہ چیزین خدا کے کلمہ ویل کا مظہر ہین یعنی اسکی ناراضی ان صورتون مین ظہور کریگی سو یہہ سب سچ ہے ف۔ اس آیت سے بعض نے استدلال کیا ہے کہ قرآن مجید کی اجرت کتابت اور لکہکر بیچنا جائز نہین مگر صحیح یہہ ہے کہ جائز ہے اور اسی پر علما کا فتویٰ ہے (تفسیر عزیزی)

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّذِي الْقُرْبٰى

اور جبکہ ہمنے بنی اسرائیل سے قول لیا کہ خدا کے سوا اور کسی کی عبادت نکرنا اور ماں باپ سے اور قرابت داروں اور یتیموں

وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْكُمْ وَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ

اور بیکسوں سے سلوک کیجیو اور لوگوں سے اچھی بات کہیو اور نماز قایم کرنا اور زکوۃ دینا پہر بجز چند آدمیوں کے تم میں سے نافرمانی کرکے سب پہر گئے

ایمان لانے کے بعد اچھے کام کئے وہ ہمیشہ جنت میں رہے گا۔ خواہ کوئی ہو پس اب تمکو ایمان و اعمال صالحہ کی طرف متوجہ ہونا ضرور ہے ان بیہودہ خیالات سے کچھہ کام نہیں چلتا یہہ تیسری برائی ہے جو بیان ہوئی *

ترکیب

اذ ظرف متعلق ہے اذکر کے اخذنا فعل با فاعل میثاق بمعنی عہد مفعول لاتعبدون الخ جواب قسم ہے جو اخذنا سے مستفاد ہے ای احلفناہم او قلنا لہم باللہ لاتعبدون) دوم یہہ کہ ان مراد ہو والتقدیر اخذنا میثاق بنی اسرائیل علی ان لاتعبدوا الا اللہ پس حرف جر حذف ہوا پہر ان حذف ہوگیا پہر مضارع مرفوع ہوگیا جیسا کہ اس مصرع میں ہے

الا ایہذا الزاجری احضر الوغی الخ اور بعض قرات میں ان لاتعبدوا ہی آیا ہے پس اس تقدیر پر میثاق سے بدل ہو جاویگا یا بحذف جار اُس کا معمول ہوگا۔ نافع اور ابن عامر اور ابو عمرو اور عاصم اور یعقوب نے لاتعبدون ت کے ساتھہ پڑہا ہے اور باقی لوگوں نے ی کے ساتھہ اور بالوالدین احسانا متعلق ہے مضمر کے ساتھہ ای احسنوا احسانا وذی القربی اسکا عطف الوالدین پر ہے۔ و قولوا ای قلنا لہم قولوا قولا حسنا بضم الحا و سکون السین و بفتحہما جیسا کہ حُزن اور حَزن دونوں درست ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ ثانی صورت میں صفت ہے مصدر محذوف کی اور اول میں مضاف محذوف ہے

ای ذا حسن وانتم معرضون جملہ حال موکدہ ہے فاعل تولیتم سے

تفسیر

یہاں سے لیکر چند آیات تک خدا تعالی یہود کے اس خیال باطل کو رد کرتا ہے کہ جو وہ کہتے تھے کہ ہمکو صرف چند روز عذاب ہوگا اول بار تو یوں رد کیا تہا کہ تمنے خدا سے قرار لیا ہے کہ وہ تمکو چند روز سے زیادہ عذاب نکریگا ؟ حالانکہ قرار نہیں لیا پہر کس اعتماد پر یہہ کہتے ہو۔ اب یہاں ایک دلیل قائم کرتا ہے کہ جسکو وہ بہی تسلیم کرتے تھے۔ وہ یہہ کہ خدا نے تمسے عہد لیا تہا کہ تم خاص اُسکی عبادت کرنا ماں باپ اور قرابت داروں سے اور یتیموں اور بیکسوں سے سلوک کرنا اور اچھی بات کہنا اور نماز پڑہنا زکوۃ دینا پس بجز تہوڑے سے لوگوں کے تمنے اُس عہد کو توڑ دیا۔ اب کہو کہ جو ایسا عہد موثق توڑ دے وہ اس جرم کی عوض میں ہمیشہ جہنم میں رہے گا کہ نہیں ؟

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُوْنَ دِمَآءَكُمْ وَلَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَاَنْتُمْ

اور (یاد کرو) جبکہ ہمنے تم سے عہد لیا کہ آپس میں خونریزی نکرنا اور نہ اپنے لوگوں کو جلا وطن کرنا پھر تم نے اقرار کر لیا

تَشْهَدُوْنَ ۝ ثُمَّ اَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَتُخْرِجُوْنَ فَرِيْقًا مِّنْكُمْ مِّنْ دِيَارِهِمْ تَظٰهَرُوْنَ عَلَيْهِمْ

حاضر ہوکر پھر تم ہی وہ ہو کہ جو قتل کرتے ہو اپنے لوگوں کو اور اپنے ایک گروہ کو انکے گہروں سے باہر کرتے ہو۔ انپر گناہ اور زیادتی سے

بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ؕ وَاِنْ يَّاْتُوْكُمْ اُسٰرٰى تُفٰدُوْهُمْ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ اِخْرَاجُهُمْ ؕ اَفَتُؤْمِنُوْنَ

چڑہائی کرتے ہو اور اگر (وہی لوگ غیر قوم کے) قیدی ہوکر تمہارے پاس آتے ہیں تو تم انکو فدیہ دیکر چہڑا لیتے ہو حالانکہ انکا نکالدینا تمپر حرام تہا

بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ۚ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

پس کیا تم ایمان رکہتے ہو کتاب کے ایک حصہ پر اور منکر ہو دوسرے حصہ کے پس جو تم میں سے ایسا کرے اسکی یہی سزا ہے کہ دنیا میں

وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا

رسوائی اور قیامت کے روز سخت عذاب میں ڈالے جاویں۔ اور اللہ تمہارے کام سے غافل نہیں

الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ۡ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝

یہی لوگ ہیں کہ جنہوں نے آخرت کے بدلے میں دنیا کی زندگی کو لیا۔ پس نہ اونکے عذاب میں کمی ہوگی اور نہ انکی مدد کو کوئی پہونچےگا۔

ترکیب و عطف کیلئے جو ایک جملہ کا دوسرے جملہ پر چلا آتا ہے۔ اخذنا فعل با فاعل میثاقکم مفعول لا تسفکون الخ بدل ہے میثاق سے انتم مبتدا ہٰؤلاء علی حذف مضاف خبر ای مثل ہٰؤلاء اور تقتلون اور تخرجون حال ہیں اور عامل انمیں معنی تنبیہ تظاہرون الخ جملہ موضع نصب میں ہے اسلئے کہ یہ حال ہے فاعل تخرجون سے تظاہرون اصل میں تتظاہرون تہا ایک ت حذف ہوگئی اور بعض نے ت ثانی کو ظ سے بدلکر ظ کو ظ میں ادغام کرکے مشدد پڑہا ہے۔ عدوان مصدر ہے بروزن کفران بمعنی ظلم اساری جمع اسیر کے حال ہے فاعل یاتو سے اور بعض نے اسکو اسریٰ بھی پڑہا ہے تفادوہم جواب شرط ہو ضمیر شان ہے مبتدا محرم خبر اخراجہم مرفوع بسبب محرم کے۔ اور یوں بھی ہوسکتا ہے کہ اخراجہم مبتدا اور محرم خبر مقدم اور جملہ خبر ہو۔ اور ہو اخراج کیطرف بھی راجع ہوسکتا ہے اور یہہ جملہ معترضہ ہے فما نافیہ جزاء الخ اسم خزی خبر فی الحیٰوۃ الدنیا صفت موصوف کا مجموعہ خزی کی صفت ہے اور ممکن ہے کہ ظرف ہو۔

تفسیر حضرت کے زمانہ کے وہ یہود جو مدینہ میں رہتے تہے پہلی آیت سے یہہ سمجہتے تہے کہ یہہ کچہہ ہمارا بیان نہیں یہہ ہمارے بزرگوں کی باتیں ہیں جو کبہی یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں تہے تم انکو سنا سنا کر چند روز سے ہمیں الزام دیتے ہو۔ اسلئے اس آیت میں انکی قبائح بیان کیے کہ تم کیا سیدہے ہو۔ ان عہد میں تم بہی شریک ہو کہ باہم خونریزی نکرنا اور اپنے لوگوں پر ظلم سے چڑہائی کرکے انکو جلا وطن نکرنا پہر تم بہی اس عہد شکنی میں شامل ہو۔ مدینہ میں دو قوم آباد تہیں ایک اوس دوسرے خزرج اور مدینہ کے آس پاس میں یہود کے بہی دو گروہ تہے ایک قریظہ دوسرا نضیر ان دونوں قوموں میں صدہا سال سخت عداوت اور جنگ و جدل تہا ایک دوسرے پر چڑہائی کرتا تہا۔ اسلئے قریظہ نے اوس سے باہم عہد و دوستی محکم کیا اور نضیر خزرج کا طرفدار ہوا اوس اور ان کے حلیف قریظہ پر چڑہائی کرتا تہا (اسیطرح ہمیشہ رہا کرتی تہی جبتک کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں نہ آئے تہے تب تک یہی حال رہا آخر حضرت کی برکت سے انصار کے دونوں قبیلوں میں باہم میل جول ہوگیا تہا) یہودی انصار کے ساتہہ ملکر دوسرے یہود پر بہی چڑہائی کرتے تہے اور قتل و جلاوطنی میں کوئی دقیقہ باقی نہ رکہتے تہے مگر جب وہ یہودی کسیکی قید میں پڑجاتے تہے تو ہم قوم ہونیکی حمیت سے انکو فدیہ (یعنے کچہہ روپیہ تاوان میں) دیکر چہڑا لیتے تہے۔ خدا تعالیٰ انکو الزام دیتا ہے کہ تم اس عہد کے خلاف کیون باہم چڑہائی کرکے

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَقَفَّيْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ط

اور بیشک ہمنے موسی کو کتاب دی اور اسکے بعد پے درپے رسول بھیجے اور عیسے مریم کے بیٹے کو کھلا نشان دین اور روح القدس سے اسکی تائید کی

اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ ٥

کیا جب تمہارے پاس کوئی رسول وہ حکم لایا کہ جسکو تمہارا دل نہ چاہتا تھا تمنے سرکشی کی؟ پس ایک گروہ کو تمنے جھٹلایا اور ایک گروہ کو قتل کرتے تھے۔

انکو قتل اور جلا وطن کیا کرتے ہو؟ توراۃ کی سبات کو نہیں مانتے۔ اور پھر حمیت قومی سے انکو چھڑاتے ہو سبات کو مانتے ہو پس کیا کتاب میں سے ایک حصہ پر ایمان رکھتے ہو دوسرے کا انکار کرتے ہو۔ جو ایسا کرے اسکی سزا ہے کہ دنیا میں رسوا ہو اور قیامت کو سخت تر عذاب میں ڈالا جاوے جیسا کہ چند روز عذاب ہوا بعد تمام قوم سلف و خلف کیطرف متوجہ ہوکر فرماتا ہے کہ ان لوگوں نے آخرت کی کچھ پروا نہ کی انکو یہی اچھا لگا کہ عیش و آرام بدلہ میں دنیا فانی کو حاصل کرنا مقدم سمجھا سو ہمیشہ عذاب میں رہینگے نہ انکے عذاب میں تخفیف ہوگی نہ انکی کوئی مدد کر سکیگا

ترکیب اٰتینا فعل با فاعل موسی مفعول اول الکتاب مفعول ثانی قفینا میں یا واو سے بدل گئی ہے تو یہ ہیں قفایقفوا اذا اتبعہ چونکہ واو چوتھے مرتبہ میں واقع ہوائی ہے بدل گیا بالرسل اسکے متعلق ہے مفعول قفینا کلما حرف شرط استکبرتم جواب شرط فریقا مفعول مقدم کذبتم اسیطرح تقتلون کا فریقا مفعول مقدم ہے۔

تفسیر انسان کو خدا نے دو قوتیں عطا کیں اگر انکی صلاح ہوگئی تو نجات ہوگی ورنہ فلا اول وہ عمدہ قوت نظریہ یعنی علمی حصہ اسکی اصلاح خدا تعالیٰ اور اسکے انبیاء و ملائکہ و آخرت کی نسبت اعتقاد صحیح پیدا کرنا اور فساد اسکا یہ ہے کہ ان میں عقیدہ بد رکھنا دوسری قوت عملیہ یعنی علمی حصہ اسکی صلاح ہر قسم کے عمدہ اور نیک اعمال کرنا اور اسکی خرابی اسکے برعکس کرنا۔ یہانتک بنی اسرائیل کی وہ خرابیاں ہوئیں جو قوت عملیہ سے متعلق تھیں جیسا کہ ماں باپ اقارب یتیموں و مسکینوں کے حقوق میں سستی کرنا اور اس قوت کے خراب ہونے سے انسان جاہیۃ الامر فاسق ہوتا ہے کہ جو ابدی جہنم کا مستحق نہیں ہوتا کیونکہ کبائر سے ایمان نہیں جاتا۔ پس منشاء بنی اسرائیل کے ادعاء باطل کا کہ ہم چند روز سے زیادہ دوزخ میں نہیں رہ سکتے) پورا پورا ابطال نہیں ہوا تھا اس سبب سے کامل ابطال کردیا کیونکہ قوت نظریہ میں کامل درجہ کا فساد یہ ہے کہ خدا کی انبیاء کی تکذیب کیجاوے۔ اور اسکے انبیاء کو قتل کیا جاوے اور جو احکام کو دل نہ چاہے تو تکبر ان سے اعراض ہو سو یہ سب باتیں بنی اسرائیل نے کیں جس سے انکا ملعون ہونا اور ابدی جہنم کا سزاوار ہونا ثابت ہوگیا۔ پس فرماتا ہے کہ ہمنے موسیٰ کو کتاب یعنی توریت دی اور پھر وقتاً فوقتاً دین موسوی کی اصلاح کیلئے پے درپے انبیاء بھیجے (جس طرح کہ امت محمدیہ میں ہر صدی پر مجدد قایم ہوتا ہے) یہانتک کہ بنی اسرائیل کے اخیر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کھلے کھلے معجزات عطا کیے اور روح القدس سے انکی مدد کی کہ جسکے آثار عجیبہ و دیکھ پاتے انکی خباثت گئی یہانتک کہ جب کبھی رسول انکی خلاف مرضی کوئی حکم دیا تو سرکشی کرکے ٹال دیا اور پھر بھی بس نہ کیا بہت سے انبیاء کو جھٹلایا اور بہت کو ناحق قتل کردیا (جیسا کہ حضرت زکریا و یحییٰ علیہما السلام وغیرہما) اب بتلاؤ اس سے زیادہ اور کونسا گناہ ہے؟ اب کس اعتماد پر خدا کی محبت اور برگزیدہ ہونے کا دعوی کرکے اخیر میں نبی علیہ السلام کا انکار کرتے ہو۔ اب بھی وقت ہے کہ نبی آخر الزمان پر ایمان لاؤ۔

فائدہ روح القدس سے مراد جبرئیل ہے بعض کہتے ہیں وہ روح مقدسہ جسکو عیسائی تثلیث میں تیسرا اقنوم کہتے ہیں اور وہ خدا اور عیسیٰ کا غیر ہے کہ پھر تینوں مجموعہ کو جاہلانہ طور ایک کہتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد حضرت عیسیٰ کی روح ہے۔ بعض کہتے ہیں انجیل مراد ہے جو کچھ ہو مگر حضرت جبرئیل سے حضرت عیسیٰ کو ایک واسطہ خاص تھا کہ انکے دم کرنے سے حضرت مریم کو حمل رہا اور پھر ابتداء عمر سے لیکر آسمان تک ہمراہ رہے۔ اور عجائب معجزات انہیں کی قوت کا فیض تھا۔ نکتہ بنی اسرائیل نے جبکہ اپنے مرشدوں انبیاء علیہم السلام کو جھٹلایا اور قتل بھی کیا مگر چونکہ قتل سب سے زیادہ سخت گناہ تھا تو اسکو بصیغہ مضارع تعبیر کیا تاکہ ناظر کے روبرو انکی اس فعل شنیع کی تصویر کھینچی جاوے

وَقَالُوا قُلُوبُنَا غُلْفٌ بَلْ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيلًا مَّا يُؤْمِنُونَ ۝ وَلَمَّا جَاءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ

اور (یہود) کہتے ہیں کہ ہمارے دل غلاف میں ہیں (نہیں) بلکہ خدا نے انکے کفر کے سبب سے ان پر لعنت کر دی ہے تو یہ کم ہی ایمان لاتے ہیں اور جبکہ انکے پاس خدا کی طرف سے کتاب قرآن آئی جو سچا بتلاتی ہے اسکو جو انکے پاس ہے

وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا فَلَمَّا جَاءَهُمْ مَّا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهٖ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِينَ ۝

اور اس سے پیشتر (اسکی برکت سے) کافروں پر فتحیابی چاہا کرتے تھے) پھر جب انکے پاس آیا وہ شخص (محمد) کہ جسکو پہچان لیا تو اسکے منکر ہو گئے پس منکروں پر خدا کی مار ہے ۔

ترکیب قالوا فعل ہم ضمیر فاعل قلوبنا مبتدا غلف (بضم لام جمع غلاف اور لام کا سکون بھی ہو سکتا ہے کیونکہ مضموم کو ساکن بعض موقع میں کر دیتے ہیں جیسا کہ کُتُب اور کُتْب) خبر جملہ مقولہ ہے۔ بل اضراب کے لئے بکفرہم کی با لعن سے متعلق ہے فقلیلاً منصوب ہے اسلئے کہ صفت ہے مصدر محذوف کی اور ما زائدہ ہے ای فایماناً قلیلا یومنون لما حرف شرط جاء فعل ہم مفعول کتب موصوف من عند اللہ صفت اول مصدق صفت دوم اور بعض نے مصدقاً بھی پڑھا ہے اس تقدیر پر یہ حال ہے پس مجموعہ فاعل۔ جواب شرط اگرچہ محذوف ہے وکانوا فعل ضمیر فاعل من قبل متعلق فعل سے یستفتحون الخ جملہ خبر کانوا یہ سب جملہ حال ہے ضمیر ہم سے بتقدیر قد یا جملہ معترضہ ہے فلما جاء الخ شرط کفروا جواب شرط ہے ۔

جبکہ قرآن مجید نے انکے تمام شبہات باطلہ اور خیالات فاسدہ کا کما ینبغی بطلان کر دیا اور کوئی جواب معقول و حجت صحیحہ اسلام قبول کرنے میں ان پاس نہ رہی تو جاہلانہ یہ جواب دیا کہ ہم اپنے دین قدیم پر نہایت ثابت قدم ہیں۔ آپکی ہم کوئی بات قبول نہ کرینگے کیونکہ ہمارے دلوں پر غلاف ہیں جس سے غیر دین کی بات ہم قبول نہیں کر سکتے۔ اسکے جواب میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ غلاف ولاف کچھ نہیں بلکہ انکے کفر کی وجہ سے خدا نے انپر پھٹکار ڈالدی ہے، وہی حجاب اکبر ہے۔ اسلئے کمتر ایمان لاتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان جب گناہ کرتا ہے تو اسکے دل پر ایک سیاہ نقطہ ہو جاتا ہے پھر وہ بڑھتے بڑھتے تمام دل پر چھا جاتا ہے۔ یہانتک کہ پھر اسمیں کوئی حق بات اثر نہیں کرتی اور خدا نے جو یہ فرمایا ہے، کلا بل ران علی قلوبہم الآیۃ تو اس سے بھی یہی مراد ہے اگر وہ استغفار کرتا ہے تو وہ نقطہ مٹ جاتا ہے (رواہ الترمذی)۔ اسمیں کوئی شک نہیں کہ معصیت کی ظلمت دلکو گھیر لیتی ہے سو یہی غلاف و پردہ اور دلوں کو راہ حق پر نہیں آنے دیتا اور آئندہ اور گناہ سخت بلکہ کفر بھی اسکے نزدیک ایک ادنی سی بات ہو جاتی ہے بلکہ بری باتیں اچھی و اچھی بری دکھائی دینے لگتی ہیں۔ معاذ اللہ پھر آخرت میں بھی یہ آتش دوزخ بنکر ہمیشہ دلکو جلاتی ہے نار اللہ الموقدۃ التی تطلع علی الافئدۃ سے یہی مراد ہے۔ اب خدا تعالیٰ انکو دلوں پر غلاف ہونیکی تائید بیان فرماتا ہے کہ جب انکے لئے خدا کیطرف سے ایک ایسی کتاب آئی کہ جسمیں اصول میں موسیٰ کی تصدیق ہے، اور جو کفار مشرکین کے مقابلہ میں یہود کے لئے بمنزلہ شاہد عادل کے ہے یعنی قرآن مجید تو اسکے بھی منکر ہو گئے اور لطف یہ ہے کہ بموجب بشارت تورات سفر استثنا باب ۱۸ و دیگر کتب انبیاء مثل صموئیل و حزقیل و دانیال) ایک نبی آخر الزمان کے یہود منتظر تھے کہ جسپر مخالفوں کے مقابلہ میں اپنی ترقی اور فتحمندی کی زمانہ کو پابند کر رکھا تھا اور مدینہ کے یہود بنی اسد اور بنی غطفان وغیرہ قبائل عرب سے جب شکست کھا کر عاجز ہوتے تھے تو اپنے علما کی تعلیم سے یہ دعا کرتے تھے اللہم ربنا انا نسئلک بحق احمد النبی الامی الذی وعدتنا ان تخرجہ لنا فی آخر الزمان وکتابک الذی تنزل علیہ آخر ما ینزل ان تنصرنا علی اعدائنا کہ الٰہی ہمکو بہ برکت نبی آخر الزمان محمد و بہ برکت قرآن مجید ہمارے دشمنوں پر فتحیاب کر (رواہ الحاکم و البیہقی) چنانچہ امام احمد اور طبرانی نے سلمہ بن قیس سے روایت کیا کہ ہمارے محلہ بنی عبد الاشہل میں ایک یہودی رہا کرتا تھا اسنے جبکہ عالم آخرت کے ثواب عذاب کا بیان کیا تو ہمنے اسکی دلیل پوچھی اسنے کہا

بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهِ أَنفُسَهُمْ أَن يَكْفُرُوا بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ بَغْيًا أَن يُنَزِّلَ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ عَلَىٰ مَن يَشَاءُ
بری چیز خریدی اُنہوں نے اپنی جانوں کی عوض مین وہ یہہ کہ انکار کرتے ہین اُس چیز کا کہ جسکو خدا نے نازل کیا اس ضد سے کہ خدا نازل کرتا ہے اپنے فضل کو
مِنْ عِبَادِهِ ۖ فَبَاءُوا بِغَضَبٍ عَلَىٰ غَضَبٍ ۚ وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ مُّهِينٌ ۝ وَإِذَا قِيلَ
اپنے بندونمین سے جسپر چاہتا ہے۔ پس کما یا اُنہون نے غضب پر غضب اور کافرون کو عذاب ہے ذلت کا۔
لَهُمْ آمِنُوا بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ قَالُوا نُؤْمِنُ بِمَا أُنزِلَ عَلَيْنَا وَيَكْفُرُونَ بِمَا وَرَاءَهُ وَهُوَ الْحَقُّ
اور جب اُنسے کہا جاتا ہے کہ جو خدا نے نازل کیا ہے اُسپر ایمان لاؤ کہتے ہین ہم تو اُسپر ایمان لاتے ہین جو ہمپر نازل کیا گیا (اور وہ اُسکے سوا سبکے منکر ہین) حالانکہ وہ
مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ ۗ قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُونَ أَنبِيَاءَ اللَّهِ مِن قَبْلُ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ۝ وَلَقَدْ
(قرآن) حق ہے تصدیق کرتا ہوا اُسکی جو اُنکے پاس ہے۔ تو (ای محمد) اُنسے کہہ کہ پھر تم کیلیے خدا کے نبیونکو اگلے زمانہ مین قتل کیا کرتے تھے اگر تم ایماندار تھے۔
جَاءَكُم مُّوسَىٰ بِالْبَيِّنَاتِ ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِن بَعْدِهِ وَأَنتُمْ ظَالِمُونَ ۝
اور بیشک تمہارے پاس موسی معجزات لیکر آیا پھر اوسکے بعد تمنے بچھڑا پوجا اور تم ظالم ہو۔

عنقریب مکہ اور یمن کیطرف سے ایک نبی مبعوث ہوگا وہ اسبات کو ثابت کریگا۔ ہمنے پوچھا وہ کب ظاہر ہوگا اسنے میریطرف نظر کرکے کہا اگر یہہ لڑکا عمر طبعی تک جیتا رہیگا تو دیکھہ لیگا۔ سلمہ کہتے ہین چند روز بعد آنحضرتؐ کی خبر مشہور ہوئی پس جب مدینہ مین آئے تو ہمنے اُس یہودی سے کہا اب تو اُنپر کیون ایمان نہین لاتا اُسنے خجل ہوکر کہا یہہ وہ شخص نہین۔ لیکن جب وہ نبی ظاہر ہوئے تو تمام اوصاف سے پہچانکر منکر ہوگئے منکرون پر خدا کی لعنت ہے۔
ترکیب بئس فعل ذم ما نکرہ موصوفہ اشتروا بہ انفسہم جملہ اسکی صفت یہہ سب اسم بئس ان یکفروا الخ بتاویل مصدر خبر مبتدا محذوف جملہ مخصوص بالذم (یہان اور بہی احتمالات ہین) بغیا مفعول لہ ہے یکفروا کا ان ینزل الخ ای لان ینزل الخ یہہ جملہ بغیا کا مفعول لہ یعنی انکی ضد اسلیے ہے کہ خدا اپنے فضل جسپر چاہتا نازل کرتا ہے بنی اسرائیل کا مقید نہین۔ اذا قیل الخ شرط قالوا الخ جواب شرط و یکفرون الخ جملہ حال اُس ضمیر سے جو قالوا مین ہے وراءہ ضمیر ما کی طرف رجوع وراء کی ہمزہ یا سے بدلی گئی ہے لانہ یقال تواریت اور ابن جنی کے نزدیک ہمزہ اصلی ہے وراء اصل مین مصدر ہے ظرف بنایا گیا مصدقا حال موکدہ ہے اور عامل اسمین معنے حق ہین اور اسمین ضمیر مستتر ذو الحال ہے ان کنتم الخ شرط جواب محذوف دلالت کرتا ہے پہر جملہ ما قبل وانتم ظالمون حال ہے فاعل اتخذتم سے یا الگ جملہ۔
تفسیر پہلی آیت کا تتمہ ہے یعنی ان یہودنے جو قرآن مجید کا اس ضد کے مارے انکار کردیا کہ خدا تعالی کیون جسپر چاہتا ہے اپنے فضل و کرم سے وحی نازل کرتا ہے کسواسطے ہمارے خاندان سے رگ مین سے نبی آخرالزمان مبعوث نکیا ہے تو انکی اس سعی اور اس تجارت کا کہ جسمین اُنہونے اپنی جان اور لطف حیات ابدی دیکر کفر لیا اچہا نتیجہ نہوا یہہ بہت برا کام کیا۔ جسکی عوض اُنپر دوچند غضب الہی پہڑکا اول تو انبیا علیہم السلام کی قتل و تکذیب اور طرح طرح کی نافرمانی سے اُنپر غضب الہی تہا۔ اب نبی آخرالزمان کے انکار و عداوت سے اور بہی اُنپر غضب الہی نازل ہوا جسکا ثمرہ آخرت مین عذاب ہے۔ کہ جسمین اُنکی سرکشی اور تکبر بصورت ذلت ظہور کریگی۔ یہہ اسبات کا اثبات ہے کہ یہود کا کفر و انکار شبہ اور شک کی وجہ سے نہ تہا۔ بلکہ محض عناد اور تعصب سے کہ اُنسے جب یہہ کہا جاتا ہے کہ خدا نے نازل کیا ہے اُسپر ایمان لاؤ تو اُسکی جواب مین بجائے اقرار کے یہہ کہتے ہین کہ ہم تو اُسپر ایمان لاتے ہین کہ جو ہمپر یعنے ہمارے انبیا پر نازل ہوا ہے (سو یہہ جواب صریح عناد ہے کیونکہ اسکی کیا خصوصیت کہ جو ہمپر نازل ہوا اُسپر ایمان لاتے ہین کس لیے کہ کلام الہی سب یکسان ہے) پس وہ اور کلام الہی کا انکار کرتے ہین کہ جسمین انکے اصول دین کی تصدیق ہے اور وہ حق ہے

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ؕ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاسْمَعُوْا ؕ قَالُوْا سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا

اور (یاد کرو) جبکہ ہمنے تمسے عہد لیا اور تمپر کوہ طور کو اٹھایا کہ جو ہمنے تمکو دیا ہے (توراۃ) اوسکو مضبوط ہوکر لو اور بولے ہمنے سن لیا اور نہ مانا اور

وَاُشْرِبُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ ؕ قُلْ بِئْسَمَا يَاْمُرُكُمْ بِهٖٓ اِيْمَانُكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ

انکے دلون مین انکی کفر کیوجہ سے بچھڑے کی محبت پلادی گئی تو کہہ کہ بری بات ہے کہ جسکا تمہارا ایمان تمکو حکم دیتا ہے اگر تم مومن ہو کہہ کہ اگر آخرت کا

الْاٰخِرَةُ عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًا ۢ

گہر خدا کے نزدیک سب کے علاوہ خاص تمہارے ہی لئے ہے تو موت کی آرزو کرو اگر تم سچے ہو اور وہ اوسکے ہرگز کبھی

بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ۝ وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰى حَيٰوةٍ ۚ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ يَوَدُّ اَحَدُهُمْ

آرزو نکرینگے بسبب اوس عمل کے کہ جو انہون نے کیا ہے اور خدا ظالمون کو خوب جانتا ہے اور ضرور تو انکو زندگانی پر سب سے زیادہ حریص پاویگا اور مشرکون سے بھی ایسے ہی ہین

لَوْ يُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ ۚ وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ الْعَذَابِ اَنْ يُّعَمَّرَ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ۝

کہ جنمین سے ہر ایک آرزو کرتا ہے کہ کاش ہزار برس کی عمر دیجاے اور وہ عذاب سے بچ ہی نہین سکتا اگر عمر بھی دیجاے اور اللہ دیکھ رہا ہے جو کچھ وہ کرتے ہین۔

اب اسکا انکار کرنا اسکا انکار کرنا ہے خدا تعالی اس امر مین بھی انکو قائل کرتا ہے کہ اچھا اگر اپنے انبیا پر جو کلام نازل ہوا تھا اگر تم اسپر ایمان رکھتے ہو تو پھر ان انبیا کو کیون قتل کرتے تھے پس تم اس دعوی مین سچے نہین ہو سب سے بڑھکر یہہ بات ہے کہ خود حضرت موسی جو تمہارے پاس بیشمار کہلے کہلے معجزات الاہی تھے انکو بھی تم انکی غیبت مین تذبذب ہو کر بچھڑے کو پوجنے لگے پھر جب انکی تمہاری یہ کیفیت ہے تو اوروں کو تم ظالم اور سرکش کب مانتے ہو؟

ترکیب قالوا فعل با فاعل سمعنا وعصینا مفعول و اشربوا فی قلوبہم العجل ای حب العجل بکفرہم ای بسبب کفرہم یہہ جملہ بتقدیر قد حال ہے ضمیر قالوا سے قل بئسما یامرکم الخ جواب ہے انکے قول سمعنا وعصینا کا + قل فعل با فاعل ان کانت الخ جملہ شرطیہ مقولہ الدار موصوف الآخرۃ صفت مجموعہ اسم کان لکم متعلق ہے کانت سے خالصۃ خبر کان عند اللہ ظرف خالصۃ ہے من دون الناس بسبب خالصہ کے موضع نصب مین ہے بولتے ہین خلص کذا من کذا یہہ سب جملہ شرط اور فتمنوا الموت شرط اول و ان کنتم صادقین (شرط ثانی) دونون کے ساتھ متعلق ہے (جلالین) ابدا ظرف بما قدمت کا ومن الذین اشرکوا مین دو وجہ ہین ایک یہہ کہ یہہ معنیً الناس پہ معطوف ہے ای احرص من الناس (الذین فی زمانہم) واحرص من الذین اشرکوا یعنے المجوس دوم یہہ کہ جملہ مستانفہ مانا جاوے ای من الذین اشرکوا قوم یود احدہم لو یعمر ہین لو بمعنی ان ہے ماہو بمزحزحہ ما نافیہ ہو ضمیر راجع احد کیطرف اور بمزحزحہ خبر ما ای وما ذاک التعمیر بمزحزحہ من العذاب متعلق ہے مزحزحہ سے ان یعمر موضع رفع مین ہے بسبب مزحزح کے ای وما الرجل بمزحزحہ تعمیرہ سنۃ کی اصل سنو ہے بدلیل سنوات کے جسکے معنے سال و برس ہین الزحزحہ دور کرنا

تفسیر اب یہان یہہ بات ظاہر فرماتا ہے کہ تمہارا دعوی نؤمن بما انزل علینا بھی صریح غلط ہے اول تمنے خود موسی علیہ السلام کے معجزات بینات کا انکار کیا اور انبیا کو قتل کیا دوم جس کتاب کو تم اپنا ایمان سمجھتے ہو اسکو بھی تو تمنے نہ مانا حالانکہ جب وہ تمکو دیگئی تھی تو اوسوقت کوہ طور کو تمپر بلند کیا اور تمنے یہہ جان لیا کہ اگر ابکے اسکو نہین لیتے ہین تو یہہ پہاڑ آپڑتا ہے پس اوسوقت بھی تمہارا یہہ حال تھا کہ زبان سے تو تمنے سمعنا کہا یعنے مان لیا اور دل مین عصینا یعنے نہین مانا۔ اسکا باعث یہہ تھا کہ باوجود بیشمار معجزات اور کرامات دیکھنے کے تمنے بچھڑا بناکے پوجا وہ خباثت تمہارے دلون مین اسطرح پلادی گئی کہ جسطرح زمین پانی کو پیتی ہے پھر حسب استعداد نبات اگاتی ہے اسیطرح تمہارے دل کی زمین مین خدا کی نافرمانی اور انبیا کا قتل کرنا اور دل مین عصینا کہنا اور خدا کی منزل کتابونکا انکار کرنا اور نبی آخرالزمان اور قرآن کو حق جانکر معاندانہ انکار کرنا اور خدا کی عہد عبادت و صلہ رحمی کو توڑنا وغیرہ وغیرہ خبیث و ناپاک خاردار اور پر زہر جڑی بوٹیان اگتی ہین جنکا کڑوا پہل نہین کو دنیا اور آخرت مین کہانا پڑیگا جسکو تم خلاف

اور ایمان کامل رکھتے ہو وہ بھی بلا ہے اور اگر تمہارے ایمان کا یہی فتویٰ ہے کہ تم ایسی باتیں کرو تو ای نبی آپ انسے کہدے کہ یہ برا فتویٰ ہے +
مجملاً اور امانی باطلہ کے یہود کو ایک یہ بھی سودا رخام تھا کہ جنت خاص ہمارے لیئے ہے اور کوئی ملت و مذہب والا اسکے بغیر مستحق جنت نہیں ۔
اسلیئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ توراۃ کے بعد کوئی توراۃ کے ہم پلہ آسمانی کتاب ورسول کے بعد پھر کوئی ایسا نبی نہیں کہ ہم اسکی پیروی کریں اسلیئے ہم
علاوہ انکے اور دیگر انبیاء اور کتب کے کچھہ اصل نہیں سمجھتے اور انکا انکار کرتے ہیں ۔ یہ خیال چونکہ انسان کی سعادت کے حق میں زہر قاتل تھا اور یہ ایک
ایسا خیال فاسد ہے کہ نہ تنہا یہود بلکہ اور اقوام ہنود ومجوس ونصاریٰ کے لیئے بھی روشنی آسمانی اور حیات جاودانی اور ترقی دینی کے لیئے سد راہ ہے تو اسکو
خدا تعالیٰ نے اپنی کتاب مقدس میں اسطرح باطل کیا کہ انسے کہہ اگر تمکو اسبات کا یقین کامل ہے کہ دار آخرت خالص تمہارا حصہ ہے تو تمکو لازم ہے کہ موت کی آرزو
کرو کہ اسکے سبب سے دار آخرت میں اپنے درجات کو حاصل کرو کیونکہ جنکو وہاں کے ثواب و نعماء کا یقین کامل یا روحانی مشاہدہ ہوجاتا ہے تو اس عالم کا از بس
مشتاق ہوکر اسکی سیڑھی موت کی آرزو کیا کرتا ہے اسلیئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم دم اخیر بار بار یہ فرماتے تھے اللھم الرفیق الاعلیٰ (رواہ البخاری) کہ الٰہی جلد مجکو
عالم قدس میں پہنچا دے اور اپنے دیدار فیض آثار سے مشرف ہونیوالوں میں ملادے ۔ اور اسلیئے ہم مومن شہادت کا اسدرجہ پر مشتاق ہوتے ہیں کہ دنیا ومافیہا کو اسکے آگے کچھہ نہیں
سمجھتے چنانچہ جنگ احد میں ایک صحابی نے جب آنحضرت سے درجات آخرت سنے تو ازحد مشتاق ہوکر اپنا توشہ دان پھینک کر عدو کے مقابلے کے لیئے چلا اور کہا کہ اب جلکے
جنت میں کھانا کھینگے اور اسکو حجاب جسمانی اٹھا کر خدا نے جنت کا مشاہدہ کرادیا جسکے شوق میں وہ شہید ہوگیا اور اسطرح خدا کے مشتاق ہمیشہ یہی آرزو کیا کرتے ہیں انہیں کے
حق میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے من المومنین رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ فمنھم من قضی نحبه ومنھم من ینتظر اور انہیں کو خدا نے زندہ فرمایا ہے اور اسلیئے صحابہ
و تابعین میں ہر شخص شہادت کا سخت آرزومند تھا چنانچہ جب سعد بن وقاص نے ایران کے سردار رستم بن فرخزاد کو نامہ لکھا تو اسمیں اخیر
فقرہ تھا فان معی قوما یحبون الموت کما یحب الاعاجم الخمر کہ ورنہ میرے پاس وہ لوگ ہیں کہ خدا کی راہ میں قتل ہونیکو اسطرح چاہتے ہیں کہ جسطرح
ایرانی شراب پہ مرتے ہیں ؎ درمیان من و آن یار حجاب است تمام ۔ کاش این پردہ ز درمیان برخیزد + مگر جنکو وہاں کا یقین نہیں ہوتا
تو وہ اپنی جان چھپاتے اور حرام وحلال جسطرح سے ملے دنیا اور اسکی لذات فانیہ کے لیئے جان کہپاتے ہیں اور جب کسی صدمہ یا سے تنگ
ہوتے ہیں تو بے صبر ہوکر موت کی آرزو کرتے ہیں کہ کاش اس مصیبت سے چھوٹیں لہذا اس موت کی آرزو حرام ہے چنانچہ نبی علیہ السلام نے فرمایا لا یتمنین
احدکم الموت لضر نزل به (صحاح ستہ) کہ کسی ضرر دنیا سے موت مانگو ۔ پس خدا تعالیٰ پیشینگوئی کرتا ہے کہ یہ لوگ یعنی دنیادار ہیں انکا یہ دعویٰ باطل ہے وہ اپنے
اعمال کے نتیجہ کو یقین خوب سمجھتے ہیں اسلیئے وہ ہرگز کبھی اسکی آرزو نکرینگے بلکہ آپ ہی نبی علیک السلام انکو سب سے زیادہ زندگانی دنیا کا حریص
دیکھینگے ۔ اور اسلیئے انکے نزدیک دنیا کے آگے کسی چیز کی وقعت نہیں ۔ اور انپر کیا موقوف ہے جو لوگ روحانی برکت سے بے نصیب ہیں اور انکو انبیاء علیہم السلام کے
نور نبوت کا حصہ نہیں ملا اپنے مشرکین یعنی ایسے لوگ ہیں کہ انکی طمع کاری بغرض ہے اسلیئے عمر طویل کی آرزو کرتے ہیں ایک دوسرے کو دعا دیتے ہیں کہ ہزار
برسکی عمر ہو ۔ اور بالفرض انکی ہزار برسکی بھی عمر ہوئی تو کیا ہے وہ جو کچھہ انکے اعمال بد ہیں اس عالم میں عذاب کی شکل ہے اس سے دور نہیں رہ سکتے انجام
کار موت ہوگی اور وہاں اپنے کیئے کو پاوینگے اور اب جو کچھہ وہ کر رہے ہیں خدا سے مخفی نہیں +

فائدہ بما قدمت ایدیھم کے لفظی معنی یہ ہیں بسبب اس چیز کے کہ جو انکے ہاتھوں نے آگے بھیجے ۔ مگر مراد یہ ہے جو کچھہ اعمال انہوں نے کیئے اسکے سبب سے زبان عرب میں
انسان کے افعال کو اسکے ہاتھوں کی طرف منسوب کرتے ہیں کیونکہ غالباً اعمال و افعال کا ذریعہ انسان کے ہاتھہ ہیں ۔ اور اسیطرح انسان کو اسکے جزو اعظم سے

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِجِبْرِيلَ فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلَىٰ قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللَّهِ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَبُشْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِلَّهِ

کہدے جو کوئی دشمن ہے جبرئیل کا (تو وہ خدا کا دشمن ہے) کیلئے کہ اسنے تو اس (قرآن) کو تیرے دلپر خدا کے حکم سے اتارا ہے جو تصدیق کرتا ہے اپنی سی پہلی کتابونکی اور ہدایت اور خوشخبری ہے مومنونکیلئے اور جو کوئی دشمن ہے

وَمَلَائِكَتِهِ وَرُسُلِهِ وَجِبْرِيلَ وَمِيكَالَ فَإِنَّ اللَّهَ عَدُوٌّ لِلْكَافِرِينَ وَلَقَدْ أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ وَمَا يَكْفُرُ بِهَا إِلَّا الْفَاسِقُونَ

اور اسکے فرشتونکا اور اسکے رسولونکا اور جبرئیل اور میکائیل کا دشمن ہے تو اللہ کافرون کا دشمن ہے اور بیشک ہمنے بہیجی تیرے پاس کہلی ہوئی آیتین اور انسے انکار نہین کرتے مگر فاسق

بہی تعبیر کیا کرتے ہین رقبہ یعنے گردن بولکر انسان مراد رکہتے ہین +

یہان اس بات سے یہ بہی بتلادیا کہ انسان پر آخرت میں جو کچہہ مصیبتین نازل ہونگی طوق و زنجیر گرز آتشین سانپ بچہو وغیرہ سب اسکے اعمال بد ہین کہ جو اپنی مناسب صورتون مین ظہور کرینگے اور متشکل ہوکر ایذا پہونچا دینگے جسطرح کہ عالم خواب مین انسانکے خیالات اور دیگر معانی اپنی مناسب صورتون مین متشکل ہوکر دکہائی دیتے ہین + اور یہ کچہہ تعجب کی بات نہین اس عالم حسی مین کسقدر کہلا باتعلق استحالات مین کہ جب ہم غذا کہاتے ہین انسانکی پیٹ مین جاکر خون و صفرا و سودا بنتے ہین پہر منی ہوجاتے ہین ۔ پہر وہ منی عورت کے رحم مین جاکر کچہہ اور ہی بنجاتی ہے یعنے انسان + اور یہ بہی ثابت ہوگیا کہ یہود (بلکہ ہر شخص صاحب عقل سلیم ڈرے) اپنے اعمال کے بدنتیجہ سے ڈرتے تہے گو زبانی بہت کچہہ باتین بناتے تہے +

ترکیب قل من کان من شرطیہ اور جواب اسکا فہو عدو اللہ وغیرہ محذوف باذن اللہ موضع حال مین ہے ضمیر فاعل نزل سے جو جبرئیل کیطرف پہرتی ہے والتقدیر نزلہ ومعہ الاذن او باذنہ مصدقا حال ہے نزلہ کے ہ سے اور اسیطرح ہدی وبشری +

تفسیر جب آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام مدینہ مین تشریف لائے اور یہود کو ہدایت کرنی شروع کی تو یہود نے اپنے چند علما کو کہ جنکا سرغنہ عبداللہ بن صوریا ساکن فدک تہا) آپکے پاس بہیجا ان لوگون نے آنحضرت سے عرض کیا کہ ہم آپسے چند وہ باتین پوچہتے ہین کہ جنکو سوا انبیا کے اور کوئی نہین جانتا اگر آپنے صحیح جواب دیا تو آپ قطعی وہ نبی ہین کہ جنکی خبر موسیٰ نے دی ہے چنانچہ انہوں نے سوال کئے اور آپنے صحیح جواب دئے اور ان علما یہود نے وہ جواب تسلیم کرلئے تب آپنے پوچہا کہ اب کیون مجہپر ایمان نہین لاتے انہوں نے کہا ایک وجہ ہے وہ یہ ہے کہ آپکے پاس جو وحی لاتا ہے وہ جبرئیل فرشتہ ہے اس سے ہمکو سخت دشمنی ہے کیونکہ اسنے کئی بار ہمپر عذاب الٰہی پہنچایا ہے ۔ (رواہ ابن جریر وابن حاتم والطبرانی واحمد وغیرہ) خدا تعالیٰ انکے اس شبہ کا جواب دیتا ہے کہ جبرئیل جو کچہہ کرتا ہے حکم الٰہی سے کرتا ہے اسنے یہ قرآن جو حضرت کے قلب پر نازل کیا ہے تو اسیکے حکم سے پس جو اسکا دشمن ہے وہ خدا کا دشمن ہے دوم تم خود اس قرآن مین غور کرو کہ یہہ کیسا ہے وسیلہ کیطرف نظر نہ کرو اس سے کوئی ذو عقل سلیم انکار نہین کرسکتا کسلئے کہ جو لوگ اگلے انبیا کے مقابہ مین تو یہہ مصدقا لما بین یدیہ ہے کہ سب اگلی کتابونکی تصدیق کرتا ہے اسکے اصول و عمدہ مطالب حرف بحرف قانون الہام کے مطابق ہین اسلئے اس سے انکار انکا انکار ہے اور جو کسی سابق نبی یا کتاب کے مقلد نہین بلکہ جو کتاب لائق عقل سلیم کے موافق ہو اور جسمین تمام باتین مصالح دین و دنیا کو حاوی ہون اسکو مانتے ہین تو انکو بہی اس سے انکار نکرنا چاہئے ۔ یہ ہدی یعنے ہدایت ہے سوم اور جو صاحبان قلب سلیم ہین خدا سے محبت رکہتے ہین اور اسکے شوق اور تسلی بخش باتون کے طالب ہین انکو بہی ماننا ضرور کیونکہ یہ بشری للمومنین ہے کہ اہل ایمان کو تسلی اور خوشخبری اس سے حاصل ہوتی ہے یہ تین اوصاف جب اس قرآن میں ہین پہر اسوجہ سے انکار کرنا کہ اسکو جبرئیل لائے ہین محض حماقت ہے +

یہہ بات کہ جبرئیل ہمارے دشمن ہین کل یہود کا مقولہ نہ تہا بلکہ انکا کہ جو مدینہ اور اسکے اطراف مین رہتے تہے +

أَوَكُلَّمَا عَاهَدُوا عَهْدًا نَّبَذَهُ فَرِيقٌ مِّنْهُم ۚ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۝ وَلَمَّا جَاءَهُمْ رَسُولٌ مِّنْ عِندِ اللَّهِ

اور کیا یہہ نہین کہ جب انہون نے کوئی عہد باندھا تو انہین مین سے ایک فریق نے اسکو پہینکدیا بلکہ انمین سے اکثر تو اسکا اعتبار ہی نہین کرتے ہین اور جب انکے پاس خدا کیطرف سے وہ رسول آیا

مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيقٌ مِّنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ كِتَابَ اللَّهِ وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ كَأَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝

کہ جو سچ بتاتا ہے اس چیز کو جو اُنکے پاس ہے تو اہل کتاب سے ایک فریق نے خدا کی کتاب کو اپنی پیٹھہ کے پیچھے ایسا پہینکا کہ گویا اُسکو جانتے ہی نہین ۔

فانہ نزلہ علی قلبک ۔ ہم مقدمہ کتاب مین بیان کر چکے ہین کہ بندہ کو علاقہ جسمانی کیوجہ سے ہر وقت خدا سے وہ اتصال روحانی نہین ہوتا کہ جو بسبب تجرد کے ملائکہ بالخصوص خص المقربین حضرت جبرئیل کو ہے اسلئے خدا تعالی کیطرف سے الفاظ مخصوص مین جبرئیل حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب پر وحی القا کرنے کیلئے مامور ہوئے اور جیسا کہ عام دستور ہے کہ پیشتر کوئی مضمون کانون تک پہنچتا ہے پھر اُسکے ذریعہ سے قلب مین جاتا ہے اسیطرح خاصان خدا کو بلا توسط سماعت قلب تک کلام کی رسائی ہوتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ آنحضرت کو بڑی بڑی سورتونکو جبرئیل سے سنکر یاد ہوجاتی تہین باقی وحی کے اقسام اور اُسکے اسرار ہم مقدمہ مین بیان کر چکے ہین اور جو یہود جبرئیل کے منکر ہین انکا رد بھی بخوبی کر چکے ہین ۔ اسکے بعد خدا تعالی یہود کو الزام دیتا ہے کہ جو شخص اللہ اور اسکے رسولون اور ملائکہ بالخصوص جبرئیل و میکائیل کا دشمن ہے تو وہ خدا کا دشمن ہے ۔ یہہ یا علماء یہود بھی مانتے تہے اور اب بھی مانتے ہین کہ ملائکہ پر ایمان لانا ضرور ہے اس بنا پر جو ملائکہ بالخصوص اعظم ملائکہ جبرئیل یا میکائیل کا دشمن ہے قطعی کافر ہے ۔ ملائکہ کے بعد جبرئیل و میکائیل کا نام لینا تخصیص بعد تعمیم ہے کہ جو انکی شرف و فضل کی دلیل ہے اور یہہ تخصیص فصحاء بلغاء کے کلام مین بلکہ اُردو زبان مین بھی بکثرت مستعمل ہے وہ جو بعض نا سمجھہ پادری اسپر اعتراض کر کے قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت مین عیب لگاتا ہے بعینہ ایسی بات ہے کہ کوئی احمق کسی حسین مین یہہ عیب ثابت کرے کہ اُسکی ناک منہ پر کیون ہے یا اُسکے دو آنکہہ کیون ہین ۔

فائدہ بعض روایات سے یہہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ کا یہود سے اس بارہ مین کچھہ کلام ہوا کہ جسپر حضرت عمرؓ نے یہود سے کہا کہ جبرئیل جو کچھہ کرتے ہین خدا کے حکم سے کرتے ہین پھر انکا دشمن ہے وہ خدا کا دشمن ہے پھر جب حضرت عمر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور مین حاضر ہوئے تو اسی مضمون کی یہہ آیت نازل ہوئی ۔ یہان بعض نا سمجھہ پادری یہہ اعتراض کرتے ہین کہ یہہ جملہ آنحضرت نے عمرؓ سے سیکہکر قرآن مین درج کیا ۔ اول تو آنحضرت نے عمرؓ سے سیکہکر یہہ جملہ نہین پڑہا دوم اگر کسی جملہ مین اتفاقیہ لفظون مین توارد ہو جاوے تو اس سے کیا شاگردی یا مساوات ثابت ہو سکتی ہے ۔ سوم مقدمہ مین بیان کر چکے ہین کہ کبہی مرشد کا فیض صحبت شاگرد مین وہ اثر کرتا ہے کہ جو بات اُستاد کہنی چاہتا ہے وہی شاگرد کے منہ سے پیشتر نکلجاتی ہے ۔

ترکیب

او وا و عطف کے لئے اور ہمزہ استفہام انکاری کیلئے اور یہہ عطف کلام مقدم پر ہے یعنی افکلما جاءکم بعض کہتے ہین واو زائدہ ہے بعض کہتے ہین یہہ او ہے واو کو متحرک کر دیا ۔ عہدا مفعول مطلق من غیر لفظہ کو اور ممکن ہے کہ مفعول بہ ہو ۔ نبذہ الخ جملہ جواب کلما ۔ اسی طرح لما جاء جملہ شرط مصدق صفت رسول نبذ فعل فریق الخ فاعل کتاب اللہ مفعول ورا ظرف یہہ سب جملہ جواب شرط کانہم الخ موضع حال مین ہے ۔

تفسیر

یعنے یہہ عذر کہ اس قرآن کو جبرئیل لاتے ہین اسلئے ہم اسپر ایمان نہین لاتے بیہودہ عذر ہے کیونکہ فی نفسہ اسکی آیات واضح اور روشن ہین انمین کوئی ایسی بات نہین کہ جسکو عقل سلیم نہ مانے پس انکا انکار کرنا نافرمانونکا کام ہے کہ جنکی عادت ہمیشہ سے نافرمانی چلی آتی ہے کیونکہ ان یہود نے جب کوئی عہد خدا و رسول کی معرفت باندہا یا لوگون سے عہد کیا ہے تو انہین سے ایک فریق نے جہٹ اُسکو توڑ دیا اور انکا سمجھکر پہینکدیا اور ایک فریق کی کیا خصوصیت بلکہ

وَاتَّبَعُوا مَا تَتْلُوا الشَّيَاطِينُ عَلَىٰ مُلْكِ سُلَيْمَانَ ۖ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ وَلَٰكِنَّ الشَّيَاطِينَ كَفَرُوا يُعَلِّمُونَ النَّاسَ السِّحْرَ

اور تابع ہوگئے (یہود) اُس چیز کے کہ جسکو شیاطین سلیمان کے عہد میں پڑہتے تہے اور سلیمان نے تو کفر نکیا بلکہ شیاطین نے کفر کیا جو لوگونکو جادو سکہایا کرتے تہے

وَمَا أُنزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوتَ وَمَارُوتَ ۚ وَمَا يُعَلِّمَانِ مِنْ أَحَدٍ حَتَّىٰ يَقُولَا إِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ

(اور تابع ہوے اوس چیز کے کہ جو شہر بابل میں ہاروت اور ماروت دو فرشتوں پر اُتری تہی۔ اور وہ کسیکو نہ سکہاتے تہے جبتک کہ

فَلَا تَكْفُرْ ۖ فَيَتَعَلَّمُونَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُونَ بِهِ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهِ ۚ وَمَا هُم بِضَارِّينَ بِهِ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ

یہہ کہہ دیتے تہے کہ ہم تو صرف آزمائش کے لیئے ہین تو کافر نہو۔ پس سیکہتے تہے لوگ وہ بات کہ جس سے خاوند اور بیوی مین جدائی ڈالین حالانکہ وہ اس سے کسیکو بجز اذن خدا کچہہ

وَيَتَعَلَّمُونَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنفَعُهُمْ ۚ وَلَقَدْ عَلِمُوا لَمَنِ اشْتَرَاهُ مَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۚ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهِ أَنفُسَهُمْ ۚ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ

ضرر نہین پہنچا سکتے اور (یہود) سیکہتے تہے وہ چیز کہ جو اُنکو ضرر دیتی تہی اور نفع نہین دیتی۔ اور وہ یہہ بہی جانتے تہے کہ جس نے جادو کو مول لیا اسکو لیئے آخرت مین کچہہ حصہ نہین۔ اور انہون نے

اونہین سے اکثر کا اُسپر اعتبار ہوا نہ اسپر ایمان لاتے ہین سب سے بڑہکر یہہ کہ آج انکے پاس خدا کا وہ رسول آیا (محمد صلعم) کہ جو توریت اور انجیل کی تصدیق کرتا ہے اور جسکی

خبر توریت مین ہے تو ان اہل کتاب نے اُس کتاب پر عمل نکیا بلکہ اوسکو پشت پہینکدیا کہ گویا اُس سے خبر ہی نہین ہے ۔

دراہ ظہور وہم سے کوئی یہہ نہ سمجہے کہ اہل کتاب نے کتاب الٰہی یعنی توریت کو سچ مچ پیٹہہ کے پیچہے پہینکدیا تہا بلکہ اس سے مراد بے التفاتی ہے یہہ عرب کا

محاورہ ہے کہ جس چیز کی طرف کوئی متوجہ نہین ہوتا تو کہتے ہین اسنے اسکو پیٹہہ پیچہے پہینکدیا۔

ترکیب۔ واتبعوا عطف ہے نبذ پر یا اشربوا پر یا نبذ پر علی ملک ای علی زمن ملک محذوف المضاف والمعنی فی زمن ولکن بشد والشیاطین اسکا اسم کفروا خبر بعض مخفف پڑہا ہے اس تقدیر پر اسم مرفوع ہوگا علی الابتدا یعلمون الخ جملہ موضع نصب مین ہے کس لیئے کہ حال ہے ضمیر کفروا سے وما انزل معطوف ہے ماتتلوا پر بعض کہتے ہین السحر پر ان صورتون مین ما موضع نصب مین ہے۔ بعض کہتے ہین ما نافیہ ہے معطوف ہے ما کفر پر (مگر اس تقدیر پر یہہ معنی ہونگے کہ نہ سلیمان کافر ہوتے نہ بابل مین کچہہ سحر ہاروت و ماروت پر نازل ہوا جیسا کہ یہود گمان کرتے ہین) ملکین کو جمہور نے بفتح لام پڑہا ہے اور بعض نے بکسر لام جسکے معنی بادشاہ کے ہین ببابل ظرف ہے انزل کا ہاروت و ماروت عطف بیان ہے ملکین سے حتی بمعنی الی ان فیتعلمون معطوف ہے یعلمان پر اور نفی مین شامل نہین منہما کی ضمیر ملکین کیطرف پہرتی ہے لمن اشتراہ الخ جملہ مفعول علموا ولبئس جملہ جواب قسم محذوف لو کانوا کا جواب محذوف ہے ماتعلموا وغیرہ۔ اگرچہ وہ جانتے تہے مگر جبکہ انہون نے اپنے علم پر عمل نکیا تو انکو جاہل بناکر لو کانوا یعلمون سے خطاب کیا۔ (تفسیر) اور یہہ کمال بلاغت ہے جسمین مقتضی حال کی پوری رعایت ہے

ان آیات مین خدا تعالیٰ یہود کو ایک تاریخی واقعہ سے الزام دیتا ہے کہ یہہ لوگ علم دین اور احکام توریت کو چہوڑکر لغو باتون مین مصروف ہوگئے یعنی وہ جو شیاطین سلیمان کے عہد حکومت مین جادو سکہایا کرتی تہی اور اُسکو سلیمان کیطرف منسوب کرتی تہی (اور دراصل سلیمان اُس کفر کے مرتکب نہوے تہے بلکہ وہی شیاطین اس کفر کے مرتکب ہوئے کہ جو لوگونکو جادو سکہایا کرتے تہے) یہہ لوگ اسکے تابع اور معتقد ہوگئے اور اسپر ہی بس نکی۔ بلکہ جب بخت نصر کے عہد مین یہہ لوگ شہر بابل مین گئے تو وہان بجائے اسکے کہ اپنی گناہون سے توبہ کرتے نادم ہوتے شریعت کو یاد کرتے الٹے وہاں کے شعبدہ بازیون مین مصروف ہوگئے یعنی وہ جو وہان ہاروت ماروت تہے۔ دو شخصونکو سحر معلوم تہا اسکو کہ سحر گئے اور اسکو سیکہہ کر اپنی دینی دنیاوی ترقی کا باعث سمجہنے لگے حالانکہ وہ جسکو سکہاتے تہے پیشتر یہہ کہدیتے تہے کہ یہہ کفر کا کام ہے تو اسکو سیکہہ کر کافر نہو اسپر بہی وہ اسکو سیکہتے تہے اور اس سے سوا اسکے کہ میاں بیوی مین کچہہ مخالفت پیدا ہوا اور کوئی بڑی بات حاصل نہوتی تہی اور جادوگر بغیر حکم الٰہی کسیکو کیا ضرر دے سکتے ہین؟ اور یہہ بہی جانتے تہے کہ جو اس جادو کو سیکہیگا آخرت کی نعمتون سے محروم رہیگا کیونکہ توریت مین جادو کی ممانعت لکہی تہی باوجود اسکے ایک مضر چیز کو سیکہتے تہے کہ جسکا کبہی نفع نہ تہا سو اس سحر کو انہون نے اپنی جانکو دیکر (یعنی حیات ابدی کی بالعوض خریدا ہے تو بہت ہی بُرا کیا ۔

ابحاث

(۱) سحر کیا چیز ہے آیا کچھ اسکا اثر بھی ہے کہ نہیں؟ سحر اسباب خفیہ سے بے توسل بجناب الٰہی افعال عجیبہ خارق عادات پر قدرت حاصل کرنیکو کہتے ہیں۔ اور وہ اسباب خفیہ یا تاثیر روحانیات ہے یا تاثیر جسمانیات۔ پھر روحانیات یا کلیہ مطلقہ ہیں جیسا کہ کواکب افلاک عناصر روحانیات یا جزئیہ خاص جیسا کہ امراض و رجن و شیاطین نفوس مفارقہ بنی آدم جنکو ہندو بہیر کہتے ہیں۔ پھر جسمانیات کی تاثیر یا بسبب ترکیب و اجتماع کیفیات ہے کہ جس سے عجیب و غریب باتیں ظہور کرتی ہیں جیسا کہ خصوصیت ترکیبیہ سے مقناطیس لوہے کو کھینچتا ہے پھر ان روحانیات کی تاثیر حاصل کرنیکے مختلف طریقے ہیں بعض شرائط کو ملحوظ رکھکر انکے نام پڑھتے ہیں بعض انکی تصویریں بنا کر اسکے سامنے نذر بھینٹ انکی مرغوب کام انکے لیے کرتے ہیں شراب چڑھاتے ہیں بلی یا بکرا ذبح کرتے ہیں یا کوئی کلام لیساہے شرائط پڑھتے ہیں کہ جنمیں ان روحانیات کی ازحد ثنا و صفت مذکور ہوتی ہے جیسا کہ رگوید کے منتر اندر وغیرہ کی مدح میں۔ اسلئے قدماء ہنود مصائب کیوقت پنڈتوں کو بٹھا کر جگ وہ پاٹ کراتے تھے ور اصل رگوید کی سنہتا کو جادو کے لیے جمع کیا گیا ہے ورنہ اسمیں کوئی ہدایت اور تلقین کی بات نہیں ہے سحر یعنے جادو کی مختصر اور مجمل کیفیت اور حقیقت ہے۔ اب یہ بحث کہ اسکی فی نفسہ کچھ تاثیر ہے یا محض توہمات فاسدہ اور تخیلات باطلہ اور دہوکے بندی و شعبدہ بازی ہے اور جو کچھ اثر محسوس ہوتا ہے تو وہ قوت وہمیہ کا مغلوب ہو جانا ہے اور قوت وہمیہ ہی فی نفسہ ایک جادو ہے رسی کا سانپ بنا کر دکھاتے اور جیسا کہ گزندہ سانپ کا اثر پہنچاتی ہے۔

(۲) متکلمین کے ایک جماعت کا یہی عقیدہ ہے۔ مگر جماعت کثیر کہتی ہے کہ بیشک فی نفسہ ان اسباب خفیہ سے ایک تاثیر پیدا ہوتی ہے اور اسکا انکار بدیہیات کا انکار ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی مدینہ میں ایک یہودی نے جادو کیا تھا جس سے آنحضرت علیہ السلام کسیقدر علیل ہو گئے تھے جیسا کہ صحیح بخاری وغیرہ کتب میں مذکور ہے اور اس تاثیر کے قائل نہ تنہا ہنود اور اہل اسلام بلکہ یہود و نصاریٰ کل اہل کتاب ہیں چنانچہ کتاب توریت کے سفر خروج کے ساتویں باب میں جادوگروں کی لاٹہیوں کا سانپ بنانا مذکور ہے (چنانچہ مصر کے جادوگروں نے بھی جو جادو وہ ایسا ہی کیا کہ ان میں ہر ایک نے اپنا عصا پہینکا اور وہ سانپ ہو گیا الخ) مگر قرآن میں کوئی تاثیر جادو کی اسطرح پر مذکور نہیں۔

(۳) سحر کرنا شرع میں حرام بلکہ کفر ہے[1] جیسا کہ ولکن الشیاطین کفروا یعلمون الناس السحر سے مفہوم ہوتا ہے اسلئے کہ اسمیں غیر اللہ سے استمداد اور اسکی نذر و نیاز پائی جاتی ہے کہ جو ایاک نعبد و ایاک نستعین کے منافی ہے۔ علاوہ اسکی فعل عبث ہے اس سے سلطنت کے کاموں میں خلل واقع ہوتا ہے انسانکو معاد و معاش کی کوئی بھلائی ہوتی ہے اور جو کچھ فوائد کسیکے لیے کوئی ضرر یا میاں بیوی میں جدائی تو یہ بھی جادوگر فی الحقیقت بس کی بات نہیں بلکہ خاک بھی بغیر اذن الٰہی کے حرکت نہیں کر سکتا۔ اب اس آیت کے متعلق دو اور بحث باقی ہیں۔ اول یہ کہ حضرت سلیمان کے عہد میں شیاطین جادو پڑہتے اور لوگوں کو سکہلاتے تھے۔ دوم یہ کہ ہاروت و ماروت کون تھے اور انپر سحر نازل ہونے کے کیا معنی؟

(۱) شیاطین سے مراد جنوں سے بد لوگ ہیں جنکی عادت تھی کہ ادہر ادہر کی خبریں لا کر کاہنوں کو دیا کرتے تھے وہ ان باتوں کو کتابوں میں جمع کر لیتے تھے اور پھر لوگوں کو سکہلایا کرتے تھے یہانتک کہ جب حضرت سلیمان کا عہد عروج سلطنت آیا تو یہ انگوٹھی توجہ نہ تھی اس فن کے رواج دینے کے لیے ان لوگوں نے یہ مشہور کیا کہ سلیمان کی دولت و شوکت کا یہی علم باعث ہے اور انکی ایک انگشتری تھی کہ جسکی وجہ سے تمام جن و انس انکے تابع ہیں (اور نقش سلیمانی آجتک بہی اسی بنا پر مشہور ہے) اس طرح میں کر یہود نے توریت کو تو پس پشت ڈالدیا اور اس کفریات کی تعلیم و تعلم میں سرگرم ہو گئے۔ پھر سلیمان کے بعد شہرت کے لیے ہر سحر و ہر عمل سلیمان کیطرف منسوب ہونے لگا جسپر خدا فرماتا ہے کہ سلیمان ساحر و کافر نہ تھا بلکہ وہ شیاطین جن جادو لوگوں کو سکھاتے تھے۔ اور اگر تفسیر میں شیاطین سے شیاطین الانس یعنی معلمین سحر بھی مراد لیجاویں تو ممکن ہے۔ ایک زمانہ تو تعلیم سحر کا یہ تہا دوسرا وہ کہ جو ہاروت و ماروت کے عہد میں واقع ہوا۔

(۲) ہاروت و ماروت شہر بابل میں دو شخص تھے کہ جنکو انکے ان عجائبات اور نیک چلنی کی وجہ سے فرشتہ کہتے تھے اور انکا یہ لقب مشہور ہو گیا تھا (اور ایک وہ قرات ہے کہ جسمیں ملکین بکسر لام پڑھا ہے اور حسن بصری کا بھی یہی قول ہے) (بیضاوی و تفسیر کبیر) یہ شخص بہلی ہی ذہن سے وقت تھے مگر سکو برا سمجھتے تھے یہانتک کہ جو انکے پاس سیکھنے کو آتا تھا اس سے یہ کہدیتے تھے کہ بہائی خدا نے ہمکو یہ علم تمہاری آزمائش کے لیے دیا ہے کہ تم ایمان پر ثابت قدم رہتے ہو یا نہیں سکو نہ سیکھو ورنہ ایمان جاتا رہیگا مگر یہ ایمان کی کیا پروا کرتے تھے سیکھنے سے باز نہ آتے تھے پس انپر نازل ہونے سے یہ مراد کہ خدا نے انکو اس

[1] شاید کہ جن صورتوں میں کہ استمداد عن غیر اللہ اور کلمات کفر و شرک نہوں موجب کفر نہو ۱۲ منہ ۱۲

وَلَوْ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَمَثُوْبَةٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ ؕ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا

اور اگر وہ ایمان لاتے اور پرہیزگاری کرتے تو البتہ خدا کے ہان کا اجر اُنکے لیے بہتر تہا کاش اُنکو علم ہوتا - ای مسلمانون (نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل) راعنا نہ کہو

وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا ؕ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ مَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَلَا الْمُشْرِكِيْنَ

اور انظرنا کہو اور سنو اور کافرونکو دکہہ دینے والا عذاب ہے اہل کتاب کے کافر اور مشرکین نہین چاہتے کہ تمہارے رب کی طرف سے

اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ خَيْرٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝ مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا

تمپر کوئی اچھی بات نازل ہو اور اللہ تو اپنی رحمت سے جسکو چاہتا ہے مخصوص کرتاہے اور اللہ بڑا فضل کرنیوالا ہے ہم جو کسی آیت کو منسوخ کرتے

نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا ؕ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۝

یا بہلا دیتے ہین تو اُسسے بہتر یا اُسکی برابر بہیجدیتے ہین - کیا تو نہین جانتا کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے کیا تو نہین جانتا کہ خدا ہی کیلئے آسمانون اور زمین کی بادشاہی ہے اور نہ تمہارا بجز خدا کے سوا اور کوئی دوست اور نہ مددگار

فن مین ماہر و عالم ہونیکی قدرت عطا کی تہی نہ یہ کہ کتاب آسمانی کیطرح اُنپر خدا نے جادو نازل کیا تہا وہ اُسکی تعلیم دیا کرتے تہے - بعض مفسرین نے لفظ انزل سے یہ سمجہ لیا کہ وہ دو فرشتے تہے جو حضرت ادریس کے عہد مین زمین پر شہر بابل مین آئے تہے پہر ایک حسین عورت زہرہ پر عاشق ہوگئے تہے اُسکی کہنے سے شراب پیکر اُسکے خاوند کو قتل کیا اور بت کو سجدہ کیا اور زہرہ نے اسم اعظم اُنسے سیکہہ لیا جس سے وہ تو آسمان پر چلی گئی اور یہ بابل کے کنوئیں مین اُلٹے لٹکتے ہین اور وہان آگ سے اُنکو عذاب ہوتا ہے جو کوئی اُنکے پاس جادو سیکہنے جاتا ہے پہلے اُسکو سمجہاتے ہین چنانچہ ایک شخص عبد الملک بن مروان کے پاس اُنکی ملکر آیا تہا الخ - یہہ سب باتین لغو اور بڑہیون کی کہانیان ہین ۔

ترکیب لو کلمہ شرط انہم ان اور جملہ کو اُسنے عمل کیا مصدر کے موضع رفع مین بسبب فعل محذوف کے فاعل ہونیکے کیلئے کہ لو کے بعد فعل ہوتا ہے تقدیرہ لو وقع منہم انہم امنوا جملہ شرط لمثوبۃ مبتدا موصوف من عند اللہ صفت خیر خبر جملہ جواب لو ہے راعنا فعل امر ہے لیکن موضع نصب مین ہے کہ یہہ مفعول لا تقولوا کا یود فعل الذین الخ فاعل لا المشرکین موضع جر مین ہے اسلئے کہ معطوف ہے لفظ اہل پر ان ینزل جملہ مفعول یود من خیر مین من زائدہ ہے من ربکم مین ابتدائیہ ہے - ما شرطیہ جازمہ مگر محلا منصوب ہے نات بخیر الخ جملہ جواب شرط ننسہا معطوف ہے ننسخ پر لہ ملک السموات مبتدا و خبر جملہ خبر ہے ان کی من ولی مین من زائدہ ہے اور ولی موضع رفع مین ہے بسبب مبتدا ہونیکے لکم خبر اور نصیر معطوف ہے لفظ ولی پر اور من دون اللہ بسبب حال ہونیکے ولی سے محل نصب مین ہے والتقدیر مالکم من ولی من دون اللہ ۔

تفسیر خدا تعالی یہود کے افعال ذمیمہ بیان فرماکر ارشاد کرتا ہے کہ اب بہی انکو وقت باقی ہے اگر وہ نبی آخر الزمان پر ایمان لاوین اور اچہے کام کرین تو انکو آخرت مین بہت کچہہ اجر ملے ۱۰۲ اسکے بعد مسلمانونکو متنبہ کرتا ہے کہ یہود کی یہہ حالت ہوگئی تم انکی صحبت اور انکی روئیہ پر خبردار رہا کرو منجملہ اور باتوں کے ایک یہہ تہی کہ جب نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی خدمت مین حاضر ہوتے تو اپنی جبلی شرارت سے اثناء کلام مین حضرت سے راعنا کہتے جیسا کہ ہماری بول چال مین کہتے ہین ذرا ادہر متوجہ ہو جیے یا ادہر خیال فرمائیے اور اس کلمہ مین یہہ توریہ کیا کہ مراد رکہتے تہے کہ ہم آنحضرت کو احمق اور چرواہا کہہ آتے ہین کس لیے کہ راعنا ظاہر مین تو مراعات سے مشتق ہے اور وہ رعونت کے لحاظ کرکے یا راعی بمعنی چرواہا خیال کرکے حضرت کو گالی دیجاتی تہی اسلیے اللہ تعالی نے مسلمانونکو منع کردیا کہ انکی تقلید کرکے تم یہ کلمہ نکہو اگر ضرورت پڑے تو اسکی جگہہ انظرنا کہدیا کرو کہ ہماری طرف خیال کیجیے کیونکہ یہہ کلمہ ذومعنیین نہین ہے اور انکی بہی کیا ضرورت ہے تم اول حضرت کی بات کان لگاکر سنا کرو - اسکے بعد انکی اتباع نکرنے کی وجہ بیان فرماتا ہے کہ یہود و مشرکین تمہارے دلی دشمن ہین نہین چاہتے کہ خدا کی رحمت (وحی) تمپر نازل ہو مگر خدا کا چاہا ہوتا ہے جسپر وہ چاہتا ہے اپنی رحمت خاصہ کو نازل کرتا ہے اسکا فضل بے نہایت ہے اُسکو کسی نادان ورقوم کی پابندی نہین کہ خواہ مخواہ ہمیشہ سلطنت یا نبوت اُنہی خاندان مین دیا کرے - پہر خدا تعالی یہود کے شکوک و شبہات کا جواب دیتا ہے کہ جو وہ اہل اسلام پر پیش کرکے اُنکے دلونمین وسوسہ ڈالتے تہے وہ کہتے تہے کہ اگر محمد خدا کی طرف سے پیغمبر یعنی وحی اور شریعت نازل ہوئی ہو تو خود کیسے منسوخ کرنے کے کیا معنی - ؟ خدا تعالی کے احکام اور شریعت ہمیشہ یکسان رہتے ہین اُنمین سے ایک شوشہ بدل نہین سکتا - پہر اگر یہہ قرآن و شریعت منجانب اللہ ہے تو احکام توریت کو کیون منسوخ کیا اور پہر خود اسی شریعت ہی مین بعض احکام کو ایک وقت قایم رکہکر موقوف (منسوخ) کردیا خدا تعالی کو پیشتر اس حکم کی قباحت کا علم تہا پہر سمجہا -

آجکل کے پادری بہی ان ہی کے مقلد ہوکر مسلمانون سے بہی یہی بحث پیش کیا کرتے ہین چنانچہ بعض نے تو اس بارہ مین رسالے اور کتابین لکہی ہین ان سب کا جواب اجمالی اشارۃً تو یہی ہو چکا اور انہین کہ فرما
مین دیا تہا کہ یہ لوگ سب باتین اسی لئے کرتے ہین کہ خدا نے ہمارے خاندان مین نبوت کو کیون ختم نہین کیا اسلئے تم کو شبہات ڈالتے ہین تاکہ تم اس فیض نبوت سے محروم ہو کر ہماری طرح اس کو خواہ مخواہ [illegible]
بہ کر دیا اگر ہم کسی حکم کو کسی مصلحت سے موقوف کرتے ہین یا بہلا دیتے ہین تو اسی قسم کا یا اس سے بہتر حکم اسکی جگہ دیدیتے ہین ہم اس سے بہتر یا اسکی مانند اور سہل العمل اور کوئی حکم دیتے ہین *

واضح ہو کہ نسخ **لغت** مین ایک شی کو مٹانے یا نقل و تحویل ہے عند القفال اطلاق ہوتا ہے بولتے ہین نسخت الریح آثار القوم کہ ہوا نے لوگون کی بادیون کے نشان مٹا دئے اور اسی طرح کہتے ہین
نسخ الکتاب اس کتاب کی نقل کر لی کہ ایک جگہ سے کتاب کو دوسری طرف نقل کیا اور **اصطلاح** علما مین نسخ ایک ایسے حکم شرعی کا قائم کرنا ہے کہ جس کے بعد وہ پہلا حکم شرعی جو تہا اٹھ جاوے اول حکم کو
منسوخ دوسرے کو ناسخ کہتے ہین **یہود** اور عیسائی نسخ کے مطلقاً منکر ہین اور یہ انکار صرف اسلئے ہے کہ قرآن مجید کا حکم نہ ماننا پڑے اور دین اسلام پر اعتراض کی گنجایش ہے مگر انکا یہ انکار بالکل بیجا
(۱) اسلئے کہ تورات مین بہت سے احکام ایسے ہین کہ جنمین نسخ پایا جاتا ہے اور عیسائیون نے ختنہ و سبت اور دیگر احکام موکدہ تورات کو منسوخ کر دیا بلکہ بقول پولوس تمام شریعت کو بالاطلاق کہدیا
اور اسپر عمل کرنیکو موجب لعنت قرار دیا چنانچہ اسکی تشریح مع حوالہ فصل و باب مقدمہ مین ہو چکی ہے اب اس سے بڑہکر کیا نسخ ہوگا (۲) اسلئے کہ عقلاً بہی اس قسم کے نسخ مین کوئی قباحت باری کی نسبت کوئی
عیب نہین آتا ہے ہان انکو اعتقادات و اخبار کی نسبت تو کوئی مسلمان بہی نسخ کا قائل نہین تورات و انجیل و دیگر کتب انبیا کو ہم اس بارہ مین کوئی منسوخ نہین کہتا باقی رہے احکام سو وہ دو قسم
ہین ایک اصل شرائع جیسا کہ خدا کی عبادت بت پرستی کی ممانعت اور اخلاق حمیدہ اور نعمت اور بد خصائل کی حرمت وغیرہ اس قسم کے احکام مین ہم بہی نسخ کے قائل نہین تمام شریعتون اور
کل انبیا کے احکام بدیہی ہین۔ دوسری قسم فروعات جیسے چور کی سزا اور زانی پر اسقدر تشدید اور پاکی ناپاکی کی طہارت اس طرح پر یا اس طرح پر یا نماز اور اسکی عبادت اس طرح پر ہو اور استقبال کس طرف منہ کر کے کرنا
وغیر ذلک سو اس قسم کے احکام مین نسخ واقع ہوا ہے اور ضرور ہونا چاہئے کیونکہ خدا تعالیٰ کا مقصد شریعت سے انکی بہلائی اور انکے حال کی حفاظت ہے اور یہ ظاہر ہے کہ زمانہ اور
اور اقوام و بلاد کا حال ایک طرح نہین رہتا وقتاً فوقتاً مصلحت [illegible] بدلتی رہتی ہے مثلاً جب قوم شراب کی عادی ہو تو اس رسم کے مٹانے کے لئے نہ تنہا شراب کو حرام کیا جاوے بلکہ اسکی
دواعی اور اسکے لانے والی باتونکو بہی منع کر دیا جاوے اور شراب کے برتنون کا مطلقاً استعمال بہی ناجائز کر دیا جاوے پہر جب انکی عادت جاتی رہے تو ان برتنونکے استعمال کی اجازت
دیکر اپر سہولت کر دیجاوے [illegible] کیا تصور لازم آتا ہے اسپر بہی اعتراض کرنا اور یہ موقع استدلال مین اول قسم کے احکام کو پیش کرنا یا اعتقادیات
کو لانا انصاف کی [illegible] ذلک **النسخ قرآنی** کہ آیا اسکی آیات مین نسخ تلاوت یا نسخ حکم یا دونون کا نسخ خواہ دوسرے آیت یا
کسی حدیث سے واقع ہوتا ہے یا نہین سو **ابو مسلم** بن بحر وغیرہ اسکا مطلقاً انکار کرتے ہین اور اکثر علما اسکے قائل ہین وہ کہتے ہین کہ بعض آیات کا آنحضرت کے عہد مین
صرف حکم منسوخ ہوا جیسا کہ والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا اس آیت مین سال بہر کی عدت وفات تہی پہر چار مہینے دس روز کر دی گئی وغیرہا من الآیات اسکو منسوخ الحکم کہتے ہین اور
بعض ایسی ہین کہ جنکے الفاظ منسوخ التلاوۃ اور حکم باقی ہے جیسا کہ الشیخ والشیخۃ اذا زنیا فارجموہما نکالا من اللہ واللہ عزیز حکیم وغیر ذلک یہ تسنیح ہین داخل ہین اور بعض ایسی ہی ہین کہ جو
حضرت اور تمام صحابہ کے دلسے بہلا دی گئین چنانچہ بیہقی اور ابوداؤد نے روایت کی ہے کہ ایک صحابی شبکو تہجد پڑہنے کہڑا ہوا اور ایک سورۃ کو پڑہنا چاہا ہر چند یاد کیا مگر ایک حرف بہی یاد
نہ آیا صبحکو حضرت سے اور دیگر اشخاص سے بیان کیا آنحضرت نے فرمایا کہ یہ سورۃ منسوخ التلاوۃ ہو گئی سبکے دلونسے بہلا دی گئی اور اسکی تحریر بہی مٹا دی گئی اور اسیطرح صحیح بخاری مین حضرت
عائشہ سے مروی ہے کہ یہ آیت عشر رضعات معلومات یحرمن قرآن مین پڑہی جاتی تہی مگر اسکا ماقبل و مابعد اور اسکا محل بالکل نسیاً منسیاً کر دیا گیا اور اسیطرح کے بہت سی روایات ہین
یہ سب ننسہا کا مصداق ہین مگر اس سے قرآن مین کوئی تحریف و تغیر نہین ہوسکتا کیونکہ یہ سب باتین مصلحت الٰہیہ سے آنحضرت کے عہد مین ہو چکین آپکے بعد پہر ایک حرف کی کمی یا
زیادتی ظہور مین آئی۔ اور دلیل اس مذہب کی یہی آیت ما ننسخ الآیۃ و دیگر آیات ہین **ابو مسلم** کہتے ہین کہ نہ احکام مین نسخ ہوا ہے کسلئے کہ جسکو تم منسوخ کہتے ہو وہ اور جہت سے تہا اور
جو ناسخ ہے اور جہت سے ہے تو نسخ نہین [illegible] اور نہ تلاوت آیات مین جن آیات کو تم منسوخ التلاوۃ کہتے ہو یہ در اصل قرآن مجید کی آیات نہین کیونکہ قرآن منقول متواتر ہے اور یہ روایات
خبر احاد ہین اور بعض تو موضوع یا ضعیف اور وجہ اشتباہ یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے تفسیر کے طور پر یہ جملہ کہ جنکو لوگ منسوخ التلاوۃ سمجہتے ہین اثناء تلاوت مین پڑہے اور حاضرین
نے انکو آیت سمجہہ لیا یا مقدس سمجہکر اپنی مصاحف مین لکہہ لیا مگر جب آنحضرت نے تمام قرآن شریف حفاظ کو یاد کرا دیا اور متفرق اجزا مین لکہا تو ان جملون کو نہ لکہوایا اور آپ نے ان جملون کو قرآن
نہ پایا تو منسوخ التلاوۃ سمجہہ لیا۔ اور [illegible] اس آیت سے استدلال صحیح نہین کس لئے کہ اس سے مراد تورات و انجیل کے احکام ہین اور لفظ آیت آیات قرآنیہ ہی کیلئے مخصوص نہین بلکہ احکام پر بہی
اسکا اطلاق ہوتا ہے اور اسیطرح اور آیات سے بہی استدلال صحیح نہین۔ **فقیر** [illegible] کہتا ہے کہ نسخ حکم آیات ثابت ہے اور تحقیق جہت کی تبدیل [illegible] ہے اور ابو مسلم کا استدلال دیگر آیات سے صحیح مگر نسخ التلاوۃ

* کے بارہ مین ابومسلم کا قول نہایت قوی ہے اور اسکو فقیر نے ترجمہ و تفسیر مین اختیار کیا ہے اور اسی مین احتیاط ہے واللہ اعلم *

اَمْ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَسْئَلُوْا رَسُوْلَكُمْ كَمَا سُئِلَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ۭ وَمَنْ يَّتَبَدَّلِ الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ

کیا تم بہی (ای مسلمانو) چاہتے ہو کہ اپنے پیغمبر سے سوال شروع کرو جیسا کہ اس سے پہلے موسی سے سوال کئے گئے اور جو کوئی کفر کو ایمان کے بدلے مین

فَقَدْ ضَلَّ سَوَاۗءَ السَّبِيْلِ ۝ وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَھْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا ښ حَسَدًا

لیوے تو وہ بہولا سیدہے رستہ سے اکثر اہل کتاب تو یہہ چاہتے ہین کہ کسیطرح تمکو ایمان لانے کے بعد

مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَھُمُ الْحَقُّ ۚ فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝

کافر کر دینا اپنے حسد کی وجہ سے بعد اسکے کہ انپر حق ظاہر ہو چکا تم معاف کرو اور جانے دو جبتک کہ اللہ اپنا حکم بہیجے اللہ ہر چیز پر قادر ہے

ترکیب

ام اسجگہ منقطع ہے والتقدیر بل اتریدون ان تسالوا کما مین کاف موضع نصب مین ہے مصدر محذوف کی صفت ہے ای سوالا کما اور ما مصدریہ ہے سواء السبیل بمعنی وسط السبیل ظرف ہے ضل کا ود فعل کثیر من اہل الکتاب فاعل لو مصدریہ یردونکم جملہ بتاویل مصدر مفعول کفارًا حال ہے کم سے جو یردونکم مین ہے اور ممکن ہے کہ مفعول ثانی ہو کیونکہ یردو بمعنی یصیر ہے حسدًا مفعول لہ ہے فاعل ود سے یا یردونکم سے من عند انفسہم کان کے متعلق ہو کر صفت ہوا حسدًا کی ✣

تفسیر

یہودی اہل اسلام کو طرح طرح کے شکوک و شبہات مین مبتلا کیا کرتے تھے تاکہ یہ لوگ دین سے برگشتہ ہو جاوین ورباوجودیکہ انکو آنحضرت علیہ السلام کی نبوت کا بشارات کتب انبیا و معجزات سے یقین ہو چکا تہا مگر حسد کے مارے پہر یہہ باتین کرتے تھے جبپر بعض سیدھے سادے مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اُلٹے سیدھے سوالات کرتے تھے کوئی یہہ سمجہکر کہ نسخ احکام تو ہونا ہی ہے یہ سوال کرتا کہ فلان احکام قائم ہونے چاہیین وریہہ احکام باعث مشقت ہین اُٹھہ جانے چاہیین بعض پوچہتے تھے کہ اس حاملہ کے پیٹ مین بیٹا ہے یا بیٹی اور اسی قسم کے لغو اور محال باتون کو پیش کرتے تھے اسلئے خدا تعالی نے مسلمانون کو متنبہ کر دیا کہ کیا تم بہی اپنے رسول سے ایسے سوالات کیا چاہتے ہو کہ جیسے موسی سے ان یہود کے بزرگون نے کر کے غضب الہی اپنے اوپر ڈہایا تہا سو تم ایسا نکرو کیونکہ یہہ کفر ہے اور جو ایمان چہوڑ کر کفر مین پڑتا ہے وہ نجات اور حیات ابدی کے سیدہے رستہ سے بہکتا ہے اور یہہ یہودی تو اپنے جبلی حسد سے تمکو پہر کفر مین لایا چاہتے ہین حالانکہ اسلام کا حق ہونا اُنپر ظاہر ہو چکا ہے ۔ اس حسد کے مقابلہ مین تم ان سے حتی المقدور درگذر کرو ۔ یہان تک کہ دنیا یا آخرت مین جو کچہہ خدا کی طرف سے انپر عذاب مقرر ہے وہ نازل ہو جاوے ✣

وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِکُمْ مِّنْ خَیْرٍ تَجِدُوْہُ عِنْدَ اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ

اور نماز پڑھا کرو اور زکوۃ دیا کرو اور جو کچھہ نیکی تم اپنے لئے آگے بھیجو گے تو اُسکو خدا کے ہان پاؤگے بیشک اللہ تمہارے کام دیکھہ رہا ہے

ترکیب

واقیموا الخ جملہ انشائیہ معطوف ہے فاعفوا پر و ما تقدموا مین ما شرطیہ من خیر بیان ہے ما کا یہ سب جملہ شرط تجدوہ الخ جواب شرط

تفسیر

یعنی تم کسی مشکک اور مغوی کے بہکانے مین نہ آؤ ایمان پر ثابت قدم رہکر عالم آخرت کے لئے کہ جہان تمکو ہمیشہ رہنا ہے روح کو منور کرو بدنی عباداتون مین سب سے اعلےٰ نماز ہے اُسکو ادا کرتے رہو اور مالی عبادت سے بہی غافل نہ ہو زکوۃ دو اور علاوہ اسکے ہر قسم کی نیکی اور خلق خدا سے بہلائی اور اپنے بیگانون کے ساتہہ نیک سلوک جو کچھہ کروگے وہ ضائع نہ جائیگا انسان کے سب اعمال عالم مثالی مین موجود رہتے ہین مرنیکے بعد سبکو وہان جاکر ضرور پاویگا کسی عمل کی جزا سے خدا غافل نہین تم جو کچھہ کرتے ہو وہ سب دیکھہ رہا ہے

فوائد

(١) ام تریدون سے لیکر ان اللہ بما تعملون بصیر تک ایک مضمون متصل تہا۔ اسکا اصل شان نزول تو وہی ہے کہ جو ہمنے بیان کیا کہ لوگ یہودیون کے بہکانے سے انحضرت علیہ السلام سے بیجا سوالات کرتے تھے جن مین نفع دنیا نہ نفع آخرت بلکہ ضرر ایمان تہا اسلئے منع کردیا گیا مگر بعض مفسرین نے ان لوگون کے متعلق مختلف روایتین بیان کی ہین ابن عباس۔ اور مجاہد فرماتے ہین کہ عبداللہ بن امیہ مخزومی نے مع چند قریش حضرت کی خدمت مین حاضر ہوکر یہہ کہا کہ ہم آپ پر جب ایمان لائینگے کہ آپ ہمارے لئے مکہ کے خشک پہاڑون سے چشمہ جاری کردین یا وہان کوئی انگور یا کہجور کا باغ پیدا ہوجاوے یا کوئی سنہری گہر یا آپ سیڑہی لگا کر آسمان مین چڑہ جاوین یا پہر کوئی خدا کی کتاب اُترے کہ جس مین یون لکہا ہو کہ اے عبداللہ تو محمد پر ایمان لا اور اصم اور جبائی اور ابی مسلم کہتے ہین کہ یہ خطاب اہل اسلام کے اُن لوگون سے ہے کہ جو بیجا سوالات کرتے تھے اور یہی صحیح ہے۔

(٢) حسد کسیکی نعمت خداداد کا زوال چاہنا ہے خواہ وہ نعمت اپنے لئے چاہئے جیساکہ کسیکا باغ یا مکان یا روپیہ یا عورت اپنے لئے چاہے یا اپنے لئے نچاہے اور یہ حسد حرام ہے اس آیت و دیگر آیات و احادیث سے یہ وہ مرض ہے کہ جو انسان کی تمام برائیون کا سرچشمہ اور نیکیون کا جلانیوالا انگارہ ہے چنانچہ حدیث مین آیا ہے کہ حسد نیکیونکو اسطرح جلاتا ہے کہ جسطرح آگ لکڑیونکو ابلیس کو اسی مرض نے ہلاک کیا تہا اور غبطہ حلال ہے وہ یہ کہ کسیکی برائی تو نچاہے مگر خدا سے اسطرح کی نعمت اپنے لئے بہی مانگے اور اسیکو منافسہ بہی کہتے ہین۔ اور اسپر بہی مجازاً کبہی اطلاق حسد ہوتا ہے جیساکہ صحیحین مین ہے لاحسد الا فی اثنین رجل آتاہ اللہ مالا الحدیث (٣) یہان سے یہہ معلوم ہوا کہ جن باتون سے مسلمانون کے عقائد مین شبہہ پڑے اُن کا سننا

وَقَالُوا لَنْ يَدْخُلَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ كَانَ هُودًا أَوْ نَصٰرٰى تِلْكَ أَمَانِيُّهُمْ قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ

اور کہتے ہیں (اہل کتاب) کہ بجز یہود یا نصاریٰ کے اور کوئی ہرگز جنت میں داخل نہ ہوگا۔ یہ تو انکے ڈھکوسلے ہیں تو (اے محمدؐ) اُنسے کہہ کہ تم (اسبات پہ) اپنی دلیل تو لاؤ اگر سچے ہو

بَلٰى مَنْ أَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗ أَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ

بلکہ جسنے اللہ کے سامنے (اپنا منہ) جھکایا اور وہ ہو نیکی کرنیوالا تو اُسیکے لئے ہے اُسکا بدلا اُسکے رب کے ہاں اور نہ اُنپر کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہونگے اور یہود نے کہا کہ عیسائی کسی راہ پر نہیں

لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ وَقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَيْءٍ وَهُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ

اور عیسائیوں نے کہا کہ یہود کسی راہ پر نہیں حالانکہ وہ سب کتاب بھی پڑھتے ہیں اسی طرح کہی تھی بے علموں نے انکی سی بات۔ پھر آپ اللہ انمیں فیصلہ کریگا جس امر میں خلاف کر رہے تھے

بھی حرام ہے اس بنا پر مستورات کا پادریوں کے مدارس میں تعلیم کے لئے جانا اور انکے مدارس کی ملازمت کرنا یا انکی ان امور میں اعانت کرنا حرام ہے بلکہ تبدیل کفر بالایمان اور یہی حال دیگر مذاہب کا ہے۔ نعوذ باللہ منہ۔

ترکیب

وقالوا فعل با فاعل لن یدخل الجنۃ الخ جملہ مفعول۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول سے ملکر جملہ تامہ خبریہ ہوکر معطوف ہوا ویتخذ پر الا من رفع میں ہے بسبب یدخل کے ہو جمع ہائد کی ہے جیسا کہ عائد کی عود۔ بعض کہتے ہیں کہ اس جمع کا مفرد نہیں فیہ انفیہ نصاری جمع نصران کی ہے جیسا کہ سکاری سکران کی تلک مبتدا امانیہم خبر قل فعل انت ضمیر با تو امر حاضر معروف معتل لام تصریفہا تا ہیاتی ہیاتا مثل رامی یرامی مراماۃ و ہاتو مثل رامو اور اصل سکی ہا تیو تھی تعلیل ہوگئی برہان مضاف کم مضاف الیہ مجموعہ مفعول ہوا ہاتوا کا پھر یہ سب جملہ مقولہ ہوا قل کا من شرطیہ اسلم فعل ضمیر ہو راجع من کی طرف وہ فاعل ذی الحال وجہہ مفعول للہ متعلق فعل وہو محسن جملہ اسمیہ حال یہ تمام جملہ شرط فلہ اجرہ الخ تمام جملہ اسمیہ جواب شرط و قالت فعل الیہود فاعل لیست النصاری الخ جملہ سکا مقولہ وقس علیہ قالت النصاری الخ وہم یتلون الخ جملہ خبریہ حال ہے قالت سے کذلک کاف موضع نصب میں ہے کیونکہ صفت ہے مصدر محذوف کی مثل قولہم یا بدل ہے محل کاف سے یا مفعول ہے لایعلمون کا۔

تفسیر

پہلی آیتوں میں مذکور تھا کہ اہل کتاب کی آرزو کرتے ہیں کہ کسطرح تمکو پھر کفر میں مبتلا کردیں اور اسی لئے تمہارے دل میں شکوک و شبہات ڈالتے ہیں اور ان شبہات کو خدا تعالیٰ نے زائل کرو یا تھا اسکے بعد اسجگہ انکے ایک اور مکر و فریب کو زائل کرتا ہے یعنی وہ تمہارے کافر کرنے کے لئے اور اپنی اس کی آرزو پورا کرنے کے واسطے یہ بھی کہتے ہیں کہ جنت ہمارا حصہ ہے چنانچہ مدینہ کے یہود نے مسلمانوں سے یہہ کہا کہ تم ہزار عبادت کرو کیسے ہی نیک اور موحد بنجاؤ مگر جنت میں سوا یہود کے اور کوئی نہیں جائیگا

اور نجران سے عیسائیون نے کہا کہ عبادت ابدی اور تسلی اور جنت حقیقی وہ خاص عیسائیون کا حصہ ہے بغیر اسکے کہ حضرت مسیح کو خدا اور خدا کا بیٹا اور تمام گناہون کا کفارہ سمجھے کبھی نجات نہ پائیگا تسلی اور روح کو اطمینان اسی مذہب مین حاصل ہوتا ہے (جیسا کہ آجکل کے پادری بہی یہی کہا کرتے ہین۔ اور جب دلائل سے عاجز ہوجاتے ہین تو سیدہے سادے لوگونکو ایسی ابلہ فریب باتون سے بہکایا کرتے ہین) خدا تعالی انکی اس لیل پوچ کو بہی رد کرتا ہے کہ یہہ تو تمہارے دلونکے خیالات خام ہین اگر سچ ہو تو کوئی قوی دلیل لاؤ بلکہ نجات ابدی اور جنت کا مستحق ہونا خدا کی فرمانبرداری اور نیکو کاری پر منحصر ہے (سو یہہ بات مذہب اسلام مین منحصر ہے جسکے نام مین فرمانبرداری پڑی ہے کسی نبی اور کسی کتاب الہامی سے اور کسی حکم الٰہی سے اسکو انکار نہین) اور صرف تمہارے مقابلہ ہی مین اے مسلمانو یہہ لوگ ایسی باتین نہین بناتے بلکہ باہم ہی ایک دوسرے کو یہی کہتا ہے چنانچہ یہود کہتے ہین کہ نصاریٰ سراسر بیراہ ہین اور نصاریٰ یہود کو سراسر بیراہ بتاتے ہین اور لطف یہہ کہ دونون ایک کتاب کے مقر اور اسکو پڑہتے ہین یعنے توریت و صحف انبیا پہر اسپر یہہ بے انصافی اور اختلاف اور یہہ خیالات کچہہ انہین مین نہین بلکہ ان سے بیشتر عرب کے بت پرست جو جاہل تہے وہ بہی کہا کرتے تہے کہ بغیر فلان بت کی نذر و نیاز کے انسانکی نجات اور قضاء حاجات نہین ہوسکتی پس حق مذہب تو ہمارا ہے اور دیگر مذاہب ہیچ و پوچ ہین لا انکا گمراہ ہونا تو تمام عقلا کے نزدیک متفق علیہ ہے پہر کیا انکے خیالات دین حق مین کچہہ فرق آسکتا ہے اسیطرح اونکے بیہودہ خیالات ہین قیامت کو ہم ان مین آپ فیصلہ کردینگے کہ کون حق پر اور کون ناحق پر تہا۔

متعلقات

(۱) جب خدا تعالی نے یہود و نصاریٰ کے جہوٹے دعوی کو رد کیا اور اسپر دلیل طلب کی تو یہہ کہہ سکتے تہے کہ محمدی خاصکر جنت مین جاوینگے مگر یہہ نکہا کیونکہ اسکے مقابلہ مین دوسرا شخص کہہ سکتا تہا کہ تمہارا بہی یہہ دعوی بلا دلیل ہے ہر شخص اپنے ملت و مذہب کے مقابلہ مین اور مذاہب کو غلط سمجہا کرتا ہے۔ بلکہ ایک ایسی بات کہی کہ جسکا کوئی بہی اہل عقل انکار نہین کرسکتا اور جسکو ہر ملک اور ہر مذہب کے لوگ بالاتفاق مانتے ہین وہ یہہ کہ نجات خدا تعالی کی فرمانبرداری اور نیکوکاری پر منحصر ہے جسکو کہ اسلام ہی کہتے ہین اسمین عرب و عجم ہند و عیسائی یہود کی کچہہ خصوصیت نہین کسلئے کہ خدا تمام عالم کا خدا ہے اسکو اپنے سب نیک و فرمانبردار بندون سے مساوی تعلق ہے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید کی تمام ہدایتون کا یہی اصل الاصول ہے پس جو شخص تعصب قومی یا تقلید رسمی سے اس کتاب و نبی کو نہین مانتا وہ ہرگز مستحق نجات نہین جب اور کوئی مستحق نجات نہین تو انکا انحصار باطل ہوکر اسکا انحصار صحیح ہوگیا لازم کے ثبوت سے ملزوم کا ثبوت کردیا +

(۲) اسلام لغت مین جہکنے اور مطیع ہونے کو کہتے ہین اور جہان یہ مادہ اطاعت اور فرمانبرداری مطلوب ہوتی ہے تو منہہ جہکانا یا سر جہکانا بولتے ہین اور چونکہ مذہب اسلام مین خدا تعالی کی بیحد فرمانبرداری ہے جان اور مال سے تو اسلئے اس مذہب کا

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَا

اور اس سے بڑھکر کون ظالم ہے کہ جس نے اللہ کی مسجدون مین اُسکے نام لینے کی ممانعت کر دی اور اُنکے اجاڑ دینے مین کوشش کی انکو تو یہی لائق تہا کہ ان مین ڈرتے

اِلَّا خَآئِفِيْنَ ۥ لَهُمْ فِى الدُّنْيَا خِزْىٌ وَّلَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝

ہوئے جاتے انکو دنیا مین رسوائی ہے اور انکو آخرت مین بڑا عذاب ہے

نام ہی اسلام قرار پایا۔ (۱۱۳) یہود و نصاری چونکہ یہ دعوی کرتے تہے کہ ہمارے سوا اور کوئی جنت کا مستحق نہین تو اُسکے رد مین صرف یہ نہ فرمایا کہ اور لوگ بہی جنت مین جاوینگے یا خاص اور ہی داخل ہونگے بلکہ جنکے اوصاف ہون گے (اسلام یعنی ایمان و احسان یعنی ہر قسم کے نیک عمل اور خدا تعالی سے ارتباط قلبی) وہ صرف جنت مین داخل ہون گے بلکہ لاخوف علیہم کہ آیندہ وہان سے نکلنے اور کسی مصیبت مرض و افلاس موت وغیرہ سے انکو کوئی خوف نہ ہوگا ولاہم یحزنون اور نہ پچہلی باتو نپر انکو کبہی کوئی غم ہوگا نہ رنج پاس آویگا۔ دو باتون کے مقابلہ مین دو باتین ذکر کرکے پوری تسلی بخشدی ۞ اے عیسائیو اب غور کرو اس کلام ربانی سے سچی تسلی اور حقیقی اطمینان قلب حاصل ہوتا ہے یا پولوس کے تراشے ہوے اس مسئلہ سے کہ شریعت سے تم آزاد ہو گئے جو چاہو کرو۔ سب گناہ حضرت مسیح اُٹہا کر لیگئے ۞ یہ بات تو نفس کو شتر بے مہار کرنیکے حق مین شیطان کے افسون سے بڑہکر ہے معاذ اللہ خدا اور الہام کی یہ شان نہین ۞

ترکیب

من استفہامیہ انکاریہ محل رفع مین ہے بسبب مبتدا ہونیکے اور اظلم اسکی خبر ہے یعنے اُس سے کوئی زیادہ ظالم نہین ممن مین من نکرہ موصوفہ یا بمعنی الذی ہے۔ ان یذکر موضع نصب مین ہے اسلئے کہ یہ مساجد مفعول منع سے بدل الاشتمال ہی تقدیرہ ذکر اسمہ فیہا خراب بمعنی تخریب اولئک مبتدا ما کان لہم الخ جملہ اسکی خبر۔ الاخائفین حال ہے ضمیر یدخلوہا سے ۞

تفسیر

پہلی آیت مین ذکر تہا کہ اس قسم کی باتین (کہ ہم ہی جنت مین جاوینگے) مشرکین عرب بہی کہتے ہین کہ جنکو اہل کتاب بہی بدتر سمجہتے تہے اس آیت مین مشرکین عرب کے اور ضمناً یہود کے وہ حالات بیان کر دئے کہ جن سے انکو بہی معلوم ہو جاتے کہ یہہ کام اہل جنت کے نہین تقریرہ اے اہل کتاب جنت کے لیے جس طرح تم دعوی کرتے ہو اسیطرح مشرکین عرب بہی کرتے ہین کہ جنکا فعل شنیع یہ ہے کہ وہ اُسکے بندون کو اسکی مسجدون (مسجد الحرام) اور مسجد ابو بکر۔ اور مکہ اور اسکے اطراف مین مقامات کو جو اہل اسلام نے عبادت کے لئے خاص کئے تہے خدا کا نام لینے نہین دیتے بلکہ اونکی بربادی اور بے رونقی مین کوشش کرتے ہین اور مٹا کر ڈہانے سے چنانچہ ایسے چبوترون کو اکہاڑ پہینکتے تہے اور مسجد حرام مین جب اُسکا نام لینے کی ممانعت کر دی تو اُسکی بہی

وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝ وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ۭ بَلْ لَّهٗ

اور خدا ہی کے لیے ہے مشرق اور مغرب سو تم جدہر منہ کرو گے وہین خدا کا منہ ہے (یعنی ذات ہے) اللہ سمائی اور دانا ہے اور بولے جو خدا نے بنا لیا ہی بیٹا وہ پاک ہے بلکہ اسیکا ہے

مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝

جو کچھ کہ آسمانون اور زمین مین ہے، سب اسکی فرمانبردار ہین پیدا کرنیوالا ہی آسمانون اور زمین کا - اور جب کرنا چاہتا ہی کوئی کام تو اسکو یہی کہتا ہی کہ ہو پس وہ ہو جاتا ہے

بربادی مین کوشش کی اور یہہ مکانات تو اس قابل ہین کہ وہان ادب اور خوف سے جانا چاہیئے سو ایسے لوگون سے بڑھکر کون ظالم ہے ؟ اور جب حال ہین کہ تم ان مشرکین عرب کے مددگار رہو اور ان مسلمانون سے اسلیئے کینہ رکھتے ہو کہ وہ خاص اللہ کا نام لیتے اور اسیکی عبادت کرتے ہین تو تم بہی انکے شریک حال ہو تو ایسے لوگون کو تو دنیا مین رسوائی اور آخرت مین عذاب عظیم ملتا ہے - نہ کہ جنت پہر اس حال پر یہہ دعوی کہ ہمین جنت مین جاوینگے ؎ باین خواری توقع ملک داری ایکبار نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد الحرام مین نماز پڑہتے تہے ابوجہل نے گلے مین پٹکا ڈالکر یہانتک کہینچا کہ حضرت کی آنکہین باہر کو نکل آئین - ایک بار کفار نے نماز پڑہتے مین حضرت پر مردہ اونٹ کی ناپاک انتڑیان اور اوجہڑی ڈالدی - ایکبار ابو ذر کو خانہ کعبہ کے پاس لیجا مارا کہ لہو مین سر سے پاؤن تک رنگین ہو گئے - حضرت ابو بکر کے چبوترہ کو جسپر وہ عبادت کرتے اور قرآن پڑہتے تہے توڑ ڈالا - ایکبار جب آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام مدینہ سے عمرہ کے لیئے مکہ مین آئے تو مشرکین مکہ نے بمقام حدیبیہ آپکو روکدیا - اسیطرح ہزارون ستم کیئے خدا پرستون کو ستایا اور اب بہی کہین کہین لوگ ستاتے اذان یعنی اسکا نام پکار کر لینے سے منع کرتے ہین اسکی عبادتگاہ کو ڈہاتے ہین لیکن جو ایسا کرتا ہے اسکو خدا دنیا مین بہی ذلیل و رسوا کرتا ہے جیساکہ مشرکین عرب اور انکے معین و مددگار یہود و نصاری کو کیا انکی قدیم سلطنتون کے تخت الٹ دیئے ان مظلومون کو روی زمین کا حکم دیا آخرت مین بجاے جنت کے جہنم مین جاتے ہین سچ ہے خدا پرستون کا ستانا اچہا نہین ؎ ما آبگینہ ایم سبو ہم از شکست تیز ۔ آزار یابد آنکہ بود در شکست ما

ترکیب

للہ خبر مقدم المشرق والمغرب مبتدا موخر جملہ مستانفہ ہوا فاینما شرط تولوا مجزوم ہے بشرط فثم وجہ اللہ جملہ اسمیہ خبریہ جواب شرط اللہ اسم ان واسع خبر موصوف علیم صفت جملہ مستانفہ - وقالوا فعل ہم ضمیر فاعل اتخذ فعل اللہ فاعل ولدا مفعول بہ جملہ مقولہ ہوا سبحانہ جملہ معترضہ بدیع بمعنی مبدع مضاف السموات والارض مضاف الیہ مجموعہ خبر مبتدا محذوف کی اسے ہو وا فا قضی الخ شرط فانما یقول الخ جواب شرط -

تفسیر

پہلی آیت مین ذکر تہا کہ مشرکین باوجود دعوی نجات خاصہ کے خدا کی مساجدون کو برباد کرتے ہین اسجگہ یہ بات کہولدی کہ انکے

برباد کرنے سے خدا کی عبادت کا سلسلہ منقطع نہیں ہو سکتا کیونکہ تمام مشرق و مغرب خدا کی لیے ہے جدہر چاہو موہنہ کرکے اور جس جگہ مین مبیٹھ کر عبادت کروگے وہین خدا تعالیٰ حاضر و ناظر موجود ہے (اسلئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا نے میرے لئے تمام روی زمین کو مسجد کر دیا یعنے عبادت کی کوئی جگہہ خاص جسطرح کہ اور امتون کے لئے تہی نہی (مشکوۃ) خدا تعالیٰ وسیع ہے اور ہر بات جانتا ہے ۔

مفسرین کے اسکے **شان نزول** مین اور بہی اقوال ہین چنانچہ عبداللہ بن عامر نے روایت کیا ہے کہ ہم جہاد مین ایک اندہیری رات مین آنحضرتؐ کے ساتھ نماز مین مشغول ہوے اندہیرے کی وجہ سے قبلہ نہ معلوم ہوا کسی نے کسی طرف کسی نے کسی طرف مُنہ کرکے نماز پڑہی پہر صبح کو معلوم ہوا کہ قبلہ رُخ نماز نہ پڑہی گئی اور ہم نے یہ بات آنحضرتؐ سے ذکر کی تو یہہ آیت نازل ہوئی کہ مشرق و مغرب سب خدا کے لئے ہی ہر طرف مین اُسکا جلوہ ہے ایسے عوارض مین تعلق جہت کچہہ شرط نہین (تفسیر کبیر) ترمذی اور ابن ماجہ نے بہی ایسا ہی مضمون نقل کیا ہے اور بعض کہتے ہین کہ نماز سفر کے لئے یہ آیت نازل ہوئی کہ سفر مین جو شخص سواری مین مبیٹھ کر نوافل پڑہنا چاہے اور اُسکی سواری کا مُنہ قبلہ کیطرف نہو تو کچہہ مضایقہ نہین اُسی طرف مُوہنہ کرکے نماز پڑہ لے اسکو بہی ترمذی اور نسائی اور ابن حاتم نے روایت کیا ہے **ابن عباس** اور مجاہد اور حسن اور قتادہ وغیرہم فرماتے ہین کہ اسکے نازل ہونیکا یہ سبب ہوا تہا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت المقدس کیطرف سے خانہ کعبہ کیطرف موہنہ کرکے نماز پڑہنے کا حکم ہوا تو یہود نے طعن کیا اس پر یہہ آیت نازل ہوئی کہ ہر طرف اُسی کا جلوہ ہے اور مشرق و مغرب اُسیکا ہے کچہہ وہ مجسم نہین کہ مشرق کیطرف ہے یا مغرب کیطرف یا جنوب یا شمال کیطرف ۔ اسمین کوئی شک نہین کہ یہہ آیت تحویل قبلہ کے لئے تمہید ہے جسکا بیان آگے آتا ہے ۔

پہر اور بہی ان مدعیون کے لغو اعتقاد بیان فرما کر اُنکو شرماتا ہے کہ ان مدعیون نے یہہ بہی اعتقاد کر رکہا ہے کہ خدا نے بیٹا جنا ہے اگرچہ تمام یہود اسکے قائل نہین اور نہ تہے مگر مدینہ کے یہودیون سے کعب بن اشرف و کعب بن اسد اور وہب بن یہودا یہہ کہتے تہے کہ عزیر علیہ السلام خدا کے بیٹے ہین (وقالت الیہود عزیر ابن اللہ) اور نصاریٰ تو باستثنا چند فریق تمام کلیسیا حضرت مسیح علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتے تہے اور اب بہی اس نجس اعتقاد کو موجب نجات جانتے ہین اور پولوس نے اسکا رواج دیا ہے اس پولوس اور اُسکے شاگردون کی کتابون مین کہ جنکو عیسائی انجیل اور کلام خدا کہکر دل خوش کرتے ہین یہہ کفر ابتک موجود ہے اور عرب کے مشرک فرشتون کو خدا کی بیٹیان کہتے تہے (الکم الذکر ولہ الانثیٰ)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ اس بات سے پاک ہے مگر وہ عقل کے اندہے اسقدر کہنے سے کب اس عقیدہ سے باز آسکتے تہے اسلئے اسکے بعد اسکے بطلان پر ایک **برہان قاطع** اسطرح سے قایم کی کہ جسکو حکماء فلاسفہ بہی سمجہہ سکین اور عرب کے اور دیگر ملکون کے ان پڑہ بہی سمجہکر اس خیال سے باز آوین ۔ برہان عامی کی تقریر یہہ ہے (۱) باپ بیٹے مین مجانست اور مماثلت

ضرور ہے لائق بیٹے تو باپ کے کمالات و صفات مین برابر حصہ دار ہوتے ہین اور نالائق کم اور خدا تعالیٰ مین تین باتین سب کے
نزدیک مسلّم الثبوت ہین اوّل آسمانون اور زمین کا پیدا کرنا کہ جو بدیع السموات والارض مین مذکور ہے دوم اُس کے احکام تکوینی
کا ہر چیز پر نافذ ہونا ہر بات پر قادر مستقل ہونا جو اذا قضیٰ امرًا فانما یقول لہ کن فیکون سے سمجھا جاتا ہے سوم مخلوقات مین سے ہر ایک
چیز کا اُسکے آگے مسخر ہونا جو کلٌ لہ قانتون مین مذکور ہے حالانکہ یہ تینون باتین اُسکے سوا کسی مین بھی نہین پائی جاتین حضرت
مسیحؑ اور عزیرؑ اور فرشتون نے آسمان و زمین تو کیا ایک پہاڑ کے پتھر کو بھی پیدا نہین کیا اور ہر بات پر اُنکی قدرت نہتی خود
حضرت مسیح بقول نصاریٰ دار پر کھینچے جانے کے وقت کس آہ و زاری کے ساتھ چلّاتے رہے مگر مخالفون سے نجات نہ پا سکے
اسیطرح عزیرؑ بخت نصر کا کچھ نکر سکے اور ایران کے بادشاہون کی مدد و حکم بغیر بیت المقدس کی مرمت نکر سکے یہی حال فرشتون کا
ہے اور اسیطرح عالم کی ہر چیز اُنکے آگے مسخر نہین وہ اپنے ہی وجود اور عدم اور صحت و مرض پر حکمران نہین یا یون کہو۔
(۲) عالم مین دو قسم کے تصرفات ہین ایک یہہ کہ ابتداءً کسی چیز کا پیدا کرنا سو یہہ کامل تصرف ہے یا پیدا کی ہوئی چیزون
مین اُلٹ پھیر کر کے ایک نئی صورت پیدا کر دینا یہہ تصرف ناقص ہے۔ اگر بغور دیکھا جاوے تو یہہ دونون تصرف خدا تعالیٰ کے
قبضہ مین ہین اول مین کسیکو کچھ بھی حصہ نہین مگر دوسری قسم مین کسیقدر مشابہت سی پائی جاتی ہے جیسا کہ معمار اور بڑھئی
اینٹون اور لکڑیون مین تصرف کر کے ایک مکان یا تخت بنا دیتا ہے یا کمہار مٹی اور گارے مین تصرف کر کے عمدہ عمدہ برتن اور
مورتین بناتا ہے اور باپ اور بیٹے مین جو کچھ تصرف ہے تو از قسم ثانی ہے بلکہ وہ بھی از حد ناقص کس لئے کہ باپ کا صرف یہی کام ہے کہ
وہ بچہ کی مان کے رحم مین منی ڈالتا ہے جس سے پھر بتدریج بچہ پیدا ہوتا ہے سو جسکو اول اور دوم قسم کی قدرت کاملہ حاصل ہو وہ
اس تیسری قسم ارذل کیطرف کیون محتاج ہونے لگا وہ تو بدیع السموات والارض ہے کہ ہر ایک آسمان و زمین کو ابتداءً پیدا کر دیا
(۳) علاوہ اسکے جو کوئی بیٹے کا خواستگار ہوتا ہے تو دو بات کے لئے ایک یہہ کہ کوئی اُسکا بیٹا اُسکا حکم بردار ہو سو لہ ما فی السموات والارض
کل لہ قانتون آسمانون اور زمین مین جو کچھ ہے اُسکی مخلوق و مملوک ہے بیٹا تو مخلوق و مملوک بھی نہین ہوتا اور ہر چیز اُسکی فرمانبردار
اور اُسکے آگے مسخر ہے پھر ایک یا دو یا دس یا پچ کو بیٹا بنا کر فرمانبردار کرنا کیا فائدہ؟ دوم یہہ کہ بوقت ضرورت کام آوے اور
اسکی پیری مین اسکا نائب بنکر کام کیا کرے سو یہہ بھی نہین کس لئے کہ وہ بدیع السموات والارض ہے ایسا قادر قدیم ہے کہ آسمانون
اور زمین کو پیدا کر دیا اُسکو ضرورت اور پیری کب لاحق ہو سکتی ہے وہ ازلی ابدی ہے اُس پر ضعف و ناتوانی کا کیا دخل ہے
اور نائب بنا کر اُسکو کام لینے کی کیا حاجت ہے اذا قضیٰ امرًا فانما یقول لہ کن فیکون اُسکے حکم سے فورًا ہر چیز موجود ہو جاتی ہے
اور یہان خاصی کی یہہ تقریر ہے۔ یہہ مقدمہ بدیہی ہے کہ ولد اور والدین مجانست ضرور ہے اور خدا کے لئے اگر کوئی
ولد ہو تو مجانست لازم آوے اور یہہ محال ہے تو ولد کا ہونا بھی محال ہے۔ مجانست کا محال ہونا اسطرح ہے کہ جیسے چیز باہم

ہم جنس ہوتے ہین تو انمین ایک فصل ممیز بھی ضرور ہوتی ہے تو ہر ایک کے لئے دو جز حقیقت قرار پاوینگے ایک جنس اور دوسری فصل اور جو مرکب ہوتا ہے تو حادث ہوتا ہے پس خداوند تعالی کا حادث ہونا ثابت ہو جاویگا - اور یہہ محال ہے خدا تعالے نے اپنے کلام پاک مین اس دلیل کے دوسرے مقدمہ کے بطلان پر (یعنے مجانست کے بطلان پر) اس آیت مین اشارہ کیا له ما فی السموات والارض کل له قانتون کہ خدا کی ہر چیز مملوک و مخلوق و مسخر ہے پھر اُسکا ہم جنس کون ہے پھر اس آیت بدیع السموات والارض مین اور بھی مباینت کلی بیان کردی کہ کوئی ما فی السموات والارض سے یہہ نہ سمجھہ لے کہ خود آسمان و زمین قدیم اور واجب الوجود ہون بلکہ یہہ آسمان و زمین اور جو کچہہ انکے اندر ہے سب حادث اور ممکن ہے سب کا وہ خالق ہے پس اسکے کیسی اور مجانست کیسی ؟ اسکے بعد صفات مین بھی تفاوت صریحہ بیان کردیا وہ یہہ کہ اذا قضی امرا فانما یقول له کن فیکون کہ اسکو یہہ قدرت ہے کہ جو کسی دوسرے مین نہین یعنے جب وہ کن کہتا ہے اُسی وقت وہ چیز پیدا ہو جاتی ہے - خاص اس آیت اور بھی دلائل نفی ولدیت پر مستنبط ہو سکتے ہین مگر بیان اُردو خوانون کی استعداد فہم پر نظر کرکے اسیقدر پر بس کرتا ہون -

فوائد

(۱) بعض عیسائی جب ان دلائل سے عاجز ہو جاتے ہین تو لاچار ہو کر ایک اور حیلہ کرتے ہین وہ یہہ کہ ہماری مراد بیٹے ہونے سے اس قسم کا بیٹا نہین یعنی اسکے حقیقی معنے مراد نہین مسلمان حقیقی معنی خیال کرکے اعتراضات کرتے ہین مگر جب انسے پوچھا کیا جاتا ہے کہ آیا مجازی معنی لیتے ہو یا کچہہ اور اول شق مین تو اسکے معنے محبوب اور معزز کے ہین تو پھر حضرت عیسی علیہ السلام کی کیا خصوصیت ہے اور بھی انبیا پر بائیبل مین لفظ ابن اس معنی مین بولا گیا اور اب و نا شریعت محمدیہ مین اسکی ممانعت کی گئی ہے اور اگر کچہہ اور مراد ہے تو اسکو بیان کرو مگر الوہیت مین شریک کروگے تو پھر انہین دلائل سے رد کیا جاویگا کسلئے کہ والد ہونا نہین سکے بعض پادری لاچار ہو کر یہہ کہدیتے ہین کہ یہہ سر الہی ہے ہم اسکو بیان نہین کر سکتے جیسا کہ تمہارے ہان آیات متشابہات مگر یہہ بھی عذر بدتر از گناہ ہے کسلئے کہ ہم آیات متشابہات کے ایک خاص معنی تجویز کرکے اسکے ماننے کو باعث نجات تو نہین کہتے بلکہ مجملا تسلیم کرنے پر بس کرتے ہین اور تم لفظ ابن اور اب کی نسبت ایسا نہین کرتے بلکہ اسکے معنے باپ اور بیٹا قرار دیکر سب کو سمجہاتے اور اسکو موجب نجات ٹھہراتے ہو پھر اسپر قیاس کرنا بڑی غلطی ہے فی الحقیقت یہہ ایسا لغو اور غلط عقیدہ ہے کہ جس سے ہر دانشمند کو تنفر طبعی ہے اسلئے آجکل یورپ مین لاکھون آدمی اس عقیدہ سے بلکہ مذہب نصرانی سے نفرت کرکے کچہہ اسلام کی طرف اور کچہہ الحاد کیطرف مائل ہوتے چلے جاتے ہین صرف پادری اور مشن کے ملازم یا چند سادہ لوح عیسائی ہین جو اسکو مانتے ہین والله الہادی وبیدہ ازمۃ المقاصد والمبادی (۲) ابداع لغت مین ایسی چیز پیدا کرنے کو کہتے ہین کہ جو نئی ہو اور اسی سے بدعت ہے یعنی دین مین کوئی نئی بات نکالنا اور اسی لئے قرآن مین ما کنت بدعا من الرسل آیا کہ مین انوکہا رسول

وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ اَوْ تَاْتِيْنَآ اٰيَةٌ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّثْلَ قَوْلِهِمْ تَشَابَهَتْ

اور بیعلم کہتے ہین کہ کیون نہین ہم سے کلام کرتا اللہ یا کیون ہمارے پاس کوئی آیت نہین آتی۔ اسیطرح کہہ چکے ہین جو انسے پہلے تھے انہین کی سی بات۔ یکسان ہوگئے

قُلُوْبُهُمْ قَدْ بَيَّنَّا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ۝ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلَا تُسْئَلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ ۝

انکے دل۔ ہمنے بیان کردین آیتین یقین والون کے لئے ۔ ہمنے تجھہ کو دین حق دیکر خوشی اور ڈر سنانے کو بھیجا ہے۔ اور تجھہ سے کچھہ پرسش نہین دوزخیون کی

نہین ہوان اسجگہہ جو بدیع السموات الخ کہا موجد السموات نہ کہا اسمین یہ اشارہ ہے کہ اگر حضرت عیسٰیؑ کو بغیر باپ کے اور آدمؑ کو بے ماں باپ کے اسنے پیدا کیا تو اس وجہ سے وہ خدا کے بیٹے نہین ہوسکتے خدا نئی نئی اور طرح طرح کی چیزون کا پیدا کرنے والا ہے

ترکیب

قال فعل الذین موصول لایعلمون صلہ مجموعہ فاعل لولا کلمہ تحضیض یکلمنا اللہ جملہ معطوف علیہ او تاتینا آیہ معطوف مجموعہ مقولہ ہوا قال فعل الذین من قبلہم صلہ وموصول فاعل کذالک مفعول مقدم مثل مضاف قولہم مضاف الیہ مجموعہ بدل ہے یا بیان ہے کذالک سے تشابہت فعل قلوبہم فاعل جملہ محل حال مین ہے بحذف قد الذین سے بالحق جار مجرور موضع حال مین ہے تقدیرہ ارسلناک ومعک الحق بشیرًا ونذیرًا دونون حال ہین کاف ارسلناک سے ۔

تفسیر

پیشتر خدا تعالی نے کفار کا ادعا باطل بیان کیا تھا کہ وہ کہتے ہین کہ خدا تعالی کے لئے بیٹا ہے ہم اسکے ذریعہ سے نجات حاصل کرینگے اس ادعا کو باطل کرکے یہان یہ بات ثابت کرتا ہے کہ اس قول کا منشا جہالت ہے کیونکہ وہ رسول کے مقابلہ مین یہ کہتے ہین کہ کس لئے خدا ہمسے خود کلام نہین کرتا اور کیون ہمارے پاس آیات نہین بھیجتا یا رسول کے ذریعہ سے کیون کلام کرتا اور آیات بھیجتا ہے؟ اس سے دو باتین معلوم ہوئین ایک یہ کہ انکو خدا تک ہم کلامی کا واسطہ نہین جس سے معلوم ہوا کہ اب جو کچھہ ذات وصفات کے بارہ مین کہتے ہین یا محض اپنی عقل سے یا کسی اس شخص سے سنکر جو خدا سے ہم کلام ہوتا ہے ہم کلام تو رسول ہوتا ہے اسکا تو یہ لوگ انکار ہی کررہے ہین دوم یہ کہ انکی عقل بھی سلیم نہین کس لئے کہ خدا نور محض بندہ کثیف محض وہان تک ہر شخص کو کس طرح سے رسائی ہوسکے اسکے لئے تو وہ نفوس مقدسہ درکار ہین جو تمام بنی آدم مین ممتاز ہین جنکو انبیاء کہتے ہین پس جب عقل کا یہ حال ہے تو اس قول کا کیا اعتبار ہے کہ خدا کے لئے بیٹے ہین اس جہالت پر یہ دعوی کہ ہمین جنت مین جاوینگے ۔ اسکے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتا ہے کہ کچھہ انپر منحصر نہین انسے پہلے اور لوگ بھی ایسی باتین کہہ چکے ہین آپ رسول برحق ہین لوگونکو عذاب ونجات کا مژدہ اور ڈرسنانا آپ کا کام ہے آپ ازلی بدبختون اور جہنمیونکے ذمہ دار نہین ہین جو نہ ماننے اوسکا قصور ہے نہ کہ آپ کی رسالت کا بسبب انہون نے جسطرح خدا کی ذات مین بیٹے ہونیکا عیب لگایا اسیطرح

وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ

اور ہرگز راضی نہونگے تجھ سے یہود اور نہ نصاریٰ جبتک کہ تابع نہو تو اُنکے مذہب کا - تو کہہ دے ہدایت تو وہی ہے کہ جو خدا کی ہدایت ہے اور اگر تو بعد اسکے

بَعْدَ الَّذِيْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ

کہ تیرے پاس علم آچکا ہے اُنکی خواہشوں کا تابع ہوگا تو پھر تیرے لیے اللہ کے ہاتھ سے کوئی حمایتی ہوگا نہ مددگار - جنکو ہمنے کتاب دی ہے (اور وہ اُسکو پڑھتے ہین جیسا کہ اسکے پڑھنے کا حق

اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝

وہی اسپر ایمان رکھتے ہین اور جو اسکے منکر ہین سو وہی نقصان پانیوالے ہین -

آپ کی نبوت مین کلام کیا تو کچھ تعجب نہین - اسکے بعد اور بھی تسلی دیتا ہے +

ترکیب

ولن ترضى فعل عنک اسکے متعلق الیہود و نصاری فاعل حتی تتبع فعل انت فاعل ملتہم مفعول جملہ غایۃ قل فعل انت فاعل ان
ھدی اللہ اسم ان ھو ضمیر فصل الہدی خبر جملہ مقولہ ولئن مین لام تاکید ان شرطیہ اتبعت الخ شرط مالک الخ جواب شرط
الذین موصول اتیناھم الکتاب جملہ خبریہ صلہ یتلونہ حق تلاوتہ حال مقدرہ ہم سے یا کتاب سے حق منصوب بوجہ مفعول مطلق ہونیکے تقدیر
یتلونہ تلاوۃ حقا اولئک مبتدا یؤمنون بہ جملہ خبر مجموعہ خبر الذین ومن شرطیہ یکفر بہ جملہ شرط فاولئک ہم الخاسرون جواب شرط +

تفسیر

اسجگہ خدا تعالی آنحضرت صلعم کو یہ بات بتلاتا ہے کہ آپ کے معجزات سے اور اس کلام الٰہی سے یہود و نصاری کو تعصب و بیجا
نفسانیت سے انکار ہے تو آپ یہ نہین چاہتے کہ ہم اونکی بات کو مانین خواہ وہ حق ہو یا ناحق خواہ آسمانی فرشتہ ہی کیون نہ کہے چنانچہ نصاریٰ
کا پیر و مرشد پولوس یہ کہتا ہے کہ اگر تمکو آسمان کا فرشتہ بھی کلام الٰہی سناوے تو اُسکو بھی نہ مانیو (نامہ گلاتیون کا اول باب)
معاذ اللہ اس تعصب کا ٹھکانا ہے بلکہ اسپر بھی بس نہین وہ خود آپکو اپنے مذہب باطل کا مرید بنانا چاہتے ہین تو آپ کہہ دیجئے کہ ہمارے
مرشد و نبی کے خیالات باطلہ ہدایت نہین کہ مجکو اُنکا ماننا ضرور ہو ہدایت تو وہی ہے کہ جو خدا کی طرف سے ہو - اور اے نبی آپ ہرگز اُنکے
خیالات باطلہ کا اتباع نہ کیجیے کیونکہ آپکے پاس وحی اور دین حق آچکا ہے اور جو ایسا کروگے تو خدا کے غضب سے کوئی تمکو بچا نہ سکیگا
اور وہ اپنے اہل کتاب ہونے پر ناز نہ کرین کیونکہ وہ اصل اہل کتاب تو وہی ہین کہ جو اُسکو عمدہ طرح پڑھتے یعنے اسپر عمل کرتے اور اسپر
یقین رکھتے ہین جیسا کہ عبد اللہ بن سلام اور نجاشی کہ جنہوں نے موافق بشارت حضرت موسیٰ اور پیشین گوئی حضرت عیسیٰ کی آپکو سچا رسول
جانا اور آپ پر ایمان لائے ورنہ اور سب تو زبانی کار ہین درحقیقت جسطرح بلا وجہ یہودی حضرت عیسیٰ کا انکار کرتے ہین اسیطرح یہودی بلکہ نصاریٰ
حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کرتے ہین اھواء ہوا کی جمع ہے جسکے معنی خواہش نفس کے ہین اسمین یہ نکتہ ہے کہ یہود و نصاریٰ کی

يَٰبَنِيٓ إِسۡرَٰٓءِيلَ ٱذۡكُرُواْ نِعۡمَتِيَ ٱلَّتِيٓ أَنۡعَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ وَأَنِّي فَضَّلۡتُكُمۡ عَلَى ٱلۡعَٰلَمِينَ ۝ وَٱتَّقُواْ يَوۡمٗا لَّا تَجۡزِي نَفۡسٌ

ای بنی اسرائیل میری اُس نعمت کو یاد کرو کہ جو مین نے تمکو دی تھی اور یہ کہ مین نے تمکو جہان پر بزرگی دی تھی اور ڈرو اُس دن سے کہ جسدن کوئی کسیکے کچھ کام نہ آویگا

عَن نَّفۡسٖ شَيۡـٔٗا وَلَا يُقۡبَلُ مِنۡهَا عَدۡلٞ وَلَا تَنفَعُهَا شَفَٰعَةٞ وَلَا هُمۡ يُنصَرُونَ ۝

اور نہ اُسکی طرف سے بدلہ قبول ہوگا اور نہ سفارش فائدہ دیگی اور نہ اونکی مدد کیجائیگی

مذہب مین جو باتین حق ہین وہ حق ہین اُنکے اتباع کا مضائقہ نہین کیونکہ یہہ مذہب انبیا کی طرف سے پہلے ہین ہان جو کچھ کہ لوگونکی زوائد اور مشائخ کی قلمی طرح ہائی ہوئی ہے وہ ہوا ہے اُسکا اتباع نچاہئے اسیکی اصلاح کو نبی آخر الزمان علیہ السلام بھیجے گئے ہین اور چونکہ اُنکی کتابون مین اصل در زوائد کو مخلوط کر دیا گیا ہے اسلئے اُنکی اتباع سے منع کیا گیا ہے۔

ترکیب

یا حرف ندا بنی مضاف اصل مین بنین جمع ابن بمعنی پسران اضافت سے ساقط ہوگیا اسرائیل مضاف الیہ مجموعہ منادی اذکروا فعل امر حاضر معروف ضمیر انتم فاعل نعمتی مفعول موصوف التی موصول انعمت علیکم جملہ صلہ عائد محذوف مجموعہ صفت صفت موصوف کا مجموعہ معطوف علیہ وانی فضلتکم علی العلمین جملہ معطوف پھر سب ملکر مفعول ہوا اذکروا کا۔ اذکروا اپنے فاعل اور مفعول سے ملکر جملہ ندائیہ ہوا۔ واتقوا الخ ۸ اسکی ترکیب پہلے بیان ہوچکی وہان دیکھ لو +

تفسیر

اس سورہ مین خدا تعالی نے جب بنی اسرائیل سے کلام شروع کیا تھا تو وہان بھی یہی فرمایا تھا کہ یا بنی اسرائیل اذکروا نعمتی الآیہ اور پھر جب اُنکی نصیحت اور اُنکے مکائد پر نصیحت سے فراغت پائی تو پھر کلام کو تمام کرتے وقت بھی یہی فرمایا کہ ای بنی اسرائیل تم احسانات کو یاد کرو کہ مین نے تمہارے ساتھ مختلف اوقات و مختلف مقامات مین کیا کیا احسان کئے یہانتک کہ تمہارے خاندان کو ایک وقت مین دنیا کے تمام خاندانون سے افضل و اشرف کر دیا تھا اور تمنے پھر جسقدر نافرمانیان کین اُنکے بُرے نتائج دنیا مین بھگتے اب اگر تم اپنی نافرمانی اور سرکشی سے باز نہین آتے تو یہہ بھی یاد رہے کہ مین جسطرح کریم و رحیم غصہ کا دھیما ہون اسیطرح قہار و جبار ہون پھر تم روز قیامت سے ڈرتے رہو کہ جہان نہ کسیکی سفارش کام آتی ہے نہ کچھہ معاوضہ لیا جاتا ہے نہ کوئی مددگار مدد کرکے چھڑا سکتا ہے - یہ کمال بلاغت ہے کہ اول مورد نزاع کو قایم کرکے اُسپر بہت کچھ دلائل لائے جائین اور پھر نتیجہ مین وہی نحو ذکر کیا جاوے اور نیز نصیحت قبول کرانے کے حق مین یہہ بات (کہ منافع اور رحمت سے اُمید دلائی جاوے اور پھر انجام کا خوف بھی دلایا جاوے) اُسپر کا اثر رکھتی ہے ۔

(اسکے بعد)

خدا تعالی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چند حالات بیان فرماتا ہے کہ جنکی نسل سے ہونے پر یہود و نصاری و مشرکین عرب کو

وَاِذِ ابْتَلٰۤى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ ؕ قَالَ لَا یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ ۝

اور (یاد کرو) جبکہ ابراہیم کو اُسکے رب نے کئی باتون مین آزمایا سو اُس نے اُنکو پورا کر دیا خدا نے کہا کہ ہم تجھکو لوگون کا پیشوا کیا چاہتے ہین بولا میری اولاد مین سے بھی خدا نے فرمایا میرا قرار ظالمون کو نہین پہنچتا

بڑا ناز تھا تاکہ خود اُنکی اطاعت اور فرمانبرداری کی کیفیت معلوم ہو جاوے اور انہین کے بیان سے نبی آخر الزمان کی حقیت ہونا ثابت ہو جاوے اور ان کا ابراہیم علیہ السلام کے عہدہ نبوت سے محروم ہونا معلوم ہو جاوے ؛

ترکیب

واذ محل نصب مین ہے اذکر محذوف سے ابتلی فعل ابراہیم مفعول ربہ فاعل بکلمت متعلق ہے ابتلی کے فاتمہن فعل ضمیر مستتر راجع ابراہیم کیطرف فاعل ہن مفعول راجع کلمات کیطرف قال فعل ضمیر راجع رب کی طرف فاعل انی الخ جملہ مقولہ انی مین ی اسم انی جاعلک الخ جملہ خبر ک مفعول اول جاعل کا اماما مفعول ثانی للناس متعلق جاعل کے یہ تمام جملہ یا ابتلی کا بیان ہے یا جملہ مستانفہ ہے ومن ذریتی اس کا عطف کاف پر ہے اے وبعض ذریتی کما تقول وزیدا فی جواب سا کرمک اے واجعل فریقا من ذریتی اماما قال فعل لا ینال فعل عہدی فاعل الظلمین مفعول سب جملہ مقولہ ہوا قال کا جو جواب ہے سوال ابراہیم کا ؛

تفسیر

مکہ بلکہ تمام عرب کے لوگ اور یہود اور نصاری سب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مانتے تھے (بلکہ اب بھی مانتے ہین) اور ہر فریق کو اسبات پر بڑا غرہ تھا کہ ہم ابراہیم کی نسل ہین اور اُنکے طریقہ کے پیرو خدا نے انکے لیے اور انکی اولاد کیلئے برکت کا وعدہ کر لیا ہے سو وہ ہمکو ہر حال مین کافی ہے خدا تعالے اسکے جواب مین فرماتا ہے کہ تم ابراہیم کے طریق پر نہین وہ ہمارا نہایت فرمانبردار تھا ہمنے اسکو کئی باتون مین آزمایا وہ سچا نکلا بیٹے کی قربانی کا حکم دیا وہ ہمسے تن آمادہ ہو گیا اور ستارہ پرستون کی محبت اور برادری بلکہ وطن چھوڑنے کو کہا اُسنے ویسا ہی کیا سبکو چھوڑ کر ملک شام مین آ رہا پھر بیابان عرب مین خدا کے لیے عبادت خانہ بنانے اور اسکی محافظت کے لیے اپنی اولاد بسانیکو کہا اُسنے اپنے پیارے بیٹے اسمعیل کو وہان بسایا اور خانہ کعبہ بنایا نمرود نے آگ مین ڈالا ایمان پر قائم رہکر اسمین گرنا منظور کیا دعوت الحق (توحید) قائم کرنے اور نماز و زکوۃ و طہارت ظاہریہ و باطنیہ و ختنہ وغیرہا۔ اسکے صلہ مین ہمنے اُس سے کہا کہ ہم تجھکو تمام عالم کا پیشوا بھی بنانا چاہتے ہین اُس نے کہا کہ الہی میری اولاد مین سے بھی انبیاء اور بابرکت لوگ پیدا کیجیو تاکہ تیری خدمتگزاری اور فرمانبرداری ہمیشہ میرے خاندان مین رہے ہمنے کہا البتہ ایک گروہ تیری اولاد مین ایسا ہوگا مگر جو بدکار ہونگے اُنکو ہمارا اقرار نہین اُنکو یہ برکت نصیب نہ ہوگی ؛

پس اے بنی اسرائیل اور اے مشرکین تم کو لازم ہے کہ اپنے مسلم الثبوت بزرگ کی پیروی کرو خدا کی فرمانبرداری

نبی آخرالزمان کی اطاعت کرو کہ جسکے لیئے خود ابراہیم نے دعا کی ومن ذریتی اگر تم دل سے دین ابراہیمی کے مطیع ہو تو تمکو لازم ہے کہ اس نبی ابراہیمی کا اتباع کرو اور اے اہل کتاب تم اس بات کا خیال نکرو کہ یہ نبی ہمارے خاندان سے کیون نہین کس لیئے کہ ابراہیم نے صرف اپنے بیٹے اسحاق ہی کے خاندان کے لئے برکت نچاہی تہی بلکہ اسمعیل کے لیئے بہی چنانچہ سفر پیدائش کے سترہوین باب مین یہ ہے اور اسمعیل کے حق مین بہی تیری سنی دیکہہ مین اسے برکت دونگا اور اسے برومند کرونگا اور مین اسے بڑی قوم بناؤنگا سو یہ نبی اسمعیل کے خاندان سے ہے اور اگر تم اطاعت نکروگے تو تمکو ابراہیم کی برکت سے کچہہ حصہ نہ ملیگا۔

فوائد

(۱) بکلمات کی تفسیر مین علماء کے مختلف اقوال ہین قوی وہی ہے جو ہمنے بیان کیا مگر کلمات سے عجائب صنع باری اسجگہ مراد لینا خلاف نقل و عقل ہے (۳) امام کے معنی پیشوا کے ہین جسکا فرد کامل نبی ہے اور خلیفہ اور قاضی اور جماعت کے امام پر بہی صادق آتا ہے مگر مراد نبی ہے توراۃ سفر پیدائش کے بارہوین باب مین بہی اسکا ذکر ہے اور خداوند نے ابراہام کو کہا تہا کہ تو اپنے ملک اور اپنے قرابتیون کے درمیان سے اور اپنے باپ کے گہر سے اُس ملک مین جو مین تجہے دکہاؤنگا نکل چل اور مین تجہے ایک بڑی قوم بناؤنگا اور تجکو مبارک اور تیرا نام بڑا کرونگا اور تو ایک برکت ہوگا اور ان کو جو تجہے برکت دیتے ہین برکت دونگا اور اُسکو جو تجہہ پر لعنت کرتے ہین لعنتی کرونگا اور دنیا کے سب گہرانے تجہہ سے برکت پاوینگے بلاشک یہود اور عیسائی اور مسلمان اور مجوس سب حضرت ابراہیم کو پیشوا جانتے ہین ٭

(۳) ذریت بمعنی نسل بوزن فعیلۃ ذر بمعنی خلق سے مشتق ہے اور ممکن ہے کہ ذر بمعنی تفریق سے مشتق ہو کیونکہ انسان کی نسل مخلوق ہے اور پہیلتی بہی ہے (۴) لاینال عہدی الظلمین سے انبیاء علیہم السلام کا فسق و فجور سے بری ہونا ثابت ہوتا ہے دو وجہ سے وجہ اول یہہ کہ عہد سے مراد امامت ہے اور ہر نبی امام ہے اور امام فاسق نہین ہونا چاہیے کہ اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے پس نبی بہی فاسق نہوگا وجہ دوم اگر عہد سے مراد نبوت ہے تو کوئی ظالم یعنی فاسق نبی نہونا چاہیئے اور اگر امامت ہے تو ہر نبی امام ہے اور امامت فاسق کو پہنچتی نہین۔ رہی یہ بات کہ فاسق کیون ظالم ہے سو اُسکا ثبوت یہ ہے کہ ظلم وضع شئی فی غیر محلہ یعنی بیجا کرنا سو وہ اپنے نفس پر ظلم کرتا ہے کہ جو گناہون کی وجہ سے اُسکو سعادت اُخروی سے محروم رکہتا ہے اس بیجا حرکت سے وہ ظالم ہے خلاصہ یہہ کہ کچہہ حقوق العباد ہی مین تعدی کرنے کا نام ظلم نہین بلکہ حقوق الٰہی مین تعدی کرنا بہی ظلم ہے۔ اسجایہ شبہہ ہوتا ہے کہ اگر یہ ہے تو پہر انبیاء علیہم السلام نے کیون اپنے آپ کو ظالم کہا جیسا کہ یونس ؑ نے کہا انی کنت من الظلمین اور حضرت آدم ؑ کہتے ہین ربنا ظلمنا انفسنا اسکا جواب یہ ہے کہ اُس ظلم سے مراد معصیت ہے کہ جو منافی عصمت انبیاء ہے اور کبہی اچہے لوگ ذرا سی لغزش اور بہول و

وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا ؕ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ؕ وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ

اور جبکہ ہمنے خانہ کعبہ کو لوگون کیلئے مرجع اور امن کی جگہ بنایا اور مقرر کرو مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ۔ اور ہمنے ابراہیم و اسمٰعیل سے عہد لیا کہ میرے گہر کو پاک رکہین

اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ۝

پاک رکہین طواف کرنیوالون اور اعتکاف کرنیوالون اور رکوع اور سجدہ کرنیوالون کیلئے

چونکہ کوہی عاجزی اور استغفار کے موقع مین ظلم تعبیر کرتے ہین سو اسمقام پر انبیاء اس زلت کو ظلم کہہ رہے ہین سو یہ وہ ظلم نہین کہ جو منافی عصمت ہے شیعہ اس آیت سے حضرت ابوبکر و عمر و عثمان رضہ کی امامت یا خلافت کا ابطال اس طرح پر کیا کرتے ہین کہ بقول اہل سنت یہ ہی لوگ معصوم نہ ہوئے پس فاسق ہوئے اور فاسق کے لئے امامت پہنچی نہین سکا یہ جواب ہے کہ عصمت شرط نہونے سے یہ لازم نہین آتا کہ فاسق یا ظالم ہو اکرے صدہا مومن صالح ہین کہ جو فاسق و ظالم نہین حالانکہ انکے معصوم ہونیکا کوئی بہی قائل نہین۔ اسیطرح یہ بزرگوار تھے اور جن روایتون مین انکی نسبت معصیت مذکورہ ہے وہ سب غلط اور متعصب لوگونکی بندش ہین۔ ایسے بے بنیاد شبہ پر شیعہ نے حضرت امام حسین رض کی اولاد مین سے بعض لوگون کو معصوم مانکر نبوت بلکہ خدائی کے درجہ پر پہنچا دیا ہے جسپر محققین شیعہ سخت تاسف کرتے ہین +

ترکیب

واذ معمول ہے عامل محذوف کا البیت مفعول اول جعلنا کا مثابۃ مفعول ثانی وامنا اسپر معطوف اتخذوا امر حاضر معروف انتم فاعل من بمعنی فی ویجوز ان یکون للتبعیض ویجوز ان یکون زائدۃ مصلی ظرف مفعول ہے اتخذوا کا وعہدنا فعل با فاعل الی ابراہیم و اسمٰعیل متعلق عہدنا سے ان طہرا الخ مین ان مفسرہ ہے یعنی اس تقدیر پر یہ عہد کی تفسیر ہے اور ممکن ہے کہ مصدریہ ہو الرکع راکع کی جمع اور السجود ساجد کی

تفسیر

پہلے آیت مین اسبات کا ذکر تہا کہ ہمنے ابراہیم کو کئی باتون مین آزمایا تو پورا پایا چونکہ اور باتون کو اہل کتاب ہی تسلیم کرتے تہے مگر منجملہ انکے ایک بڑی بہاری بات کعبہ کی تعمیر اور اسکا حج مقرر کرنا تہا اسکی اہل کتاب منکر تہے اور حج کو ایک لغو حرکت جانتے تہے کہ یہ صرف عرب کے جاہلون کا طریقہ ہے حضرت ابراہیم کا طریقہ نہین ورنہ اس کعبہ کو ابراہیم نے بنایا ہے اور نہ حاجیون و طواف کرنے والون کے لئے مقرر کیا ہے سو اسکو جہت عبادت و قبلہ بنانا ہی رسم مشرکین ہے محمد مشرکین کی رسم کو جب ملک و جب قوم سے نباہ رہے ہین اور اسلئے دل سے چاہ رہے ہین پس ان آیات مین خدا تعالی انکے اس خیال باطل کا رد کرتا ہے کہ خانہ کعبہ کو لوگون کے لئے ثواب حاصل ہونے کی جگہ اور مرجع اور امن کی جگہ ہمین نے بنایا ہے ہم حکم دیتے ہین

کہ سب لوگ مقام ابراہیم کو مصلے بنائیں یعنی وہان نماز پڑہین اور ہمین نے ابراہیم اور اُسکے بیٹے اسمٰعیل کو بھی
تاکید ہی یہ کہا تھا کہ تم میرے اس گہر کو طواف کرنیوالون اور اعتکاف کرنیوالون اور نمازیون کے لیئے پاک
اور صاف رکہو - یعنی یہ بہی منجملہ ان باتون کے ہے کہ جن مین ابراہیم آزمائے گئے ۞ اسمین مشرکین عرب کیطرف بہی
تعریض ہے کہ باوجودیکہ ملت ابراہیمی کی پابندی کا دعوے کرتے اور خانۂ کعبہ کی تعظیم بہی کرتے ہو مگر تم ملت
ابراہیمی کے برخلاف ہو کیونکہ ابراہیم کو ہم نے جو اس گہر کے بنانیکا حکم دیا تہا تو نماز و طواف و اعتکاف عبادات الٰہی
کے لیئے حکم دیا تہا نہ یہ کہ اُسمین بُت رکہکر اُنکی پرستش کی جائے اور تعظیم مین بہی تم پورے نہین کیونکہ یہ جگہ جائے
امن ہے تم مسلمانون کو یہان امن سے آنے نہین دیتے ۞ اس مقام پر چند تحقیقات قابل غور ہین ۞

(**تحقیق اول**) مثابۃ ثاب یثوب مثابۃ او ارجع سے مشتق ہے جسکے معنی رجوع کرنا یا رجوع کی جگہ عرب بولتے ہین -
ثاب لما جبکہ وہ پہر بہر ین آکر مجتمع ہوجاتا ہے اور اسی سے ہے **ثواب** یعنی نیکی کرنے والے کی نیکی پلٹ کر اُسکے پاس
آتی ہے جبکہ وہ اُسکا اجر پاتا ہے - اس مقام پر مثابۃ ظرف ہے ت زائد ہے جیسا کہ مقام و مقامۃ مین ہے یہ قول فراء
اور زجاج کا ہے اور قفال کہتا ہے کہ ت مبالغہ کے لیئے ہے جیسا کہ نسابۃ اور علامۃ مین ہے - مثابۃ کے معنے مرجع
کے ہین کہ خدا نے اہل ایمان کے دل مین خانۂ کعبہ کا شوق جذب مقناطیسی کی طرح ڈالدیا ہے اسلیئے لاکہون آدمی
دور دراز سے وہان آتے ہین و حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا اثر ہے فاجعل افئدۃ من الناس تہوی الیہم مگر
یہان اگر ثواب آخرت نصیب ہوتا ہے اسلیئے اس لفظ کے معنی ثواب پانے کی جگہہ بہی ہین - البیت سے مراد خانہ
کعبہ ہے (۳) واتخذوا کو نافع اور ابن عامر نے بتبع ماضی بلفظ ماضی بہی پڑہا ہے اسکا عطف جعلنا پر قرار دیا ہے یعنی
لوگون نے مقام ابراہیم کو مصلے بنایا اور جمہور تو بلفظ امر پڑہتے ہین ۞ **مقام** ظرف کا صیغہ یعنی کہڑے
ہونے کی جگہہ - پس مقام ابراہیم بقول ابن عباس وہ پتہر ہے کہ جس پر چڑہکر حضرت ابراہیم کعبہ کی دیوارین چنتے
تہے اور جون جون دیوارین بلند ہوتی جاتی تہین وہ پتہر بہی بلند ہوتا جاتا تہا اور حضرت اسمٰعیل نیچے سے پتہر اور
گارا دیتے اور یہ دعا کرتے جاتے تہے ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم (تفسیر کبیر) اس پتہر پر حضرت ابراہیم کے پانون
کا نشان بہی تہا کہ جو لوگون کی کثرت سے ہاتہ پہیرنے کی وجہ سے اب بخوبی معلوم نہین ہوتا بیہقی نے اپنی سنن مین
روایت کیا ہے کہ یہ پتہر جناب رسول اللہ صلعم کے عہد مین و حضرت ابوبکرؓ کے عہد مین کعبہ سے متصل تہا عمرؓ کے
عہد مین جو سیلاب آیا کہ جسکو ام نہشل کہتے ہین یہ پتہر بہہ گیا اور حضرت عمرؓ نے اسکو منگا کر کعبہ کے پاس اسی جگہہ مین
رکہدیا اور اُسکے اردگرد پتہرون کی دیوارین دی چنانچہ ابتک وہ پتہر وہین ہے اور اُسکے گرد اگرد جالی بہی لگی ہوئی ہے

استقد میہ آیت کے یہ معنی ہین کہ اس پتہر کو نماز کی جگہ بناؤ واسطے امام اعظم اور امام شافعی وغیرہما علما یہ فرماتے ہین کہ طواف کعبہ کے بعد دو رکعت نماز اس پتہر کے سامنے پڑہنی چاہیین کہ یہ بمنزلہ امام کے آگے ہوا ور جواز دحام ہو تو اسکے متصل پڑہے چنانچہ صحیح مسلم وغیرہ کتب حدیث مین ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کا طواف کرکے مقام ابراہیم کیطرف قصد کیا اور اسکے پیچہے دو رکعت نماز پڑہکر یہ آیت پڑہی واتخذوا من مقام ابراہیم مصلے۔ اور کتب صحاح ستہ مین یہہ بہی ہے کہ اس امر مین حضرت عمرؓ نے آنحضرتؐ سے استدعا کی تہی سو یہ آیت نازل ہوئی۔ چونکہ یہہ پتہر متبرک ہے اسلئے ایسے مقامات پر یا اسکے متصل عبادت الٰہی کرنا باعث قبولیت ہے یہ دو رکعت امام اعظمؒ کے نزدیک واجب ہین اور امام شافعی سنت یا فرض کہتے ہین مگر استحباب مین کسی کا اختلاف نہین سب کا اجماع ہے (تفسیر عزیزی) مجاہد وغیرہ علما کہتے ہین کہ مقام ابراہیم سے مراد کل حرم ہے اور مصلی بنانے سے مراد دعا کرنا ہے کچہہ اس پتہر کی خصوصیت نہین (۳) یہہ جگہ خدا تعالی کی تجلیات اور برکات کا مظہر ہے ایسے مقامات کی محبت اور عظمت اُسی کی طرف سے لوگون کے دلون مین پڑجاتی ہے علاوہ اسکے کبہی غیرت الٰہی ایسے مقامات مقدسہ کی گستاخی کرنیوالیکو سزا بہی دیدیتی ہے کہ جس سے لوگون کے دلون مین ہیبت پیدا ہو جاتی ہے چنانچہ حضرت ابراہیمؑ کے عہد سے لیکر آنحضرتؐ کے زمانہ تک بلکہ ابتک لوگون نے بارہا ان باتون کا مشاہدہ کیا ہے اساف اور نائلہ مرد اور عورت تہے انہون نے اسجگہ حرکت بیجا کی اُسکی شامت سے پتہر کے ہوگئے چنانچہ زمانہ جاہلیت مین انکی صورت مسخ شدہ کعبہ کے دروازہ پر عبرت کے لئے کہڑی کررکہی تہی اسیطرح ابرہہ ہاتہی لیکر کعبہ کو گرانے آیا مع لشکر ہلاک ہوا ان وجوہات سے عرب کے مشرک بہی اُس گہر کی نہایت تعظیم کرتے تہے اور ایام حج مین کوئی کسیکو مارتا لوٹتا نہ تہا بلکہ شہر مکہ کی بہی عزت و حرمت کرتے تہے اسلئے اسجگہ کو خدا نے امن کیجگہ فرمایا اور مثابہ کے بعد امنا کا لفظ آیا کیونکہ جو زیارت گاہ ہے تو وہان امن بہی ضرور ہے۔

(۴) اگرچہ دنیا کے سب گہر خدا کی ملک ہین اور وہ گہر اور مکان سے پاک ہے مگر اسوجہ سے کہ یہہ گہر خاص اُسکی عبادت کے لیے بنایا گیا اور اسکے حکم سے اُسکا دربار اور محل تجلیات قرار پایا تو اپنی طرف مضاف کرکے بیتی یعنی میرا گہر فرمایا۔ واضح ہو کہ خدا نے انسان مین دو قوتین ودیعت کی ہین ایک عقل دوسرے شوق و محبت یہ دونون قوتین اسکے لئے بمنزلہ دو پاؤن کے ہین کہ جو اسکو شہر مقصود تک پہنچاتے ہین نہ تنہا عقل کافی ہے نہ تنہا شوق۔ انبیائی طریق اور حکمائی طریق مین یہی تو فرق ہے کہ حکما صرف عقل کے پابند ہین انبیا عقل کے ساتہہ شوق سے بہی کام لیتے ہین جو منازل عقل سے سالہا سال مین طے نہین ہوتے انکو شوق یا عشق دم بہر مین طے کرا دیتا ہے۔ اس نبی آخرالزمان علیہ الصلوۃ والسلام کے مذہب مین جسقدر عقل کو معتبر رکہا ہے (اسی لئے کوئی حکم شرعی خلاف عقل نہین بخلاف اور ادیان کے) اسی طرح عشق پر مدار رکہا ہے اگر آپ بغور دیکہین گے تو ہر عبادت اسلامیہ کو دونون جزون سے مرکب پاوینگے نماز مین اُسکی ثنا و صفت سوال استعانت عقل کے متعلق ہین اُسکے آگے سجدہ مین گر پڑنا دست بستہ کہڑا ہونا شوق کے متعلق ہے اسیطرح حج مین اُسکی ثنا و صفت دعا

و استغفار عقل کے متعلق ہے عاشقانہ ہیئت بناکے کہ جسکو احرام کہتے ہین اسکے گہر کے اردگرد قربان ہونا منی اور عرفات وغیرہا مقامات مین بآواز بلند لبیک پکارنا سب حضرت عشق کا جلوہ ہے مگر کلام اسمین ہے کہ اس مکان کو حج و جہت قبلہ کے لیے کیون مخصوص کیا سو اسکی چند وجوہ ہین (وجہ اول) یہ ہے کہ یہ مسجد اُن بزرگوارون کے ہاتہہ سے خدا نے تعمیر کرائی کہ جو تمام بنی آدم اور کل موحدین کے پیشوا ہین یعنی حضرت آدمؑ اور حضرت ابراہیمؑ پس جو یہان آسکے اسکو ضرور ہے کہ آکر خدا تعالی کی عبادت و راستی و دعا و استغفار کرے کیونکہ ایسے معابد کا مشاہدہ اُن بزرگون کے وقائع گزشتہ کی یادگاری کے لئے بڑا بہاری وسیلہ ہے اور ان واقعات کامل پر نقش حجر ہونا اُنکی پیروی کرنے کا سبب ہے بالخصوص جبکہ ہزار ہا آدمیونکا مجمع ہو اور جو وہان نہین آسکے تو اسطرف منہ کرکے حتی المقدور عبادت کرین کیونکہ عبادت کے وقت اسطرف منہ کرنا اس معبد اور اُن بزرگون کے خلوص کو یاد دلاتا ہے جس سے نفس کو عبادت کیطرف کامل توجہ ہوتی ہے —

(وجہ دوم) ہر جگہ کی ایک خاصیت ہوتی ہے دیکھیے جس جگہ خدا کے نافرمانونکا مجمع ہوتا ہے وہان مدتون تک قہر کے آثار نمایان رہتے ہین اور فرمانبردارون کی جگہ مین آثار رحمت نمودار رہتے ہین ... اسی لیے جنگ تبوک مین جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کا اُن بستیون کے پاس گزر ہوا کہ جنکو خدا نے برباد کر دیا تہا تو فرمایا کہ یہان سے جلدی نکل چلو پس جس جگہ اور مقدس لوگون نے اسپر جان فدا کی ہے اور وہان اسکی تجلی اور نزول برکات کا بہی از حد ظہور ہے اچنانچہ توریت سفر استثنا کے ۳۳ باب مین ہے کہ خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے اُنپر طلوع ہوا فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا اور فاران مکہ کو کہتے ہین جیسا کہ توریت سفر پیدایش کے اکیسوین باب مین اسمعیل علیہ السلام کی نسبت یہ لکہا ہے اور وہ بڑہا اور بیابان مین رہا کیا اور تیرانداز ہوگیا اور وہ فاران کے بیابان مین رہا۔ اور یہ متفق علیہ ہے کہ اسمعیل علیہ السلام مکہ مین رہتے تہے۔ پس جب فاران مکہ ہے اور وہان خدا تعالی جلوہ گر ہوا) تو خدا کے طالبون اور اسکے عاشق صادقون پر لازم ہے کہ ایکبار تو ہیئت عاشقانہ بناکر اسکے دربار مین باریاب ہون اور جو وہان نہ جا سکین تو وہ اپنا شوق ظاہر کرین کہ اس تجلی گاہ کیطرف تو عبادت کرین تاکہ انوار و برکات کا حصہ پاوین۔

(وجہ سوم) کعبہ چونکہ اسلام کا مبدء ہے اور ملت اسلامیہ کا حیز طبعی اور ہر چیز کا اپنے مبدء اور حیز طبعی کیطرف میلان طبعی امر ہے (ارضی چیزین خود بخود اوپر سے نیچے آیا کرتی ہین) پس اسلام کو ادہر رجوع کرنا ضرور ہوا منجملہ ورزیات کے حج اور نماز اسلام کے رکن ظاہر ہین بخلاف روزہ اور کلمہ کہنے اور زکوۃ دینے کے اور زیادہ تر ہر فرقے کا امتیاز انہین دونون باتون سے ہوتا ہے اسلیے ان دونون چیزونکا کعبہ کیطرف رجوع ہونا ضرور ہوا مگر چونکہ پانچ وقت نماز کعبہ کے پاس پڑہنا نہایت مشکل امر تہا اسلیے اسمین صرف حتی المقدور اسکی طرف منہ کرنا ہی کافی سمجہا گیا اور حج چونکہ عمر بہر مین ایکبار ہوتا ہے تو یہ بغیر کعبہ کے جایز قرار نہ دیا گیا ۔

(تحقیق پانچوین کعبہ کی تاریخ مین) بیہقی نے شعب الایمان مین اور ازرقی نے وہب بن منبہ سے روایت کیا ہے

کہ جب حضرت آدم جنت سے زمین پر آئے تو وحشت تنہائی سے گھبرا کر عرض کی کہ بار خدایا اس جگہ نہ کوئی مسقف مکان ہے نہ ملکر
عبادت کرنیکا سامان ہے۔ وہاں سے حکم ہوا کہ تو ہماری عبادت کے لئے ایک گھر بنا کہ یہ سب گھروں سے اول گھر ہو کیونکہ اسکے بعد تو
تیری اولاد بہت سے مکانات بنائیگی آدم نے عرض کیا کس جگہ جبرئیل نے کعبہ کی جگہ بتلائی آدم نے پتھروں کی بنیاد زمین تک چنی
اور اسپر ایک خیمہ نورانی جو ملاء اعلیٰ میں ملائکہ کا طواف گاہ ہے اور جسکو بیت المعمور کہتے ہیں رکھا گیا۔ آدم وہاں طواف کرتے
اور اسکی طرف منہ کرکے نماز پڑھا کرتے تھے۔ طوفان نوح میں وہ سب مفقود ہو گیا اور ایک سرخ ٹیلہ سا بعد طوفان کے باقی رہا لیکن اچھے
لوگ وہاں اگر اکثر عبادت و دعا کرتے تھے تو آثار قبولیت پاتے تھے پھر جب حضرت ابراہیم عرب میں حضرت اسمٰعیل سے ملنے آئے تو انہوں
نے اسی بنیاد پر بحکم الٰہی اس مکان کو بنایا اور تفصیل اسکی یہ ہے۔ طوفان نوح کے بعد جب حضرت نوح کی اولاد پھیلی تو مسیح سے تخمیناً دو ہزار
دوسو ۴۷ برس پیشتر شہر **بابل** اور اسکے برج کی بنیاد ڈالی گئی یہ شہر ملک **عراق** میں دریائے دجلہ اور فرات کے میان دوآبہ
میں بلکہ بقول بعض فرات کے کنارہ پر تھا اور اسکے قریب دریائے دجلہ کے کنارہ پر شہر نینوا تھا جہاں کہ حضرت یونس پیدا ہوئے تھے اس شہر کو
نینوس بادشاہ نے آباد کیا تھا یہ بھی بابل کیطرح بڑا شہر تھا پچیس فرسخ کی دور میں اسکی شہر پناہ تھی اسیطرح بابل تھا اسکی شہر پناہ
تین گز چوڑی اور سو گز بلند تھی بخت نصر بھی اسی شہر کا بادشاہ تھا ان لوگوں کو کلدانی اور سریانی اور کسدی بھی کہتے ہیں طوفان کے
بعد یہیں سے مختلف زبانیں پیدا ہوئی ہیں اور یہاں کے لوگوں میں بڑے علوم و فنون تھے مگر اب یہ شہر بالکل اجاڑ ہے سیاحوں کو بجز کھنڈرات
کے اور کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ حضرت ابراہیم تارح کے بیٹے ہیں کہ جنکو **آزر** بھی کہتے ہیں اور آزر **ناحور** کے بیٹے ہیں اور ناحور
ساروغ کے کہ جنکو سروج بھی کہتے ہیں اور سروج **رعو** کے بیٹے ہیں اور رعو **فالغ** کے جسکو فلجم کہتے ہیں اور فلج **عابر** (عبر) کے
اور عابر **شالح** (سلح) کے اور شالح **ارفخشد** (ارفکسد) کے اور یہ **سام** کے بیٹے ہیں اور سام حضرت **نوح** کے بیٹے ہیں (توریت
سفر پیدایش باب ۱۱) مگر صحیح یہ ہے کہ شالح کا باپ قینان اور قینان کا باپ ارفخشد ہے۔ ابراہیم قصبہ **اہواز** میں پیدا ہوئے تھے کہ
جو بابل کے پاس تھا بعض کہتے ہیں کہ خاص بابل میں پیدا ہوئے تھے والعلم عند اللہ کلدانی لوگ عموماً بت پرست تھے چنانچہ حضرت ابراہیم کے والد
بھی بت بناکر بیچا کرتے تھے اور وہ لوگ آفتاب و ماہتاب اور ستاروں کو بھی پوجتے تھے خدا تعالیٰ نے ابتدائے عمر سے ابراہیم کو نور
نبوت سے منور کیا تھا انہوں نے بت پرستی اور ستارہ پرستی سے انکار کیا کہ یہ کسیکو نفع دے سکتے ہیں نہ نقصان یہ قابل پرستش نہیں ہیں اسطرح
ستارے طلوع و غروب کرتے ہیں جس سے معلوم ہوا کہ یہ متغیر اور مخلوق ہیں نہ خالق اس امر میں بہت کچھ جھگڑے ہوتے رہے آخر الامر **نمرود** نے کہ جو
شاہ **ضحاک** کیطرف سے عراق کا حاکم تھا بعض کہتے ہیں مستقل بادشاہ تھا حضرت ابراہیم کو جلتی آگ میں ڈالدیا لیکن بفضل خدا صحیح وسالم باہر نکل آئے
پھر تو چند آدمی حضرت ابراہیم پر ایمان لائے اور خدا نے حضرت ابراہیم کو حکم کیا کہ تو یہاں سے ہجرت کر چنانچہ ابراہیم نے اپنی بیوی **سارہ** اور اپنے بھتیجے **لوط**
بن حاران کو لیکر ملک شام میں آئے اور حران میں ٹھیرے پھر جب قحط پڑا تو وہاں سے مصر گئے مصر کے بادشاہ نے جو سارہ کے حسن و جمال کا شہرہ سنا انکو اپنے پاس

بلایا مگر جب قصد کیا تو خدا نے اُسکو شل کر دیا آخر اُس نے سارہ کو مع ساز و سامان ابراہیم علیہ السلام کے پاس بھیجدیا اور اُنکے ساتھ اپنی خواصون مین سے
ایک نوجوان عورت ہاجرہ بھی دی ابراہیم وہان سے لوٹ کر پھر ملک شام مین آئے کنعان مین جبرون کے پاس مقام کیا سارہ
کے اولاد نہوتی تھی اُس نے ابراہیم سے کہا کہ تم ہاجرہ کے پاس جاؤ شاید اس سے میرا گھر آباد ہو پس ہاجرہ حاملہ ہوگئی تھی رشک سے سارہ نے اُسپر سختی کی
ہاجرہ بھاگ کر ایک جگہہ چلی گئین وہان فرشتہ نے ظاہر ہو کر اسکو بشارت دی کہ غم نکر تو ایک بیٹا جنیگی اُسکا نام اسمعیل رکھنا سو ہاجرہ نے
اسمعیل علیہ السلام کو جنا اور ابراہیم کی عمر اوسوقت چھیاسی برس کی تھی پھر ننانوین برس کی عمر مین ابراہیم نے بحکم الٰہی اپنا اور اپنے تمام نوکرون
کا اور اسمعیل کا کہ ابھی اُسوقت تیرہ برس کی عمر تھی ختنہ کیا اور سو برس کی عمر مین خود سارہ کے پیٹ سے بھی ایک لڑکا پیدا ہوا اُسکا نام اسحاق
رکھا اور اُسکے دودھ بڑھنے کی شادی مین کسی بات پر خفا ہو کر سارہ نے ابراہیم سے کہا کہ لونڈی اور اُسکا بیٹا میرے بیٹے کے ساتھ ہرگز وارث
نہوگا اسکو اور اسکی مان کو کسی جنگل مین چھوڑ آ مگر یہ بات ابراہیم کو نہایت بری معلوم ہوئی خدا نے ابراہیم سے کہا کہ تو اس بات سے برا نہ مان آخر الامر
حضرت ابراہیم علیہ السلام اُنکو لیکر منزل بمنزل اُسجگہہ پہنچے کہ جہان اب کعبہ ہے جسجگہ اب چاہ زمزم ہے وہان ایک درخت تھا وہان ہاجرہ کو
اور اسمعیل کو بٹھا دیا اور ایک مشک پانی کی بھر کر اور کچھہ کھجورین اور روٹیان اُنکے پاس رکھکر چلے مگر دل اس صدمہ سے چور چور تھا
مجبور آنکھون مین آنسو اور دل مین آہ و نالہ لیکر واپس پھرے اور جب اُنکی نظر سے غائب ہوگئے تو ایک جگہہ ٹھہر کر گریہ زاری کے ساتھ
خدا سے یہہ دعا کی ربنا انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع عند بیتک المحرم الخ کہ الٰہی مین نے تیرے گھر کے پاس کہ جہان کھیتی نہین اپنی
اولاد کو آباد کیا تا کہ تیری عبادت کرین پس تو لوگون کے دل انکی طرف مائل کر اور اُنکو ہر طرح کے سامان سے خورش بہم پہنچا اور جو کچھہ
میرے دل کا حال ہے وہ تجھکو خوب معلوم ہے اُسوقت وہان نہ آبادی تھی نہ پانی نہ کوئی سبزہ و ترکاری بلکہ دو خشک پہاڑ و نہین چٹیل میدان تھا
حضرت ہاجرہ آسمان کیطرف دیکھکر کہتی تھین کہ الٰہی اگر تیرے حکم سے مین بیابان مین ڈالی گئی ہون تو مجھہ ضعیفہ و بیکس کا تو ہی والی ہے روایات صحیحہ
سے یہہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اسمعیل اُسوقت شیرخوار بچہ تھے پس ابراہیم تو ملک شام مین چلے آئے ادھر جبتک مشک مین پانی رہا تو یہہ ہاجرہ اُسکو
پیکر اسمعیل کو دودھ پلاتی رہین پس جب پانی ہو چکا اور پیاس کا سخت غلبہ ہوا اور بچہ بھی پیاس کے مارے زمین پر مرغ بسمل کیطرح تڑپنے لگا تو ہاجرہ بیقرار
ہوکر پانی کی تلاش مین اُٹھین اور قریب ایک چھوٹی سی پہاڑی تھی کہ جسکو صفا کہتے ہین اُسپر پانی دیکھنے کو چڑھین کہ کہین کوئی آدمی یا
جانور دکھائی دیوے تو وہان پانی تلاش کرے لیکن پہاڑی پر اسقدر چڑھین کہ لڑکا نظر سے غائب نہو وہان ادھر اُدھر بہت
کچھہ دیکھا کچھہ نظر نہ آیا مایوس ہو کر وہان سے اُترین اور اُسکے محاذی دوسری پہاڑی مروہ کیطرف متوجہ ہوئین اور رستہ مین یہہ خیال آیا
کہ مبادا کوئی درندہ آکر میرے بچے کو نہ لیجاے اس خیال سے کہ اُس میدان کے نشیب مین کہ جسکو بطن الوادی کہتے ہین جلدی
جلدی دوڑنا شروع کیا اور دامن اُٹھا کر تیزی سے چلین جبکہ نشیب سے کہ جو اُس پہاڑ کے نیچے تھا نکلکر ہموار جگہہ پر آئین تو دوڑنا موقوف کیا
کسلیئے کہ اُسجگہہ سے لڑکا نظر آتا تھا پس جب مروہ پہاڑی پر پہنچین تو اُسقدر بلندی پر چڑھکر ادھر اُدھر دیکھنا شروع کیا مگر کچھہ نظر نہ آیا پھر صفا کیطرف

متوجہ ہوئین اور اسی نشیب مین پہر اُسیطرحسے دوڑ کر چلین اسیطرح صفا سے مروہ تک سات بار اس بیقراری کیساتھ آمد و رفت
کا اتفاق ہوا اس مقام پر حضرت ابن عباس کہتے ہین کہ حج مین جو صفا اور مروہ پر سات بار سعی کرنیکا حکم ہے اسلیئے ہے کہ لوگ ہاجرہ
کی بیکسی اور اضطراب اور خدا کی فریادرسی کو یاد کرین اور اپنے تئین خدا تعالے کے آگے ایسی حالت بیچارگی مین پیش کرین کہ رحمت
نازل ہو۔ یہ ظاہر ہے کہ بیکسون کی صورت بنانا اور انکی طرح گریہ وزاری کرنی بہی نزول رحمت کا باعث ہے اسلیئے بوقت مصائب
استسقاء وغیرہ مین امرا اور بادشاہونکا فقیرانہ حالت بنا کر دعا کرنا باعث حل مشکلات ہوتا ہے اور تمام خدا پرست قومونکا دستور ہے اسپر
طعن کرنا عقل کا قصور ہے۔ آخر جب وہ ہر آواز آئی کہ کچھ اندیشہ نہ کر پہر بہی آواز سنی تو لوٹ کر بچے کے پاس آئین تو کیا دیکہتی ہین کہ بچہ کے
پاس سے ایک پانی کا چشمہ جاری ہے زمین مین سے پانی خود بخود نکل رہا ہے ہاجرہ دیکہکر بہت خوش ہوئین اور اُسپاس پانی کے اردگرد مٹی اور
پتہرون سے آڑ بنا کر حوض کیطرح اُسکو جمع کرلیا اور اپنی مشک کو بہر لیا کہ مبادا یہ پانی تمام نہ ہو جاوے اور ہم پہر پیاسے مرنے لگین۔ آنحضرت
فرماتے ہین کہ خدا ہاجرہ پر رحم کرے اگر وہ اسوقت بند نہ لگاتین تو زمزم جاری چشمہ ہو جاتا اسکے بعد فرشتہ نے انکو تسلی دی کہ تم خاطر جمع
رکہو یہان خانہ خدا ہے اُسکو یہ لڑکا جوان ہوکر باپ کیساتھ تعمیر کریگا اور اسجگہ کے رہنے والونکو خدا ضائع نہین کریگا اسجگہ ایک ٹیلا تہا اسکے آس پاس
برساتی پانی کے نالے بہا کرتے تہے۔ اسمعیل اور انکی والدہ وہان رہنے لگے اتفاقاً قوم جرہم کا ایک قافلہ ملک یمن سے اودہر نکلا دور سے دیکہتا
کہ ایک جگہ بہت سے پرند اڑ رہے ہین آپسمین کہنے لگے کہ جہان جانور اُڑ رہے ہین وہان ضرور پانی ہوگا ہم کئی بار ادہر آئے گئے ہین پہلے تو کبہی یہ
بات نہ دیکہی تہی ایک شخص کو بہیجا دیکہتا ہے کہ ایک عورت اور اسکا بچہ بیٹہا ہے اور پانی کا چشمہ زمین سے جاری ہے قافلہ وہان آیا اور ہاجرہ
سے وہان رہنے کی اجازت مانگی انہون نے تنہائی سے بچنے کے لیے انکے رہنے کو غنیمت جانا مگر یہ شرط کی کہ اس پانی مین تمہارا کوئی حق
اور حصہ نہوگا انہون نے اس شرط کو تسلیم کرلیا اور وہین رہنے لگے اور اب ایک چہوٹا سا گاؤن بس گیا اور کچھ اور لوگ بہی آ رہے اسمعیل
نے ان لوگون سے عربی زبان سیکہی اور تہوڑی مین اپنی لیاقت اور کرامت سے وہی لوگون کے دل مین تہ نشین کر دیا کہ جسسے وہانکے
سردار نے نہایت آرزو سے اپنی بیٹی کا نکاح انسے کر دیا اس عرصہ مین ہاجرہ کا انتقال ہو گیا اس عرصہ مین سارہ کے ہان اسحاق جو
پیدا ہوے تہے بڑے ہوئے تو انکا کچھ رشک کم ہوا تو حضرت ابراہیم انکی اجازت سے اسمعیل کے دیکہنے کو عرب مین آئے اور شرط یہ تہی
کہ اسمعیل کے گہر مین شب باش نہون پس جب آئے اور پوچہا تو معلوم ہوا کہ انکی والدہ ہاجرہ انتقال کر گئین اور وہ باہر شکار کو گئے ہین کیونکہ
انکی یہی گزراوقات تہی حضرت ابراہیم اسمعیل کے گہر پہنچے انکی بیوی سے حال پوچہا اثناے کلام مین تنگی معاش کا ذکر کیا حضرت سمجہکر کہ اب جو
ٹہیرتا ہون تو شب باش ہونا پڑیگا وہانسے واپس آئے اور چلتے ہوے یہ کہہ گئے کہ اپنے خاوند سے میرا سلام کہدیجو اور کہنا کہ تمہارے گہر کا ستہرا اچہا نہین
اسکو بدل دو جب شام کو اسمعیل آئے تو حال معلوم ہوا سمجہہ گئے کہ میرے والد ابراہیم تہے اور عورت نے جو پیغام ادا کیا انہون نے فی الفور اس عورت کو چہوڑ دیا اور دوسری
عورت سے نکاح کیا دوبارہ پہر اسی شرط پر حضرت ابراہیم انکے ملنے کو آئے دوسری بیوی نے نہایت خاطر تواضع کی معاش کے بارہ مین شکر گزاری کی

اور انہنے کہا حضرت آپ ٹھہریے اُنھون نے عذر کیا اور چلتے وقت یہ کہا کہ اپنے خاوند سے میرا اسلام کہنا اور یہ کہنا کہ یہ سردل اچھا ہے اسکو نہ بدلو۔ شام کو اسمعیلؑ آئے تو معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیمؑ تھے اور اس معما کے معنے بتلائے کہ تجکو مین ہمیشہ رکھونگا۔ تیسری بار کچھ عرصہ تک رہنے کی اجازت لیکر پھر حضرت ابراہیم آئے اور گھر مین ٹھہرے اور اسمعیلؑ سے ملاقات ہوئی باپ بیٹے گلے لگ کر بڑی دیر تک روتے رہے۔ ابراہیمؑ نے اسمعیلؑ سے کہا کہ خدا نے مجھکو کعبہ کی تعمیر کا حکم دیا اگر تو مجھکو مدد دے تو بہتر اُنھون نے عرض کیا بسر و چشم پس ابراہیم کو یقین اس جگہ کی معلوم نہ تھی خدا کی طرف سے ایک ابر ایسی مقدار کا کہ جسقدر تعمیر کعبہ مقصود الٰہی تھی نمودار ہوا اور وہ ایک جگہ پر ٹھہر گیا ابراہیمؑ نے اسی مقدار پر کعبہ بنایا یعنی ایک لامبا چھوٹا مکان بنایا جسکا چوڑان مشرقی جانب سے حجر اسود سے رکن یمانی تک بیس (۲۰) گز تھا اور مغربی جانب سے رکن یمانی سے لیکر رکن غربی تک بائیس (۲۲) گز اور طول مین شمالی دیوار حجر اسود سے رکن شامی تک بتیس (۳۲) گز لمبی اور جنوبی دیوار رکن غربی سے لیکر رکن یمانی تک اکتیس (۳۱) گز کی تھی۔ سب ہیئت مجموعی شکل مستطیل مگر نہ عرض کے دونون سرے برابر نہ طول کی دونون دیوارین برابر تھین اور بلندی اس مکان کی ۹ گز تھی اور دروازہ کی چھت کچھ نہ تھی حضرت ابراہیم تعمیر کرتے تھے اور حضرت اسمعیل پتھر اور گارا دیتے جاتے تھے اور یہ پتھر کہ جسکو مقام ابراہیم کہتے ہین پاڑ تھا اسپر چڑھکر چنتے تھے اور یہ شکل تھی

حطیم
رکن شامی
رکن غربی
خزانہ کعبہ
دروازہ
چاہ زمزم
رکن یمانی
حجر اسود

واضح ہو کہ رکن خانہ کعبہ کے گوشون کا نام ہے اس چھوٹے مکان کے چار گوشہ ہین اور ہر ایک گوشہ یا کونے کا ایک نام ہے جنوب و مشرق کی رخ باہر کیجانب دو ڈیڑھ گز بلندی پر کونے مین ایک سیاہ پتھر مدور رکابی کی برابر لگا ہوا ہے اسکو حجر اسود کہتے ہین اور جنوب غرب مین بلندی قد آدم پر ایک سرخی نما پتھر کا ٹکڑا ہے اسکو رکن یمانی کہتے ہین اور شرقی و شمالی کونہ کا نام رکن شامی ہے اسلیے کہ بجانب ملک شام ہے اور دوسرے کو غربی کہتے ہین۔ جب ایک مدت بعد حضرت ابراہیم کا بنایا ہوا مکان پہاڑی نالہ کے سبب سے گر گیا تو بنی جرہم نے پھر اسکو اسیطور سے تعمیر کیا پھر ایک عرصہ کے بعد جو یہ عمارت گر گئی تو عمالیق نے اسکو پھر تعمیر کیا (عمالیق بنی حمیر کا ایک قبیلہ تھا) اسکے بعد جب یہ عمارت بھی ٹوٹ پھوٹ گئی تو قصی بن کلاب نے اسکو بنایا اور اسکی چھت لکڑیون سے پاٹ دی اور اسپر غلاف سیاہ ڈالدیا یہہ عمارت مدت تک رہی یہانتک کہ جناب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عمر دس بارہ برس کی ہوگی کہ ایک عورت نے پردہ کعبہ کے پاس بخور روشن کرنا چاہا تو پردہ مین آگ لگ گئی اور تمام عمارت جلگئی پھر قریش نے چاہا کہ اس عمارت کو پھر تعمیر کرین۔ ان دنون مین قحط سالی تھی قریش نے کعبہ تو بنایا مگر کئی تصرف اسمین کر دیے

اول - یہ کہ حطیم کی جانب سے کئی گز زمین چھوڑ کر کعبہ کی دیوار غربی اٹھائی - دوم یہ کہ دروازہ کی چوکہٹ تخمیناً دو گز اونچی
کر کے لگائی تاکہ انکی مرضی بغیر ہر شخص جس طرح کعبہ مین داخل نہو سکے سوم یہ کہ کعبہ کے اندر لکڑی کے ستونون کی دو
صف قایم کین ہر ہر صف مین تین تین ستون تھے چنانچہ جب مکہ کو آنحضرت ؐ نے فتح کیا اور کعبہ کے اندر جا کر نماز پڑہی تو انہین
ستونون کے بیچمین پڑہی تہی چہارم یہ کہ دیوارونکو دو چند بلند کر دیا پنجم یہ کہ رکن شامی کے قریب کعبہ کی چہت پر چڑہنے کیلیے
زینہ بہی بنایا جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے مکہ معظمہ مین غلبہ و شوکت کے ساتھہ تشریف لائے تو جسقدر اہل مکہ نے کعبہ کے اندر اور
اسکے آس پاس ابراہیم اور اسمعیل اور دیگر اشخاص کی مورتین رکھہ چہوڑی تہین سب کو نکال کر پہینکدیا اور توڑ دیا یہ بت
ہمیشہ سے نہ تھے بلکہ عمرو بن لحی کے عہد سے کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تخمیناً تین سو سال پیشتر تھا اور اسوقت کعبہ
بنا قریش پر قایم تھا - ایک بات رکہی وہ یہ کہ جب قریش کعبہ کی تعمیر کر چکے اور حجر اسود کو لگانا چاہا تو باہم اختلاف ہوا ہر
شخص کہتا تھا کہ مین اپنے ہاتھہ سے قایم کرون سب نے متفق ہو کر یہ امر آنحضرت ؐ کی سپرد کیا آپنے کہا کہ اسکو ایک چادر پر رکھلو
اور اسکو ہر رئیس ہاتھہ سے اٹھا دے چنانچہ سب اس بات پر بڑے راضی ہوے - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایکبار عائشہ رض
سے کہا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ مین کعبہ کو پہر قدیم بنیاد ابراہیم پر بناؤن اور دروازہ زمین سے ملا دون اور دو دروازہ رکہون
ایک سے لوگ داخل ہوا کرین دوسرے سے خارج اس عرصہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لیگئے پہر جب عبد اللہ بن
زبیر رض خلیفہ ہوے اور انہون نے یہہ حدیث اپنے خالہ حضرت عائشہ سے سنی تو حضرت کے ارادہ کو پورا کر دیا یعنی بدستور قدیم کعبہ کو پہر کر
بنایا اور دو دروازے رکہے ستائیسوین رجب ۶۴ھ ہجری مین اس تعمیر سے فراغت پائی - اسکے تہوڑے دنون کے بعد بنی امیہ کا دور
دورہ ہوگیا اور حجاج بن یوسف نائب عبد الملک بن مروان کو تعمیر عبد اللہ بن زبیر رض ناپسند ہوئی کعبہ کو گرا کر پہر بنیاد
قریش پر بنایا اور صرف ایک دروازہ مشرقی جانب مین رکھا اور اندر سے قد آدم بہرت کر کے اونچا دروازہ لگایا اور ایک
ٹکڑا طولانی جانب مین سے اسی طرح باہر رکھا کہ جسکو حطیم کہتے ہین یہ تعمیر ۷۴ھ ہجری مین ہوئی (بعضے کہتے ہین کہ حجاج نے
کل کو نہین گرایا بلکہ عبد اللہ بن زبیر کے تصرفات مین تصرف کیا تھا) پہر بنی العباس کے عہد مین ہارون رشید نے
قصد کیا کہ بنا، عبد اللہ بن زبیر پر پہر کعبہ کو بنائے مگر علما نے منع کیا کہ بار بار بنانا اور گرانا کہیل ہو جائیگا سو وہ
بنا حجاج سلطان مراد بن احمد خان سلطان روم کے عہد تک قایم رہی اور شاہان اسلام اسی عمارت کی مرمت
کرتے رہے مگر یہ عمارت جب بہت کہنہ ہوگئی تو سن ایکہزار چالیس ہجری مین سلطان مراد نے کعبہ کی تعمیر کا ارادہ کیا اور
سوا اس کونہ کے کہ جس مین حجر اسود لگا ہوا ہے سبکو گرا کر پہر نئے سر سے بنیاد حجاج کے موافق اسی طور سے کعبہ کو
بنایا اور اندر سنگ مرمر کا فرش بچہایا اور اندر کی دیوارون مین بہی اکثر سنگ مرمر لگا ہوا ہے اور کسی عمدہ لکڑی کے دو صف

ستونون کے ہین ایک ایک صف مین تین تین ستون ہین اور اندر سے چھت پر نفیس مخملی چھت گیری ہے اور اوپر
گچ ہے اور باہر کی دیوارین سنگ خارا کی ہے جسمین چنی ہوئی ہین اُنکی لپائی نہین ہوئی ہے مگر نہایت نفیس ریشمی سیاہ
پردہ تمام کعبہ پر پڑا رہتا ہے جس پر بخط ثلث کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکہا ہوا ہوتا ہے اور نصف طول سے اوپر
بالشت چوڑا کارچوبی حروف سے کچھ اور بھی نہایت خوشنمائی سے لکہا ہوا ہوتا ہے اُس مین سلطان وقت کا نام بھی
ہوتا ہے یہ پردہ ہزار روپیہ کی تیاری سے مصر مین بنتا ہے اور ہر سال بڑے تجمل کے ساتھ آتا ہے جو دیکھنے کے
متعلق ہے اور سال گذشتہ کا پردہ شریف کہ اور دیگر اراکین کو ملجاتا ہے اُن سے اہل اسلام تبرکاً لاتے ہین کعبہ کا وہ ٹکڑا کہ
جو تعمیر مین قریش نے چہوڑ دیا تہا وہ ابتک چہٹا ہوا ہے اور ایک قوسی شکل سے سنگ مرمر کی دیوار تخمیناً گز بہر اونچی
بطور نمونہ بنیاد قدیم پر بنی ہوئی ہے اسکو لوگ حطیم کہتے ہین یہ تہوڑی سی جگہ ہے اسیطرف کعبہ کا سنہری پرنالہ ہے
جسکو **میزاب** کہتے ہین یہان انسان کی دعا اکثر قبول ہوتی ہے اور اسمین ایک سر ہے کہ جسکے بیان کرنیکا
یہان موقع نہین ہے چونکہ زمین اکثر بلند ہوجایا کرتی ہے بالخصوص آبادیون مین جس لئے دو سو سال بعد بہت سی
کہرسی دینے کی ضرورت پڑتی ہے مگر کعبہ کو ابتک اُسی قدیم زمانہ کی زمین پر قایم رکہا ہے کعبہ کے آس پاس دس بارہ
قدم کے فاصلہ تک ہموار زمین ہے اسپر بہی سنگ مرمر کا فرش ہے اسکو **مطاف** کہتے ہین یعنی اسی فرش پر لوگ کعبہ
کے ارد گرد طواف کرتے ہین اور اسکے اخیر مین بیشمار ہانڈیون کا حلقہ ہے وہ رات کو سب روشن کیجاتی ہین اسکے بعد چوطرفہ
بڑا صحن کشادہ ہے اور اسمین سیاہ کنکریون کا فرش ہے مگر یہ زمین گاؤدم ہے یعنے جون جون صحن پہیلتا جاتا ہے
اُتنا ہی اونچان ہوتا جاتا ہے پہر اسکے اخیر مین چوطرفہ کئی کئی درجے کے دالان بنے ہوئے ہین جنکے سنگ مرمر کے ستون
ہین اور پر چہوٹے چہوٹے قبے بنے ہوئے ہین پہر ان دالانون کے باہر کی دیوارین اور دروازہ بازار کی طرف بہی ہین مگر
باہر کے دروازہ سے جو اندر دیکہو تو تمام حرم ایک حوض یا تالاب سا نیچی مین معلوم ہوتا ہے اس تمام عمارت کو حرم کعبہ
کہتے ہین یہ لاکہا روپیہ کی عمارت سب سلطان مراد کی بنائی ہوئی ہے مع خانہ کعبہ کے جو لوگ اس عمارت کعبہ کو عمارت
حجاج سمجہ گئے ہین وہ تاریخ کعبہ سے بیخبر ہین۔ اب ہم کعبہ کے اُن مقامات مشہورہ کو بیان کرتے ہین کہ جنکے جاننے پر بہت سے
مسائل شرعیہ موقوف ہین ٭

(۱) **میقات** وہ مقامات ہین کہ جب کوئی باہر سے وہان آوے اور مکہ مین حج وغیرہ کے لئے آنا چاہے (شافعی) یا
اُسکی بہی قید نہین بلکہ کسی کام کے لئے آوے (ابو حنیفہ) تو بغیر احرام باندہے نہ آوے اسلئے کہ بیت اللہ کی تعظیم
مد نظر ہے کیونکہ جب دنیا کے بادشاہون کے دربار مین بغیر عجز و انکسار و ادب دربار نہین آسکتا تو وہ تو الملک جل جلالہ کا دربار ہے

عام ہے وہان کے آداب ضرور ملحوظ ہونے چاہئین - اور وہ مقامات یہ ہین **ذو الحلیفہ** انکے لئے جو مدینہ کیطرف مکہ مین آنا چاہین عام ہے کہ اہل مدینہ ہون یا نہون یہ مقام مدینہ سے مکہ کی طرف دو فرسخ پر ہے - **جحفہ** دکہ جو ذو الحلیفہ کے محاذی ہے) انکے لئے کہ جو شام کے رستہ سے آنا چاہین **قرن** نجد کے رستہ پر ہے اُنکے لئے کہ جو اس رستے آنا چاہین **یلملم** یمن کے رستہ پر ہے یہہ سمندر کے قریب ایک چھوٹی سی پہاڑی ہے جو لوگ کہ ہندوستان یا ایران سے عدن ہوکر جدہ مین جاتے ہین تو جدہ اور عدن کے بیچ مین یہ پہاڑی مشرقی کنارہ پر دکھائی دیتی ہے انکو بھی وہین سے احرام باندھنا پڑتا ہے جیسا کہ اہل یمن کو **ذات عرق** یہ ایک جگہہ مکہ سے دو منزل کے فاصلہ پر ہے یہ اہل عراق کے لئے ہے اور جو اس راستہ سے آوین ان مقامات کی تصریح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بالہام الٰہی فرمائی ہے عن ابن عمر قال

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال مہل اہل المدینۃ من ذی الحلیفۃ والطریق الاخر الجحفۃ (ولاہل الشام الجحفۃ بخاری) ومہل اہل العراق من ذات عرق ومہل اہل نجد قرن ومہل اہل الیمن یلملم رواہ مسلم مہل یعنی تلبیہ کہنے اور احرام باندہنے کی جگہہ ؛

(۲) **حرم** شہر مکہ کے چوطرفہ کئی کئی میل تک کی جگہہ کا نام ہے آنحضرت کے عہد مین صرف ٹیلون کے نشان تھے اب سلاطین روم نے اسکے ہر حدود پر دروازہ بنادئے ہین - جدہ کیطرف بھی مکہ سے کئی میل کے فاصلہ پر ایک بڑا دروازہ بنا ہوا ہے اسیطرح مدینہ کے رستہ مین بمقام **تنعیم** دروازہ بنے ہوئے ہین - ان حدود کو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بالہام مقرر کیا ہے کہ انکے اندر نہ کوئی شکار کہیلے نہ کوئی کسی کو قتل کرے نہ لکڑی کاٹے نہ گہاس اُکہاڑے یہ سب امور تعظیم بیت اللہ کیلئے ہین ایام جاہلیت مین بھی عرب ادب کرتے تھے - ان حدود کے باہر جو زمین ہے اُسکو **حل** کہتے ہین کہ یہان یہہ امور حلال ہین اور کعبہ اور اسکے اردگرد جسقدر مکانات ہین انکو بھی **حرم** کہتے ہین اسمقام پر علاوہ رعایت احکام سابقہ کے جو احکام کہ مساجد کے ساتہہ متعلق ہین وہ بھی جاری ہین یعنی کوئی ناپاک مرد اور عورت اس مسجد شریف مین داخل نہو اس حالت مین خانہ کعبہ کا طواف کرے الغرض اس تمام عمارت کو مسجد بلکہ افضل المساجد سمجھے ؛

(۳) **حجر اسود** یعنی سیاہ پتھر یہ گول پتھر تخمیناً دو ڈیڑھ فٹ کے دور مین ہے اسکا رنگ نہایت سیاہ ہے، اسکو عقیق سیاہ تصور کرنا چاہئے یہ کعبہ کے شرقی و جنوبی گوشہ مین باہر کیجانب گز بہر کی بلندی پر چاندی کے حلقہ مین جڑا ہوا ہے خدا جانے کسی صدمہ سے اسکے کئی ٹکڑے ہوگئے تھے جنکو ملاکر ایک جگہہ جمع کردیا ہے - اس پتھر کو نہ کوئی مسلمان پوجتا ہے نہ اسکو حاجت روا

لہ امام شافعی کی دلیل یہ حدیث ہے عن ابن عباس قال وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاہل المدینۃ ذا الحلیفۃ الخ فہن لہن ولمن اتی علیہن لمن کان یرید الحج والعمرۃ رواہ البخاری ومسلم - کہ جو ان مقامات سے گذر کر مکہ مین حج و عمرہ کے لئے جاوے تو احرام باندہکر جاوے - امام اعظم کی دلیل یہ حدیث ہے لا یجاوز احد المیقات الا محرما کہ ان مقامات سے بغیر احرام باندہے کوئی تجاوز نکرے اس مین حج وغیرہ کی قید نہین - لمعات مع سند

یا کچھ اور بہتا ہے مگر اسلیئے کہ یہ پتھر حضرت ابراہیم ع کا قایم کیا ہوا ہے اور جنت سے حضرت آدم کے ساتھ آیا تھا اسلیئے اسکو متبرک
سمجھتے ہیں اور چونکہ جناب خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکوان بزرگوں کی یادگار سمجھکر محبت سے بوسہ دیا تھا (جیسا کہ جب ہم اپنے
محبوب کی کسی چیز کو پاتے ہیں تو چومتے اور آنکھوں سے لگاتے ہیں۔ اور یہ چومنا اور آنکھوں سے لگانا در اصل اس شخص کی محبت کا
اظہار ہے کہ جسکی یہ نشانی ہے) بالخصوص طواف کعبہ کے وقت حج و عمرہ میں کہ جو نہایت نیاز نفرت اور خدا اور اسکے برگزیدوں سے محبت
کا وقت ہوتا ہے اسلیئے تمام اہل اسلام میں اسی غرض سے طواف کے وقت بالخصوص ایام حج میں اسکا بوسہ دینا دستور
ہوگیا اور ازدحام کیوجہ سے بوسہ نہ دے تو اشارہ ہی کردے یہ دستور ایک عمدہ طریقہ اور اچھی سنت ہے کیونکہ اسمیں نبی علیہ السلام
کا اتباع اور اسکے بزرگوں کے ساتھ محبت اور انکے طریقہ کو دل سے پسند کرنے پر دلالت کرتا ہے تو ایسی حالت میں خدا تعالی کی
رحمت اور مہربانی کی امید بھی بجا ہے جسکا ثمرہ بندہ کے گناہوں کی معافی بھی ہے پس جو اس بارہ میں احادیث صحیحہ وارد ہیں وہ
سب برحق ہیں ان پر اعتراض کرنا حماقت اور تعصب جاہلانہ ہے عقل سلیم کے نزدیک اسمیں کوئی قباحت نہیں ہے اور بات ہے کہ کوئی
بیوقوف اسکو بت پرستی سمجھے۔ یا خدا کے پیغمبروں کا اسکو نشان حسی قرار دیکر برگزیدوں پر اعتراض کرے۔

(۴) زمزم یہ وہی چشمہ ہے کہ جسکو خدا نے حضرت اسمعیل کے لیئے اپنی قدرت کاملہ سے ظاہر کیا تھا یہ چشمہ چند بار سے بند ہوکر خشک
ہوگیا لیکن اسکے انعام کی یادگاری اور تبرک کے لیئے پھر اسی مقام پر کنواں کھود لیا گیا۔ یہ کنواں حوادث دہر کی بار کھلا
بند ہوا مگر اب اس زمانہ میں نہایت عمدہ کنواں کعبہ کے متصل حرم میں بنا ہوا ہے۔ اسپر سنگ مرمر کا قبہ بنا ہے اور اردگرد جالیاں
ہیں ایک دروازہ ہے اسمیں جاکر لوگ پانی بھرتے ہیں شب و روز پانی کھینچا جاتا ہے مگر ٹوٹتا نہیں۔ یہ پانی ذرا کھاری ہے، مگر شہر مکہ میں عام
استعمال کے لیئے نہر زبیدہ کا پانی کام میں آتا ہے یہ نہر زبیدہ ہارون رشید بادشاہ کی بیوی نے بنائی تھی کہیں دور سے اسکا پانی آکر
مکہ میں بڑے بڑے حوضوں کو بھرتا اور ایک عالم کو سیراب کرتا ہے یہ بہت چھوٹی نہر ہے ہمیشہ جاری ہے اہل اسلام اس پانی کو اسی علاقہ
سے متبرک سمجھتے ہیں بخلاف عیسائیوں اور ہنود کے کہ وہ دریائے گنگ جمن و یردن میں غوطہ لگانے اور وہاں پانی پیکر گناہوں کی معافی کے
لیئے صابن سمجھتے ہیں (۵) مقام ابراہیم بقول جمہور وہ پتھر ہے کہ جسپر حضرت ابراہیم کھڑے ہو کر کعبہ چنا تھا اسپر نشان قدم بھی ہیں اور
بقول بعض تمام حرم مسجد (۶) صفا حرم کے متصل جنوب شرق میں ایک پہاڑی ہے اب اسکے اوپر اور گرد اگرد آبادی ہوگئی ہے
اور چند سیڑھیاں بنادی گئی ہیں (۷) مروہ یہ اسکے مقابلہ میں حرم سے شرق و شمال کیجانب چھوٹی سی پہاڑی ہے اب یہاں بھی
آبادی ہے اور ان دونوں پہاڑیوں کے بیچ میں جسجگہ کہ حضرت ہاجرہ دوڑ کر چلیں تھیں اور پہلے وہاں جنگل و کنکر تھے اب نہایت عمدہ بازار ہے اور
اس دوڑ کر چلنے کی جگہ دو منارہ سبز بنادیئے گئے ہیں جنکو میلین اخضرین کہتے ہیں (۸) منی شہر مکہ سے دو پہاڑوں کے بیچ میں
لنبا بھی سلسلہ پہاڑوں کا مشرق و شمال کیطرف دور تک چلا گیا ہے تین میل پر اسی سلسلہ کے میدان میں یہ مقام ہے یہاں اب

بہت سے مکانات تعمیر ہو گئے ہیں ایام حج میں تین روز تمام لوگ یہان رہتے ہین۔ اسجگہ حضرت ابراہیم نے حضرت اسمعیل کے ذبح کرنے کا قصد کیا تھا اور یہین شیطان نے مجسم دکھائی دیکر انکو تین جگہ بہکانا چاہا تھا حضرت ابراہیم نے اسپر کنکریاں ماری تھین اب تینون مقامات پر نشان کے لئے تین چھوٹے چھوٹے منارہ بنا دئے ہین انکو جمرات کہتے ہین ایک کو جمرۂ اولے دوسرے کو جمرۂ وسطے تیسرے کو جمرۂ عقبے۔ اب ایام حج مین مسلمان بہی دستور ابراہیم کو جاری رکھنے کے لئے انکو سات سات کنکریاں مارتے ہین تاکہ اُس حالت کو یاد کرکے ہمیشہ نفس کے مقہور کرنے کا عہد کیا جاوے اور اسی مقام پر لوگ حج مین عرفات سے لوٹ کر دسوین تاریخ احرام کہولتے اور قربانیاں کرتے ہین +

(۹) **مزدلفہ** یہ اُسی شرقی وشمالی سمت مین منے سے دو تین میل آگے بڑہکر ایک میدان ہے پھر اوس سے دو تین میل آگے عرفات ہے۔ عرفات سے لوٹتے وقت شب کو یہان ٹہیرتے ہین +

(۱۰) **عرفات** اُسی سمت مین آگے بڑہکر ایک بڑا لمبا چوڑا پہاڑون کے بیچ مین میدان ہے نوین ذی الحجہ کو یہان سب حاجی آتے ہین اور غروب آفتاب تک اسی میدان مین خیمون اور بغیر خیمون مین رہتے ہین۔ یہان دعا مانگتے ہین اور شام کے وقت امام پہاڑی پر چڑہکر خطبہ پڑہتا ہے جس مین خدا کی توحید وتقدیس اور گناہون سے معافی اور اُسکی حمد وثنا اور احکام حج کا بیان ہوتا ہے دن غروب ہوتے ہی یہان سے خلق خدا چل پڑتی ہے اور مغرب وعشاء کی نماز لوٹ کر مزدلفہ مین پڑہتے ہین اور پھر صبح کو یہان سے اُٹھکر منے مین آکر قربانی کرتے ہین۔ شیعہ لوگ دسوین کو بہی عرفات ہین رہتے ہین +

آگے چلکر

ہم اسرار واحکام حج بیان کرین گے اب ان آیات کی تفسیر کرتے ہین کہ جن مین حضرت ابراہیم علیہ السلام واسمعیل علیہ السلام سے کعبہ تعمیر ہونے کا ذکر ہے +

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ

اور جبکہ کہا ابراہیم نے اے رب اسکو امن کا شہر کر دے۔ اور یہان کے باشندون کو میوون کی روزی دیجیو اسکو کہ جو انمین سے اللہ و قیامت پر ایمان لائے (اللہ نے) فرمایا جو کفر کریگا اسکو بھی

قَلِیْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗ اِلٰی عَذَابِ النَّارِ وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ

کسقدر فائدہ دونگا پھر اسکو کھینچکر ڈالدونگا عذاب مین اور وہ برا ٹھکانا ہے

ترکیب

و عطف جملہ بر کلام سابق قال فعل ابراہیم فاعل رب اجعل الخ جملہ مقولہ۔ اجعل بمعنی صیر ہذا مفعول اول بلدا مفعول ثانی موصوف آمنا صفت جملہ معطوف علیہ و ارزق معطوف بر اجعل انت اسکا فاعل اہلہ مفعول من الثمرات متعلق ہے ارزق سے من الخ اہلہ سے بدل بعض ہے من موصولہ آمن منہم باللہ والیوم الآخر جملہ اسکا صلہ قال فعل اللہ اسکا فاعل و من کفر الخ جملہ اسکا مقولہ۔ من بمعنی الذی کفر اسے یکفر اسکا صلہ محلاً یہ منصوب ہے تقدیرہ قال و ارزق من کفر پس ارزق فعل محذوف ہے اسپر فامتعہ دلالت کرتا ہے ٭

تفسیر

خدا تعالی فرماتا ہے یہ خیر و برکات اور یہ تمام رسوم شریعت جو کعبہ سے متعلق ہین ابراہیم کی دعا سے ظہور مین آئی ہین یاد کرو جبکہ ابراہیم بنا کعبہ سے فارغ ہوے تو ہم سے دعا کی کہ الہی اگر تو نے کعبہ کو مثابہ و امن بنایا تو اسجگہ ایک شہر دار الامن بنا دیا کہ اسکے رہنے والون کے لئے ہر قسم کا آرام رہے اور یہ لوگ ہمیشہ اس گھر کی خبر گیری کیا کرین) اور یہان کے رہنے والون کو جو کہ اللہ و قیامت پر ایمان لاوین میوے بھی کہلانا کیونکہ یہ خشک پہاڑ ہے اگر ایسا نہوگا تو یہان قیام مشکل ہوگا حضرت ابراہیم نے بیشتر عہد نبوت کے اپنی ذریت کے لئے عموماً دعا کی تہی اسپر خدا تعالی نے فرمایا کہ کافر اسکے مستحق نہین یہان حضرت ابراہیم نے دعا مین اس بات کا لحاظ کر کے رزق روزی کی مسلمانون کے لئے خاص کر کے دعا کی چونکہ نبوت اور رزق روزی مین فرق ہے نبوت کا ہر شخص سزاوار نہین بخلاف رزق روزی کے کہ وہ اسکی رازقیت کے طفیل سے سب نیک و بد کو ملتی ہے اسلئے خدا تعالی نے فرمایا کہ چند روز کافر کو بھی ہین دنیا سے بہرہ مند کرونگا یعنی تا حیات دنیا پھر اسکے بعد تو وہ کھینچکر عذاب جہنم مین ڈالدئے جاوینگے کہ جو نہایت خراب جگہ ہے **ف** خدا تعالی نے حضرت ابراہیم کی یہ دعا قبول کی کہ شہر کو دار الامن بھی کر دیا کہ ہمیشہ یہان کا ہر کوئی ادب کرتا تہا کوئی کسیکو یہان نہ مارتا تہا اور ثمرات کے لئے یہ تدبیر کی کہ مکہ سے تہوڑی دور فاصلہ پر ایک ایسا قطع شاداب و سر سبز بنایا کہ جہان روی زمین کے اعلے سے اعلے حاصل زمینون سے بہتر ہر قسم میوہ پیدا ہوتے ہین انار انگور اور بہت سی عمدہ عمدہ چیزین وہان سے آکر مکہ مین ارزان اور تر و تازہ فروخت ہوتے ہین اسجگہ کا نام طائف ہے ٭

وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ ؕ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا

اور جبکہ ابراہیم کعبہ کی بنیادین اٹھاتا تھا اور اسمٰعیل بھی (اور وہ کہتے تھے) اے رب ہمارے قبول کر تو ہی ہے سنتا جانتا اے ہمارے رب ورہم دونوکو بنا فرمانبردار اپنا

مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ۪ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝ رَبَّنَا

ہماری اولاد مین سے بھی ایک گروہ اپنا فرمانبردار رکھنا اور ہمکو ہمارے حج کرنیکے دستور بتلا اور ہمپر مہربانی کیہ تو ہی ہے معاف کرنیوالا مہربان اے ہمارے رب انکی نسل مین ان ہی مین کا ایک

وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

رسول بھی مبعوث کیجیو جو انکو تیری آیتین سناوے اور ان کو کتاب اور حکمت سکہاوے اور اُن کو پاک بناوے تو ہی ہے زبردست حکمت والا

ترکیب

و اذ یرفع فعل ابراہیم فاعل القواعد جمع قاعدہ بمعنی بنیاد مفعول من البیت کائنۃ کے متعلق ہو کر حال ہے قواعد سے و اسمٰعیل معطوف ہے ابراہیم پر یہ دونون ذی الحال اور یقولان محذوف فعل با فاعل ربنا تقبل منا الخ اسکا مفعول ہے فعل اپنے فاعلون و مفعول سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔ اجعلنا مین نا مفعول اول مسلمین مفعول ثانی لک متعلق ہے مسلمین سے و حرف عطف برنا من ذریتنا مفعول اول امۃ موصوف مسلمۃ صفت لک متعلق مسلمۃ سے یہ سب مفعول ثانی۔ یتلوا۔ اور یعلمہم اور یزکیہم سب جملہ رسولا کی صفت واقع ہوئے ہین

تفسیر

اسجگہہ خدا تعالٰی حضرت ابراہیم اور اسمٰعیل کے خلوص اور اس دعا کا ذکر کرتا ہے کہ جس مین حج کے احکام کی طرف اور نبی آخر الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کی طرف مجملاً اشارہ ہے فرماتا ہے کہ اسوقت کو یاد کرو کہ جب ابراہیم و اسمٰعیل کعبہ کی دیوارین چنتے جاتے تھے اور نہایت عجز و انکسار سے یہ دعا کرتے جاتے تھے کہ الٰہی ہماری اس سعی کو قبول کیجیو کیونکہ تو جو کچھ ہم زبان سے دعا کرتے ہین خوب سنتا ہے اور ہمارے حال سے بھی خوب واقف ہے اسے خدا ہمکو ہمیشہ اپنی فرمانبرداری مین رکھیو کبھی کوئی کام تیری مرضی کے خلاف ہم سے سرزد نہو اور ہمارے بعد بھی ہماری اولاد مین سے اپنی فرمانبردار لوگ پیدا کیجیو تاکہ تیری غلامی ہم مین ہمیشہ پائی جائے اور اس گہر کی خدمتگاری میری نسل مین رہے اور ہمکو ہمارے لئے جو کچھ اپنے عبادت اور حج کے دستور قائم کئے ہین وہ بھی تعلیم کر دے کہ اسکے مطابق ہم کرین اور جو کچھ ہم سے بمقتضائے بشریت اسمین فروگذاشت ہو جاوے تو معاف کر دیجیو اور ہمیشہ مہربانی رکھیو کس لئے کہ تو ہی بڑا معاف کرنیوالا مہربان ہے۔ اور اے رب ہماری نسل مین سے ایک ایسا رسول مبعوث کرنا کہ جو لوگون کو تیری آیتین پڑھکر سنایا کرے اور اسپر بس نکرے بلکہ اس سلسلہ کے جاری رکھنے کے لئے لوگون کو تیری کتاب تعلیم بھی کرے اور تعلیم کے بعد حکمت یعنی اسرار شریعت اور رموز احکام بھی بتلاوے تاکہ لوگون پر چیز معلوم ہو بلکہ وہ اپنے فیض صحبت اور انوار معرفت سے لوگون کو آراستہ بھی کرے کیونکہ وہ باطنی برکتون کے لئے نبی کا نمونہ اور ہدایت کا سرچشمہ ہین کیونکہ اسکی مصلحت و فوائد کو بھی تو جانتا ہی اور ہر چیز پر تو قادر ہے

فوائد

[۱] مناسک منسک کی جمع ہے۔ اور منسک بفتح سین بمعنی فعل اور بکسر سین بمعنی موضع ہے۔ نسک کے معنی عبادت کرنا ہی اور اسلئے عابد کو ناسک کہتے ہین۔ پہر خدا کے نام پر قربانی کرنے کو بہی عبادت ہونے کی وجہ سے منسک کہنے لگے اور ذبیحہ کو نسیکہ۔ اور اسیوجہ سے فعال حج کو بہی مناسک کہتے ہین چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین خذوا عنی مناسککم لعلی لا القاکم بعد عامی ہذا اور اسلیے جہان اور جن مقامات مین افعال حج ادا کیے جاتے ہین انکو مناسک بولتے ہین اللہ تعالی فرماتا ہی ولکل امۃ جعلنا منسکا ہم ناسکوہ اسجگہ بعض مفسرین مناسک سے شرائع حج مراد لیتے ہین اور بعض عموماً عبادات مراد رکہتے ہین واللہ اعلم

[۲] اس آیت مین خداتعالے نے حضرت ابراہیم و اسمعیل علیہم السلام کی دعا کو یاد دلایا تاکہ یہ بات معلوم ہو (۱) یہ کہ کعبہ کی تعمیر کوئی امر منجملہ عادت یا کار دنیا نہ تہا بلکہ نہایت دینی کام تہا کہ جسکے بعد وہ اپنی اس سعی کے مقبول ہونیکی دعا کرتے تہے (۲) یہہ کہ وہ خود اپنے لئے اور اپنی اولاد کے لیے خدا کا فرمانبردار اور اس گہر کا خدمت گذار ہونا اور شرائع حج و اسلام کا برپا اور قایم رکہنا دل سے چاہتے اور واجعلنا مسلمین و ارنا مناسکنا کہکے دعا کرتے تہے (۳) انکی دلی آرزو اور خدا سے بڑی التجا یہی تہی کہ وہ انکی نسل مین سے ایک رسول نہایت اولوالعزم پیدا کرے کہ جسکا مصداق سوا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کوئی نہین کسلیے کہ ابراہیم و اسمعیل کی نسل مین سے اور کوئی ایسا شخص نہین ہوا ہے کہ جو ایسا رسول ہو کہ جو تعلیم کتاب اور حکمت کرتا اور تزکیہ کرتا اور آیات الہی پڑہکر سناتا تہا توریت مین جو اسمعیل علیہ السلام کی نسل مین برکت کا خدا نے وعدہ کیا ہے اور فاران سے خدا کا جلوہ گر ہونا فرمایا ہے اسکا ظہور بجز ذات بابرکات کے اور کوئی شخص معلوم نہین ہوتا یہ ظاہر ہے کہ حضرت سے پیشتر کیسی بت پرستی اور ظلم و جہل کی تاریکیان عرب پر عموماً محیط تہین اور نسل اسمعیل مین مکہ یا اسکے اطراف مین ایسا کوئی نہین گزرا کہ جسکی بدولت لوگون نے علم و حکمت و تزکیہ حاصل کیا اسلیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے انی عند اللہ فی ام الکتاب لخاتم النبیین وان آدم لمنجدل فی طینتہ وساخبرکم عن بدء امری انا دعوۃ ابراہیم وہو حین رفع القواعد من البیت ربنا وابعث فیہم رسولاً منہم وبشری عیسی ورؤیا امی التی رأت حین وضعتنی رأت انہ یخرج منہا نوراً اضاءت لہ قصور الشام بصری رواہ احمد والبیہقی عن کثیر الصحابۃ * کہ مین علم الہی مین وقت خاتم النبیین تہا کہ جب آدم کی سرشت بہی نہوئی تہی اور مین تمکو اپنی ابتداء حالت سے مطلع کرتا ہون وہ یہہ کہ میرے لئے ابراہیم نے اسوقت دعا کی ہے کہ جب وہ خانہ کعبہ چن رہے تہے اور میرے لئے عیسی نے بشارت دی ہے اور میرے حق مین میری والدہ ماجدہ نے بوقت ولادت یہ دیکہا تہا کہ انسے ایک ایسا نور پہیلتا ہے کہ جس سے شام کے محل روشن ہوگئے پس جو شخص کعبہ کا اور حج اور اسکے شرایع کا انکار کرتا ہے اور جو خاتم النبیین کو نہین مانتا ہے وہ حضرت ابراہیم سے برگشتہ ہے۔

[۴] جسطرح کہ حضرت ابراہیم نے تین دعائین کعبہ کے بناتے وقت کین تہین ربنا تقبل الخ ربنا واجعلنا مسلمین لک الخ

ربنا وابعث فیہم رسولا اسیطرح تیسری دعا مین رسول کے لئے تین اوصاف کی استدعا کی یتلوا علیہم آیاتک یعلمہم الکتاب والحکمۃ ویزکیہم اور اسکا سر یہ ہے کہ رسول کی امت مین مختلف استعداد کے لوگ ہوتے ہین کہ جنکے چار مرتبہ ہین (۱) عام لوگ ہین جنکو خدا تعالی کی آیات اور اس کا کلام مقدس پڑہکر سنایا جاتا ہے اسلئے یتلوا علیہم آیاتک کہا (۲) مرتبہ اور (۳) مرتبہ خاص لوگون کا ہے کہ انکو وہ کتاب سکہائی جاتی ہے یہ عام علماء کا مرتبہ ہے اور بعض کو حکمت یعنی شریعت کے اسرار بتلائے جاتے ہین یہہ مرتبہ علماء مجتہدین کا ہے ان دونون گروہون کے لئے یعلمہم الکتاب والحکمۃ فرمایا اور یہ اسلئے کہ اگر نبی کی امت مین یہ دو گروہ نہون تو اسکی ہدایت کا سلسلہ بعد اوسکے منقطع ہوجاوے اور چونکہ جس رسول کے لئے حضرت ابراہیم دعا کرتے ہین وہ خاتم النبیین ہے اوسکے بعد اور نبی کے آنے کی حاجت نہین اسلئے اسکے علوم کے وارث علماء و ائمہ مجتہدین ہونے چاہیین کہ آپکے بعد اس سلسلہ ہدایت کو قایم رکہین اور اسی لئے آنحضرتؐ نے یہ فرمایا ہے علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل **ف** یہان سے یہ بہی معلوم ہوا کہ ظاہر الفاظ قرآن کے معانی کے علاوہ اور بہی کچہہ اسرار کتاب ہین ہین کہ جو خاص لوگون کا حصہ ہے اور یہ امر بدیہی ہے اسلئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ لوگونکی اس علم دین کے حاصل کرنے مین مختلف حالات ہین الخ (رواہ البخاری) پس وہ جو بعض جہلاء صرف ظاہری مطالب پر انحصار کرکے ان لوگونکی فضلیت کا انکار کرتے ہین اور کہتے ہین قرآن کے سمجہنے کے لئے کیا چاہئے الخ وہ بیخبر ہین ؎

۴ مرتبہ اخص الخواص لوگون کا ہے کہ جنکا جوہر روح آئینہ کی طرح برکت نبی علیہ السلام پاک او صاف ہے اور اسمین پورا پورا انوار نبوت کا انعکاس ہوتا ہے جسطرح کہ آئینہ مین ہو بہو باہر کی چیز دکہائی دیتی ہے یہ لوگ نبی کے قایم مقام ہوتے ہین انکو اولیاء اللہ کہتے ہین سو انکے لئے یزکیہم کہا - یہ لوگ صحابہ مین تو عموما تہے شام کے یہود و نصاری نے سیکڑون کرامات ان لوگون کی مشاہدہ کی ہین اگر مین ایک ایک صحابی اور تابعین کا حال لکہون تو کتاب دراز ہوجاوے **شواہد النبوۃ** اور حلیۃ الاولیاء وغیرہما کتب محققین عیسائیون کی کتاب **اعمال حواریین** سے بدرجہا فوقیت رکہتے ہین مگر اتنا فرق ہے کہ وہ اسکو انجیل مسیح کہکے لوگون کو دہوکے مین ڈالتے ہین ہم انکو قرآن نہین کہتے مگر بعد مین بہی بہت سے پائے گئے اور پائے جاوینگے **پس** جو شخص کعبہ اور اسکے حج و شرایع اور خاتم النبیین کا منکر ہے تو وہ حضرت ابراہیم کا منکر اور اونکے دین سے برگشتہ ہے اسلئے خدا تعالی فرماتا ہے -

---

يَرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهِيْمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ ؕ وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ فِى الدُّنْيَا ۚ وَاِنَّهٗ فِى الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ

ملت ابراہیم سے منہ پہیرتا ہے مگر وہ کہ جو خود بیوقوف بنا ہو اور ہمنے تو اسکو بزرگی دیہے دنیا مین اور وہ آخرت مین بہی اچہے ہین جب اسکو اسکے ربنے کہا

رَبُّهٗۤ اَسْلِمْ ۙ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۞ وَوَصّٰى بِهَاۤ اِبْرٰهِيْمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ ؕ يٰبَنِىَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ

ار ہوجا اُس نے کہا حکم مین آیا مین رب العالمین کے اور یہی وصیت کرگیا ہے ابراہیم اپنی اولاد کو اور یعقوب بہی کہ ای میری اولاد اللہ نے تمہارے لئے یہ دین پسند کیا پہر مت مرنا مگر مسلمان ہوکر

ترکیب

واسطے استفہام انکاری کے مبتدا یرغب عن ملة ابراہیم جملہ اسکی خبر الا من مین من محلا منصوب ہے بجہت استثنا
ن ہے کہ مرفوع ہو ضمیر یرغب سے بدل ہوکر پس یہ موصولہ ہے اور سفہ فعل ضمیر ہو مستتر اسکا فاعل نفسہ مفعول یہ جملہ
فی الاخرة متعلق ہے صالحین سے اذ ظرف ہے اصطفینا کا اور اسکی علت ہے یا منصوب ہے باضمار اذکر۔ وصی فعل بہا اسی
ابراہیم فاعل بنیہ مفعول ویعقوب معطوف ہے ابراہیم پر اے وصی یعقوب بنیہ یابنی الخ یہ جملہ بیان ہے اس وصیت کا
مسلمون حال ہے فلا تموتن سے والتقدیر الا فاثبتوا علی الاسلام حتی تموتوا وانتم مسلمون ٭

تفسیر

تم جو امور مذکورہ کا انکار کرتے تو ملت ابراہیمیہ کا انکار کرتے ہو کیونکہ یہ امور جو اسلام کے اصول قرار دیئے گئے ہین
ابراہیمیہ کے اصل ہین) اور ملت ابراہیم کا بجز اس شخص کے کہ جو از خود نادان اور احمق ہوجاوے اور کون انکار کرسکتا ہے؟
لئے کہ ابراہیم وہ شخص ہین کہ جنکو خدا نے برگزیدہ کیا ہے دنیا مین بہی سب موحدین انکو پیشوا جانتے ہین اور ہر جگہ ذکر
ہر انکا جاری ہے اور آخرت مین بہی خدا تعالی کے ہان انکے مراتب بلند ہین اور انکی یہ بزرگی اسلئے ہے کہ جب خدا نے
ن سے یہ فرمایا کہ ہمارا حکم بردار ہوجا انہون نے عرض کیا کہ مین اپنی جان اور دل سے تابعدار ہون پہر اے یہود اور اے
عرب اور اے نصاری وغیرہم تم کیون ملت ابراہیمیہ سے انکار کرتے ہو حالانکہ خود ابراہیم نے پہر انکے بعد یعقوب علیہ السلام
وقت وفات اپنی اولاد کو یہ وصیت بہی کی تہی کہ ہمیشہ اس دین الہی پر رہنا ایسا نہو کہ اسکے برخلاف ہوکر مرو ٭ **فوائد**

[۱] رغب کے بعد جب لفظ عن آتا ہے تو اسکے معنی نفرت اور کراہت کے ہوجاتے ہین اور جب اسکے بعد فی یا
الی آتا ہے تو اسکے معنے رغبت کے ہوتے ہین ٭

[۲] سفہ کہ جسکو سفاہت بہی کہتے ہین لغت مین ہلکا پن اور خفت کا نام ہے پس چونکہ احمق خفیف الحرکات ہوتا ہے
اسلئے اسکو سفیہ کہتے ہین ۔ یہ لفظ لازمی اور متعدی دونون طرح سے مستعمل ہوتا ہے ۔ اور از خود بیوقوف ہونے سے یہ مراد ہے
کہ سب باتین جانکر پہر غور نکرے اور عقل سلیم کے برخلاف عمل میں لاوے عقل سلیم حکم کرتی ہے کہ فہر واس کو ناگون علم کا

کوئی خالق و مالک ہے اور اسلیئے تمام جہان کے انسان شایستہ اور غیر شایستہ خدا تعالےٰ کے وجود کو بغیر آنکھ کے دیکھے تسلیم کرتے ہین اور یہی عقل کا فتوی ہے کہ خدا نے جسطرح انسان کو امور دنیاوی مین سب حیوانات سے اشرف پیدا کر کے تمام مہمات کا سرانجام کیا ہے اسیطرح اُسنے اسکے لیئے آخرت کے رہنما بھی بھیجے ہین کہ جنکی معرفت ان امور کو کہ جو دنیا اور آخرت مین مضر ہین اور جنکی تاریکی روح پر پہیلتی ہے حرام کر دیا اور جنکی ضرورت تہی انکو فرض و واجب کر دیا اور اس قانون کو ملت کہتے ہین پس جب یہ ہے تو جسوقت عقل چارون طرف میدان وجود مین آنکھ اٹھا کر دیکھتی ہے کہ وہ کون کون سے لوگ ہین کہ جنکی معرفت خدا نے اس مہم کا اہتمام کیا ہے سو ان مین بیشتر حضرت ابراہیم علیہ السلام پر نظر پڑتی ہے کس لیئے کہ باستثنا چند اقوام غیر مہذب تمام روئے زمین کے خدا پرست ان کو دینی بزرگ بلکہ تمام دینی بزرگون و مقدسون کا جدا مجد جانتے ہین (ولقد اصطفیناہ فی الدنیا ـ کا محصل یہی ہے) اور انکو عالم آخرت مین ہر طرح سے فائز المرام بھی مانتے ہین ـ (وانہ فی الاخرۃ لمن الصلحین کا یہی مطلب ہے) پس جو شخص باوجود علم ان امور کے پھر حضرت ابراہیم کے طریقے سے روگردانی کرتا ہے تو از خود احمق بنتا ہے ـ اور یہ بات بیشتر بیان ہو چکی ہے کہ اس نبی آخر الزمان کے پیدا ہونیکی اور ملت ابراہیم کے متمم ہونیکی ابراہیم و اسمٰعیل نے دعا کی ہے کہ جسکے ظہور کی حضرت موسیٰ نے بھی توراۃ مین خبر دی ہے اور یہ کہ اس نبی کی شریعت انہین اصول ملت ابراہیمیہ پر قائم ہے پس جو اسکا انکار کرتا ہے وہ ملت ابراہیمیہ کا منکر ہے *

۱۳۳ حضرت ابراہیم کے آٹھ بیٹے تھے بڑے اسمٰعیل ان سے چھوٹے اسحاق یہی ہین پھر قتورہ کنعانیہ کے پیٹ سے **زمران ـ یقشان ـ مدان ـ مدیان ـ اسباق ـ سوخ** پیدا ہوئے مدیان کی اولاد مین سے حضرت شعیب تھے اور یقشان سے صبا اور ددان پیدا ہوئے تھے اسمٰعیل مکہ مین اور اسحاق شام مین اور یہ بیٹے اور اطراف و جوانب مین آباد ہوئے تھے **اسمٰعیل** کے بارہ بیٹے تھے جن مین سب سے چھوٹا **قیدار** تھا کہ جسکی نسل سے جناب سید المرسلین پیدا ہوئے ـ اسحاق کا بڑا بیٹا **عیص** اور جو اسکے عقب مین پیدا ہوئے **یعقوب** ہین انکو اسرائیل بھی کہتے ہین یہ تمام انبیاء بنی اسرائیل کے جد امجد ہین انکے بارہ بیٹے تھے لیاہ کے پیٹ سے روبن شمعون لاوی یہودا پیدا ہوئے اسکے بعد اشکار اور زبلون پیدا ہوئے پھر بلہ راحیل کی لونڈی سے دان نفتالی ہوئے پھر لیاہ کی لونڈی زلفہ سے جد ـ آشر ـ پیدا ہوئے پھر خود راحیل کے پیٹ سے جو لیاہ کی چھوٹی بہن تھی یوسف ـ بنیامین پیدا ہوئے یہان خدا تعالیٰ عرب اور تمام اہل کتاب کو فرماتا ہے کہ اگر تم ابراہیم اور یعقوب کو مانتے ہو تو انہون نے مرنیکے قریب بڑی تاکید سے اس ملت پر قائم رہنے کی اپنی اولاد کو وصیت کی تھی اب تم انکی وصیت سے اعراض کرتے ہو ؟

أَمْ كُنتُمْ شُهَدَاءَ إِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ الْمَوْتُ إِذْ قَالَ لِبَنِيهِ مَا تَعْبُدُونَ مِن بَعْدِي قَالُوا نَعْبُدُ إِلَٰهَكَ وَإِلَٰهَ آبَائِكَ

کیا تم (ای بنی اسرائیل) موجود تھے جسوقت کہ یعقوب کو موت آئی جبکہ اُسنے اپنے بیٹوں سے کہا کہ تم میرے بعد کسکی عبادت کروگے کہا ہم تیرے خدا کی عبادت کرینگے کہ جو تیرے بزرگوں ابراہیم

إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ إِلَٰهًا وَاحِدًا وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ ۝ تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُم مَّا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ

اور اسمعیل اور اسحاق کا خدا واحد ہے اور ہم تو اُسی کے فرمانبردار ہیں ایک جماعت تھی کہ جو گذر گئی وہ جو کچھہ کر گئی تو اپنے لئے اور تمنے جو کچھہ کیا تو اپنے لئے اور تم سے کچھہ پرسش نہوگی انکی عملکی

ترکیب

ام منقطعہ ای بل اکنتم علی جہتہ التوبیخ۔ شہدا خبر کان اذ ظرف شہدا۔ حضر فعل یعقوب مفعول الموت فاعل وقری بالعکس اذ بدل ہے اذ سابق سے قال فعل ضمیر ہو راجع یعقوب کی طرف فاعل لبنیہ متعلق قال سے ما بمعنی من استفہامیہ مفعول تعبدون قالوا کا فاعل ہین الہک والہ آبائک مفعول۔ ابراہیم الخ بدل آبار سے الہا واحدا صفت وموصوف بدل ہے الہ اول سے اور ممکن ہے کہ حال موطئہ ہو کقولک رایت زیدا رجلا صالحا یہ سب جملہ جواب ہوا اذ قال لبنیہ کا یہ اذ اپنے جواب سے ملکر بدل ہوا اذ اول کا اور پھر تمام جملہ استفہام توبیخی ہوا ونحن لہ مسلمون جملہ یا حال ہے فاعل نعبد سے یا معطوف ہے نعبد پر تلک مبتدا امۃ موصوف قد خلت صفت لہا ما کسبت صفت ثانیہ مجموعہ خبر ولا تسئلون الخ جملہ مستانفہ ٭

تفسیر

پہلی آیت مین ذکر تھا کہ حضرت ابراہیم اور یعقوب نے اس ملت پر قائم رہنے کی وصیت کی تہی اسپر یہود نے یہ کہا کہ ہرگز یعقوب نے یہ وصیت نکی تہی بلکہ یہودیت پر قائم رہنے کی وصیت کی تھی اسپر خدا تعالیٰ اونسے بطور توبیخ کے پوچھتا ہے کہ تم جو یہہ جہوٹا دعوی کرتے ہو کیا وصیت کے وقت کہ موت کا قریب آنا ہوتا ہے تم حاضر تھے جبکہ یعقوب نے مصر مین جاکر لوگون کو بت اور ستارے اور بیل اور بلی وغیرہ اشیاء کو پوجتے دیکہا اور اسبات کا خوف پیدا ہوا کہ مبادا اسکے بعد یہ بہی کہین انکی صحبت مین بت پرست ہوجاءین تو سب اولاد کو بلاکر پوچھا کہ تم میرے بعد کسکی عبادت کروگے انہون نے کہا آپ کے خدا کی جو کہ آپ کے باپ دادا ابراہیم و اسمعیل و اسحاق کا خدا واحد ہے اور ہم تو ہمیشہ اُسکے فرمانبردار رہینگے اور اب بہی ہین۔ اور یہ ظاہر ہے کہ تم اسوقت موجود نہ تھے پھر کیسا انکار کرتے ہو؟ اور اسبات پر ناحق مغرور ہو کہ ہم ان بزرگون کی اولاد ہین خواہ مخواہ جنت مین جاوینگے اور علاوہ اسکے ہم پورے پورے اُنکے متبع ہین اور ہمارے اعمال نہین کے موافق ہین اب کچھہ باز پرس ہوگی تو ہم اونکے اعمال کو پیش کردینگے،، اسپر خدا تعالیٰ فرماتا ہے تمکو اُنسے کیا علاقہ ہے وہ پاک باز لوگ تھے سو گزر گئے اُنکے اعمال سے انکو نفع ہوگا اور تم کچھہ بدلہ پاؤگے تو خاص اپنے اعمال کا اور نہ تمسے کوئی قیامت کے روز اُنکے اعمال پوچھیگا ٭

فوائد

۱ اسمقام پر بعض ناسمجھ ایک سوال کیا کرتے ہین وہ یہہ کہ جب حضرت یعقوب علیہ السلام کا وقت موت آیا تو اُسوقت وہ ملک کنعان مین تھے کیونکہ مرنے سے پیشتر اُن کو حکم ہوا تہا کہ تو اس ناپاک جگہ سے چل دے اور تیری وفات کا وقت قریب آگیا ہے تو اپنے باپ دادون کے ملک مین جا اور اُن مین جاکر ملجا چنانچہ وہ تمام اولاد سے رخصت ہوکر ملک کنعان مین آئے اور وہین جان بحق ہوگئے پس وہان اولاد کہان تہی کہ جو اُن سے وصیت کرتے وہ تو ملک مصر مین تھے اِسکا **جواب** بہت آسان ہے وہ یہہ کہ جب فرشتہ نے مصر مین اُن سے پیام دیا تہا جب سے ہی موت کے حاضر ہونے کا زمانہ سمجھا گیا سو اُسوقت اُنکی تمام اولاد موجود تہی اونسے وصیت کی اور ممکن ہے کہ کچھہ لوگ اونکے ساتھہ بہی آئے ہون ؛

۲ جب حضرت یعقوب علیہ السلام نے اُنسے پوچہا کہ میرے بعد کس کی عبادت کروگے تو اُن کو مناسب تہا کہ یون کہتے اللہ کی یا جس نے آسمان و زمین پیدا کیا ہے پھر کیون کہا کہ تیرے خدا اور تیرے بزرگون ابراہیم و اسمعیل و اسحاق کی خدا کی عبادت کرینگے اسمین کیا نکتہ ہے اس مین یہ نکتہ ہے (۱) یہہ کہ وہان کے لوگ عناصر اور ستارون کو خالق جانتے اور اُن کو اللہ کہتے تھے پس اگر یہ بہی الہ یا آسمان و زمین کا پیدا کرنیوالا کہتے تو صاف معلوم نہوتا کہ اِنکی اس سے کون شخص مراد ہے جب کہا تیرا اور تیرے باپ دادون کا خدا تو وہ احتمال جاتا رہا ؛

(۲) اس سے دینی بزرگون کی پیروی اور اُنکی تقلید کی طرف اشارہ ہے کہ ہم بے چون و چرا اُن بزرگون کے طریقہ پر چلینگے ۔ بلاشک ازخود ٹکرین مارنے سے کسی کامل اور رسیدہ کا دامن پکڑ لینا اور اُسکی تقلید کرنا باعث امن ہے ۔ اسی طرح جزئیات مسائل مین آئمہ مجتہدین کی پیروی اور تقلید کرنا ازخود شتر بے مہار ہونے سے بہتر ہے پس تقلید مشرکین و جاہلین پر (کہ جس کی مذمت قرآن و حدیث مین ہے) اس تقلید کو محمول کرنا سخت بے انصافی ہے ۔

اثبات تقلید

۳ حضرت اسمعیل علیہ السلام گو حضرت یعقوب علیہ السلام کے باپ نہ تھے مگر چونکہ حقیقی چچا تھے اور اُسکو عرف مین باپ کہتے ہین اسلئے آبا مین اِن کا ذکر کیا یا یون کہو کہ آبا کے معنی حقیقی مراد نہین بلکہ بزرگ سو اس مین حضرت اسمعیل بدرجہ اولےٰ ہین ؛

وَقَالُوا كُونُوا هُودًا أَوْ نَصَارَىٰ تَهْتَدُوا ۗ قُلْ بَلْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا ۖ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝ قُولُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا

اور کہتے ہین (یہود و نصاریٰ) یہودی یا نصاریٰ ہو جاؤ تو راہ پاؤ گے۔ تو کہدے سے نہین بلکہ پابند ہون مین ملت ابراہیم کا خالص اور وہ مشرکون مین نتہا۔ کہو ہم ایمان لائے اللہ پر اور جو نازل ہوا ہمپر

وَمَا أُنْزِلَ إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَمَا أُوتِيَ مُوسَىٰ وَعِيسَىٰ وَمَا أُوتِيَ النَّبِيُّونَ مِنْ رَبِّهِمْ

اور جو نازل ہوا ابراہیم واسماعیل واسحاق ویعقوب اور اسکی اولاد پہ اور اسپر کہ جو موسیٰ اور عیسیٰ اور سب نبیون کو انکے رب کی طرف سے ملا

لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْهُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ ۝

ہم فرق نہین کرتے کسی مین بہی آپین سے اور ہم اسی کے فرمانبردار ہین

ترکیب

قالوا فعل ضمیر ہم راجع یہود و نصاریٰ کی طرف فاعل کونوا فعل انتم فاعل ہودا او نصاریٰ خبر جملہ مفعول قالوا سے قال الیہود کونوا ہودا و قالت النصاریٰ کونوا النصاریٰ تہتدوا جواب امر۔ ملۃ منصوب ہے بتقدیر نتبع حنیفاً حال ہے ابراہیم سے اور ممکن ہے کہ فاعل نتبع سے ہو۔ وماکان من المشرکین جملہ مستانفہ قولوا فعل با فاعل آمنّا باللہ الخ جملہ مفعول وما انزل معطوف ہے اللہ پر وقس علیہ۔ احد چونکہ حیز نفی مین ہے تو جمع کے معنی دیتا ہے اس لئے لفظ بین کی اضافت احد کی طرف درست ہوئی اور بعض کہتے ہین احد بمعنی فریق ہے اور بین ہمیشہ غیر واحد کی طرف مضاف ہوتا ہے ٭

تفسیر

یہودی کہتے تہے قدیم مذہب ہمارا ہے بے اسکے ہدایت ممکن نہین اسی طرح عیسائی اپنے مذہب کی فوقیت جتلاتے تہے اسکے جواب مین خدا فرماتا ہے اگر بزرگون کی تقلید اور مسلم لوگون کی پیروی پر مدار ہدایت جانتے ہو تو ابراہیم قابل اتباع ہے پہر دیکہو وہ تثلیث و کفارہ والوہیت مسیح وغیرہ اصول مذہب تنصر سے بالکل پاک تہے وہ ہرگز مشرک نہ تہے کہ جو ان باتون کو روا رکہتے اس بزرگ کا طریقہ اسلام تہا اسلمت لرب العالمین انکا شیوہ تہا اور اگر اس سے قطع نظر کر کے صحیح اور نیک رستہ ہدایت کا تلاش کرتے ہو تو وہ یہ ہے کہ انسان بلاتفریق سب بزرگان خدا یعنی انبیاء پر اور خدا پر ایمان لاوے سو یہ بات عین اسلام ہے نہ عین مذہب یہودیت و تنصر پہر کس طرح سے اسکو چہوڑ کر مذہب یہودیت یا تنصر سے نجات اور ہدایت حاصل ہو سکتی ہے ٭

متعلقات

حنیفاً حنیف بمعنی مستقیم اور جس طرح تفاؤلاً اندہے کو بصیر اور سانپ و بچہو کے ڈسے کو سلیم کہتے ہین اسیطرح لنگڑے کو حنیف کہتے ہین پس جو خدا کی فرمانبرداری مین مستقیم ہو اور ادہر ادہر نہ بہٹکے وہ حنیف ہے۔ بعض کہتے ہین حنیف لغت مین میلان کرنیوالے کو کہتے ہین اور چونکہ حضرت ابراہیم نے جمیع ادیان سے خدا کی طرف میلان کیا تہا اس لئے انکا لقب حنیف ہوا

اور اسی لئے ہر جد کا یہ لقب ہے ٭ (تفسیر کبیر) ٭

الاسباط سبط کی جمع ہے لغت مین سبط شاخدار درخت کو کہتے ہین اس مناسبت سے اسکا اطلاق خاندان اور قبیلہ پر ہوا - سبط پوتے اور اسکی اولاد کو کہتے ہین اور چونکہ امام حسنؑ و حسینؑ قبیلہ سادات حسنی و حسینی کا منشا ہین اسلئے انکو سبط رسول اللہ کہتے ہین - کبیر ۔ پس جس طرح عرب مین لفظ قبیلہ استعمال ہوا اسی طرح بنی اسرائیل کے بارہ قبیلون کو اسباط کہنے لگے - حضرت یعقوب کے بارہ بیٹے تھے انکی اولاد انکے نام سے مشہور ہوئی مگر یوسف کی جگہ انکے دونون بیٹے قائم ہوئے پس ہر ایک جماعت کو سبط کہتے تھے - سبط فلان سبط فلان - اس جگہہ مراد وہ انبیاء ہین کہ جو ان بارہ قبیلون مین گزرے ہین جیسا کہ عزیر اور شعیا اور یرمیا اور صموئیل علیہم السلام ٭ واضح ہو کہ ہر دین مین تین باتین ہوتی ہین - اول اصول عقائد جیسا کہ خدا تعالے کو وحدہ لاشریک جاننا اور اسکی تمام صفات کمالیہ پر ایمان لانا اسکے انبیاء کو برحق سمجھنا قیامت کا اعتقاد کرنا وغیرہ - دوم قواعد کلیہ شریعت کہ جنکی طرف جزئیات احکام اور فروع مسائل رجوع کرتے ہین اور ہر حکم مین ان کلیات کا ضرور لحاظ ہوتا ہے گویا کہ وہ کلیات مقصود اصلی ہوتی ہین اور یہ فرعیات اُسکے محافظ دیکھو نماز اور زکوۃ ایک حکم اصلی ہے کیونکہ یہ بدنی اور مالی عبادت ہے مگر نماز کی صورت کہ پہلے وضو کرے اس طرح سے اور اتنی رکعت پڑھے اور انمین یہ اذکار ہون یہ سب باتین اُس حکم اصلی کی محافظ ہین اسپر اور سب باتون کو قیاس کر لیجئے - اگرچہ شارع کا حکم دونون کے بجا لانے کا برابر ہے مگر اصل شریعت انہین قواعد مرعیہ کا نام ہے - اور انکے محافظات کے تغیر کا بجز نبی کے سوا اور کسی کو اختیار نہین - سوم ٭ یہ احکام جزئیہ کہ جنکو محافظ شریعت کہتے ہین - اول قسم مین تمام انبیاء علیہم السلام اور کل خدا کے برگزیدہ متفق ہوتے ہین بلکہ جسقدر مذاہب دنیا مین پائے جاتے ہین اگر انکے بانی انبیاء تھے تو گو لوگون کی افراط و تفریط سے اُس دین کی شکل بالکل بگڑ گئی ہو مگر جب اس افراط اور تفریط کی گرد سے کو دھو کر دیکھو گے تو بلاشک اُسکے نیچے وہ جواہرات لپٹے ہوتے ملین گے یہ احکام نہ کبھی منسوخ ہوتے ہین نہ زمانہ کی رفتار سے بدلتے ہین - ان مین ایک پچھلا نبی پہلے انبیاء کا تابع کہا جاویگا اسی لئے نبی صلعم کو اللہ تعالی فرماتا ہے فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ کہ اگلے انبیاء کی ہدایت کا اقتدا کر - اور اسی لئے فرمایا قولوا آمنا باللہ وما انزل الینا وما انزل الی ابراہیم و اسمعیل و اسحق و یعقوب والاسباط الخ تمام برگزیدون کا ماننا دین اسلام مین فرض ہے سو یہ اسکی صداقت کی دلیل ہے ٭ قسم دوم کو ملت کہتے ہین ان مین بھی تفاوت اور اختلاف بہت کم ہوتا ہے مگر بعض امور کسی قوم اور کسی زمانہ کے لائق نہین ہوتے ہین لہذا انمین تغیر و تبدل ہوتا ہے مثلاً حج کہ شریعت موسوی مین فرض نہ ہوا اس لئے کہ یہود کی اُمت مراد مین مقصود تھا اور امت اہل ظاہر تھے اسرار باطنیہ سے بے بہرہ بالخصوص محبت

آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنْتُمْ بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوْا وَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا هُمْ فِي شِقَاقٍ فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللَّهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝ صِبْغَةَ اللَّهِ

پہر وہ (اہل کتاب) ایمان لاوے تمہاری طرح تو راہ پر آئے اور اگر وہ پہر جاوین تو وہ ضد ہی مین ہین پہر کفایت کرتا ہے تجہکو اُنسے خدا اور وہ سنتا جانتا ہے۔ اللہ کا رنگ (دیکہو)

وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ صِبْغَةً وَنَحْنُ لَهُ عَابِدُونَ ۝

اور کس کا رنگ بہتر ہے اللہ سے اور (دیکہو) ہم تو اُسی کی عبادت کرتے ہین

ہ اسکے رستہ سے ناواقف تہے سوا خوف اور طمع کے اور کچہہ نہ جانتے تہے پس اُنکے لئے اسی قسم کے احکام صادر ہوے پہر جب
یکمال پیدا ہوئے کہ جو ظاہر و باطن مین منور تہے اور اُنکے قلوب مین محبت اور وجد و شوق کی استعداد تہی تو پہر
ہی احکام کہ جو حضرت ابراہیم کے عہد مین تہے قائم ہوئے منجملہ اُنکے حج ہے چونکہ ان امور مین حضرت ابراہیم اور جناب
ختم النبیین علیہ السلام نہایت تشابہ ہین تو اسلئے حضرت کو حکم ہوا ملۃ ابراہیم حنیفا کہ ملت ابراہیم کا اتباع کر!
م سوم۔ ہر زمانہ مین یکسان نہین رہتی اُنکو ہمیشہ قائم رکہنا حکیم مطلق کی شان سے نہایت بعید ہے اس قسم کو شریعت
ہتے ہین۔ موسیٰ کے بعد جسقدر انبیا بنی اسرائیل تہے شریعت موسیٰ کے تابع تہے مگر جناب خاتم النبیین اس امر
ن کسی پہلی شریعت کے متبع نہ تہے بلکہ آپکی شریعت اس جلوۂ کمال کے زمانہ مین مستقل تہی فاحفظ ہذا التحقیق؛
سکے بعد بہی جو کوئی بے سمجہ پادری نسخ شریعت پر اعتراض کرے تو اسکی استعداد فہم کا قصور ہے۔

ترکیب

ان شرطیہ آمنوا فعل با فاعل بمثل مین ب زائد مثل صفت ہے مصدر محذوف کی ما مصدریہ ہے تقدیرہ ان امنوا ایمانا مثل
ایمانکم۔ پس یہ جملہ شرط ہے اور یون بہی ہوسکتا ہے کہ لفظ مثل زائد ہو جیساکہ لیس کمثلہ شئی مین ک زائد ہے اور ما موصولہ
ہے جس سے مراد قرآن اور نبی ہے اور بہ کی ضمیر اُسکی طرف پہرتی ہے تقدیرہ ان آمنوا بما آمنتم بہ یعنی جس چیز پر تم ایمان
لائے ہو اگر اُسپر یہ لوگ لاوینگے تو راہ پاوینگے فقد اہتدوا جملہ جواب شرط اور اسی طرح وان تولوا صبغۃ اللہ منصوب ہے فعل محذوف
سے ای الزموا صبغۃ اللہ ومن استفہام انکاری کے لئے مبتدا۔ احسن ممیز صبغۃ تمیز مجموعہ خبر!

تفسیر

یہود و نصاریٰ کے دعوے کا الزامی اور تحقیقی جواب دیکر خدا تعالیٰ یہ ثابت کرتا ہے کہ ہدایت اسلام مین ہے جیساکہ اوپر
کی آیت مین بیان ہوا پس اگر یہ لوگ بہی مسلمانون کی طرح ایمان لاوینگے تو ہدایت پاوینگے ورنہ ضدی ہین سوا اے نبی انکی ضد اور
دشمنی سے امر حق کے ظاہر کرنے مین کچہہ تردد نہ کیجئے خدا تجہکو اُنکے شر سے محفوظ رکہیگا وہ دانا بینا۔ چنانچہ خدا نے اپنے وعدہ کو پورا کیا

قُلْ أَتُحَاجُّونَنَا فِي اللّٰهِ وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ وَلَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُخْلِصُونَ ۝ أَمْ تَقُولُونَ إِنَّ

کہہ دے کیا تم ہم سے اللہ میں جھگڑا کرتے ہو حالانکہ وہ ہمارا بھی رب ہے اور تمہارا بھی اور ہمارے لئے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لئے تمہارے اعمال اور ہم اسکے مخلص ہیں یا تم کہتے ہو

إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطَ كَانُوا هُودًا أَوْ نَصَارَىٰ قُلْ أَأَنتُمْ أَعْلَمُ أَمِ اللّٰهُ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّن كَتَمَ شَهَادَةً عِندَهُ

کہ ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحاق اور یعقوب اور اسباط یہودی یا نصرانی تھے تو کہہ کیا تم زیادہ جانتے ہو یا اللہ اور کون زیادہ ناانصاف ہے اس سے کہ جو چھپا دے گواہی کو جو اسکے پاس ہے

مِنَ اللّٰهِ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ۝ تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُم مَّا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝

اللہ کیطرف سے اور اللہ بیخبر نہیں ہے تمہارے کام سے وہ ایک امت تھی گزر گئی انکے لئے ہے جو کر گئے اور تمہارے لئے ہے جو کچھ تم نے کمایا اور تم سے انکے اعمال کی پرسش نہ ہوگی۔

حضرت کو انکے شر سے محفوظ رکھا یہ پیشینگوئی صادق ہوئی) عیسائیون مین قدیم دستور ہے کہ جب کسیکو اپنے مذہب مین داخل کرتے ہین یا بچہ پیدا ہوتا ہے تو اسکو حوض مین غوطہ دیتے ہین بعض عیسائی جیسا کہ کلیسا عرب کی سریانی ہین کچھ زردی وغیرہ رنگ کا بھی آمیز کرتے تھے اور بجائے غوطہ کے صرف رنگین کرنے ہی پر بس کرتے تھے اسکو اصطباغ یعنی بپتسمہ کہتے ہین اس ظاہری رنگ پر انکو بڑا اعتماد تہا اور اسکو نجات کی کنجی سمجھتے تہے اسکے حق مین خدا فرماتا ہے کہ اس ظاہری رنگ سے کیا دل رنگین ہوسکتا ہے کوئی کسی حوض مین ہزار غوطہ لگاتے اور سر سے پاؤن تک رنگ مین رنگا جائے مگر کیا فائدہ ہو رنگ تو خدا کا رنگ ہے یعنی کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ جو انسان کی روح اور دل کو رنگین کر دیتا ہے خدا کے اس رنگ باطنی سے کون سا رنگ اچھا ہوسکتا ہے؟ انسان اس رنگ مین رنگین ہوکر ہمیشہ اسکی عبادت مین مستغرق رہتا ف یہودیون و عیسائیون کے دعوے کا براہین مسلمہ سے ابطال کرکے اسکے برخلاف دعوی کہ نجات اور حقیقی ہدایت دین اسلام مین ہے نہایت پر اثر اور عمدہ دلائل سے ثابت کر دیا اور یہ بات جتلا دی کہ اسلام کے مقابلہ مین اصطباغ وغیرہ رسوم ظاہریہ کچھ فائدہ مند نہین ہے۔

ترکیب

قل فعل بافاعل الہمزہ استفہام انکاری تحاجوننا الخ جملہ استفہامیہ اسکا مقولہ۔ ام معادلۃ للہمزۃ فی قولہ تعالی اتحاجوننا یعنی ان دونون باتون مین سے کونسی کرتے ہو۔ تم ہم سے خدا مین جھگڑا کرتے ہو کہ وہ خاص ہمارا ہی خدا ہے بغیر یہودی یا نصرانی ہوئی نجات ممکن نہین اسپر کوئی دلیل اور برہان رکھتے ہو یا محض تقلید اور اقرار سے کام لیتے ہو کہ یہ کہو کہ ابراہیم و اسمٰعیل و اسحٰق یہودی یا نصرانی تھے اور ہم انکے پیرو ہین مقصود یہ ہے کہ یہ دونون باتین غلط ہین ام اللہ مبتدأ والخبر محذوف اے ام اللہ اعلم ام متصلہ ہے لے اکیم اعلم استفہام انکاری ہے شہادۃ موصوف عندہ ثابت کے متعلق ہوکر صفت اول من اللہ کائنۃ کے متعلق ہوکر صفت ثانی ہوئی اے لا احد اظلم ممن فعل کذا

تفسیر

یعنی یہود جو کہتے ہین کہ ہدایت کا مدار یہودیت پر ہے اور عیسائی کہتے ہین مدار ہدایت مذہب عیسوی پر ہے اور کبھی

کہتے ہین کہ جنت مین یہودی ہی جاوینگے نصرانی کہتے ہین ہین اُس کے مستحق ہین تو اے نبی ان سے یہ کہہ کہ کیا تمھارے
خدا ہی کے بس ہین تم ہم سے جھگڑا کرتے ہو اور اُس سے اپنی جداگانہ خصوصیت جتلاتے ہو حالانکہ وہ ہمارا اور تمھارا سب کا
رب ہی اور ہر شخص اپنے اعمال کی جزا و سزا پاتا ہی باوجود اِس کے تم اُس سے ناز و تکبر سے پیش آتے ہو اور ہم
سراسر عجز و نیاز اور اُس سے دلی اخلاص رکھتے ہین پھر کیا وجہ کہ تمھارے خانہ ساز ڈھکوسلون پر کہ جنکو نہ عقل سلیم
تسلیم کرتی ہی نہ نقل م نجات اور ہدایت کا انحصار ہو اگر وہ اپنے دعوی کی دلیل سے عاجز ہو کر یہ کہین کہ اسلئے یہودیت
یا عیسائیت پر مدار نجات ہی کہ ابراہیم و اسمٰعیل و اسحٰق و اسباط و بزرگان دین یہودی یا عیسائی تھے تو یہ بھی غلط
ہی صدہا ہزارہا سال کی بات وہ جانتے ہین یا خدا خوب جانتا ہی حالانکہ وہی خوب جانتا ہی نہین بلکہ یہ لوگ خود
بھی واقف ہین کہ اِن بزرگون سے صدہا بلکہ ہزارہا سال بعد یہ مذہب قرار پائے ہین بھلا ان بزرگون کے عہد مین
سبت وغیرہ رسوم اور عقیدہ تجسم و تشکل آلہی کا جو مذہب یہود مین ہی کہان تھا اسی طرح اُلوہیت مسیحؑ اور تثلیث
اور کفارہ اور عشاء ربانی اور پتسمہ کو جو کہ مذہب عیسوی کے اُصول ہین کون جانتا تھا اور اِن بزرگون مین
سے کس کا عقیدہ ایسا تھا پھر اسپر لطف یہ ہی کہ یہ لوگ اِس بات کا بھی یقین رکھتے ہین اور اُن کی کتابون
اور روایتون مین بھی ہی کہ اِن بزرگوارون نے نجات حاصل کی تھی اور وہ راہ ہدایت پر تھے پھر کس طرح
سے اِس شہادت کو چھپا کر کہتے ہین کہ مدار نجات اور انحصار ہدایت یہودیت یا نصرانیت پر ہی اسپر اِس شہادت کو چھپاو
اُس سے کون زیادہ ظالم ہی۔ خداتیعالے اُن کے تعصب و عناد اور شر و فساد سے بے خبر نہین اُن کو سزا دے گا
ان بزرگون کا نام یہ لوگ عبث لیتے ہین وہ اچھے لوگ تھے گزر گئے اُن کیلئے اُن کے اعمال ہین اِن کے لیئے ان کے اعمال

صحت نامہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲	۸	العالمُ	العالم
۴	۱	دشمن اور	دشمن خوش اور
۴	۱۰	جلال	جلال
۴	۱۶	ہی سیکھا	ہی سے سیکھا
۸	۲۱	اِقرأ	اَقرأ
۱۶	۶	ٹھکانا	ٹھکانا
۱۸	۱۹	بھن	بہن
۳۰	۲۲	جنگے	جنگلے
۳۱	۱۹	بلا دیا	ملا دیا
۳۵	۱۴	تہبرگا	تہبرکا
۳۷	۱۳و۱۴	اور ہین	ہین اور
۴۵	۵	حمال	جمال
۴۹	۱۷	اکور	اور
۵۳	۱۳	بڑا	بُرا
۵۸	۶	مسح	مسیح
۶۱	۳۱	(نیچرییہ)	(نیچریہ)
۶۴	۱۰	ابڈنا	ابدنا
۶۶	۲۳	اھر	اور
۶۷	۲۶	روایت ہے	روایت کیا ہے
۶۷	۲۷	مانگی	نمائی
۶۹	۴	لیے	سکے
۷۰	۱۵	یاکوئی	یاکوئی اور
۷۰	۱۶	سے کہ	سے آیا کہ
۷۰	۳۰	زارح سے	زارح
۷۰	۲۸	بیشہ اور جزا کے دن کا مالک ہے	
۷۲	۲	کوراستی	راستی
۷۴	۱۲	چھٹے مصنف کا	چھٹے کا مصنف
۷۸	۲۱	فوا	افوا
۷۸	۲۴	سکے	اُنکے
۷۹	۲۰	االندر	اندر
۹۸	۱	کہا	کہاہان
۱۰۴	۳۱	اندارکا	اندارک
۱۰۷	۲۳ شبیہ	برتن سے	سے برتن
۱۱۳	۳۳	سوفسطانیہ	سوفسطائیہ
۱۱۵	۴	گرم	سرگرم
۱۲۵	۱۷	ہین	ہین
۱۳۴	۱۴	جنگل	جنگلی
۱۴۸	۲۲	سے	کر
۱۴۳	۲۲	پاپا	ماپا
۱۵۱	۱۳	اجمال	اجمالی
۱۵۲	۲	بامکنہ	بالکنہ
۱۵۳	۹	زائدہ	یا زائدہ
۱۵۳	۱۲	جمال	اجمال
۱۵۳	۱۷	لایثاق	الایثاق
۱۶۹	۱۹	زرتنج	زرتشنا
۱۶۷	۱۹	لکملکہ	للملکہ
۱۸۸	۲	حضرات	حضرت
۱۸۸	۳	کرگیا	کرگیا
۱۹۱	۶	ستفہام	استفہام
۲۰۱	۱۵	تمکو	ہمکو
۲۰۲	۱	کردیگا	کرونگا
۲۰۷	۲۳	اُٹھتی	اٹھی
۲۱۱	۳۰	قریب	قریب تھا
۲۱۲	۱۹	متناظرہ	سستر
۲۲۰	۷	کرانا	کرنا
۲۲۱	۹	لون	لوگون
۲۳۶	۹	اخلقناہم	احلفناہم
۲۳۶	۱۳	احنانا	احسانا
۲۳۹	۱۲	خلاف	غلاف
۲۴۱	۲۸	//	//
۲۴۵	۱۲	محاوُورہ	محاورہ
۲۴۵	۱۸	استشترا سد	استشتراہ
۲۴۸	۱۵	دیگر	دیگر
۲۴۸	۱۹	وغیرہ ذلک	وغیرذلک
۲۵۲	۱	اسکی	اسکی کہ
۲۵۶	۱۴	بتدریخ	بتدریج
۲۵۷	۶	واجب لوجود	واجب الوجود
۲۶۳	۴	پاک رکھیں	
۲۶۳	۲۱	جیب	حسب
۲۶۳	۲۱	//	//
۲۶۷	۱۲	مطفاف	مطاف
۲۸۴	۸	ہوا	ہوگا
۲۸۷	۲	تمہارے لئے اعمال	تمہارے اعمال
۲۸۷	۶	ہونگے	نہونگے

اشتہار

آج دنیا مین خدا تعالی کی بہیجی ہوئی کتاب جو بلا تحریف و تبدیل میسر آئے بجز قرآن مجید کے اور کونسی کتاب ہے؟ پہر اسمیات کا ظاہر کرنا کہ خدا تعالی نے
اپنی کتاب مقدس مین اپنے بندون کے لیے کیا کچہہ برکتین رکہی ہین اور انکی سعادت دنیا و آخرت کی اسمین کیسی رہنمائی ہی؟ آفتاب کو چراغ دکہانا ہے۔
سعادت دنیا سے بڑہکر سعادت آخرت ہی جہان ہمیشہ رہنا اور وہان سے پہر کر نہین آنا ہے اور اسکے لیے بجز کتاب الٰہی کے اور کون رہنمائی کر سکتا ہی اور مدار
رہنمائی اسکے سمجہنے پر ہے۔ ہندوستان کے کروڑون مسلمان بغیر اردو زبان مین ایسی تفسیر ہوئی (کہ جسمین ترجمہ بامحاورہ حال کے بعد ترکیب نحوی اور بہر
ربط آیات اور پہر شان نزول بروایات صحیحہ ہو اور امور تاریخیہ مین تحقیق ہو رخانہ اور امکنہ اور بلاد کا جغرافیہ و نقشہ ہو اور آیات احکام مین تصریح اور ائمہ دین کے
اقوال اور مخالفین قرآن کے جواب اور دہریون اور پادریون اور دیگر بگڑون کے الزامات بیجا کا کامل دفعیہ ہو) سمجہہ نہین سکتے اسلیے خدا تعالی نے اس خیر
عہد مین اپنے بندے مولانا مولوی ابو محمد عبد الحق صاحب سے یہ کام لیا جو خاص اسی کام کیلیے پیدا کیے گئے تھے۔ بحمد اللہ اہل اسلام کی قدردانی سے اس کتاب
مقدس کی چار جلدین طبع ہوگئین بلکہ دوبارہ طبع کی بہی نوبت آئی جو اسکی قبولیت کی ایک ادنی نشانی ہی ہندوستان کے بڑے بڑے علماء کرام نے اس
تفسیر کو عزت کی نگاہون سے دیکہا اور مصنف کا نہایت درجہ شکریہ ادا کیا اسلیے تمام ہونے سے پیشتر اس کتاب کی شہرۂ آفاق باشہرت ہوگئی ہندوستان سے نکلکر
حرمین شریفین اور دیگر بلاد اسلامیہ مین اردو دان مسلمانون نے اسکو بڑی قدر و قیمت سے منگا کر بہرہ اٹہایا۔ دراصل یہ جناب سرور کائنات علیہ الصلوۃ والسلام
کی اس عنایت کا ظہور ہی جو رویا مین مصنف کو دکہائی گئی اسلیے بعض مخفی کرستانون نے رشک مین آکر مفسر اور تفسیر پر بہت کچہہ اتہام لگائے مگر اُلٹا اثر اسی پر
پڑا کہ اسکا پردہ کہل گیا۔ ہر زمانہ مین ایسی مشعل غیبی کے معاند بہی ہوتے آئے ہین۔

اسکی جلد اول ۸/ کو دوم ۱۰/ سوم ۱۰/ چہارم ۱۲/ کو بذریعہ ویلو پی ایبل یا نقد قیمت بہیجنے سے مطبع حامی اسلام دہلی محلہ بلیماران سے ملسکتی ہی پانچوین جلد
زیر طبع ہی۔ اب مصنف کی آنکہین قوم کے اولو العزمون کیطرف لگی ہوئی ہین کہ وہ اپنی ہمت طبع کتاب مین فرماوین نہ صرف مصنف بلکہ قوم کو ممنون بناوین ایسے کام مین
رؤسا کی سرپرستی ازبس ضرور ہی کیونکہ ایسی کتاب کا تصنیف کرنا علاوہ بیشمار ذخیرہ کتب ہر مذہب کے اطمینان و فراغت بہی چاہتا ہی۔

المشتہر

جناب مولانا مولوی ابو محمد عبد الحق صاحب دہلی کوچہ پنڈت

۲۲ شوال [illegible] ہجری